ادوار تاریخ اسلامی حصہ پنجم

دور لحادہ

تاریخ پاک و ہند

ادوارِ تاریخ پاک و ہند

ہماری تاریخ تاریخ اسلام ہے لہٰذا ہم یہاں کی تاریخ کو بھی اسلام کے زاویہ سے پڑھیں اور لکھیں گے۔ چونکہ یہاں ایک طویل عرصہ مسلمانوں کی حکمرانی رہی ہے جس پر ہمیں فخر و ناز ہے کیونکہ ہم قدامت ووسعت ومساحت اور کثیر جمعیت پر اسلام کی عظمت کو ترجیح دیتے ہیں پھر ان میں سے کس نے اپنے نظریہ اسلام سے عدول کیا اور کون اس پر قائم رہا، ہمارے پاس اس واقعے کے بارے میں جو کچھ مصادر موجود ہیں وہ اپنی قلت اور تکرار کے ساتھ یک طرفہ بھی ہیں جن میں اس تقسیم کے بعد حکومت سنبھالنے والوں کی جدوجہد کو اسلام و مسلمین سے محبت اور لگاؤ سے تفسیر کرنے لگے ہیں، اس کے برعکس فہم وفراست رکھنے والوں کے پاس اس تفسیر کو رد کرنے کیلئے کوئی واضح ماٰخذ نہیں تھے یا پیش کرنے پر پابندی تھی اس وجہ سے ہی یہ تاریخ اپنی جگہ ادھوری اور ناقص نظر آتی ہے اس میں حلقات مفقودہ نظر آتے ہیں کچھ چیزیں ارباب اقتدار نے پی لی ہیں جن کے مفادات کے لیے نہ جانے قلم کی بولی لگی ہے۔ تاریخ تنہا نقل عبارت نہیں ہے بلکہ تاریخ ناقابل انکار قرائن وشواہد قطعیہ محسوسہ سے جوڑ کر ہی لکھی جاتی ہے ہمیں تاریخ تقسیم برصغیر پاک و ہند استعمار برطانیہ کے عزائم اور معنویات کو سامنے رکھ کر پڑھنا چاہیے کیونکہ شروع سے لے کر آج کے دن تک ان کا تسلط ہمارے ہاں سے ختم نہیں ہوا ہے ابھی بھی باقی ہے۔

شِبہِ قارہ ہند میں طلوع اسلام:۔

یعنی یہاں آفتاب اسلام کب اور کس اُفق سے طلوع ہوا؟ اس سوال کا جواب تلاش و پیش کرنے سے پہلے ایک تمہید کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے اس لیے کہ تمام حوادث اور واقعات کو عامل واحد کی طرف نسبت دینا مغربی ملحدین کا وتیرہ چلا آ رہا ہے کوئی علم کو تو کوئی اقتصاد کو کوئی جنسیات کو تو کوئی توہمات کو ایک عامل وسبب کے طور پر پیش کرتا ہے اس ہی فکر کو انہوں نے اسلام میں بھی رواج دینے کی کوشش کی ہے جیسے کوئی کہتا ہے اسلام خدیجہ کے مال سے پھیلا ہے اور کوئی کہتا ہے ضربت علی وسجدہ شبیری سے کوئی کہتا ہے صرف اخلاق رسول ﷺ سے پھیلا ہے۔ کوئی جہاد کو عامل واحد کے طور پر پیش کرتا ہے یہ تفسیریں اپنی جگہ انحرافی ہونے کے علاوہ انتہائی ناانصافی پر مبنی ہیں بلکہ اسلام یہاں ان عوامل سے پھیلا ہے جو سرزمین حجاز، شام، مصر، ایران میں کارفرما تھے گو کہ

ہر جگہ مختلف عوامل کارفرما تھے۔

۱۔مثلاً خود فرسودہ بوسیدہ منتشر پسا ہوا طبقاتی نظام اپنی جگہ کسی صالح نظام بے لوث اور پاک باز حاکم کی طرف غیر شعوری طور پر مرکوز ہوتا ہے خود سرزمین مکہ مدینہ شام ایران اور مصر کے مظلوم ومقہور مفلوج ومفلوک الحال لوگ ایک حاکم ونظام صالح کی طرف متوجہ تھے۔ یہاں ہندوستان میں ان علاقوں سے بھی بدتر صورت حال تھی براھمہ کا طبقاتی نظامِ استحصالی، مبداء ومعاد کی غیر واضح صورت حال ایک نئے نظام صالح ومستحکم کی خواہش رکھتے تھے۔

۲۔ نیا آئین کس حد تک عقل ومنطق اور استدلال سے مقرون ومسلح ہے۔ چنانچہ اسلام کے اصول وفروع جو کہ مستحکم اصولوں پر مبنی ہیں۔ حقیقیت میں فروغ اسلام کا سبب بنے۔

۳۔مکہ میں پرانے دین سے تنگ افراد نے برات کا اعلان کیا تھا۔لیکن صلاحیت واہلیت کے فقدان کی وجہ سے کوئی واضح راستہ اختیار نہ کر سکے اور کوئی راستہ ہی میں مرگیا ۔لیکن ذات محمدﷺ بچپنے سے ہی تمام آلودگیوں سے پاک ومنزہ ہستی تھی آپﷺ کے اخلاق حسنہ اپنی جگہ کارفرما تھے لیکن اخلاق مسیحی وصوفی نہیں بلکہ آپ مرمجاہد بھی تھے شخصیت محمدﷺ اور جہاد مہاجرین وانصار اپنی جگہ اہل حجاز اہل شام ومصر وایران کیلئے نئے چہرہ کی صورت میں تھے یہاں ہندوستان میں بھی ایسا ہی ہے تاجر بھی یہاں حسب سابق آتے رہے انہوں نے بھی اپنے وطن میں اسلام کی آمد کا بتایا ہوگا لیکن مجاہدین اسلام جنہوں نے علاقے کے برسرِ اقتدار فرعون کو جہاد سے ہی ختم کیا ہے۔ دنیا میں کہیں بھی ایسی کوئی جگہ وعلاقہ نہیں جہاں تاجروں اور سیاحوں کے پیغام پر پورے علاقہ نے اسلام قبول کیا ہو۔ اگر علاقے والے تیار ہو بھی جاہیں تو علاقے میں برسر اقتدار ایسا نہیں ہونے دیتے جہاد اسلام میں عوام سے نہیں ہوتا۔ بلکہ فرعونیت صفت انسانوں کے خلاف ہوتا ہے۔ لہذا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ یہاں ہندوستان میں اسلام جہاد کے ذریعے پھیلا ہے۔ یہاں اسلام کا ان معمولی شخصیات سے پھیلنا خود علاقے کی وسعت ومسافت کے حوالے سے بھی درست نہیں۔ یہ جو کہتے ہیں یہاں اسلام صوفیوں کے ذریعے پھیلا ہے ان کا یہ کہنا درست ہے کیونکہ صوفیوں نے راجوں نوابوں ارباب اقتدار کو مشرکین کی محمدﷺ کو کی گئی پیشکش والے فارمولے کے تحت دعوت دی تھی یہی چیز یہاں اسلام روکنے کا سبب بنی ہے۔

شبہ قارہ ہند کا محل وقوع۔ سرزمین ہند ایک وسیع وعریض جزیرہ ہے جو جنوب قارہ ایشیا میں واقع ہے۔ تین

دریاؤں خلیج بنگال شرق سے، بحیرۂ عرب غرب سے اور جنوب میں بحر ہند۔ چنانچہ ہند تین اطراف سے سمندری محاصرے میں ہے۔ جس کی وجہ سے اسے شبہ قارہ کہتے ہیں۔ اس کی مساحت ۳۶۰۰۰۰۰ مربع کلومیٹر ہے ہند دیگر ایشیائی ملکوں سے بلند و بالا پہاڑوں کی وجہ سے کٹا ہوا ہے اس کے شمال میں کوہ ہمالیہ جو چین کے درمیان واقع ہے یہ دنیا میں سب سے بڑا اونچا پہاڑ ہے جس کی اونچائی ۸۸۸۸ میٹر ہے دوسرا کوہ قراقرم ہے جو کشمیر کی طرف ہے تیسرا کوہ سلمان ہے جو کہ افغانستان کی طرف ہے۔

(ہند ایک وسیع و عریض علاقہ ہے جو ایشیا میں محیط ہندی کے شمال میں واقع ہے اس کے جنوب میں چین و افغانستان ہیں سندھ و ہند عربوں کے نزدیک دو مختلف اقلیم ہیں جو عرب کے مشرق میں واقع ہے سندھ کے ایک طرف ہند ہے کرمان، سجستان اس کے بعد ہندوستان ہے مشرق کی طرف سندھ میں قلعات، قندھار، مکران خضدار بوقان قندائل دیبل کراچی ساندری ملتان گجرات وغیرہ شامل ہیں سندھ قدیم زمانہ میں ایک صنعت نسجی سے معروف ہے جو مسندہ سندیہ مسنوع سنجی کے نام سے شہر معروف ہوا ہے ہند سندھ کے مقابل میں ہے۔)

[دائرۃ المعارف اسلامی شیعی ج ۱۱ ص ۱۹] کلمہ ہندوستان کی اصل مدرک و ماخذ کے بارے میں صاحب کتاب فصول فی الادیان الہند میں لکھتے ہیں کلمہ ہند کی اصل سندھ ہے اہل فارس اور یونان اس کے سواحل سمندر سے گزرتے تھے تو وہ کلمہ سین کی جگہ 'ہا' ھ ستعمال کرتے تھے وہ کہتے تھے ہند اور کلمہ استھان جس کے معنی المقر قیام گاہ ہے کلمہ استھان ثقیل ہونے کی وجہ سے ھاء کو حذف کر کے استان کہتے ہیں ہند اور استان کو ملا کر ہندوستان بنایا ہے یعنی ہندؤوں کا وطن یا قیام گاہ۔

ہند میں اسلام کی آمد:

ہندوستان دنیا کے نقشے پر امریکا جیسا نہیں تھا جو بہت دیر کے بعد کشف ہوا ہو بلکہ ہند روم و فارس کے بعد اس وقت تیسرا خطہ تھا جو کہ میلاد مسیح سے پہلے مشہور و معروف تھا اہلِ عرب اسلام آنے سے پہلے ہی ہندوستان کی موقعیت سے واقف تھے تجار اور سیاحوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ عرب یہاں کی بت پرستی اور طبقات کی محرومی و مظلومیت سے واقف و آگاہ تھے جب جزیرہ عرب میں اسلام کا سورج طلوع ہوا حکومت اسلامی کے استقرار کے بعد نبیؐ کی رحلت ہوئی تو خلفاء نے اس وقت کی دو بڑی طاقتوں روم و فارس کو دعوت دی اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ اس خطہ ہندوستان کو نظر انداز کریں چنانچہ خلیفہ دوم نے اپنے بحرین و عمان

میں مقیم والی کو یہ حکم دیا کہ اس کی طرف رُخ کریں۔
ہند کے رہنے والوں کے عقائد نحیف اور خریف ترین عقائد تھے جس میں عوام الناس سے لے کر عالم 'دانشور' سربراہ مملکت' وزراء اور اساتید دانشگاہ سب شامل تھے ان کے پاس عقائد میں تحقیق کی گنجائش نہیں تھی۔
[کتاب تاریخ انتشار اسلام فی الاسیا تالیف دکتور محمود احمد محمد احمد قمر ص ۱۳۳] یہاں اسلام خلیفہ دوم عمر بن خطاب و عثمان بن عفان کے دور میں مجاہدین اسلام کے ذریعے پھیلا جو دریائی جنگ کرتے ہوئے شمال مغرب ہندوستان کی بندرگاہ دیبل حالیہ کراچی تک پہنچے اور یہاں سے بمبئی تک گئے اور دورِ عمر بن خطاب جو کہ ۱۳۔۲۳ ہجری تک رہا یہاں حضرت عمر کی طرف سے بحرین وعمان میں متعین والی عثمان بن عاص الثقفی نے اپنے بھائی حکم بن عاص کو ایک لشکر دے کر ہند کی طرف روانہ کیا جو شمال بمبئی تک پہنچا جب حکم بن عاص واپس آیا تو عثمان بن عاص نے عمر بن خطاب کو لکھا پھر عمر نے دوبارہ لشکر بھیجنے کا حکم دیا اس دفعہ وہ گجرات تک پہنچا تھا جب ۲۴۔۳۵ کے دور میں حضرت عثمان خلیفہ بنے تو انہوں نے عراق میں اپنا والی عبداللہ بن عامر بن کرز کو لکھا کہ وہ اپنے لشکر میں سے کسی کو ہندوستان بھیجیں چنانچہ انہوں نے حکیم بن جبل عبدی کو بھیجا۔
جب حکیم بن جبل عبدی واپس مدینہ پہنچا اور خلیفہ نے ہندوستان کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا یہاں کا پانی کڑوا اور زمین شورزدہ ہے یہاں کے چور شجاع ہیں اگر فوج کم بھیجیں گے تو ضائع ہو جائے گی اگر زیادہ بھیجیں گے تو بھوک سے مرے گی۔ ۳۵۔۴۰ کے دور میں جب خلافت علی بن ابی طالب شروع ہوئی تو آپ نے تاغر بن دعیر کو سنہ ۳۸ میں یہاں جنگ کے لئے بھیجا پھر ان کے بعد حارث بن مرہ عبدی کو بھیجا لیکن وہ دوران جنگ اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ قتل ہوئے۔ سنہ ۴۰ میں معاویہ کے دور میں عبداللہ بن سوار عبدی کو سندھ بھیجا انہوں نے اپنی جگہ کا <u>رزین بن ابی کرز عبدی</u> کو جانشین چھوڑا پھر رشد بن عمرو گئے وہ بھی قتل ہوئے پھر زیاد بن ابیہ والی عراق نے سنان بن مسلمہ الھند کو بھیجا ان کے بعد <u>مندر بن</u> جارود عبدی کو بھیجا۔ ولید ابن عبدالملک بن مروان کے دور میں حجاج بن یوسف والی عراق نے محمد بن قاسم ثقفی کو سندھ کی طرف لشکر کشی کرنے کی ذمہ داری سونپی۔

محمد بن قاسم بن محمد بن ابی عقیل الثقفی:

[کتاب موسوعہ تاریخ اسلامیہ والحضارہ اسلامیہ ج ا ص ۱۶۴] محمد بن قاسم ۱۷ سال کی نوعمری میں ایک مردِ شجاع قوی و مدبر و مجرب قائدِ لشکر تھے جس وقت والی عراق نے اپنی طرف سے فتح ہند کے لئے متعین کیا تو محمد بن قاسم

عراق اور شام کے علاوہ شیراز سے مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے تمام وسائل جنگ وسفر لے کر سندھ کی طرف روانہ ہوگئے محمد بن قاسم نے شیراز میں چھ مہینہ قیام کیا درایں اثناء تمام وسائل جنگی منجنیق وغیرہ کشتی پر سوار کر کے لشکر کو خیرہ م عمرو اور ابن مغیر کی قیادت میں دیا اور ان سے کہا کہ آپ دونوں ہم سے پہلے بندرگاہ دیبل جو سندھ کے ساحل پر واقع ہے وہاں ہمارا انتظار کریں اور خود باقی لشکر کو لے کر بری راستہ سے مکران پہنچے یہ لشکر اپنی جگہ ہزار گھوڑا سوار چھ ہزار پیادہ پر مشتمل تھا۔

شیراز سے سندھ کی طرف روانہ ہوئے ۹۲ھ کے آخر میں مکران پہنچے وہاں کچھ دن گزرنے کے بعد مغربی سندھ کی طرف رُخ کیا ہے چونکہ اس وقت عاصمہ یہاں تھا مکران سے آپ کے ساتھ محمد بن ہارون وغیرہ والی مکران کے ساتھ چار ہزار لشکر لے کر آپ کے ساتھ شامل کر کے فیروز پور کی طرف روانہ کیا اس جگہ کو فتح کرنے کے بعد ارمابیل کی طرف رخ کیا لیکن محمد بن ہارون یہاں وفات پا گئے تو ان کو یہاں دفنایا پھر محمد بن قاسم نے دبیل کی طرف رخ کیا وہ راستے میں کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر محرم بروز جمعہ ۹۳ھ کو مدینہ دیبل پہنچے اس وقت بلا تاخیر اسلحہ سے لدی ہوئی کشتیاں بھی یہاں پہنچیں عراق سے اور بھی جنگی مہارت رکھنے والے مردان شجاع ان کی معاونت کے لئے پہنچے۔

لشکر کے دیبل پہنچنے کے بعد بوذیوں کے ایک معبد پر پانچ ہزار گولے منجنیق کی مدد سے پھینکے اور اس پر جھنڈا لہرایا اندر حملہ کیا یہاں سات سو کنیز عورتیں منصوب بت کے گرد رقص کرتی تھیں انہیں اسیر کیا یہاں کے زندان سے زنان ومردان موجود عرب تجار کو نکال کر حجاز روانہ کیا مال غنائم کو خمس نکالنے کے بعد باقی لشکر میں تقسیم کیا یہاں شہر میں ایک مسجد بنائی اور حمید بن داخ نجدی کو بطور حاکم مقرر کیا یہ فتح رجب ۹۳ میں ہوئی پھر یہاں سے نیرون گیا جو ۲۵ فرسخ کے فاصلے پر واقع تھا اس کو فتح کیا۔ چنانچہ ۹۳ھ میں سندھ کو فتح کیا گیا۔ انہوں نے یہاں شہروں میں مساجد بنائیں تاکہ اسلام کا پیغام پہنچائیں چنانچہ کراچی میں ایک مسجد بنائی گئی جو یہاں سب سے پہلی مسجد تھی اور یہاں مسلمانوں کا چار ہزار کا لشکر اتارا۔ ملتان میں ایک مسجد بنائی جہاں خلق کثیر مسلمان ہوگئی۔ اہل سندھ نے محمد بن قاسم کو پسند کیا کیونکہ اس نے پرچم اسلام کو اٹھایا۔ (ملاحظہ کریں بلاذری، فتوح البلدان ص ۴۲۴، یعقوبی ج ۲ ص ۲۷۷، طبری ج ۱ ص ۲۲۱)۔

۴۔ سندھ میں دین اسلام کے بارے میں آگے بیان کریں گے لیکن یہاں اتنا اشارہ کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں

کہ یہاں اسلام قابل قدر متعدبہ عالم وعارف بااسلام شخصیات کے توسط سے نہیں پہنچا بلکہ عرب تجارتی روابط و تعلقات کے ذریعہ پہنچا ہے یا بنی امیہ و بنی عباس کے حکمرانوں کے ذریعہ پہنچا ہے جوکہ زیادہ تر فتح وفتوح اقامہ نماز تعمیرات مساجد رفاہِ عامہ پر توجہ مرکوز کرتے رہے لیکن مغلوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد یہاں کے بادشاہان کا اسلام کافر ومشرک اور بت پرستوں سے ازدواج اوران سے دوستانہ تعلقات پر مبنی تھا ان کی تعلیمات میں اتنی جان نہیں تھی جو یہاں کے لوگوں کی طرف جذب وکشش رکھتے ہوں جس طرح خلفاء کے دور کے نمائندوں میں تھا۔

یہاں کے ہندو بوذی جینی عقائدوثن وصنم پرستی سے پر تھے ان جڑوں کے متزلزل و بوسیدہ ہوئے کے بعد وہ کسی نجات دھندہ کی تلاش میں تھے یہاں سے وہ اپنے اقدار دینی کی حفاظت سے قاصر آئے تو انہوں نے بجائے اس کے اپنے عقائد کے بارے میں تجدید نظر کریں اور اصلاح کریں مزید اشعار بافی کہانی بافی بتوں سے مزید لگاو کرنا شروع کیا جوکہ ہر بوسیدہ حامل افکار کی سنت رہی۔

مزید برآن براھما سے وابستگی میں عشق ومحبت لگاو کا کام شروع کیا چنانچہ کبرداس ۱۴۴۰ء-۱۵۱۸ء برھمانی گھر میں پیدا ہوئے تھے مسلمان کے گھر میں پرورش پائی خود کو اللہ کی تلاش کے لئے متعین کیا اس نے وحدت ادیان کی طرف دعوت دی دور گرونا نک (۱۴۶۹ء-۱۵۳۸ء): گرونا نک لاہور میں سبکتین ہندو کے گھر میں پیدا ہوا وہ طبقہ کھشتری سے تعلق رکھتا تھا وہ ابتداء سے خلوت وعزلت میں زندگی گزارنے کے بعد چند لوگوں سے ملا جس میں حسین درویش شیخ اسماعیل بخاری بابا فرید گنج شکر جلال الدین بخاری شامل تھے اس نے ایک دین ممزوج ہندو صوفی سے آمیزش کر کے ایجاد کیا اور اس دین ہندو و بوذی کو اسلام میں مخلوط کیا۔

سندھ تحت الواء اسلام:

[کتاب تاریخ اسلامی والحضارۃ اسلامی ج ۱ ص ۱۵] اگرچہ سندھ اور حکومت اسلامیہ کے درمیان ارتباط خلیفہ دوم کے دور سے ہی شروع ہوا ہے لیکن یہاں ایک حکومت کا قیام ۹۲ ہجری ولید بن عبدالملک کے دور میں محمد بن قاسم کے ہاتھوں ہوا چنانچہ آپ نے اس سندھ بمقام سانگھڑ میں منصور کے نام سے ایک شہر تاسین کیا آپ نے اقلیم پنجاب میں بمقام ملتان حکومت قائم کی یہ حکومت خلافت اسلامیہ بنی امیہ سے لے کر بنی عباس کے دور تک رہی جب یہ علاقہ حکومت بنی عباس سے کٹ گیا تب بھی یہاں حکومت عرب ہی کرتے تھے یہ سلسلہ ۴۱۶ھ تک رہا۔

۵۔دین ودیانت سے متعلق سوچ سمجھ کے حامل انسانوں کو چاہیے اللہ کے عنایت شدہ عقل وشعور کو بروئے کار لا کر فیصلہ کریں دلائل وبراہین سے استدلال کریں کہ معاشرے کو ایک خوش بخت یا سعادت مند زندگی گزارنے کے لئے بہتر ہے کہ دین پر رہیں اگر نہیں تو پھر دین سے بغاوت کریں بہتر ہے۔ضوابط ودین کی حدود میں رہ کر زندگی گزارنا چاہیے البتہ دنیا قدیم سے عصر حاضر تک اس بات کا چرچا ہورہا ہے کہ بہتر آرام وسکون اطمینان عیش و نوش والی زندگی دین سے خارج ہونے والی زندگی ہی ہے یہی وجہ ہے تاریخ میں جتنے بھی مذاہب فاسدہ وبے بنیاد نکلے ہیں انہوں نے اباحہ مطلقہ پدر ومادر آزادی کا پرچم بلند کیا اور ہر قسم کے قانون اور پابندی کو مسترد کیا ہے جیسے بہائی قادیانی اور آغا خانی وغیرہ اس فکر کو ترجیح دینے والوں کو ذرا ہندوستان کی کثیر آبادی کی طرف رخ کرنا چاہیے کفر والحاد کس حد تک انسانوں کو سعادت وخوشبختی وآسائش سے ہمکنار کرتا ہے آج ہندوستان کے صحافی تجزیہ نگار اس کثیر آبادی کو دوحصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

مظر یہ جہاں ترقی وتمدن آسائش بتائی جاتی ہے کانگریس کے صدر سے زیادہ سرمایہ دار ہندوستان میں کوئی دوسرا شخص نہیں اخباروں میں آیا تھا ملکہ الزبتھ سے زیادہ یا ان کے برابر کی دولت کا مالک ہے دوسرا حصہ وہ ہے جہاں بھوکے ننگے لباس سے بھی محروم لوگ ہیں تو کیا دین کو مسترد کرنے اور دین سے جنگ لڑنے والے عیش کی جگہ پہنچ گئے۔کیا دین کو رد کرنے اور دین سے مذاق کرنے والے پی پی کا جو علاقہ سندھ کسی ترقی کی منزل سے قریب ہو گیا ہے؟ آیا دین ترقی وتمدن سے متصادم ومنافی ہے وہ کونسا دین ہے جو ترقی کے خلاف ہے۔

دوسرا نظریہ دین ہے انسان دین کی دی ہوئی تعلیمات کی روشنی میں ترقی کر سکتے ہیں تمدن سے قریب ہوسکتے ہیں وہ کس دین میں یہ خوبی پائی جاتی ہے جس کو اپنانے کے بعد انسان خوشحال زندگی بسر کرسکتا ہے وہ کونسا دین ہے کیا ہر دین کی یہ خصوصیت ہے دین نصاریٰ کی تعلیمات میں ایسی کوئی تعلیمات ہیں دین نصاریٰ جو موجود ہے خود بوذی مذہب سے لیا ہوا ہے اس میں کوئی ایسی تعلیمات نہیں یہودیت میں کوئی دین نہیں رہا ہے وہ کونسا دین ہےجو نصاریٰ میں چل رہا ہے یا جو سوڈان میں چل رہا ہے یا جو ضیاء الحق نے چلایا یا جو جماعتِ اسلامی جمعیت علمائے اسلام جمعیت علمائے پاکستان نے چلایا ہے یا تحریک فقہ جعفریہ نے اٹھایا ہے۔یا صوفیوں کا اسلام ہے ان میں سے کسی میں اس کی ضمانت نہیں یہ دین اسلام امام حنفیہ حنبلی شافعی امام احمد حنبل یا امام ہجویری داتا گنج کے دین نہیں یہ دین محمد علی جناح اور علامہ اقبال کے نہیں بلکہ دین قرآن ومحمدؐ ہے۔

مغلوں کی تاریخ ﴿۹﴾ (۱۳ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ)

جنوب ہند اور سیلان کے ساحلوں پر اسلام آنے سے پہلے عرب کے تجارتی روابط قائم تھے اور عرب تاجر یہاں آ کر ان ساحلوں پر تجارت کرتے تھے۔ جب ہندوؤں نے عرب میں اسلام آنے کی خبر سنی تو ان میں سے بعض پیغمبرؐ ہی کے زمانے میں مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے از خود تبلیغ اسلام کے لئے مراکز کھولے۔ اس طرح سے اسلام ہند میں پہنچا۔ حاکم نے اپنی مستدرک ج ۴ ص ۱۳۵ پر لکھا ہے عرب تاجروں کا ساحل ہند میں بہت نفوذ تھا۔ یہاں کے حکام ان سے اچھا سلوک رکھتے تھے اور ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ اس طرح مسلمان ہونے والا یہ طبقہ دوسروں کو مسلمان بناتا تھا۔

ہندوستان میں اسلام کی آمد جہاد کے ذریعے ہونا دیگر غارتگروں چنگیزوں انگریزوں وفرانسیسیوں جیسا لشکر کشائی جیسی نہیں تھی بلکہ اسلام میں جہاد دوسرے علاقوں میں ارباب اقتدار وحشی درندگی ظالمانہ جابرانہ حاکمیت کے تلے پسے ہوئے مظلوم ومقہور انسانوں کی نجات کی خاطر تھی چنانچہ اس کا مظاہرہ اسلام کے مفتوحہ علاقوں کے تاریخی صفحات میں بطور نمایاں نظر آتا ہے جبکہ یہ جہاد اللہ سبحانہ کے حکم تحت انجام پاتا ہے جہاں اللہ نے حکم دیا ہے قاتلوا فی سبیل اللہ وفی سبیل المستضعفین۔

عمر بن عبدالعزیز کے دور (۹۹ھ اور ۱۰۱ھ) میں سندھ کے بادشاہوں کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی گئی۔ یہ لوگ عمر بن عبدالعزیز کی سیرت وکردار کی خبریں سن کر خوش ہوئے اور گروہ در گروہ دین اسلام میں داخل ہوئے۔ چنانچہ قارہ شبہ ہند اسلام کی چھاؤنی بن گئی اور یہ دیگر علاقوں کے لئے مرکز بنی۔ پھر عمر ابن مسلم باہلی (۱۱۲ھ : ۱۲۱ھ) تک، ہشام بن عبدالملک نے (۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ) تک کے دور میں سندھ میں ایک شہر بنایا جس کا نام بھکر رکھا۔ یہ ۳۰۰ سال میں تکمیل کو پہنچا۔

تاریخ برصغیر پاک وہند لکھتے وقت کسی مسلمان مورخ کو یہ تعصب کا دورہ نہیں پڑنا چاہیے کہ اب تو ہند کو بھول جائے اپنے پاکستان کا لکھو ہندوستان ماضی کی کہانی بن چکا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے ہم اس کے کٹ گئے ایک حصہ سے مشتق ہیں اس کی اگر مثال پیش کریں تو ایسے ہے تقسیم سے پہلے ایک شخص کے دو بیٹے تھے ایک مسلمان ہو گیا دوسرا ہندو یا سکھ مذہب پر باقی رہا ہے ہندو کو مسلمان بھائی کا فکر اگر نہ ہو تو ہندو مذہب اس کی مذمت وملامت نہیں کریں گے کیونکہ وہ خود عذاب میں ہے اس کا کوئی ضمیر نہیں لیکن مسلمان بھائی کو فکر ہونی چاہیے آخر وہ کیوں مسلمان نہیں ہے اس طرح ہمیں فکر ہونی چاہیے اتنے زیادہ لوگوں نے اس دین کو کیوں مسترد کیا کافر کے پاس

اتحاد بشر کے لئے کوئی رہنما اصول نہیں تھے وہ اس گاؤ پرستی و مندر پرستی کو سب پر ٹھونسنا چاہتے ہیں نہ ویلیج گلوبل والوں کے پاس کوئی رہنما اصول ہیں نہ کسی اور مذہب والوں کے پاس یہ اُصول پایا جاتا ہے دور نہ جائیں اس انقلاب اسلامی ایران کو لے لیں جب امام خمینی نے ابتداء میں عالمی حکومت کا اعلان کیا اعلان کے فوراً بعد ہی اعلان وہیں پر دفنایا گیا ہمارے ملک میں انقلاب اسلامی کا نعرہ بلند کیا گیا تو ہم نے کہا بہت اچھی بات ہے آپ تحریک فقہ جعفریہ کے بجائے کوئی اسلامی نام رکھیں لیکن نہیں مانے۔ کیونکہ ان کے پاس دوسروں کو دعوت دینے کے رہنما اصول نہیں اسی وجہ سے انہوں نے دارالتقریب کے ساتھ مجمع جہانی کھول کر ساری تقریب کے راستے کو بند کیا بہرحال ہندوستان میں مقیم مذاہب کے پاس کوئی رہنما اصول نہیں مسلمانوں کے پاس رہنما اصول ہے لیکن ان کے پاس یہ فقرہ موجود ہے کہ ہمیں ان کے نیچے ہی رہنا ہے۔

ساکنین ہند:

اس وقت ہندوستان کے ساکنین کی کوئی مثال پیش کریں تو اسکی مثال اسوقت ہمارے ملک کے عظیم شہر کراچی سے دی جاسکتی ہے جہاں پاکستان کے دیگر صوبوں اور اضلاع کے لوگ قیام پذیر ہیں اب اس کو سندھیوں کی دھرتی اور اردو دانوں کی دھرتی میں تقسیم کر کے متنازعہ علاقہ قرار دینا ہر لحاظ سے غیر منطقی ہے اس منطق کا کوئی جواز عقل و شرع حتیٰ کہ تاریخ و ملل و اقوام میں بھی نہیں ملے گا۔ یہ منطق آج سے چند سال پہلے گلگتیوں اور بلتستانیوں نے اٹھائی تھی یہاں پر غیر گلگتی کو زمین خریدنے کی اجازت نہیں یا غیر شیعہ کو اجازت نہیں جبکہ خود پاکستان کے چپہ چپہ پر رہائش انتخاب کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ یہاں اپنی سیاست اجارہ داری, صوبیداری بھی چلا رہے ہیں یہ بدترین منطق ہے یہ پاکستان کے مسلمہ اصول کے خلاف ہے یہ ہٹ دھرمی دہشت گردی ہے یہ پاکستان ایک یا دو قوم کی کالونی نہیں ہے جو بھی شخص پاکستان کا شناختی کارڈ رکھتا ہے وہ جہاں اپنی رہائش بنانا چاہتا ہے اس کو حق ہے اس وقت دو ملل کے درمیان نزاع ہے کیا آپ غیر سندھیوں یا غیر اردو والوں کو اپنے دین کے خلاف گردانتے ہیں اس وقت ملک کو درپیش مسائل کی ایک وجہ بنگالیوں کو مار کر نکالنا ہے کسی جگہ سے اردو بولنے والوں کو اور کسی جگہ سے سندھی کسی جگہ سے شیعہ وسنی کو نکالنا یہ سب ایک ہی منطق کے قائل ہیں۔

غرض ہندوستان بھی ایسا علاقہ ہے جو کئی صدیوں سے (قبل از میلاد) ہندووں آریاؤں کا مسکن تھا پھر فارس سے

مغلوں کی تاریخ ﴿۱۱﴾ (۱۳ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ)

مجوسیوں اور آتش پرستوں کا ہجوم آیا اس کے بعد جب اسلام آیا تو عرب و فارس والوں نے یہاں آ کے قیام کیا حکومتیں بنائیں آبادی بنائی پھر یورپ والے آئے ہر آنے والے نے یہاں آ کر کچھ نہ کچھ عادات و تقالید دیں اور کچھ چیزیں یہاں والوں کی اپنائیں آج بھی مسلمانوں کے پاس بہت سے ایسے عقائد وافکار و نظریات ہیں جو کہ بدقسمتی سے مسلمان روایات کے نام سے اپنا رہے ہیں اس طرح مسلمانوں کے بعد یہود مسیحی بھی یہاں آئے اور ہندوؤں کو مسیحی بنایا یہاں کے باشندوں کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں یہ جگہ مجموعہ اقوام و گہوارہ ملل تھے تو بے جا نہیں ہوگا۔

یہاں آج بھی ایک بڑے حصہ پر ہندوں کا راج باقی ہے تو اس وجہ سے نہیں کہ ہندوں کے معتقدات کی محکم متقن مدلل ہیں جن کے وہ پابند ہیں بلکہ حکومتی سطح پر دیگر عقائد کے نفوذ و سرایت کو روکنے کے لئے طلسمی دیواریں قائم کی ہوئی ہیں دنیا بھر میں جاری جنگ کا بنیادی ستون تبدیلی دین و مذہب پر استبدادی پابندیاں ہیں بلکہ قتل و کشتار کی سزائیں ہیں اگر دنیا میں نام نہاد آزادی کی روح کو بحال کیا جائے اور دلیل و برھان کے ساتھ اپنے دین و مذہب کی روح کی نمائش کریں تو شاید بہت سی جگہوں کے شعلے خاموش ہو جائیں۔ان کے پاس اپنے عقائد پر کوئی دلیل نہیں جیسا کہ اس ملک کے بڑے مفکر گاندھی نے کہا ہمارے کوئی خاص عقائد نہیں ہیں ہم تمام عقائد سے متفق ہیں لیکن ہند میں رہتے ہوئے اگر کسی وقت حکومت ہندوستان اپنے ٹی وی چینل پر تعلیم اسلام کی اجازت دیں تو پتہ چلے گا لیکن یہود اپنے دین کی ترویج واشاعت و تبلیغ سے شرمندہ ہے ان کے دین کی تبلیغ لوگوں کو ملحد و کمیونسٹ بنانا ہے جہاں تک مسیحیوں کی بات ہے وہ بھی منطق و دلیل کے بجائے آٹے کے تھیلے اور خوراک کے پیکٹ نیچے سے حکومتوں کے ذریعے دیتے ہیں اوپر سے ڈرون کراتے ہیں جسے عالم دنیا نے نفرت وانزجار سے مسترد کیا ہے جہاں تک اسلام کی بات ہے اسلام کو موقعہ نہیں دیا جاتا بلکہ اپنے اس ملک میں اجازت نہیں کہ وہ ذرائع ابلاغ پر آ کر آزادانہ تبلیغ وارشاد کریں بلکہ یہاں تو فرقوں کے درمیان طلسمی نہیں بلکہ آئینی دیوار قائم ہے۔ہندوستان کے ہندووں میں دین اسلام کے نفوذ نہ ہونے کی بنیاد اسلام کی خاصیت اثر گزاری کو روکنے کے لئے یہاں اقدار پر مسلط و متمکن ہندو براھما, بوذی, سیکولر یہودی اور مسیحی کا متحدہ محاذ کفر و شرک بت پرستی و آتش پرستی ہے ان کی اس دیوار کو توڑنے کے لئے مناسب و متوازن قدرت چاہیے تھی جو ابھی تک نصیب نہیں ہوئی ہے۔

ہندوستان میں ادیان:

ہندو، براہمہ، بوذی۔ جینی، سکھ، یہود، نصاریٰ، قادیانی، تصوف، اسماعیلی۔

[ادیان جہان ص ۱۷] دین وجہ امتیاز انسان از غیر انسان ہے تاریخ بشر میں کوئی ایسا قبیلہ نظر نہیں آتا جو کسی قسم کا دین نہ رکھتا ہو یہاں تک کہ دنیا کے گوشہ و کنار میں انواع واقسام زندگی گزارنے والے بھی ایک موجود ماورائے مادہ کی طرف گرائش رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ ان کی ذہنی اختراع ہی کیوں نہ ہو۔ کلمہ دین نصرانیت بوذیت مجوسیت یہودیت اسلام غرض ہر قسم کی گرائش ماورائے مادہ پر ایمان رکھتا ہو سب کے لئے دین استعمال ہوتا ہے لیکن دین کی دوسرے دین سے تمیز کرنے والی فصل وکسوٹی کونسی ہے۔

کتاب برطانیہ ہند کے پہلے صفحہ پر آیا ہے ابتدائے تاریخ ہند میں یہاں بسنے والے تمام موحدین تھے لیکن گذشتہ زمان کے بعد یہاں کئی ادیان رواج پائے۔ اس سلسلہ میں کتاب فصول فی ادیان الھند تالیف دکتور محمد ضیاء الرحمٰن الاعظمی استاد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اپنی کتاب کے ص ۱۴ پر لکھتے ہیں میلاد مسیح سے چھ سو سال قبل یہاں یونان مصر بابل کے افکار ونظریات پہنچے تھے ان نئے وارد افکار وعقائد اور رائج عقائد میں شدید تصادم واقع ہوا ہے یہاں سے علماء دو گروہوں میں بٹ گئے بعض آنکھ بند کر کے نئے افکار سے نبرد آزما ہو گئے جنگ لڑی ان کو عوام الناس تک رسائی سے روکنے کے لئے سرتوڑ کوشش کی جبکہ بعض نے کہا ایسا نہیں افکار کے نتیجے میں اہم افکار ونظریات وعقائد کا بھی تنقیح وتصفیہ کریں اس وقت یہاں ہندو تھے ہندو اپنی جگہ دو بڑی نمایاں غلطی کے حامل تھے ایک یہ کہ عقل ومنطق پر استوار تھے نہ اس کی کوئی شناخت تھی کہ اس دین کو کون لایا ہے اس طرح اپنے دین کے بارے میں درست تعریف سے قاصر تھے بلکہ ہندوں کے نابغۃ گاندھی کا کہنا تھا کہ ہندو کی پہچان یہ ہے کہ اس دین کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے اگر ہم ان سے پوچھیں تو وہ ہم سے کہیں گے کہ اس دین کی بنیاد عدم تعصب ہے۔

حقیقت کو بہتر طریقہ سے تلاش کرتے ہیں لیکن ان کا کوئی خالق ہے یا نہیں وہ اس بحث میں نہیں پڑتے ہیں ان کے لئے اس کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ان کے بقول ہندو ہر قسم کے عقائد سے خالی وعاری اور ہر عقائد پر محیط ہے وہ ہر جدید کا استقبال کرتا ہے وہی ان کا مطلوب ومقصود ہے ہر مصلح ان کے لئے آسمان سے رسول ہے وہ بشر میں حلول ہو کر سامنے آیا ہے اس طرح کسی محکم متقن واضح عقیدہ کا فقدان ہونے کی وجہ سے وہ محکم پائیدار واضح وروشن عقائد کی زد میں آتا رہا ہے۔

[اسلام در جہان معاصر تالیف انوار جندی ترجمہ حمید رضا ص ۳۵] ہندوستان میں دین بت پرستی، برھا بودانی ،جینز اہم ادیان میں سے ہیں ان کے عقائد تناسخ ارواح وحدت وجود تثلیث تجسم پر استوار ہیں یہ لوگ اپنے عقائد کو ایک ہزار پانچ سو سال قبل از میلاد برگشت کرتے ہیں اپنے معبود کا نام بدھا بتاتے ہیں ان کے مذہب سے مذہب بودانی شق ہوا ہے جو براھما کی خرابیوں خامیوں کا ازالہ کرتا تھا۔ دین براھما تثلیث یعنی تری مورتی کا قائل ہے (برھما وشنوا اور شیو) ان کا بنیادی عقیدہ تناسخ ہے ان کا کہنا ہے انسان تناسخ سے ہی پاک ہوتا ہے۔

۲۔ متعصوبون:

یعنی متشدد دین سے بھی سخت ہے یہ غیر یہودی سے مسامحہ نہیں کرتے بلکہ معاندانہ رویہ رکھتے ہیں ان کے مزاج میں عداوت ہے۔

۳۔ کتبۃ النساخ:

وہ اپنی دینی شریعت کو پیشہ کتابت ونسخ کتب سے کرتے ہیں۔

۴۔ قراؤن: یہ بہت کم لوگ ہیں یہ زوال فریشن کے بعد وجود میں آئے ہیں یہ صرف عہد قدیم کو مانتے ہیں۔

سامریون:

یہ وہ لوگ ہیں جو غیر بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں۔

خصوصیات یہود ہے:

۱۔ خیانت در امانت شناخت یہود ہے۔

۲۔ لوگوں کو اللہ کی طرف سے روکتے ہیں۔

۳۔ فساد پھیلاتے ہیں۔

۴۔ یہود کتمان شہادت کرتے ہیں۔

۵۔ گناہ جلدی کرتے ہیں۔

۶۔ عہد و پیمان توڑتے ہیں۔

۷۔ حریص و بے حیاء رہتے ہیں۔

۸۔ بخیل ہوتے ہیں

۹۔ بزدل ہوتے ہیں۔

۱۰۔ یہود ذلیل ہوتے ہیں۔

۱۱۔ یہود ملعون ہوتے ہیں۔

ادیان زندہ جہان:

اس عنوان کا مطلب یہ ہے بہت سے ادیان وفات پا چکے ہیں اب ان کے ماننے والے نہیں ہیں ان ادیان میں سے بعض ابھی بھی زندہ ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ادیان کی بھی موت وحیات ہوتی ہے لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ زندہ ادیان کیوں زندہ ہیں مردہ ادیان کیوں مردہ ہوتے ہیں وہ کونسے عوامل تھے جس کی وجہ سے مر گئے ہیں اور وہ کونسے عوامل ہیں جس سے وہ زندہ ہیں کیا ادیان کو بھی لقمات یا قوت لا یموت چاہیے جن کو قوت لا یموت نہیں ملتا ہے وہ مرتا ہے ان سوالوں کا جواب خود تصور ادیان کے اندر پوشیدہ ہے ادیان کے بارے میں دو تصور پائے جاتے ہیں:

۱۔ ادیان انسان اپنے ساتھ لے کر نہیں آئے دین ان کی عمق ذات سے نہیں نکلے ہیں بلکہ وقت وحالات کے تقاضے اور طاقت نے انسانوں پر دین ٹھونسے ہیں اس تصور کی روشنی میں جواب واضح صورت میں آجاتا ہے جب وہ حالات زائل ہو جاتے ہیں تو دین بھی زائل وختم ہو جاتا ہے جب دین کے مولود حالات اور تقاضے ہیں تو تعداد ادیان کا فلسفہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔

ادیان زندہ کہتے ہیں: بعض کہتے ہیں چندین ادیان زندہ ہیں لیکن حقیقت خارجی میں صرف دو ہیں ایک دین توحید ہے دوسرا شرک ہے دین توحید سے مراد وہ دین ہے جو معبود کو ہر جہت سے یکتا واحد سمجھتا ہے اس میں کسی قسم کے تعدد کثرت شرک نامی کوئی چیز نہیں پائی جاتی ہے۔

مقارنہ وموازنہ دین:

دنیا میں موجودات کے درمیان موازنہ مُفاضلہ چلتا ہے یعنی چیز اس چیز سے بہتر ہے اس کے لئے کسوٹی ہے کسوٹی کو جاننے والوں نے موازنہ مفاضلہ کر کے حضرت انسان کو دیگر مخلوقات وموجودات پر برتری دی ہے اس اصول و قاعدہ کے تحت انسانوں میں پائے جانے والے معتقدات کا بھی موازنہ مقارنہ ہونا چاہیے فلان عقیدہ فلان عقیدہ سے بہتر ہے نمائش کریں جو اس موازنہ مفاضلہ سے گریز و پرہیز کرتا ہے سمجھ لیں وہ شخص اپنے عقائد

کے اندر کوئی برتری و بہتری نہیں دیکھ رہا ہے بلکہ وہ کان یا آنکھ زبان سے محروم بلکہ کسی اضافی بری شکل سے دوچار نظر آتا ہے بلکہ اس سے بدتر یہ کہ وہ اپنا نسب مذہبی اصل متقن ومحکم اُصولوں سے جوڑنے سے قاصر نظر آتا ہے اگر دیگران اپنے عقائد کو میدان میں لانے سے اجتناب کریں گے تو ہم اپنے عقائد کو پیش کریں گے نیز کسوٹی کو بھی پیش کریں گے وہ کسوٹی یہ ہے۔

۱۔معبود یعنی عابد سے بہتر اولیٰ تر ہو۔

۲۔وہ اسکی عبادت و پرستش کو دیکھتا ہو اور نیز اس کے خطاب کو سنتا بھی ہو۔

۳۔وہ امر و نہی بھی کرتا ہو یہ کام کرو یہ نہ کرو اس میں تمہاری بھلائی ہے اس میں تمہاری برائی ہے۔

۴۔وہ کرنے والے کے لئے جزا اور نہ کرنے والے کیلئے سزا بھی دے سکتا ہو شعرا ۲۱۷

۵۔جس چیز کی آپ پرستش و بندگی کررہے ہیں اس کے بارے میں آپ کے پاس دلائل موجود ہونا چاہیے۔

۶۔اس عقیدے کے بارے میں دوسروں کو قانع و مطمئن کرسکتے ہوں ۔

۷۔حیات بخش ہو آپ کی زندگی پر اثر انداز ہو آپ کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہو۔

انسان مسلمان کے نزدیک واضح ہو جائے ان کی کیا منطق تھی سب یکساں تھے یا ایک دوسرے سے مختلف آراء رکھتے تھے:

۱۔خلیفہ سوم کے خلاف قیام کرنے والوں کی ایک ہی منطق تھی کہ خلیفہ مستعفی ہو جائیں ورنہ قتل کریں گے۔

۲۔خوارج علی کو کافر گردانتے تھے وہ علی کی

جان کے درپے تھے آخر میں انہیں قتل کیا ان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اُنھوں نے بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا چنانچہ اس کی تفصیل کتاب دور ضال وضلالت میں ملاحظہ کریں۔

دین ہندو متعدد الٰہ کا معتقد ہے عقیدہ توحید ان کے ہاں مفہوم نہیں رکھتا ہے وہ متعدد الہ کے معتقد ہیں براھما کو خالق کہتے ہیں۔لہٰذا یہ دین براہمہ کے نام سے وجود میں آیا ہے۔وہ انسانوں میں نسلی طور پر طبقات کا قائل ہے۔

۲۔دین براھما نظام طبقاتی کا قائل ہے وہ اپنے کاہنوں کو باقیوں پر برتر گردانتے ہیں بدھا نے اس کے خلاف قیام کیا ہے۔

دین براھما میں عقائد نامعقول اور نظام اجتماعی میں امتیازی طبقات بندی کی وجہ سے پیش رفت نہیں ہوسکی بلکہ یہ

دین دل سردی، دل خشکی دل سڑی ناپسندی ناخوشی عامۃ الناس قرار پایا ہے اس کے خلاء کو پُر کرنے کیلئے بودانی وجود میں آئے یہ بھی چھے سو سال قبل از میلاد بتاتے ہیں چونکہ دین بودانی کی طبقات بندی کے خلاف ہونے کی وجہ سے لوگ مرغوب ہو گئے لیکن تہذیب نفس کے نام ترک، خواہشات تمایلات شہوات عواطف کے بارے میں واضح بیان، نہ ہونے کی وجہ یہ بھی جنگل کا شکار چھپا ہوا دین بلکہ مفاد پرستوں کا دین بن گیا۔

ہندوستان میں براہمہ دیگر مذاہب سے امتیاز اس میں موجود طبقات بندی کی بنیاد پر کرتے ہیں اس میں چار طبقات پائے جاتے ہیں:

۱۔طبقہ براہمہ ان کے علماء دین کو بھی کہتے ہیں یہ سب سے اعلی وارفع طبقہ ہے ان کے لئے ایسے امتیازات ہے جو بعد والوں کے لئے نہیں۔

۲۔طبقہ کشائریہ بادشاہان سربراہان حکماء عساکر جنگجو کے لئے ہے۔

۳۔طبقہ الویش یہ تجار ومزارعین صاحبان ثروت ودولت والے ہیں۔

۴۔طبقہ شوراء یہ مزدور اہل حرف والے ہیں ان کا کام گزشتہ تین طبقات کی خدمت کرنا ہے، یہ نسب سے ذلیل طبقہ ہے۔ براہمہ سنسکراتی زبان میں اللہ کو کہتے ہیں اللہ موجود مستقل ہے خواص سے نہیں ہے عقل سے درک ہوتی ہے اس نے کائنات کو خلق کیا ہے ان کی کتاب کا نام الفید باالسیبور آیا ہے

ہندوستان میں رائج بوذا ہے ۲۷۳ میلاد قبل از مسیح سے نسبت دیتے دین بوذا اگر چہ کسی افسانہ مانند کہانی سے منسوب ہے لیکن اس کی تعلیمات کا اصلی نام سدھارتا تھا یہ شخص ۲۷۳ سال قبل از مسیح بادشاہ تھا۔ دین ہندو کی دوسری خامی برائی اپنے اندر سے بغاوت وسرکشی بوسیدگی کا سبب بنا ہے یہاں سے ان کے دین میں ایک نیا دین بنا ہے۔ اس کا نام بوذی ہے۔

اس شخص نے چین جاپان تبت میں اپنا مبلغ بھیجا تھا ان کے تعلیمات زندگی کو درپیش مسائل کا حل نہیں ہے بلکہ مزید مصائب والام وبدامنی کو اپنانے کا دین ہے یہ بدترین خرافات اساطیر والا دین ہے یہ دین ہند کی اجتماعی طبقات کی وجہ سے وجود میں آیا اللہ کا کوئی تصور نہیں استبراء دین حبیبہ جیسا ہے ان کے تاریخ کے بارے میں کہتے ہیں ملحق بوذا کے مفاخر تھے ۵۴۰۔۴۸۶ کو قبل از مسیح ہوتے تھے۔

[دائرۃ المعارف شیعی ج ۱۱ص ۲۱] ہند میں ایک سو کے قریب مذاہب پایا جاتا ہے لیکن سرکاری سطح پر ان سوء میں

سے دس مذاہب کو اہمیت حاصل ہے انہیں میں سے بوذیہ ہندہ و پارسی مجوسی یہودی مسیحی ہیں۔
[نظام سیاسی فی الاسلام باقر قرشی]۱۴۵ ابوالحسن ندوی سے نقل کرتے ہیں ہند دیگر اقوام وملل کی طرح پسماندگی, اخلاقی ,اجتماعی اور نفسیاتی طور پر اتنی بہت گہری ہوئی تھی الحادئیت چھٹی صدی کو اپنے انتہاء کو پہنچ چکی تھی اس وقت ان کے معبودوں کی تعداد ۳۳ تک پہنچے تھے جو اس وقت ۳۳۰ ملیون تک پہنچی ہے

۱۔ ہر پسندیدہ جاذبیت والی چیز جہاں دیکھی پرستش کرنے لگے یہاں تک معبودات کی تعداد حد واحصاء سے گزر گئے ہیں۔

۲۔ بعض پہاڑ بھی معبود قرار پائے۔

۳۔ سونے چاندی کی کانیں بھی معبود قرار پائی.

۴۔ دریائے گنگا یہاں سے معبود منا بیر نکلے۔

۵۔ جنگی سامان۔

۶۔ آلات کتابت

۷۔ آلات تناسل۔

۸۔ حیوانات گائے

۹۔ ستارے ان کیلئے قصے کہانیاں وضع کئے۔

بوذیہ فرقہ براہمہ کے نظام طبقاتی اور کھشتر یوں کے مظالم کے رد سے وجود میں آنے والا مذہب ہے جس طرح پہلے خود ہندو سے براہمہ وجود میں آیا یہ مذہب ہر قسم کی لذت وخوشحالی سے گریز کر کے رہبانیت سستی و کاہلی بے کاری کی طرف توجہ کرنے کی دعوت دیتا ہے اس مذہب کا بانی کون تھا اس کی تاریخ پیدائش کیا تھی اس سلسلے میں محققین مذاہب کا کیا کہنا ہے کیا یہ حقیقت سے دور خرافات وافسانہ سے قریب ہے۔

جینیہ: [تاریخ ادیان ہندص ۱۵۲]

یہ دین کب سے اور کس نے ایجاد کیا ہے اس بارے میں اس کے معتقدین کا کہنا ہے یہ قدیم ایام سے ہے جس طرح انسان قدیم ہے یہ بھی قدیم ہے لیکن اس کا بانی مہاویر سوای ۵۴۰۔۴۸۶ قبل میلاد کو بتاتے ہیں یہ بوذا کے ہم عصر تھے ان کے کل ۱۶۱۸۴۰۵ تعداد بتاتے ہیں یہ تعداد کے حوالے سے بہت کم ہیں یہ ہندوستان سے باہر

فروغ نہیں پائے ہیں یہ الحادفواحش پر قائم دین ہے حتیٰ خود ہندوستان میں گجرات کے علاوہ کسی اور جگہ نہیں ان کے مقاسیہ بڑے جنیں کا معنی فاتح ہے یعنی وہ اپنی خواہشات وشہوات پر غالب آیا ہے۔

عقائد جینیہ:

جینیہ ایمان بہ خالق ومدبر نہیں رکھتے ہیں دنیا ان کے نزدیک روح اور مادے کے درمیان تعلقات کا نام ہے یہ تعلقات قدیم ہیں یہ ہمیشہ سے تھے کسی نے پیدا نہیں کیئے ہیں ہے لیکن بعض کا کہنا ہے خالق کے معتقد ہیں لیکن وہ خالق دنیا سے الگ نہیں ہندوسیہ اور لودیہ چونکہ عقائد رشیی بنیاد کا فاقد ہے لہٰذا انہوں نے عقائد کو کنیا سے لیا ہے۔

بت پرستی معبد سازی ہندو اور بوزی نے جینیہ سے لیا ہے۔

جنیوں نے ذبح حیوان قتل جراثیم کو حرام قرار دیا ہے۔

تناسخ ارواح یا حولان روح کا عقیدہ جسیہ سے لیا ہے۔

ننگے رہنا ہندا اور بوذیہ نے جنیہ سے لیا ہے ان کو ننگے جسم جلوس نکالنے سے حکومت نے منع کیا ہے لیکن باز نہیں آئے ہے ان کے لئے علاقے کو محدود کیا ہے۔

سکھ:[قاموس ادیان ۳۰۸]

فصل ادیان فی الھندص ۱۶۶ پر لکھا ہے یہ فرقہ شمال ہندوستان پنجاب میں ہے اس فرقے کی پیدائش ۱۳۶۰۔۱۴۵۰ کے دوران بتایا جاتا ہے کہتے ہیں اس دوران ایک شخص وو بنام رامانندا پیدا ہوئے ان کی ولادت کسی براھما کے گھر میں ہوئی اور پرورش مسلمان گھر میں شرک وتوحید کے گھرانے میں پرورش پانے والے رامانند عام لوگوں کے افکار عقائد کے نقاد بنے اس نے یہ فکر ایجاد کی کہ ذات اللہ کے بارے میں غور وفکر کریں اللہ ایک موجود نا قابل تصور وادراک ہے لہٰذا یہ عبادت بے مقصد ہے یہ رسومات عادات کسی کام کی نہیں اس نے وحدت ادیان کی آواز بلند کی وہ دعوت حلول واتحاد کرتا دیتا تھا لوگ اس کی پرستش کرنے لگے کہ اللہ نے اس میں حلول کیا ہے اس نے ہندوؤں پر یہ تنقید کی کہ عجیب ہے یہ لوگ پتھر سے بنے ہوئے بت کی پرستش کرتے ہیں لیکن چکی کے پتھر جس سے آٹا کھاتے ہیں اس کی پرستش نہیں کرتے۔ چنانچہ اس کے کسی شاعر نے کہا میں شیخ اور رجنا کو اپنے سامنے کھڑے دیکھتا ہوں یہ شخص رامانند سے متاثر ہوئے اس کا نام تھا نانک لہٰذا نانک موسس وبنیاد گزار مذہب سکھ ہے اس نے کہا علم ومعرفت کے حصول کیلئے عشق ومحبت کریں نانک ابتداء سے خلوت وعزلت میں رہتے

تھے وہ حسین درویش اسماعیل بخاری علی ہجویری بابا فرید کی صحبت میں رہتے تھے۔انہوں نے ایک متناقص متضارب عقائد کھچڑی بنا کر پیش کیا ہے جس میں ہندو بوذی اسلام سب کو جمع کیا ہے۔ چنانچہ سکھوں کے ایک بزرگ نے کہا ہے مندر مسجد مسلمین میں فرق نہیں یعنی اس کی نظر میں مندر بت خانہ گائے کی پیشاب اور ردث سے آراستہ مندر اور مسجد جسے پانی سے ہر قسم کی غلاضت سے پاک کیا جاتا ہے کوئی فرق نہیں ہے مندر میں رقص موسیقی بتوں کے سامنے خصوع وخشوع ودیگر افعال قبیح کا ارتکاب کرتے ہیں۔

عقائد سکھ پانچ گاف پر مشتمل ہے:

۱۔الکیسا یعنی بالوں اور داڑھی کے بال کو نہ کاٹنا چھوڑنا ہے (کیس یعنی چھوٹی سی پگھڑی)

۲۔انکانضا یعنی بالوں کو کنگھی کرنا۔ (کنگھا)

۳۔الکاشا چھوٹے شلوار یعنی گھٹنے سے نیچے نہ ہو۔ (کچھا)

۴۔انکارا ایک چوڑی جو دائیں ہاتھ میں ہو یہ ایک قسم کی تعویذ ہے جوان کو شرور سے بچاتا ہے۔ (کڑا)

۵۔کیریان خنجر یا چھری مانند اپنے ساتھ رکھا ہے۔ (کرپان)

ان کے رسومات بعض ہندوؤں سے بعض مسلمانوں بعض مسیحوں سے لی گئی ہیں یہ فرقہ ہندوستان برطانیہ امریکا کینڈا تنزانیا پاکستان میں پایا جاتا ہے ان کی فیصد ۱۵۔۲۰ میلون کل تعداد بتایا جاتا ہے۔

براہمہ بھی تثلیث کے قائل ہیں۔یعنی تری مورتی

ا۔الہٰ خالق براہما

۲۔وشنوالہ حافظ

۳۔شیوان کی عقائد دو چیزوں کی طرف برگشت کرتے ہیں وحدت الوجود اور تناسخ۔

یہ سب اس نظام دین کے سامنے خاضع ہیں کہ ان میں سے نچلے طبقہ والے اوپر والے سے ازدواج نہیں کرسکتے ہیں جبکہ اوپر والے نیچے سے کرسکتے ہیں۔ پہلے طبقہ کی امتیاز میں سے ہے کہ وہ اللہ کا درجہ رکھتے ہیں اس کے گناہ معاف ہوں گے گرچہ وہ تین گونہ آبادی کو فناء ہی کیوں نہ کریں عقائد براہمہ:

۱۔وحدت الوجود وکائنات تمام کے تمام وجود میں وحدت رکھتا ہے۔

۲۔تناسخ کے قائل ہیں یعنی حیات روح سے ہے روح ازلیہ ہے اور غیر مخلوق ہے جب ایک بدن سے نکل جاتے

ہیں تو دوسرے میں داخل ہوتے ہیں۔

۳۔گائے کا احترام کرتے ہیں۔

ان کے احکام:

۱۔گائے مقدس ہے اس کا ذبح ناجائز حرام ہے

۲۔گنگا دریا مقدس ہے

۳۔مردوں کو جلا دیں۔

۴۔بیوی کو شوہر کیساتھ جلا دیں۔

۴۔عورت ذلیل ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

براہمہ کی جارحیت ہے:

۱۔صنم الہ براہمہ: اس کے ہاتھ ہیں ایک ہاتھ میں کتاب مقدس السفید کئے ہوئے ہیں دوسرے میں اایک چمچہ لئے ہوئے تیسرے تسبیح ہے چوتھے پانی کا برتن ہے۔

۲۔صنموشنو یہ فرزند برہمہ اس کے بھی چار ہاتھ ہیں ایک میں بوق از حدث ہے دوسرے ہاتھ سے آگ نکلتے دکھاتے ہیں تیسرے ہرآوہ پھول کا دستہ ہے۔

۳۔صنم صیغہ شیوا اس کے بھی چار ہاتھ ہے۔

۱۔ایک میں صولجان ہے

۲۔گناہوں کو باندھنے کی رسی رکھی ہوئی ہو۔

۳۔تیسری اور چوتھی خالی ہے تیسری اور چھولی خالی ہے پیشانی بدتھر آنکھ گردن میں انسانوں کے سروں سے بنا ہوا قلادہ ہے۔

ان کے عقائد میں سے ایک انکار قیامت ہے یعنی اس حیات دنیوی کے ماوراء کوئی اور عالم حیات نہیں ہے انسان اس دنیا میں اپنے نیک اور بد اعمال کی سزا لیتے ہیں یعنی مرنے کے بعد اس کی روح جو اصل حیاۃ ہے اگر اس نے نیک اعمال انجام دیے ہیں کسی نیک صالح کا لباس پہن کر آئیں گے اگر برے اعمال کا ارتکاب کیا ہے تو وہ کسی بد نیت شقی انسان کا لباس پہن کر آئیں گے عمر بھر زحمت مشقت مصیبت میں زندگی گزاریں گے۔

وثن اور وثنیت :

کتاب کشاف مصطلحات تھانوی ج ۲ ص ۵۷۱ پر آیا ہے وثن اس بت کو کہتے ہیں جس کی صورت انسانی ہو اور جسم دجثہ رکھتا ہو وہ جو ہر زمین سونے، چاندی پتھر یا لکڑی وغیرہ سے بنا ہو جبکہ صنم صرف صورت مثال کو کہتے ہیں وثن پرست یا وثنی اس انسان کو کہتے ہیں جو ان کی پرستش کرتے ہیں ان کے سامنے خاضع و خاشع ہوتے ہیں یہ لوگ کائنات کے خالق کو تو یکتا مانتے ہیں ان بتوں کو خالق نہیں مانتے چنانچہ ان آیات میں آیا ہے ان کا کہنا ہے ان کے توسط و توسل سے ہم اللہ سے قریب ہوتے ہیں یہاں ایک اہم سوال ان مسلمانوں سے ہوتا ہے جو توسل کے نام سے ہندوں سے کئی گنا بڑھ کر بلکہ لاتعداد غیر اللہ سے متوسل ہوتے ہیں ان کے توسل کی منطق اور اس وقت کے مشرکین کی منطق جو اس آیت کریمہ میں آیا ہے تمیز کیسے کریں گے جواب کا تو اندازہ نہیں غصہ ضرور آئے گا مثلا اس تعریف کے بعد اگر ہم ان قبور پرستوں کا مقابلہ کریں تو صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ انہی کو خالق مانتے ہیں ان سے سوال کرتے ہیں۔عرب سرزمین میں بت پرستی کب اور کس نے لائی ہے کتب ادیان شناسی میں آیا ہے لیکن مسلمانوں میں توسل کے نام سے بت پرستی کس نے شروع کی ہے اس کی کوئی واضح نشانی کتب میں نظر نہیں آئی ہے مگر انسان قرائن اور نشانیوں سے پہچانے جاتے ہیں ۔

فلسفہ بت پرستی:

انسان عاقل و دانا اشرف مخلوقات آزاد پسند خود مختار کیوں اور کس منطق کے تحت خود جیسے یا خود سے کم تر و پست تر مخلوق کے سامنے خاشع و خاضع و فروتنی تذلیل و خوار ہوتا ہے اس کا کیا سبب توجیہ ہو سکتی ہے تعجب حیرت اس وقت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں ہندوستان میں بت پرستوں کی تعداد خدا پرستوں کی نسبت کہیں زیادہ ہے اس سلسلے میں اللہ پرستوں نے کوئی فلسفہ یا سبب پیش کیا ہو نہیں دیکھا ہے۔کیونکہ بت پرستی اپنی جگہ کوئی منطق نہیں رکھی خود عقل کے صریح خلاف ہے وہ کیسے اس کے اسباب و علل ادراک کر سکتے ہیں لیکن کیا مواحدین اس کی اسباب و علل کو تلاش کیا ہے موحداین نے اس کے چندیں اسباب و جوہات بیان کی ہیں۔

۱۔انسان کی فطرت میں خضوع قدرت مافوق کی طرف جھکاؤ گرائش پائی جاتی ہے اگر انسان اس قدرت مطلقہ مافوق تک ہدایت والا نہ ملے نہیں اتو وہ مظاہر کائنات میں سے از خود کسی مظہر کو اختراع کرتے ہیں جیسے رات کے بعد سورج کی تاریکی ماہتاب ستاروں کے مجموعہ کو دیکھ کر ان ستاروں کو اپنے سے مافوق تصور کر کے پرستش کرنے

لگے روشنی کو دیکھ کر آفتاب پرستی شروع کی ان کو اپنے معبود تصور کرتے ہیں بعض اوقات ان جگھوں پر شیاطین جن وانس انہی کی پرستش کرنے کی دعوت دیتے ہیں اس وجہ سے ان کی پرستش کرتے ہیں۔

صنم:

لغت عرب میں بت کیلئے دو کلمے استعمال ہوئے ہیں:

ا۔وثن ۔وث ۔ن الوثن تھذیب لسان عرب میں ابن منظور ج۲ص ۷۱۷ پر آیا ہے الوثن والواثن المقیم الراکد اثانت الدائم الموثونۃ المراۃ الذلیلۃ والمراۃ موثونۃ الصنم الفعید الستوثن الستکر جس میں حرکت انتقال نہ ہو۔

ہندوستان میں ادیان سماوی یہود:

یہ کلمہ عربی ہے مادہ ہود سے مشتق ہے ہود کے معنی توبہ ورجوع صاحب لسان العرب نے کیا ہے رجوع وتوبہ الی السوق ابن عربی نے کہا ہے اگر خیر سے شر کی طرف یا شر سے خیر کی طرف دونوں معنی استعمال ہوتا ہے قرآن میں یہ مادہ ھادوھد ناھود آیا ہے کلمہ ھادودس بار آیا ہے کلمہ ھد یا ایک دفعہ آیا ہے کلمہ ہود جمع ہائد ایک مرتبہ آتا ہے یہود کو بنی اسرائیل بھی کہتے ہیں یہ کلمہ ۴۱ بار آیا ہے کلمہ یہود بار آیا ہے۔یہودیوں کے فرقے [موسوعہ میسرہ ج ۱ص ۴۹۵]

ا۔اخریسون یعنی سخت تشدد والے۔احبار ورروایت یہ لوگ زواج نہیں کرتے وہ اپنے مذہب کی بقاء تین سے کرتے ہیں دوسروں کے بچوں کو گود لیتے ہیں۔

یہودا اپنی نژاد پرستی عام انسانوں سے دشمنی اہل ادیان کو الحادیزم کی طرف دعوت دینا انکا شیوہ وغیرہ کی وجہ سے چہرہ معیوب ہے اپنے دین وشریعت کا برملا تعارف نہیں کرسکتے ہیں اس وجہ سے وہ الحادیزم نفاقیز مچہرے کے ذریعے سرگرم رہتا ہے لہذا وہ اپنے لیے خاص معید حلقہ مکشوف نہیں رکھتے سوائے ان ملکوں کے جوان کے مشن پر پورا اتر رہے ہیں لہذا ان کی زیادہ تعارف کرنے کی ضرورت نہیں۔

یہودیت:

آج عالم اسلام میں جہاں کہیں اعمال تیجہ فضحیہ رذیلہ رذالیہ منفورہ ومکروہ کا ذکر آتا ہے تو فورا اس کو یہودیوں کی طرف برگشت کرتے ہیں یہ یہودیوں کے کارنامے ہیں یہ انتساب اپنی جگہ حس وجدانی عقل وشرع کی رو سے بعید نہیں بلکہ قرین قیاس بھی نظر آتا ہے اثر اپنے موثر عمل اپنی عامل کا ترجمان ہوتا ہے قرآن کریم جو کہ کلام اللہ اور

صادق ہے اس نے بھی خبر دی ہے **الخبیثات للخبیثین** اس میں جائے شک نہیں یہود اقوام عالم خاص کر عالم نصرانیت اور اسلام کے بارے میں اچھے عزائم نہیں بلکہ برے عزائم منویات خبیثہ رکھتے ہیں ان کے اندر اسلام آنے سے پہلے ان کی آنکھوں کے خار نصاریٰ تھے وہ اپنے کو شعب اللہ ابناء اللہ احباء اللہ کہتے تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح کے رفع کے بعد انہوں نے اپنا جام غضب مسیحیوں پر ڈالا مسیحیوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے پہلی صدی میلادی میں نلک پیرودوس نے ایک تنظیم جس کے مختلف نام رکھے ہیں تا کہ لوگ اس کی تہہ تک نہ پہنچ سکیں ۔

کبھی اس کو نوارثین مخالفین، اصراران وغیرہ سے متعارف کرایا ان کی تنظیم کی کامیابی کا مقصد جہاں لوگوں کو آزادی مطلق یعنی دین و دیانت سے آزادی کی دعوت دینا ہے مفاد پرست کمزور پہلو رکھنے والے معیوب افراد کو دین و دیانت کے خلاف ورغلانہ کہیں کمزور افراد یا قوم قبیلہ نظر آیا ان کی سرپرستی کی چنانچہ یورپ میں کلیسا کے خلاف لوگوں کو ورغلانے والے یہی لوگ تھے یہاں تک کہ اہل نصاریٰ کی نظروں میں یہودیت سے ختم نہ ہونے والی نفرت کو دیکھنے کے بعد انہوں نے خود نصرانیت کی حمایت کرنا شروع کی اور اپنے پیغام اور اہداف کو نصرانیوں کے نام سے شروع کیا دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس تنظیم کے توسط سے ہو رہا ہے۔

ا۔استلحاد یہود:

یہودیوں نے یہ درک کیا کہ دنیا کا کوئی غیر یہودی' یہودی ہونے پر آمادہ نہیں ہوگا کیونکہ ان کا اپنا چہرہ مسخ شدہ' مبغوض شدہ چہرہ ہے' چنانچہ قرآن کریم میں کئی جگہ ان کو مغضوب علیہم کہا ہے لہٰذا یہودیوں نے غیر یہودیوں کو ملحد بنانے کی کوشش کی چنانچہ جتنے فلاسفہ الحادی ہیں امثال کارل مارکس یا ڈارون مسیحی تھے ملحد ہو گئے' چنانچہ یہود اس میں کامیاب ہو گئے کہ وہ پورے نظامِ نصرانیت کو الحادی پٹڑی پر سوار کریں۔

نصرانیت:

دین نصرانی کے بارے میں تفصیل سے ہم نے اپنی کتاب تحفہ منورین میں ذکر کیا ہے لہٰذا یہاں ذکر اجمال پر اکتفاء کرتے ہیں دین نصرانی اس دین کو کہتے ہیں جسے حضرت عیسیٰؑ لائے اس کا مصدر انجیل ہے جس کے نصاریٰ کے پاس کثیر نسخوں سے انتخاب شدہ چار نسخے ہیں یہ دین ۱۷۸۹ کے یورپین انقلاب کے سامنے استقامت کا مظاہرہ نہ کر سکنے کی صورت میں معاشرے سے نکل کر کلیسا میں بند ہو گیا کیونکہ وہ عقل اور نئی تحقیقات کے سامنے

ایک دیوار یا پہاڑ کی شکل اختیار کر چکا تھا ہم یہاں دین نصاریٰ اور نئی تحقیقات کے درمیان تصادم کے نکات کو خلاصہ کر کے پیش کرتے ہیں :

۱۔عقائد میں قائلِ اقنوم ثلاثہ ہیں یعنی اللہ مسیح روح القدس سے مرکب کو کہتے ہیں لیکن یہ ترتیب کیسی ہے اس کی وضاحت ممکن نہیں ہے۔

۲۔عقل کو امور دین سے بے دخل کرنا عقل کا دین میں کوئی کردار نہیں۔

۳۔دین کی علماء کلیسا کے علاوہ کسی کو تفسیر کرنے کا حق نہیں ہے۔

۴۔دین نصاریٰ کے جو اس وقت فرقے ہیں وہ اپنی جگہ صحیح نہیں ہیں۔

ان نکات پر اصرار کرنے کی وجہ سے دین نصاریٰ نظام زندگی سے بے دخل ہوا تھا علماء اسلام کا کہنا ہے جب کہ دین اسلام کی صورت اس سے مختلف ہے اس کے عقائد واضح و روشن ہونے کے علاوہ بطور کامل قرآن وسنت کی صورت میں موجود ہیں لیکن عقلاءِ عالم کہتے ہیں جب بھی کوئی کسی سے بات کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہیں ہم مسلمان بھی حقیقت اور واقعیت خارجی میں ایسی صورت حال سے دوچار تو نہیں ہیں ٹھیک ہے کہ ہمارے پاس مصادر دین قرآن وسنت کی صورت میں موجود ہیں لیکن علماء اعلام اسلام اپنے مؤقف کو پیش کرتے وقت ان سے استفادہ کر کے جواب دیتے ہیں یا ان سے ہٹ کر مثل کلیسا جواب دیتے ہیں آیئے کچھ مثالیں دیکھتے ہیں:

۱۔کہتے ہیں قرآن کریم کسی کے سمجھنے کی کتاب نہیں ہے لہٰذا فقہ عقائد میں قرآن سے استفادہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

۲۔عقل کو دین میں داخل کرنے کا حق نہیں ہے جبکہ کتابوں میں عقل کو مصادر میں شمار کرتے ہیں۔

۳۔کہتے ہیں کہ حضرت محمدﷺ کی نبوت کے بعد وحی و نبوت ختم ہوگئی ہے جبکہ دلیل دیتے وقت کہتے ہیں آپﷺ کے بعد خلفاء اور ائمہ کے قول حجت بھی ہیں۔

۴۔نور محمد و آل محمد خلقت عالم سے پہلے خلق ہوا ہے۔

۵۔عقل سب سے پہلی مخلوق ہے۔

اقنوم ثلاثہ عقائد۔فقہ:

اس وقت امت کی بدبختی کو اگر کسی سے باندھنا چاہتے ہیں یا استصواب رائے کریں گے تو اس کا سر فرقوں سے جا ملے گا۔اور فرقوں میں شیعہ ملیں گے لیکن عدالت وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر شیعہ کے بدنام زمانہ ہونے کا نقط تلاش کریں تو وہ سبّ صحابہ یا خلفاء سے ملے گا لیکن توسل کے نام سے شرکیات میں فرقے چندان آپس میں اختلاف نہیں رکھتے حتیٰ کہ عوامل واسباب شرک پیدا کرنے میں بھی سب یکساں پائیں گے فرق اتنا ہے کہ نام جہت میں فرق ہے حتیٰ ملغہ بھی توسل کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے ہمارا توسل صحیح ہے اس شرک کی منطق کو کھولنے کی ضرورت ہے لیکن یہاں اس شرک کے ارتکاب پر بھی اقنوم ثلاثہ حاکم ہے۔

۱۔عقائد ہم مسلمان کہتے ہمارا عقیدہ اللہ کی وحدانیت لاشریک پر ایمان ہے ہم اس ذات کے لئے کسی قسم کے شرک کے قائل نہیں ہیں اس سلسلہ میں آپ آیت اللہ سبحانی ،میلانی ، عاملی کی آیات قرآن سے مستدل کتابوں کے علاوہ ہمارے ملک میں جناب جعفر گردیزی کی کتاب ھدیٰ للمتقین ملے گی جس میں آپ نے تمام آیات نفی شرک جمع کرنے کے علاوہ پاکستان کے مایہ ناز علماء فقہاء کی نفی شرک پر امضاء بھی ملیں گے۔

۲۔اللہ تک پہنچنے کے لئے یا حوائج اور تمناؤں کو اس ذات باری تک پہنچانے کے لئے کسی کا واسطہ دینا وسیلہ بنانا فقہ اسلامی کے رو سے جائز اور بے حرج ہے اشکال ندارد کا فتویٰ آپ فقہاء سے سنیں گے

۳۔عملی میدان میں مصادیق توسل پیش کرنے والوں میں بہت جید،ممتاز، پارسا،قیمتی عباء وقباء دین و دنیا دونوں ملا کر پیش کرنے والے فقیہ خرا

کر زیارات ودعا کمیل جو کہ توحید سے لبریز ہے پڑھنے کے بعد گھوڑوں ،جنڈوں ،علموں ،جھولوں سے متوسل ہو جاتے ہیں لیکن اس اقنوم کو کھولنے کے لئے ایک قومی صدر چاہیے۔

جب آپ کا عقیدہ توحید خالص کسی قسم کی جھوٹ اور باریک شرک کے خلاف ہے تو یہ مظاہر شرک جو باہر آپ انجام دیتے ہیں اس کی کیا توجیہ تفسیر ہے تو اس سلسلہ میں علماء اعلام امثال نخعی فلسفی اس کا تجزیہ وتحلیل پیش کرتے ہیں چونکہ علت، علل وسبب الاسباب کو صرف اللہ جانتا ہے یہ متوسلین اپنا استدلال نہیں رکھتے ،وہ بھی اللہ سے لے کر آپ کو دیتے ہیں کسی کی آواز کو اللہ تک پہنچاتے ہیں یہ شرک نہیں ہے یہ ایک عمل جائز ہے دوسرا جواب یہ دیتے ہیں ہم ان کو واسطہ توسل قرار دیتے ہیں ان سے نہیں مانگتے ہیں یہاں ان سے سوال ہوتا ہے یہ اعمال اپنے

ابتدائی مرحلہ میں ظاہری طور پر منافی شرک ہیں اور آپ کے موکلین فلسفی تجزیہ نگاروں کے تحت شرک میں نہیں آتا ہے تو کیا تقاضائے فقہی احتیاط ترک از سنت آپ کے اس عمل سے آپ پر شرک کا الزام لگا ہے بدنام کیا جارہا ہے اتنا الزام اور تہمت سب آپ برداشت کررہے ہیں ایک عمل جائز کیلئے کیا عقل وشرع کی طرف سے درست ہے۔

استعمار و تبشیر:

مغربی استعماری حکومتوں کیلئے کلیساء کو کنارے پر لگانے کے بعد دو سوالوں کا سامنا کرنا پڑ گیا تھا ایک بڑھتی ہوئی صنعتوں کے لئے بازار خام مال و دیگر وسائل چاہئے تھے جس کیلئے انہیں افرادی قوت کی ضرورت تھی جو جذبے سے سرشار کام کرے قوم کو متحد رکھنے کیلئے دین کا کوئی بدل نہیں تھا اس حوالے سے دین کو از سر نو معاشرے میں متعارف کرنا ان کیلئے دردسر کا باعث بنتا تھا لہٰذا انہوں نے اس بارے میں زیادہ غور و خوص کرنے کے بعد یہ نتیجہ لیا دین نصرانیت کو ممالک اسلامی میں پھیلائیں تاکہ کلیساء والے وہاں جائیں یہ کام کریں اس طرح وہ بھی خوش ہو جائیں گے اپنا کام بھی ان سے کرائیں گے اس کیلئے انہوں نے تبلیغ نصاریٰ کیلئے ایک معجہ کھولا جس کا نام انہوں نے تبشیری جماعت رکھا۔

غربی استعمار کی فرعونیت:

غرب استبداد دینی کلیسا سے نجات حاصل کرنے کے بعد دنیا سمجھ رہی تھی کہ غرب نے کلیسا کو طلاق بائن بلا رجعت دیا ہے نہیں لیکن وہ بطور ملازم ڈاکیہ خبر رسان یا تجسس یا اغواء نسل دیگران کے لئے انہوں نے دوبارہ ان کی طرف رجوع کیا چنانچہ اس سلسلہ کے لئے انہوں نے تنظیم تبشری کی تاسیس کی اس سلسلے کا ایک تسلسل ہند میں اس وقت شروع ہوا ہے جب ہندوستان پر حاکم مغل ضعف و کمزروی ناتوانی اختلافات افراتفریط کا شکار ہو رہے تھے تو مغرب والوں نے ہند کی طرف ہجوم کیا ہے اس وقت برتگال مساحل ہند مغربی پر لشکرکشی کی یہاں انہوں نے اپنی سکونت اختیار کی حکمرانوں اور سلاطین سے معاونت طلب کی اس کے بعد ہولینیڈ والے آئے بیک وقت انگریز ہولینڈ پرتگال ممالک نے ہندوستان پر قبضہ کیا اس کے بعد فرانس والے آئے مسلمانوں کے قبضے چند صوبے رہ گئے۔

پاکستان کے مردان و زنان سیاسی اسلام و مسلمین کے خلاف کئے گئے جرم و جنایت اور خیانتکاریوں کو دھونے کے

لئے مختلف فرسودہ و بوسیدہ خدمات انجام دیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان سے یہ گناہ دھل جائیں گے یہ کوثر و تسنیم و زمزم سے غسل کریں اور استار کعبہ سے اپنا کفن بنائیں ان کی بخشش ممکن نہیں جب تک وہ توبہ و استغفار کر کے آغوش اسلام میں نہ آ جائیں۔ تاریخ اسلام میں حکومت کو گرانے کے لئے تحریکیں اٹھی ہیں اور اٹھیں گی ان کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے۔

قرآن کریم میں مسلمانوں کیلئے سب سے زیادہ خطرناک دشمن یہود کے بعد نصرانیت کو گردانا گیا ہے چنانچہ قرآن کی آیات میں ملاحظہ کر سکتے ہیں لیکن فی الزمانہ مسلمانوں کے خون و جان کے درپے ہونے والی نصرانیت ہے کیونکہ یہود اپنے چہرہ مخدوش کی وجہ سے منافقت سے کام کر رہا ہے نصرانیت گرچہ روز اول سے اسلام اور مسلمانوں کے پیچھے لگے ہوئے تھے لیکن طاقت و قدرت عقائد اعمال و سلوک کے علاوہ صالح و صادق مسلمانوں کی وجہ سے ان کی کمر ٹوٹ چکی تھی ہمت ہار چکے تھے اب شکست کھانے کے بعد وہ دوبارہ منظّم ہو گئے ہیں اب انہوں نے میدان جنگ، اسلحہ جنگ، لشکر جنگ ، میں تبدیلی لائی یہاں تک کہ مسلمانوں کیلئے ایک محاذ نہیں چندیں محاذ کھولے ہیں ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ کریں:

نصرانیت کو عالم اسلام میں پھیلانا ان کیلئے آسان نہیں تھا کیونکہ یہ ایک ناممکن عمل تھا کیونکہ دین نصاریٰ یورپ میں مسترد ہوا تھا دین کی حکومت کا حصہ نہیں ہے نیز دین نصرانیت کیلئے یہ سمجھنا اور سمجھانا خود ان کیلئے مشکل ہو گیا تھا کہ ایک مسلمان جس کے اصول و فروع سب واضح و روشن ہوں اس کو کیسے قائل کریں۔ لہٰذا وہ دین مسیح سمجھا کر مسلماناں کو مسیحی نہیں بنا سکتے ہیں کیونکہ اس کے بالمقابل دین اسلام آسان سہل العبارہ سہل فہم و ادراک دلائل ناقابل تردید سے پُر ہے چنانچہ اس کا اعتراف ان کے تجربہ کار مشنری تبشیری نے کیا اپنی جماعت سے خطاب میں کہا کہ آپ لوگوں کی مساعی جمیلہ لائق تحسین ہے تاہم ہمیں اس غلطی فہمی میں نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی حقیقی مسلمان اپنے دین کو چھوڑ کر ہمارے دین نصاریٰ میں آئے ایسا ممکن نہیں بلکہ جو ہمارے دین میں آئے گا ہے۔ وہ تین گروہوں میں سے ایک ہے:

ا۔ وہ جوان جس کو اس کے گھر والوں نے دین کو نہیں سکھایا وہ اپنے دین کے بارے میں جاہل و نادان ہے قارئین آپ کے انتباہ توجہ کے لئے اشارہ کرتا ہوں ملک میں جاری یتیم خانوں کا حشر اس طرح ہی ہے ان یتیم خانوں کو کون چلاتا ہے کوئی دین دار مسلمان نظر نہیں آتا ہے۔

۲۔وہ مسلمان جو آفت فقر و فاقہ مرض و حوادث میں مبتلاء مسلمان ہے جسکو کسی کے سہارا دینے کا انتظار ہے چنانچہ عام طور پر لوگ پیش آتا ہے انسان دوستی کے نام سے سامنے آتے ہیں۔

۳۔وہ افراد جس کی کوئی دلی خواہشات ہیں کسی عورت کی خواہش منصب اعلیٰ درسگاہ میں داخلہ یورپ کی شہریت کے خواہشمند یہی گروہ ہمارے لئے مفید ہیں ہم اس سے بخوبی واقف ہیں مغربی حکومت جنہوں نے یہ ذمہ داری آپ کے سپرد کی ہے اس لئے نہیں کیا ہے کہ مسلمانوں کو مسیحیت میں لائیں بلکہ مسلمانوں کو مسلمانیت سے خارج کریں۔انہیں اخلاق اسلامی سے الگ کریں انہیں عیاش فحاش بنائیں بیان کے بعد آپ پر واضح و روشن ہو جائے گا کہ اہداف تبشیری اہداف دین نہیں بلکہ اہداف استعمار گری ہے تبشیری دینی نہیں استعماری ہے اس کی دلائل یہ ہیں۔

۱۔تبشیری گروہ کے پیچھے حکومتیں الحادی ہیں ۔

۲۔مسیحیت اپنے ملکوں میں ناکام ہو چکی ہے وہ یہاں کیسے کامیاب ہوگی۔

۳۔تبشیری سربرآوردہ شخصیت کا اعتراف ہے تبشیری اہداف استعماری ہیں۔

استغراب:[مذاہب فکریہ ج ا ص ۴۶۰]

استبراق اور استغراب میں فرق ممکن ہے استبراق یعنی مغرب والوں کا مشرق میں آکر یہاں کی زندگی دین تعلقات طاقت وقدرت کی پہلو ضعف و ناتوانی کے پہلوؤں کا درست جائزہ لے کر معلومات جمع کر کے اپنے ملک کے پالیسی سازاداروں کو پیش کرنے والوں کو استبراق کہتے ہیں وہ یہاں سے متعلق حاصل کردہ علم کو یہاں کے خلاف اپنے ملک کے مفاد میں استعمال کرتے ہیں جبکہ استضر اب یہاں ان کے اسکولوں کالجوں سے پڑھ کر یا وہاں ان کے کالجوں سے پڑھ کر یہاں آکر اپنے دین کا مسخرہ کرنا استہزاء کو یک لخت اپنے ملک و مملکت کو غربیوں کے حوالے کرنے کی دعوت دینے والوں کو استغراب کہتے ہیں یہ ذمہ داری یہاں کے تعلیم یافتہ روشن خیال ان نے اس وقت اپنے ذمہ لیا جہاں مغرب والوں کے عمل استعمار و استشراق قاصر و ناتوان رہتے تھے وہاں انہوں نے یہ ذمہ داری یہاں کے مسلمان نسل فرزندوں کے دوش پر لگائی انہوں نے ان کے نمک حلالی کرتے ہوئے اس کار نفاق کو مثل ابی ابن عبداللہ ابو عامر کعب احبار وھب بن منبہ جیسا اٹھایا اس طرح یہ لوگ منصرین و مستشرقین کے لئے مخلص جانشین بن گئے۔

یہاں سے انہوں نے شب وروز دین ودیانت اخلاق وکردار کو مسخرہ مذاق اڑانے تمہارا راہ نجات کو خود مغرب والے جیسا بنانے پر زور دینے لگے اور اس میں بہت کچھ کامیاب ہوگیا ہے جن لوگوں نے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کو اپنے عیش ونوش کی خاطر مغرب والوں کے گرد میں رکھنے کے لئے تگ ودو کیا ہے وہ یہ افراد ہیں: مسیحون مشرق نشین جورجی زیدان فرح انطوان نیلی تمیل یعصوب حروف مسلمانوں میں علی عبدالرزاق طہ حسین قاسم امین توفیق حکیم امین خولی سلامہ موسیٰ زکی مبارک نویش عوض حسین حنفی۔

لسان شرع میں چندن زبان مصداق رکھتے ہیں:

۱۔منہ کے اندر موجود قطعہ گوشت رکھتے ہیں اس کے ذریعے تاکولات اس کارخانہ میں خورد وزیر کر کے اندر معدے ممیں ترسیل کرتے ہیں ماکولات سے ومشروجات حسن وخوبی اور لذت کا میکنگ اس لئے کرتے ہیں حکمت ۷۔سورہ بلد آیت ۹۔۱۱

۲۔زبان قوم میں رائج ہئیجات کو کہا ہے روم ۲۲ ملکوں میں رائجہر زبان کی چندین لھیجات ہوتے ہیں مثلاً پنجابی شمال مغرب لاہوری سیالکوٹی ملتانی لہجہ میں فرق ہوتا ہے لیکن اصل کلمات ایک ہوتا ہے اسی طرح سندھی بلوچی بھی غرض ملک میں تمام زبانیں ایسی ہیں عربی زبان بھی ایسی تھی جس وقت نبی کریم مبعوث ہوئے ہیں عربی زبان بھی ایسی تھی لیکن زبان قریش تمام لہجوں کی سرور وآقا بادشاہ تھی۔

۳۔قوت وقدرت اور ادائیگی کو کہتے ہیں مومنون ۱۴ یا قوت ادائیگی حقائق میں تمام زبانوں یا اعزاز عربی زبان کو حاصل ہے اس طرح ہندو پاک میں بھی سی زبانیں رائج ہے ہندو بنگالی پنجابی اردو بہتر ادائیگی میں اردو ہے خاص کر اس خطے کے رہنے والے مسلمانوں کے لئے عربی کے بعد دوسری زبانیں اردو ایک قومی زبان یہاں کی زبانوں اور فارسی خاص کر اعربی سے آمیزش اور مرکب ہے اس کی کلمات کے حروف بھی عربی ہے لہٰذا قرآن وحدیث پڑھنے سمجھنے میں آسانی کے علاوہ دین سے متعلق کتابیں اور فراوان پایا جاتا ہے اگر کسی اردو الرجک ہے تو سمجھ لیں اس کو اسلام میں دلچسپی نہیں ہے۔

۴۔ملفوظات کو کہتے ہیں نبی کریم نے فرمایا **لا يتيم القرآن ايمان عبد حتىٰ يستقيم قلبه ولا سقيم قلبه حتىٰ يستقيم لسانه** جس طرح انسان تمدن زندگی میں بہتر آستان سہیل المیوز وسائل کو انتخاب کرتے اللہ بھی بہتر کو انتخاب کریں سومکان لباس غوا علاقہ محلّہ انتخاب کرتے ہیں انتخاب زبان بھی بہت کی بنیاد

پر انتخاب خاص کر جو افراد امانتداری اسلام کی سربلندی چاہنے والا ہے اس بخوبی اس میں رہنے والے جس میں مسلمانان نیپال بوتان ہندوستان بنگال سری لنکا کو چاہیے کہ اردو کو فروغ دیں اردو کو یہاں کی عوامی زبان بنائیں کیونکہ انتخاب زبان کی جو کسوٹی ہے وہ یہاں کی زبانوں وہ صرف اردو کو حاصل ہے جو بھی شخص یہاں اردو کی مدمقابل زبان کی ترویج وتبلیغ کرتے ہیں وہ اسلام کی سربلند کے لئے مخلص نہیں ہیں۔

انگریز بمعہ نصرانیت ہندوستان میں حملہ آور ہوگیا:

یورپ فرانس برطانیہ امریکا پرتگال ہالینڈ نے نصرانیت کو طلاق دے کر کلیسا میں بند کیا تھا' لیکن انقلاب صنعت بڑھتی ہوئی پیداوار نے انہیں تلاش مصرف کنندہ یا صنعتیں لگانے تلاش مواد خام کیلئے مسلمان ملکوں میں سردی کرنے والوں کی ضرورت تھی یہاں سے انہوں نے اپنی مطلقہ کلیسا کی طرف دوبارہ رجوع کرکے اپنا اپنے ہمنواء ہم ہدف ہم مقصد ہم ازم بنا کر اپنی استعمارگری میں شریک بنایا اوران سے کہا آؤ ہم پوری دنیا آپ کے حوالہ کرتے ہیں کہ آپ ان کو مسیحی بنائیں گے لیکن پھر بھی وہ مولوی ہی رہے گا جو حدیث کساء چار قل پڑھنے والے مولویوں جیسا ہوگا بہرحال کتاب اظہار الحق ج اص ۱۳ پر آیا ہے انگریز نے ایک جماعت تنصریہ پروتستانیہ ۱۷۹۲م کو تشکیل دیا پھر ایک جمعیت لندن میں ۱۷۹۵ کو تشکیل دی بھی ایک جمعیہ تشریہ کلیہ انگریزی ۱۷۹۹ تشکیل دی رفتہ رفتہ انیسویں صدی کے آغاز سے تبشیری شروع ہوگئے پھر شرکتہ انگریزی کی طرف سے نریدان کو رعایات حقوق دیا گیا پھر ان کے تحفظ کا بندوبست کیا پھر مالی معاونت شروع کیا۔

ہجوم پرتغالین ہندوستان پر:

آٹھ سو سال مسلمانوں کی اندلس پر حکمرانی گزارنے کے بعد پرتغالی نصاریٰ نے مسلمانوں کو اندلس سے نکالا پورا یورپ اس میں پرتغالیوں کی پشت پناہی کرر ہا تھا ان کو ہر جگہ سے بھگاتے تھے ۹۰۴ھ بمطابق ۱۴۹۸ء کو پرتغالی ہندوستان پہنچے جہاں انہوں نے ہند کے مغربی حصے پر قبضہ کیا اور سکونت اختیار کی۔ ۱۰۳۲ھ کو انگریز ہندوستان پر مسلط ہوگئے تھے۔

پرتغالی غرب ہندوستان میں استقرار پانے کے بعد تمام تر توجہ مسلمانوں کو کنارے پر لگانے ہر طرف سے ان کیلئے محاذ کھولنے تجارت کاروبار جیسے روزگار سے محروم رکھنے کے علاوہ اسلام سے عداوت وقساوت کا مظاہرہ کرنے اور لوگوں کو مسیحی بنانے پر مرکوز رکھی چنانچہ اس سلسلے میں ہندو بھی اسلام کے خلاف جنگ میں مسیحیوں سے مل گئے

مدارس میں بچوں کو مسیحی کرنا شروع کیا یہ صورت حال دیکھنے کے بعد مسلمانوں نے بچوں کو سکول بھیجنا بند کیا علماء نے اس کو حرام قرار دیا تو انہوں نے مسلمانوں کو از خود مدرسہ کھولنے مساجد میں درس کھولنے پر بھی پابندی عائد کی اس طرح سے ان کیلئے نوکریاں بھی ختم ہوگئی روزگار کا مسئلہ بھی بند کیا گیا اور جو اوقاف مساجد تکایا کے نام سے موقوفات تھے وہ بھی بند کیا تو اس طرح سے مسلمان مختلف قسم کی پسماندگی کا شکار ہوئے اس نتیجے میں ہندوؤں کی ترقی وپیش رفت شروع ہوگئی جہاں پر تغالیوں نے یہ جنگ کھولی تو دوسری طرف سے ہندواور سکھوں کے تعاون سے انگریزوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور لوگوں کو مسیحی بنانے پر اکڑتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کے علماء ودانشوروں کو بتایا کہ ہندوٗ سکھ انگریز سب متفق ہو گئے کہ مسلمانوں کا صفحہ روزگار سے خاتمہ کریں یہاں سے مسلمانوں میں دفاع از جان ومال وناموس دین کا احساس بڑھتا گیا ہجرت وترک بلاد بڑھتا گیا ہندوٗں کے ساتھ رہنا مشکل ہوگیا بلکہ ناممکن ہوگیا کہ یہاں قومیں ایک ساتھ نہیں رہ سکتی اس دونوں کیلئے الگ الگ علاقے اوروطن ہونا چاہیے یہ احساس بڑھتے انگریز نے فیصلہ کیا ان کو سردست الگ کیا جائے چنانچہ ۱۳۶۶ھ بمطابق ۱۹۴۷ء کو حکومت برطانیہ نے قیام پاکستان کا اعلان کیا۔حکومت برطانیہ نے مسلمانوں کو خاص رعایت نہیں دی۔ [اظہار الحق ج ۱ ص ۱۱]

۹۳۲ھ بمطابق ۱۵۲۶ کو بابر کے حملے کے بعد مغلوں کی حکومت کا آغاز ہوگیا جو ۱۲۷۴م تا ۱۸۵۷ میلادی تک تین صدی حکومت کیا۔ تیرہویں صدی ھ کے بمطابق انسیویں صدی میلادی کے بعد سے یہاں کے دین منظر نامہ ملاحظہ کرے۔

اس دور میں منکرات ومحرمات شرع کا عام ارتکاب کیا جاتا تھا مغربی ثقافت ہندوستان پر چھاگئی تھی حرکت علمی رک گئی تھی اسراف وتبذیر اور خرافات عام ہوگئی تھی قرآن وحدیث سمجھنا مشکل تھا کہتے تھے اس کا سمجھنا کاہنوں کا کام ہے بعض نے فریضہ حج کے سقوط کا فتویٰ دیا ہند کی تقدیر مکمل طور پر انگریز کے ہاتھ لگ گئی تھی ہند میں ہندواور سکھوں کا راج تھا شرک کی ظلم وزیادتی اس حد تک بڑھ گئے ۱۸۵۷م انگریز کے خلاف بغاوت چلی۔اس بغاوت کے بعد حکومت مارشل لاء لگ گیا شرکت انگریز ختم ہوگئے ہند بطور ملک سلطنت برطانیہ میں شامل ہوگیا انگریز نے بھرپور طریقے سے ہندوستان میں نصرانیت پھیلانا شروع کی اور اسلام کا مذاق اڑانا شروع کیا۔

نصرانیت کی تنصیری عمل میں کامیابیاں:

کیا نصرانی مسلمانوں کو مسیحی بنانے میں کامیاب ہوگئے کیا پولیس تابع کی تجویز درست نکلی یا یہاں بھی انہیں منہ کے بل بوتے پلٹ کے جانا پڑا ہے اس کا جواب ذرا سا مشکل ہے پہلا سرسری سطحی جواب یہ ہے کہ اس سلسلے میں بھی یہاں ناکامی کا سامنا ہوا چنانچہ ہندوؤں نے اس کا استقبال کیا اور مسلمانوں نے اس کو رد کیا اپنے بچوں کو ان اسکولوں میں بھیجنے سے انکار کیا تو اس سے مسلمانوں کو بہت خسارہ اٹھانا پڑا تھا لیکن حقیقی جواب یہ نہیں بن سکتا ہے اس میں مزید دقت و باریک بینی کی ضرورت ہے اس کے لئے ہمیں ان کے عمل تنصیری و تعلیمات اور اس کے مراحل کا بھی جائزہ لینا ہوگا ان کی تعلیمات و افکار کو نکات ذیل میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۔عقیدہ تثلیث یعنی اقنوم ثلاثہ اللہ ابن اللہ روح القدس سے مل کر اللہ بنتا ہے۔

۲۔حضرت مسیح نے فرزندِ آدم کو تناول شجرہ کی خطاء ولغزش سے استحقاق پانے والی جہنم میں خود جا کر ملت نصاریٰ کو جہنم سے نجات دلائی۔

۳۔رحم وشفقت غیض وغضب اعلیٰ اوراق مسیحی کا پیروی۔

۴۔اللہ کے بندوں میں سے نجات پانے والے صرف نصاریٰ ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں اسلام سے منتسب دو ہی فرقے ہیں صوفی اور اسماعیلی۔اس مدعیٰ کو سمجھنے کے لئے ایک قاعدہ منطقی پیش کرنے کی ضرورت ہے جو یہ ہے کہ کسی چیز کی تعریف بقول علماء منطق جنس وفعل سے ہوتی ہے لیکن مقام ذکر میں فصل کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ ذکر فصل کے بعد جنس کے ذکر کی ضرورت نہیں پڑتی ہے جنس اس میں خود بخود داخل ہے مثلاً انسان کہنے کا مطلب یہ انسان فصل کی جگہ لیا ہے اس کی جنس حیوان ہے لیکن یہاں مذہب کا میدان الٹا ہے جنس کا ذکر کرکے فصل کو پیچھے سے کھینچتے ہیں بطور مثال یہاں کہتے ہیں ہم اہل سنت ہیں لیکن یہ جو موجود ہے وہ صوفی ہے کیونکہ سنت مسلمانوں میں صرف قولی وفعلی تقریر رسول کے لئے مخصوص ہے جبکہ صوفی تابع اولیاء ہے اس طرح اسماعیلی فصل ہے شیعہ جنس ہے اسماعیلی ایک صنف شیعہ کو کہتے ہیں لیکن باہر جب ذکر کرتے ہیں تو اسماعیلی نہیں کہتے ہیں بلکہ شیعہ کہتے ہیں یہاں دو سوال یہ اس دعویٰ کی کیا دلیل ہے کہ یہاں صوفی ہے اہل سنت میں اسماعیلی ہے شیعہ نہیں۔؟

یہاں شیعہ نہیں ہیں شیعہ بنتے ہیں یہ اتباع اسماعیل بن جعفر کو کہتے ہیں ان کا دین وشریعت مشہور شیعوں سے مختلف ہے ان کے دین میں ''اصل دین'' امامت کو حاصل ہے اصل امام ہے دوسری تیسری اساس اصول جو دین میں

شمار ہوتی ہے وہ بغض ونفرت خلفاء ثلاثہ بالخصوص شیخین ہے یہ کسی صورت میں بھی چھوڑ نہیں سکتے ہیں اس کی دلیل کے بارے میں آتے ہیں۔لکھنو اس کا مرکز ہے یہاں انگریز حکومت کے دوران تبرا تحریک چلائی گئی ناصر الملک نے عقبات کے نام سے کئی مجلّات لکھے جن میں حضرت علی کی خلافت بلافصل پر لکھا اس کے علاوہ اور بھی بہت کتابیں لکھیں پاکستان میں مولوی اسماعیل دیوبندی مولانا غلام حسین نجفی جامع المنتظر والے عبدالکریم مشتاق باقر زیدی کی کتابوں کے علاوہ ذاکرین وخطباء گلفام وعرفان قمی اس کے علاوہ دشنام خلفاء ام المومنین جو اس ملک میں فساد کی چنگاری بنی ہے یہ اسکی واضح دلیل ہے اس میں کوئی جائے شک وتردید نہیں شیعہ جو اتباع اہل سنت کہتے ہیں ان کی طرف سے خلفاء کی شان میں جزء احترام وتکریم میں ایسی قولی فعلی حدیث نہیں کتاب مذاہب فکریہ معاصر ۲ ص ۴۳۷ پر آیا ہے تبراء اس جنگ نفسیاتی وفکری کو کہتے ہیں جو کہ نصرانیوں نے مسلمانوں کے خلاف لڑی ہے انہوں نے عالم اسلام کی طرف اپنے نمائندوں کو رسمی اور قانونی طریقے سے داخل کر کے مسلمانوں کے گھروں میں جنگ لڑی ہے جب تمام جیوش ابرھہ کے ذریعے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے ناپید کرنے کی نہ تھکنے والی یکے بعد دیگر جو جنگیں لڑی ہیں محاذ میدان میں انہیں شکست وہزیمت وخسارت کا سامنا ہوا ہے وہ تلخ وناگوار حقائق مثل حنصل ان کو نگلنا پڑے مصر میں

پر امید فتح میں تابع بادشاہ فرانس ذلیل وخوار ہو کر منصورہ مصر میں محبوس ہو کر ان کو فدیہ دے کر رہائی حاصل کر کے واپس یورپ پہنچے تو انہوں نے نصاریٰ کو مطمئن کیا کہ آئندہ ہم کبھی میدان جنگ اسلحہ ہلاکت کنندہ سے اور لشکر ابرہہ سے مسلمانوں کو فتح نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ مسلمان میدان جنگ میں غیرت قومی زبانی لشکری منفعت زر برس غنیمت میں نہیں لڑتے وہ نظریہ احدی الحسنین لڑتے ہیں وہ فتح بر اعداء اور یا رضوان جنت کے لئے لڑتے ہیں لہٰذا اُحد وحنین پر ہمیں نوعیت جنگ کو میدان جنگ سے نکال کر افکار واذہان کی تبدیلی کی جنگ مسلمانوں کے ساتھ گلی کوچوں میں خود ان کے گھروں درستگاہوں میں لڑنی ہے جہاں انہیں یہ احساس دیئے بغیر کہ ہم نصاری ان کے دشمن ہیں بلکہ ہم ان کے مشفق ومہربان دوست ہیں ان کی فریاد وفغاں سننے ان کی حاجات روا کرنے اور انہیں ترقی وتمدن کی طرف دعوت دینے آئے ہیں۔تا کہ ان کے بچے ہماری نیابت میں خود اپنے والدین وعزیزوں سے لڑیں یہ مشورہ یورپ والوں کو پسند آیا اس کے لئے اسلحہ کی جگہ افراد کی تیاری انتخاب کیا کتابیں تیار کیں جس کی کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے تیار ہوئے۔

مغلوں کی تاریخ ﴿۳۴﴾ (۱۳ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ)

۱۔استشراق

۲۔استنصار

۳۔استغراب

۴۔استلحاد:

۲۔استشراق:

استشراق مادہ شرق سے ہے لیکن یہ مادہ اس صیغے میں نہیں آیا ہے استشراق کا معنی خود کو مشرقی گردانے کو کہتے ہیں اس کلمہ کا تصور ایک مغرب والوں کے پاس ہے اور دوسرا تصور عربوں یا خود مشرق والوں کے پاس ہے احمد حسن زیات نے اس کی تعریف میں کہا ہے استشراق کا معنی مغرب والوں کے پاس یہ ہے کہ

مشرق کی تاریخ کی تمام ابعاد یعنی مشرق نشین اقوام میں رائج لغات علوم وفنون عادات اور تہوارات معتقدات قصص کہانیوں پر سیر حاصل عبور کرنے کو کہتے ہیں لیکن صاحب کتاب رویہ اسلامیہ للمستشرق تالیف احمد صراف لکھتے ہیں میرے نزدیک استشراق کی درست تعریف یہ ہے استشراق اہل غرب کا فریہود ونصاریٰ کا اسلام ومسلمین کی عقائد وشریعت ثقافت تمدن حضارت تاریخ نظام ثروت ذخائر توانیت غرض ہر پہلو کو تحقیق ودقت سے پڑھنا تاکہ اسلام کو مسخ ومشکوک کرسکیں اور مسلمین کو اس طرح گمراہ کریں کہ وہ اپنے لئے کچھ نہ کرسکیں عاجز وقاصر رہیں وہ ہمیشہ نیازمند مغرب رہیں مغرب والوں کا یہ عمل گرچہ نئی اختراع ایجاد تصور کیا جاتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ عمل ابتداء ہی سے اسلام قرآن ومحمد سے دشمنی برتنے والے مشرکین واہل کتاب نے آغاز دعوت محمد سے ہی شروع کیا تھا کبھی قرآن کو اور کبھی خود حضرت محمد کو لعن وطعن کا نشانہ بناتے تھے مشرکین و اہل کتاب پہلے دن سے ہی نہیں چاہتے تھے کہ اسلام ومسلمین کو سکون کی زندگی ملے۔۱۔سورہ بقرہ ۱۰۵۔۱۰۹ انبیاء ۵ حاقہ ۴۳ تکویر ۲۷ مدثر ۲۵ حجر ۶ فرقان ۴،۵۔بقرہ ۷۵۔۴۱۔۴۲ آلعمران ۷۱ مائدہ ۵۵۔یورپ والوں نے مشرق گرائی کے لئے تنہا ہمارے دانشوران کو مغرب نوازی میں صرف زبان سیکھنے یعنی اٹھتے بیٹھتے سوری کہنے تھینک یو اور انگریزی میں ون ٹو بولنے پر اکتفاء نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے انتہائی دقت وباریک بینی سے مشرقیوں کے عادات وتقالید کو سیکھا اور ان کے دین کے مصدر قرآن اور محمد کی زبان عربی کو بھی دقت سے پڑھا قرآن کے کلمہ تلفظات اور تجوید پڑھنے کا اہتمام کیا بلکہ جو معجم ہمارے پاس عبدالباقی کی موجود ہے اس کا بنیادی

ڈھانچہ انہوں نے پیش کیا آیات کی تقسیم بندی موضوعات کے حوالے سے ان پر تحقیق کے لئے با قاعدہ درسگاہیں کھولیں یہاں تک کہ مشرق والے انگریز کے غلام بن گئے۔

مستشرقین کے بارے میں علماء مفکرین کے نظریات مختلف ہیں بعض ان کو اسلام و مسلمین کے لئے کینہ دوز حقو دو عدو سمجھتے ہیں ان کے تمام کارناموں کو سیاہ سم قاتل خنجر جان لیوا سمجھتے ہیں بعض اس نظریہ کو خلاف عدالت وانصاف گردانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان سیات کے ساتھ حسنات بھی ہیں ٹھیک ہے انہوں نے بہت نقصان پہنچایا ہے لیکن ان کا عظیم جسیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ ہم نے بہت کچھ سیکھا ہے انہوں نے ہماری آنکھیں کھولی ہیں۔ لیکن تیسرے فریق کا کہنا ہے ٹھیک ہے ان کے اچھے کارنامے بھی ہیں جنہیں توقیر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے یا عدالت کے ترازو سے ناپنا چاہیئے کیا یہ حقیقت سے قریب ہے یا قیل وقال سے ایک کو اپنا کر دوسرے کو رد کرنے کی کسوٹی ہے اس کو دیکھنا ہوگا۔

مستشرقین کا اسلام و مسلمین کے خلاف سیاہ کارناموں کا ایک سلسلہ ضد اسلام ضد قرآن وسنت انتہاء پسندی عداوت ودشمنی کی تاسیسات ہیں اس سلسلہ میں سرفہرست قادیانیت اور بہائیت آتے ہیں اگر چہ بہت سے اسلام سے منسوب فاسد فرقے وجود میں آئے ہیں لیکن وہ اسلامی اصول وفروع کے بہت کچھ مظاہر کرنے کے پابند ہیں جیسے نماز، روزہ تلاوت قرآن وغیرہ قادیانیت اور بہائیت کھلے عام ضد اسلام وقرآن ومحمد وجود میں آئے ہیں ان کو بنانے والے پشت پناہی کرنے والے مستشرقین اور مغربی ممالک ہیں ذیل میں اس کی تحلیل ملاحظہ کریں۔

ہمارے پاس ایک قاعدہ کلیہ ہے اعمال کردار واقوال کی قدر وقیمت نیت پر ہوتی ہے انہوں نے جو کچھ کیا حقیقت شناسی حق جلوہ گر ہونے کے لئے نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے اپنی قوم اپنے وطن کے لئے امانت داری سے کام کیا ہے اس کی مثال مسلمانوں کے اندر موجود فرقہ باطنیہ کا کردار ہے انہوں نے بہت کارنامہ انجام دیا ہے جیسے اخوان صفاء کا کارنامہ انہوں نے باطنیہ کے مسخ چہرہ کو دھونے کے لئے کچھ حقائق ہیں جیسے مساجد عالی شان آنکھیں خیرہ کرنے والی بنائیں سادہ ناعاقبت اندیش عوام نے ان کے لیے دعائیں کیں یہاں سے ان کی ظالمانہ وسفاکانہ حکومت کو دوام ملا جو کہ اسلام سے غافل رکھنے والی اور تفرقہ ڈالنے والی مساجد ضرار ہیں کسی کو اپنانے کی دعوت دیتا ہے۔

کسوٹی بذات خود کس نے بنائی ہے مغرب نے یا ہماری ساختہ ہے مغرب کی بنائی ہوئی کسوٹی کے تحت ان کے تمام

کارنامہ محسنات ہیں کیونکہ ان کے پاس امتیاز علم حرمات محیقات ہے اوران کا کہنا ہے علم برائے علم عابد بھی ہے معبود بھی ہے یعنی عابد ومعبود دونوں علم ہیں جیسے صوفی کہتے ہیں ہم خود عابد بھی ہیں اور معبود بھی لیکن مسلمان اس کسوٹی کو نہیں مانتے مسلمانوں کی کسوٹی اسلام اور قرآن ومحمد ہے وہ علم کے عابد ومعبود ہونے کے قائل نہیں ہیں بلکہ علم وسیلہ وذریعہ ہے جو منزل تک پہنچاتا ہے خود مقصد نہیں علم سے ایمان نہیں آتا بلکہ ایمان سے علم آتا ہے لہٰذا معیار ایمان ہے رضاء اللہ اور خوشنودی اللہ ہے۔ باطنیوں نے مساجد کے خلاف امام بارگاہیں بنائیں ہیں حج اور کعبہ کے مقابل میں زیارات بنائی گئیں ہر ایک سے ضد اسلام ومحمد رسول اللہ کا نعرہ بلند ہوتا ہے یہ ان کی اسلام کو محصور کرنے کی معجزہ گائیں ہیں۔

اب ہم آتے ہیں مستشرقین کی نا قابل انکار خدمات جسیم وجلیل کثیر حتیٰ کہ غیر مستشرقین یا دنیا کفرہ والحاد جنہوں نے ابتقارات‘ اختراعات‘ ایجادات کی ہیں بشریت نے ان سے استفادہ کیا ہے ہمیں ان کو بھی ان کے ساتھ شامل کر کے قضاوت کرنا چاہیے اس بارے مین دونوں ایک صف میں ہیں دونوں سے مغرب والوں نے استفادہ کیا ہے دنیا کے گوشہ وکنار تک بجلی‘ ٹیلی فون‘ جہاز کی سہولیات پہنچائی ہے یہ نا قابل انکار خدمات ہیں کوئی جاہل وعاقل بھی انکار نہیں کرسکتا ہے لیکن اعمال خدمات کی قدر دانی کرنے کا اصول کیا ہے اس سلسلہ میں عقلاء فلاسفہ نے قدیم زمانے سے کہا ہے کہ ایک فعل کے وجود میں آنے کے لئے چار عناصر ہوتے ہیں:

۱۔ پہلا عنصر غرض وغایت ہے اس غرض وغایت کی روشنی میں اس کا مواد جمع کرتے ہیں پھر اس کے بنانے والے اعمال تلاش کرتے ہیں پھر تعمیر ہونے کے بعد غرض وغایت کے تحت استفادہ کرتے ہیں اس کو علت غائی یا محرک فعلی کہتے ہیں کیا دنیا مبرقین‘ محترعین‘ مستشرقین جنہوں نے قرآن کی خدمت کی ہے تاریخ اسلام لکھی ہے احادیث کی معجم بنائی ہے کیا انہوں نے یہ سب کچھ اسلام کی سربلندی کے لئے کیا ہے یا اسلام کو تہس نہس کرنے اور دبانے دفنانے کے لئے کیا ہے یا اپنی عداوت ودشمنی کے لئے تیر بنایا ہے۔

مستشرقین اس حقیقت تک خود پہنچتے ہیں اور اہل مغرب اپنے ساتھ چلانے کے لئے حقائق بتاتے ہیں ان کی حقائق گوئی کی مثال کسی ملک پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھنے والے اس ملک میں جاسوس بھیجتے ہیں جو وہاں جا کر حقائق لے کر آتے ہیں پھر ان حقائق کی روشنی میں حملہ کرتے ہیں۔

درآمدی قبر کوٹھوکر مارنا:

ہم پہلے دن سے قبور کے ذریعے محاصل یا فوائد کو مسترد کرنے والوں میں سے ہیں ہمارے اجداد کی قبر اپنے علاقے کے عوام کے لئے دارالشفاء اور دارالاستفادہ بنی ہوئی قبر منہدم ہو رہی تھی ہم نے بنائی نہیں چنانچہ لوگوں نے اس کی تعمیر اور ہمارے مرحوم بھائی جو ذاکر تھے ان کی قبر پر پنجرہ لگانے کی اجازت مانگی جو کہ ہم نے نہیں دی۔

مسلمان ملکوں کو چار طرف سے ویران کیا: [موضوع سے مطابقت نہیں رکھتا]

جو گروہ مغرب سے مشرق زمین کی طرف تحقیق کے نام سے آتے ہیں انہوں نے یہاں کے علوم وفنون کے علاوہ نقاط ضعف و کمزوری اور ضمیر فروشی کی حقیقت کو بھی دیکھا ہے۔

استلحاد:

استلحاد طلب الحاد کو کہتے ہیں فریق کو ملحد کرنے کی خواہش یا کوشش کو استلحاد کہتے ہیں استشراق کی کوشش یہود و نصاریٰ کا یہاں وجود قائم کرنا تھا دونوں میں مرکب از یہود و نصاریٰ ہے یہ ممزوج کمپنی ہے دونوں نے سرتوڑ کوشش کی کہ دیگر ادیان والوں کو یہود یا نصرانی بنائیں جب وہ اس میں ناکام ہوئے تو انہوں نے ان کو ملحد بنانے کو ترجیح دی کم از کم یہ لوگ ملحد ہوں گے تو ہمیں مزاحم نہیں ہونگے یا دین کو چھوڑنے کے بعد ہمارے کارکن بنیں گے ہم سے اتفاق بھی کریں گے مستشرقین نصاریٰ نے ہر طرف سے ہندوؤں کو مسیحی بنانے کی سرتوڑ کوشش کی بہت سے مسیحی بن گئے لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے اگرچہ مسیحی بنانا انہیں آسان تھا چنانچہ ملحدین اب بھی ان سے وابستہ ہیں اسی سلسلہ کی ایک اور کڑی وہ مسلمان ہیں جو طلب علم دوستی یا اقتدار کے خواہش مند ہیں یہ دونوں یورپ میں تھے یا یورپ والوں کو ہی پسند کرتے تھے چنانچہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ ان کو ملحد بنانے کی کوشش کی ہے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی محمد یا اسلام کا نام لے کر ان کے مشن پر کام کرنے والے جیسے سرسید احمد خان جیسے صوم وصلاۃ کے پابند اسلام کی چھتری کے نیچے الحاد پھیلانے والے بہت سے دانشوران آتے ہیں۔

اگر غلطی ہو تو اسے سزا ضرور ملتی ہے مستشرقین درحقیقت مغرب والوں کی طرف سے اسلام کے حقائق تلاش کرنے والے جاسوس ہیں ان کی حقائق گوئی کی روشنی میں ان کی کاوش کا نتیجہ انہوں نے بھی اور ان کے ممالک نے بھی حاصل کرلیا ہے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئے ہیں قرآن کریم نے اس اصول کے پیش نظر فرمایا سورہ شوریٰ

۲۵۔آل عمران ۷۷۔بقرہ ۱۰۲۔۲۵۵ پھر جو دنیا کے لئے کام کرتے ہیں ہم انہیں اجر اسی دنیا میں دیتے ہیں اگر آخرت اور اللہ کے لئے کرتے ہیں تو اللہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دیتا ہے ان کے ان اعمال سے مسلمانوں نے دینی استفادہ ضرور رکیا ہے لیکن مسلمانوں کو اس فائدہ اٹھانے کا شکر گزار ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کا نتیجہ انہوں نے حاصل کرلیا ہے ان کی اس کاوش سے مسلمانوں کے فائدہ اٹھانے کی ایک مثال تاریخ میں ہمارے پاس ہے کفار و مشرکین ملحدین جب غزوہ بدر میں اسلام سے مقابلہ نہیں کر سکے تو وہ لباس اسلامی پہن کر اسلامی کلمات سیکھ کر مسلمان بن کر مسلمانوں کی صفوں میں رہے مسلمان انہیں میدان جنگ میں لے گئے بہت سے میدان جنگ میں قتل بھی ہوئے ہوں گے مگر اللہ اور اس کا رسول انہیں قتل فی سبیل اللہ نہیں سمجھتے البتہ ان کے ذریعہ تعداد لشکر میں اضافہ رہا ہے اسی طرح مساجد ضرار بنانے کی مہم چلائی پھر مساجد کے مقابل میں امام بارگاہیں خانقاہیں بنائیں تاکہ اسلام کو روکیں اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے یہاں لاؤڈ اسپیکر لگائے جہاں پانچ دفعہ اذان ہوتی ہے یہاں بدست کفار و مشرکین اسلام کا نام بلند ہوتا ہے یہ معجزہ اسلام ہے یہ اللہ کا وعدہ ہے۔

مسلمانوں کو فائدہ دینے والے منافقین نقش بند ہیں سامنے نہیں آتے [اس مال کی حد نہیں بتا سکتے ہیں اسلام کا نام بلند ہوتا ہے] ملک کے اتاترک پریشان ہیں جس طرح ٹونی بلئیر فیصل مسجد کی اذان سے پریشان تھے لیکن مساجد ضرار سے بلند ہونے والی اذان اسلام کو ہلا دینے والا اسلحہ ہے یہ دشمن کو اسلحہ کے طور پر دکھانے والا پٹاخہ ہے۔

جب مغرب نے دیار مسلمین کے مقدسات کو فتح کرنے کیلئے پہلے سرد جنگ لڑنے کے لئے گوریلے بھیجے جو کہ غیر مانوس غیر مالوف اسلحہ سے مسلح لشکر تھا ذیل میں ہم ان اسلحوں کے ایک فہرست پیش کرتے ہیں۔

۱۔مبشرین مسیحی کے جیالوں کی ترسیل کا سلسلہ

۲۔طاقت وقدرت استعماری سے خوف زدہ اور مرعوب کرنا۔

۳۔مغرب والوں کیلئے مسلمانوں کے ملکوں کو مرکز و پناہگاہ بنانا۔

۴۔توحید ادیان کی تلقین وتائید۔

۵۔دور جاہلیت کی اقدار کا احیاء تاکہ اقدار اسلام جاگزین نہ ہوجائیں۔

۶۔اسلام کو مزید پھیلانے سے روکنے کا بندوبست۔

۷۔لوگوں کوعلماء مسلمین سے نفرت و بیزاری کر کے دور کریں۔

۸۔علماء اسلام کے خلاف غلط پروپیگنڈے۔

۹۔اپنے تبشیر یوں سیاسیوں سفارت کاروں اوران کے ہمکاروں کی وقتاً فوقتاً کانفرنس۔

۱۰۔ہرگلی ومحلّہ میں تنظم سازی وجمعیت سازی

۱۱۔قرآن کولوگوں سے دور رکھیں اس کو سمجھنے سمجھانے کے تمام طورطریقوں کی بندش کریں۔دین کونصاب سے کلی طور پر خارج کریں۔

۱۲۔سنت کامسخرہ کریں مشکوک بنائیں۔

۱۳۔خودنبی کریم حضرت محمدؐ کی نبوت یاختم نبوت کوایک مشکوک موضوع بحث بنائیں۔

۱۴۔لغت عربی جوقرآن وسنت کی زبان ہے اس کومتروک کرنے کیلئے علاقائی عوامی زبان کی ایجاداورنشرواشاعت۔

۱۵۔ادبی اسلامی قیادت بشریت کی صلاحیت نہ ہونے پراصرار کریں۔

۱۶۔حضرت مسیح کے نام مساعدات معاونت مادی معنوی اعزازی کاانجام۔

۱۷۔آزادی نسواں بمعہ جانبہ کی بھرپورتحریک۔

۱۸۔عورتوں کواسلام سے بدظن کرنے کااہتمام۔

۱۹۔اسلام نےعورتوں پرظلم کیاہے کاپروپیگنڈہ۔

۲۰۔دین اسلام تشددجبرواکراہ سے پھیلاءہے۔

۲۱۔دین اسلام دیگرانسانوں سے بغض عداوت رکھنے کادین ہے

۲۲۔یہ ایک دین جامدوغیرمتحرک ہے۔

۲۳۔اس دین نے ہی مسلمانوں کوترقی کرنےنہیں دی پیچھے چھوڑا ہے ہے۔

۲۴۔اپنی سرپرستی میں مدارس کلیات جامعات کااہتمام۔

۲۵۔علاج معالجہ اورتیمارداری کااہتمام کیا۔

۲۶۔حقوق انسان کےعلمبردارہونے کادعوی۔

۲۷۔خدمات عمومی، بچوں کی تعلیم، جوانوں کے روزگار، بے گھروں کے لئے مسکن، فقراء ومساکین کی قیام گاہ و مسافر خانے، عیاشی کیلئے سیر گاہیں۔

۲۸۔جنگ زدہ علاقوں میں مسلمان بچوں سے ہمدردی کا مظاہرہ۔

۲۹۔مفت مدارس کے بہانے۔

۳۰۔ایجاد صناعات وکارخانے۔

۳۱۔تجارتی مراکز کا قیام۔

۳۲۔سیکولر حکومتوں کی قیام۔

۳۳۔کمیونزم قومیت ازم وغیرہ کا قیام۔

۳۴۔ذرائع ابلاغ سمعی وبصری۔

۳۵۔اعیاد ومو الید برسیوں کا قیام۔

دوسرے علاقوں کو اپنے مستعمرات میں تبدیل کرنے ان کے عقائد ونظریات وافکار کو ان کے اذہان سے خالی کرنے، الحادی نظریات کو جاگزین کرنے ان کو اپنی غلامی اور قید وبند میں اسیر کرنے ان کی خود مختاری عزت نفس کو ختم کرنے غلامی پر افتخار گردانی ان سے انتساب کو شرافت مندی سمجھنے کیلئے جو طریقہ اور مناہج اختیار کیا وہ تعلیم ہے اس کیلئے تعین کردہ مراحل کو انہوں نے مدارج ومراتب میں منظّم کیا۔

پہلے مرحلے میں یہاں ان کے دین کو نصاب میں رکھیں۔

۲۔ان کی زبان کو ضروری نصاب میں شامل کریں۔

۳۔علاقائی زبان کی تحریک چلائیں۔

۴۔رفتہ رفتہ اسلامی تاریخ کو نکال کر ان کی تاریخ کو نصاب میں ڈالیں۔

۵۔ہر فرقے کے پیر ومرشد کو نصاب میں شامل کریں۔

۶۔یہاں کی زبان کو رفتہ رفتہ ختم کریں۔

۷۔یہاں کے حروف کو ختم کریں۔

۸۔ان طالب علموں کو اسکالرشپ دیں۔

ہم اپنے ان تعلیمی اجتماعی اقتصادی پروگراموں کی مخالفت نہیں کرتے علم اقتصاد علم حیات انسان کیلئے ناگزیر ہے۔لیکن ہمارا یہ کہنا ہے علم مال و دولت جینے کیلئے ضروری ناگزیر ہے یا جینا علم مال کیلئے ناگزیر و ضروری ہے اگر علم اور مال جینے کیلئے ضروری ہے تو یہاں سوال پیش آتا ہے کون سے جینے کیلئے ضروری ہے کیونکہ جینے کی بھی اقسام ہیں ایک جینا حیوان ہے اس کے پاس کوئی اعلیٰ اہداف نہیں اس کا ہدف کھانا پینا ہی ہے تو حیوانوں جیسے گھاس کھا کر بھی جی سکتے ہیں کچرا کھا کر گٹر لین کا پانی پی کر بھی جی سکتے ہیں جس طرح حیوانات پرندے کیونکہ اس کیلئے کوئی تگ و دو لڑائی جھگڑا پریشانی کی ضرورت نہیں اگر انسان کو خود مختار آزاد جینا ہے تو انسان عاقل کو معاونتیں لیتے وقت معاونت دہندوں کے عزائم کا علم ہونا چاہیے کیا وہ برے عزائم بری نیات لے کر تو نہیں آتے ہیں آپ کے ملک پر قبضہ کرنے بندوں کو یرغمال بنانے دین سے انحراف کرنے آخر میں قوم وملت کو ذلیل وخوار کرنے کیلئے دیتے ہیں یا خالص نیک نیتی پر مبنی دیتے ہیں۔اتنی دور سے اتنی رقوم لے کر یہاں ہمارے بچوں کو پڑھانے ہمیں قرضہ دینے ہمیں سہولت دینے کیوں آئے ہیں انہیں اس سے کیا ملے گا۔

قادیانیہ:[ص موسوعہ ادیان]

قادیانیہ کا موسس غلام احمد مرزا مولود ۱۸۳۵ء اس کا باپ حکومت برطانیہ کا کارندہ تھا لہٰذا اس نے انگریزی تعلیم پر زیادہ توجہ دی اور ابتداء ہی سے دینی دروس پر بھی توجہ دی رفتہ رفتہ شعبدہ بازی اور خرافات اباطیل کا پرچار کرنا شروع کیا ۱۸۸۹ء کو اس نے مجدد عصر ہونے کا دعوی کیا پھر اس نے مسیح موعود یا مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا رفتہ رفتہ اس نے ۱۹۰۱ء کو نبی ہونے کا دعوی کیا اس کے لئے سورہ صف کی آیت ۶ سے کلمہ احمد سے استناد کیا اس نے سورہ احزاب کی آیت ۴۰ کی تاویل ختم شریعت سے کی اور کہا نبوت باقی ہے۔اس نے اپنی دعوت کے آغاز سے ہی ملکہ برطانیہ کی حمایت کا اعلان کیا اس کو اللہ کا احسان قرار دیا اس نے تعطیل جہاد اور وجوب اطاعت حکومت انگریز کا فتوی صادر کیا اس وقت قادیانی پاکستان کے گوشہ گوشہ میں درس قرآن کے نام سے حلقات بنائے ہوئے ہیں جہاں دین وشریعت سے جاہل ونادان لوگ جمع ہوتے ہیں چونکہ سادہ عوام حلقہ قرآن کو رد نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا ان سے یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ان حلقوں میں مت جائیں جس طرح حضرت علی معاویہ کی طرف سے اٹھائے گئے قرآں کو رد نہیں کر سکے لیکن عوام الناس کو یہ کیسے سمجھائیں کہ یہ لوگ قرآن سے نابلد ہیں اور قرآن کو کنارے پر لگانے کیلئے یہ کام کر رہے ہیں۔

صوفی اور اسماعیلی۔اسماعیلیوں کے اقتدار کے تین ادوار ہے:

۱۔مغرب افریقہ میں آنے والوں کو فاطمی کہتے ہیں تفصیل کتاب باطنیہ میں دیکھ سکتے ہیں۔

۲۔حشاشیوں کا دور جو خلافت عباسیہ کے آخری دور میں ہلاکو کے ذریعے ختم ہو گیا۔

۳۔تیسرا آغاخانیوں کا دور ہے جو برصغیر ہندو پاک میں اقتدار میں آئے اس کے بارے میں ملاحظہ کریں۔

ایک طویل عرصہ گزارنے کے بعد انیسویں صدی کے آغاز میں حسن شاہ نامی شخص ظاہر ہوا اسے انگریز نے انقلاب کیلئے وسیلے کے طور پر استعمال کیا وہ اپنے آپ کو اسماعیلیہ نزاریہ سے انتساب کرتا تھا اس کا سلسلہ یہ ہے۔

۱۔حسن علی شاہ یہ آغاخان اول ہے جسے انگریز نے وسیلہ انقلاب کیلئے تیار کیا ایران نے اس کو افغانستان جلاوطن کیا وہاں سے بمبئی جلاوطن ہو گیا انگریز نے اس کو آغاخان کا لقب دیا۔

۲۔آغاخان علی شاہ ۱۸۸۱ء تا ۱۸۸۵ء تک یورپ ہی میں رہا۔

۳۔محمد حسنی یہ ۱۸۸۵ء سے ۱۹۵۷ء تک رہا اس نے اپنی جانشینی کے لیے اصول مقررہ اسماعیلی کے خلاف اپنے پوتے کو نامزد کیا۔

۴۔کریم آغاخان ۱۹۵۷ء سے ابھی تک ان کی امامت کر رہا ہے۔

آغاخانی بقول بعض علماء محققین امثال محمد حسین کاشف الغطاء وحسن امین ملاحدہ ہیں ان کا اسماعیلیہ سے کوئی رشتہ نہیں ہے جبکہ ہمارے ہاں کے علماء مفاخر کا اصرار ہے کہ وہ اسماعیلی ہیں اگر کسی بات کو ثابت کرنے کے لئے شور شرابہ ذرائع مادی وسیاسی استعمال کرنے ہیں تو اور بات ہے لیکن دلیل ومنطق والوں کے نزدیک خود اسماعیلی جو کہ مدعی منصوصیت ہیں اپنی ابتداء سے ہی بے بنیاد چلے آرہے ہیں سب سے پہلے یہ اس شخص کی امامت کے معتقد ہوے جس نے امام جعفر صادق کی حیات میں وفات پائی

آغاخان جو اس وقت ہندو پاک میں ایک فرقے کے طور پر سرگرم ہے علامہ حسن امینی اپنی کتاب دائرۃ المعارف اسلامیہ شیعہ ج ۳ پر لکھتے ہین بہت سے لوگ نادانی میں نزاریوں کو جن میں موجودہ آغاخانی شامل ہیں جو کہ بزرگ امید کی تاسی میں تعطیل وتنسیخ شریعت پر اصرار کر رہے ہیں اور تمام فرائض وواجبات کو ملغی کیا ہوا ہے اسماعیلیوں میں شمار کرتے ہیں جو کہ ناانصافی ہے یہی شکایت ہمیں بھی اس وقت کے علماء اعلام امثال ساجد نقوی راجہ ناصر سے ہے جو کہتے ہیں دین وشریعت کو سرے سے مسترد کرنے والے آغاخانیوں قادیانیوں کو اپنا ووٹ

دے دیں اور دین شریعت پر قائم پابندی سے فرائض انجام دینے والوں کو اپنا دشمن قرار دیتے ہیں اس ملک میں جو شیعہ سنی کے درمیان فرقہ واریت چل رہی ہے یہ انہی دو ہستیوں کی شر سے چل رہی ہے ہمیں بھی جو سزا ان کی طرف سے ملی ہے وہ اسی وجہ سے ہے کیونکہ اس فرقے کے نام کو اسلام کا چہرہ مسخ کرنے والوں میں لیا گیا ہے ان کی تاریخ سیاہ کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔

تصوف:

بعض علمائے اعلام اکثر دانشوروں کا کہنا ہے ہندوستان میں اسلام عرب وفارس سے آنے والے صوفیائے کرام نے پھیلایا ہے۔[اردو ادب کی تحریکیں تالیف ڈاکٹر انور سدید ص۱۵۲] آٹھویں صدی عیسوی میں جب عربوں نے سندھ اور ملتان پر قبضہ کر لیا تو سیاسی غلبہ کے علاوہ اسلامی فکر کو بھی برصغیر میں داخلے کی راہ مل گئی۔ مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہندووں کا فکر وفلسفہ برہمن اور بدھ مت شد و مد اور تصادم کی متعدد منزلیں طے کر چکا تھا اور اب ویدوں سے اپنشدوں کی طرف نہ صرف مراجعت کر رہا تھا بلکہ فکر و عمل کے اعتبار سے یکسر تصوف بن چکا تھا۔ بدھ مت نے ایک حیرت انگیز تصور کو فروغ دیا تھا بھگوت گیتا میں اس تصور کو ایک مرتبہ پھر عمل سے ہم کنار کرنے اور خیر کو بدی کے خلاف مائل بہ پیکار کرنے کی کوشش کی گئی شنکر اچاریہ نے ویدانتی فلسفے کو فروغ دیا اور بدھ مت کے اثرات کو ترقی پسند انداز میں ہندومت میں ضم کرنے کی سعی کی لیکن ردعمل کے طور پر جنوب میں بھگتی تحریک شروع ہوئی اس تحریک میں اگرچہ انسانی مساوات پریم اور سیوا کا تصور غالب تھا لیکن اس نے زیادہ تر مقامی ہندووں کو ہی اپنی طرف متوجہ کیا اور انہیں ہندومت سے انحراف کی تلقین نہیں کی۔

صوفیاء کی تحریک معنویت کے لحاظ سے بھگتی تحریک کے مقاصد سے ہم آہنگ نظر آئی تاہم اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ترک وطن کر کے ہندوستان میں آنے والے صوفیائے کرام کے پیش نظر ایک مقصد تبلیغ اسلام بھی تھا۔ بلاشبہ اس کے لئے صوفیاء نے بالواسطہ طریق اختیار کیا ہندو اور مسلمان کا امتیاز کئے بغیر سب لوگوں کو یکساں طور پر بلند تر روحانی زندگی کا پیغام دیا شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ ''ایک ہندو کے قبول اسلام سے صوفیاء کو جتنی خوشی ہوتی شاید اس سے زیادہ ایک مسلمان کے ترک گناہ سے نہ ہوتی''۔ اس کے باوجود صوفیاء کو اپنا تبلیغی مقصد حاصل کرنے کے لئے مجادلہ اور محاربہ کی فضا کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن ان فقیروں نے اسلام کا عملی پیغام عوام الناس تک پہنچانے اور قلوب میں تبدیلی لانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اسلام کے ان غنی مزاج درویشوں نے

دربار عام لگائے عوام کی زبان میں شاعری کی اور محبت وخلوص سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرلیا۔اوران کی روحانی فتوحات کا دائرہ سلاطین کی ملکی فتوحات سے کسی طرح کم نہیں۔مولانا سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ:

''اگر یہ کہنا صحیح ہے کہ ہندوستان کو غزنی اور غور کے بادشاہوں نے فتح کیا ہے تو اس سے زیادہ یہ کہنا درست ہے کہ ہندوستان کی روح کو خانوادہ چشتہ کے روحانی سلاطین نے فتح کیا''۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان درویشوں کو بے پایاں کامیابیاں ہوئیں تاہم اس حقیقت کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں کہ جہاں ذات پات کا معاشرتی نظام عوام کی زندگی پر پوری طرح حاوی ہوچکا تھا وہاں اسلام زیادہ تیزی کے ساتھ پھل سکا اسلام کو ان علاقوں میں زیادہ کامیابی ہوئی جہاں پہلے بدھ مت ااور جین مت اپنا اثر رسوخ قائم کرچکے تھے ہندوستان میں صوفیاء کی تحریک فکراورادب کے دوزاویوں سے اہمیت رکھتی ہے:

[روزنامہ دنیا کراچی اتوار ۹ مارچ ۲۰۱۴] برصغیر میں صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیھم نے تبلیغ اسلام کے لئے جو گرانقدر خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔تصوف کا مادہ صوف ہے جس کا معنی موٹا کپڑا ہے ۔تصوف کی ابتداء کب اور کہاں ہوئی؟اس بارے میں کوئی مستند تاریخ تو سامنے نہیں آئی لیکن یونان اور ہندوستان میں زمانہ قبل از مسیح میں اس کے آثار کا پتا چلتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ اس کا آغاز ہندوستان میں ہمالیہ کے دامن میں واقع ایک چھوٹی سی ریاست کپل دستو سے ہوا۔پھر ہمالیہ کی وادیوں اور بہار کے میدانوں سے نکل کر اس کی مہک چہار سو پھیل گئی تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ جب حکمرانوں کا ظلم وجبر اور مختلف مذاہب کے پیشواوں کی چیرہ دستیاں بڑھنا شروع ہوتی ہیں تو دنیا کے اس خطے میں ایسے روحانی گرہ پیدا ہونا شروع ہوجاتے جو مذہب کو سیاسی مقصد کے لئے استعمال کرنے والوں، مذہب کے نام پر انسانوں میں تفریق پیدا کرنے والوں، خلق خدا کو رنگ، نسل اور زبان کی بنیاد پر تقسیم کرنے والوں کے مقابلے میں امن، بھائی چارے اور محبت و اخوت کا ایسا درس دیتے ہیں کہ تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اوران کی جگہ امن اور شانتی کی ایسی شمعیں روشن ہوجاتی ہیں کہ گھر گھر اجالا پھیلنا شروع ہوجاتا۔

برصغیر پاک وہند میں صوفیاء ومشائخ نے تبلیغ اسلام کے لئے جو گرانقدر خدمات انجام دیں وہ اسلامی تاریخ کا زریں ورق ہے اگر مسلم سلاطین ومجاہدین نے علاقے فتح کیے تو صوفیاء ومشائخ نے تسخیر قلوب کا فریضہ انجام دیا۔ہندوستان میں عہد سلاطین میں چشتیہ، سہروردیہ اور مغلیہ دور میں قادریہ اور نقشبندیہ سلسلوں نے اسلامی

تہذیب وتمدن کی داغ بیل ڈالی۔ آسام، دہلی، دکن، کشمیر اور کابل تک اہل طریقت کی اصلاحی اور تبلیغی مساعی کے نقوش کثرت سے ملتے ہیں۔ گیارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان کی سلطنت پر متمکن ہونے والا پہلا خوش نصیب حکمران قطب الدین ایبک ایک غلام تھا جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کیمیا کے اثر سے فیض یاب ہوا۔ اسی کے دور سے برصغیر میں مسلمانوں کے اقتدار اور جاہ وجلال کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو سلطان محی الدین اورنگزیب پر منتج ہوا۔ سلطان غیاث الدین بلبن ایک ترک امیر زادہ تھا جو چنگیز خان کے حملے میں گرفتار ہونے کے بعد بغداد میں بطور غلام فروخت ہوا۔ اسے ایک بزرگ حضرت جمال الدین بصری نے خرید لیا اور اس کی تربیت کی۔ وہ ہمیشہ باوضو رہتا اور کثرت سے علماء ومشائخ کو کھانے پر مدعو کرتا۔ اس نے اپنے چالیس سالہ دور اقتدار میں ہندوستان میں اسلامی حکومت کی بنیادیں مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ محمد بن بختیار خلجی ایک جرنیل تھا جس نے بہار اور بنگال کے وسیع علاقے اسلامی حکومت میں شامل کیے۔ بنگال کی راجدھانی میں اس نے صرف اٹھارہ سو سواروں کی مدد سے فتح حاصل کی۔ وہ بنگال کے معروف صوفی بزرگ حضرت عطاء اللہ کے دامن کرم سے وابستہ تھا۔ ۱۲۲۶ میں ناصر الدین محمود جو ایک درویش طبع بادشاہ تھا، حضرت خواجہ بختیار کاکی اور حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر جیسے اکابر صوفیاء کے فیض اور صحبت ونسبت سے تخت نشینی کے ساتھ ساتھ بلند روحانی مقام پر بھی فائز ہوا۔

اولیائے کرام کے مسلم معاشرے پر اثرات کا اندازہ برہان پور کے فاروقی سلاطین کے عقائد واعمال اور کردار واطوار سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت برہان الدین غریب کے نام سے منسوب اور ان کی دعاوں سے آباد ہونے والے شہر برہان پور کو میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اولیاء خیز شہر کے نام سے موسوم کیا۔ شہنشاہ اکبر کے دور میں مسلم معاشرہ آزمائش وابتلاء سے دوچار ہونا شروع ہوا تو اس کی اصلاح، جداگانہ مسلم تشخص کے تحفظ اور غیر مسلم عوام کے تسلط سے نجات کے لئے قدرت نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ غلام علی مجددی جیسی ہستیوں کا انتخاب کیا۔ دوقومی نظریے کے داعی اور ممتاز مصلح سرسید احمد خان اور ان کا خاندان شاہ غلام علی مجددی ہی سے فیضیاب تھا خلجی خاندان کے دور میں اسلامی حکومت پورے ہندوستان میں قائم ہوگئی تھی، اس دور میں مبلغین اسلام اور مشائخ عظام رحم اللہ سلطنت کے کونے کونے میں پہنچ گئے۔

کراچی کا ساحل خانوادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چشم وچراغ عبداللہ شاہ غازی کی روشنی سے درخشندہ ہے

۔وہاں سے چلتے ہوئے سندھ کے ریگزاروں کی طرف جائیں تو سیہون کے مقام پر عثمان مروندی کاظمی المعروف لعل شہباز قلندر کا مینارہ نور ہے جن کے عقیدت مندوں کا سلسلہ جنوبی ہند تک پھیلا ہوا ہے۔اس سے آگے حیدر آباد سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر بھٹ شاہ کے مقام پر شاہ سائیں کا بحر ہدایت موجزن ہے۔ٹھٹہ' انڈس ہائی وے کے ساتھ شاہ عبدالطیف بھٹائی آرام فرما ہیں اس کے ساتھ ہی سچل سرمست جیسے صوفی شاعر کے کلام سے پورا علاقہ وجد کی کیفیت میں رہتا ہے سندھ کے صحراوں کو عبور کرتے ہوئے اور پنجاب کے میدانوں کی طرف سے گزرتے ہوئے وادی گنگا و جمنا کی طرف چلتے جائیں اور وہاں سے آگے بڑھتے ہوئے بنگال کا رخ کریں تو آپ کو آج بھی ہر شہر' ہر قصبے' ہر گاوں ہر جگہ صوفیائے کرام کے مزارات اور آستانے نظر آئیں گے۔انہی بزرگوں نے نسلی' لسانی' مذہبی اور فرقہ پرستی جیسی نفرت کی دیواریں گرا کر ایک ایسا سماجی ماحول ترتیب دیا جس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عقیدت و محبت کے سوا کسی دوسرے عنصر کے بارے میں سوچنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

آج شریعت کی حکمرانی کی آڑ میں اور امریکہ دشمنی کے نام پر بم دھماکوں اور خودکش حملوں کے ذریعے پاکستان کے گلی کوچوں اور بازاروں میں معصوم انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے ان فتنہ پروروں کے ہاتھوں سے اولیائے کرام کے مزارات بھی محفوظ نہیں رہے۔انہوں نے معصوم ذہنوں کو مذہب اور فرقہ پرستی کے نام پر اپنے مخالفین کے خلاف آگ کا گولہ بنا کر گھروں کو اجاڑنا شروع کردیا ہے۔اس کے سدھائے ہوئے حملہ آوروں نے ہر طرف گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور بارودوں کی بو پھیلادی ہے ان کی وجہ سے ملک ماتم کدہ بنتا جارہا ہے۔وہ دینی مدارس جو علم و ہدایت کے لئے قائم کئے گئے تھے ان کی ایک بہت بڑی تعداد جہاد کے نام پر تشدد و فساد کے لئے استعمال ہورہی ہے۔بے گناہ مسلمانوں کی آنکھیں جو بارود کے دھوئیں سے بجھتی جارہی ہیں۔انہیں پھر اسی روشنی کی ضرورت ہے جو اس دھرتی پر اہل طریقت اور اولیائے کرام کی میراث ہے۔آج پھر ناقصوں کو پیر کامل کی ہدایت درکار ہے۔

صوفی کیا ہے: [کتاب ظہر الاسلام ج ۴ ص ۱۱۷ تالیف احمد امین]

تصوف ایک گرائش جھکاو ہے یہ کوئی فرقہ نہیں لہذا ہر فرقہ میں تصوف پایا جاتا ہے تنہا فرقہ اسلامی میں نہیں بلکہ تمام فرقوں میں جیسے یہودیت' نصرانیت' مسیحیت لیکن خود صوفی فرق در فرق بٹے ہوئے ہیں ان کی ساخت میں

شگافیت وتثبیت پائی جاتی ہے یہ سلسلہ رکتا نظر نہیں آتا لیکن یہاں فی الحال تین بتائے جاتے ہیں :

۱۔اہل حدیث ان کے مصادر عقائد و دلائل کتاب وسنت اور اجماع ہیں

۲۔اہل فکر ونظر جیسے اشعری حنفی ماتریدی جو دلیل عقلی چلاتے ہیں۔

۳۔اہل وجد و کشف ان کے مصادر پہلے مرحلے میں حدیث اور آخر میں الہام ہے صوفی کے دو رکن ہیں پہلے مرحلے میں زہد حب اللہ ہے دین اسلام میں زہد کی مدح ہے لہٰذا بہت سی شخصیات زاہد ہونے کے نام سے مشہور ہوئی ہیں ان سے مذمت دنیا اور خوف اللہ کی حکایات زیادہ آئی ہیں لیکن ان کو صوفی نہیں کہا ہے صوفی کا دوسرا رکن حب اللہ ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۱۶۵ میں آیا ہے فتوحات اسلامی کے بعد ان ملکوں سے ہجرت کر کے آنے والے اپنی بھی ثقافت ساتھ لائے ہیں جیسے افلاطونی 'نصرانیت' بوزیت زردتشت فلسفہ سب چیزیں مخلوط ہیں فلسفہ مشرق میں فتح سکندر کے ذریعے آیا ہے یہاں ثقافت ہندی فارسی یونانی سب پائی جاتی ہے ان سب کی کھچڑی تصوف ہے لہٰذا اس کی تعریف میں کلمہ واحدہ پر متفق نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کے کلمات منتشر ہیں بعض نے کہا تصوف یعنی عبادت اور توجہ اللہ اور دنیا کی آرائش وزیبائش سے صرف نظر کرنے کو کہتے ہیں یعنی جس چیز کی طرف عامۃ الناس رغبت رکھتے ہیں اس سے منہ موڑنا ابن خلدون نے تصوف کو ۴ چیزوں کی طرف رغبت دی ہے زوق و جد اور محاسبہ نفس کرنا۔

تصوف کے بارے میں علماء ملل ونحل کہتے ہیں یہ کلمہ مادہ صف یا صفا یا صوف سے بنا ہے ان تینوں صورتوں میں جس پر بھی یہ کلمہ اطلاق کرنا ہے مناسب اور ضروری ہے کوئی بھی اصطلاح جب علماء اسے اپنے فن یا موضوع خاص میں استعمال کرتے ہیں وہاں تین چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔معنی لغوی اور معنی اصطلاحی میں ربط کامل ہونا ضروری ہے جیسے صلاۃ دعا کیلئے استعمال ہوتا تھا جب شارع مقدس نے مخصوص قیام ورکوع وسجود واذکار کیلئے استعمال کیا معنی اصطلاحی لغوی سے بھی مناسبت ہونا ضروری ہے یہاں نماز کیلئے اس لئے استعمال کیا ہے صلوٰۃ بھی دعا ہے لیکن ایک اضافہ کے بعد یعنی جس میں رکوع سجود قیام قعود کے ساتھ بھی دعا ہوتی ہے۔قیام ورکوع اور اذکار بھی ہیں اسی طرح صوم مطلق امساک کیلئے استعمال ہوتا ہے شارع نے اس ایک خاص وقت اور خاص چیزوں سے امساک کیلئے استعمال کیا ہے۔چنانچہ کلمات میں مناسبت ہونی چاہیے کلمات غیر مناسب وضع نہیں کر سکتے ہیں۔

۲۔استعمال کرنے کیلئے شریعت کی طرف سے حکم ہونا چاہیے آپ نے یہ کیسے اور کیوں استعمال کیا ہے اس کی وضاحت میں علمائے ملل ونحل کہتے ہیں دوسری تیسری صدی میں حکمران طبقہ زیادہ عیش ونوش کرنے لگا تو بعض اہل ایمان ان کی ضد میں بہت سی زندگی خشونت تقشّف کرنے لگا۔ یہ تحلیل وتجزیہ اسلامی ہونے کیلئے کافی نہیں ہے قرآن اور سنت اس کی اجازت نہیں دیتے۔

[اُردو انسائیکلوپیڈیا۔ فیروز سنز ص ۹۵۶] اسلامی تصوف میں یہ لفظ دو معنوں میں استعمال ہوا ہے:

۱۔نویں دسویں صدی عیسوی میں اخلاقی درستی کیلئے کوشش کرنے کو طریقت کہتے تھے۔

۲۔گیارہویں صدی کے بعد روحانی تربیت کے پورے نظام کو طریقت سے تعبیر کیا جانے لگا۔

جنیدؒ حلاج اور علی ہجویریؒ کے نزدیک طریقت ایک راستہ ہے۔ جو شخص خدا تک پہنچنا چاہتا ہے وہ مختلف احوال ومقامات سے گزرتا ہوا شریعت پر عمل پیرا ہوتا ہوا حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔ سلیمی، ملی، ابن طاہر مقدسی اور غزالی نے اس سلسلے میں کتابیں لکھیں۔ پہلے طالب حقیقت کسی پیرومرشد کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے پھر ذکر وفکر میں مشغول ہو جاتا ہے۔ جس سے اسے کچھ انوار نظر آنے لگتے ہیں۔ رفتہ رفتہ مقامات سلوک طے کرتا ہوا وہ حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔ اہل طریقت کے چار مشہور سلسلے ہیں:

صوفی معمار اوثان:

صوفیوں نے خود کو زاہد وپارسا خواہشات کش متعارف کرنے کے بعد دنیا ومافیہا کے مال ودولت ان کے مقام و شہرت عیش و عشرت مشروبات، مسکونات، موسیقات، کثیر آمدنیات سے لطف اندوز ہونے کے لئے کثیر آمد مجہول المصارف والمخارج ذرائع کی بنیاد رکھی ہے ترقی اس کی مثال ہندوستان کے اس ہاتھی جیسی کہ روزانہ منون دووھ پیتا ہے' کہاں سے آتا جاتا ہے کہاں جاتا ہے کسی کو پتہ نہیں صوفیوں نے اس جیسا ہاتھی قبور کی صورت میں پیش کیا قبور میں جس چیز کو انہوں نے ضروری گردانا ہے یہ کہ وہ سادات سے منسوب ہو یا اصحاب سے اگر نہیں ملا تو از خود جعلی مزار بنائیں پھر اس کا کسی کتاب خانہ میں مجہول موجود کتاب سے شجرہ نسب بنائیں چنانچہ جتنے بھی صوفی مشائخ ملیں گے وہ یا تو اہل بیت سے منسوب ہونگے یا اصحاب سے ہونگے چنانچہ یہ کاروبار دنیا میں زیادہ مصر عراق ایران پاکستان میں ملے گا جس کے لئے الگ وزارت بنائی جاتی ہے ان کے لئے الگ بجٹ بنایا جاتا ہے اس کی درآمدات کا کوئی عقلی وشرعی مصرف پیش نہیں کرتے ہیں پھر لوگوں کو یہاں لانے کے لئے طلسماتی طور و

طریقہ انتخاب کرتے ہیں وہ بھی سننے دیکھنے سمجھنے کی ضرورت ہے اس میں کتنی ٹیکنیکس استعمال ہوتی ہیں اس سلسلہ میں چند نمونہ ملاحظہ کریں۔:

۱۔حضرت علی کے قبر مطہر کے بارے میں سید محسن الامین اعیان شیعہ میں چند روایات ذکر کرتے ہیں ان مین سے ایک آپ کی قبر نجف میں ہے اس کے بارے میں مورخین تردید وتشکیک مشکوک قرار دیتے ہیں اس مشکوک کو یقینی میں تبدیل کرنے کے لئے یہاں کے لئے معجزات بنایا ہے یہاں دائرہ حرم میں کتے نہیں ۲۷ رجب کی شب لا علاج امراض یا مریضوں کو شفا ملتی ہے کہہ کر روضہ کے ساتھ باندھتے ہیں صبح کو شفا مل کر جاتے ہیں چنانچہ اس کو ابن بطوطہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

اصنام [موسوعہ العربیہ المیسر ہ ج ۲ ص ۱۱۳۳]

ان تماثیل وبتوں کو کہتے ہیں جو ایک جگہ نصب کئے گئے ہیں اسلام کے آنے سے پہلے عرب ان کی پوجا کرتے تھے ان میں سے مشہور اصنام قبائل عرب میں تقسیم تھے ہر ایک نے اپنے لیے ایک بت انتخاب کئے تھے۔

۱۔ایک بڑا لمبا پتھر تھا جو ساحل جدہ پر نصب تھا جس کی ملکان بن کنانہ پرستش کرتے تھے۔

۲۔اس کی بنی ھند کرتے تھے اس کی تو تولیت لیمان والوں کے پاس تھی۔

۳۔عزیٰ قریش کا سب سے بڑا صنم تھے یہ راوی نخلہ شامیہ میں رکھا ہوا تھا عرب اپنی اولاد کو ان سے منسوب کر کے عبدالعزای کہتے تھے۔

۴ لات ایک چار گوشہ پتھر تھا یہ مسجد طائف کی جگہ منسوب تھا اس کی پرستش بنی ثقیف کرتے تھے جب یہ لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو نبی کریم نے مغیرہ بن شعبہ کو بھیج کر منہدم کرایا تھا۔ وہاں کے لوگ اس سے منسوب کر کے عبداللات نام رکھتے تھے جیسے عبداللات صنم اللات۔

۵۔ اسے منات یہ لندر کے کنارے مکہ ومدینہ کے درمیان تھا اوس وخزرج غسان اس کی پوجا کرتے تھے ان سے منسوب کر کے عبدالمنات وزید منات کہتے تھے۔

۶۔حمیران کی پرستش کرتے تھے۔

۷۔ھبل سب سے بڑا سب سے مشہور بت تھا اس کو کعبہ میں نصب کیا ہوا تھا یہ سرخ عقیق سے بنے ہوئے تھے قبیلہ ھمدان اس کی پرستش کرتے تھے عرب اا پنی اولادوں کا نام ان بتوں سے منسوب کر کے رکھتے تھے چنانچہ

قصی بن کلاب جس نے قریش کو یہاں آباد کیا انہوں نے اپنے بچوں کے نام بتوں سے منسوب کر کے لے لے اللہ نے قرآن میں ان کے اس عمل کی مذمت کی ہے آیت لکھیں۔ چنانچہ نبی کریم جب مبعوث نبوت ہوئے لوگوں کو اللہ واحدہ لاشریک کی طرف دعوت دی تو سب سے پہلے ان کا نام پوچھتے تھے اگر ان کے نام بتوں سے منسوب تھے تو اس کو اللہ کی صفات سے منسوب کر کے نام رکھتے تھے لیکن بدقسمتی سے آج زمانہ جاہلیت جیسے نام مومنین علماء اعلام رکھتے ہیں اپنے بچوں کا نام عبدالرسول غلام رسول کلب صادق عبدعلی عبدالحسین بعض نے سگ امام زمان جیسے نام رکھتے ہیں۔

کتاب مستند فی شرح عروۃ الوثقیٰ تقریظ آیت اللہ خوئی تالیف آیت اللہ مرتضیٰ بروجردی ج ۱۹ ص ۳۶۶ میں مستحب نمازوں کی ایک لمبی فہرست آئی ہے کتاب اور مسائل سید بن طاوس علوم القرآن محمد رضا حکیمی سے پتہ چلتا ہے یہ مذہب بھی صوفیوں کی شاخ ہے صوفی مذہب کی شناخت یہ ہے ایک تنے یا پتہ کو اٹھا کر چیخ و ہنگامہ کرو اور دین اسلام کے دیگر ستون پر عمل کو روکو۔ دین صوفی نے دیں محمد کو پیچھے کیا دین محمد کے مصدر و ماخذ جو کہ آیات صارخہ صائقہ پر مشتمل قرآن اور آپ کی مستند و معتبر سنت کو جو کہ انسانی زندگی کو زمین شیطانی اجنبی نظام افراطی و تفریطی نظام سے نجات دلا کر متوازن معتدل متوقف مستدل مستحکم دلائل براہین پر مشتمل زندگی تھی وہ دین جس نے مجامع بشری کو تحدی مقابلہ مبارزہ کی دعوت سے آغاز کیا تھا اور کہا تھا آؤ ہم سے بہتر ہم جیسا کوئی نظام ہے تو سامنے لاؤ جس نے نوع انسان کی کسی بھی صنف گروہ جنس قبیلہ عشائر رنگ و نسل کو امتیاز کے بغیر سب کو یکساں حقوق دیئے تھے اس نظام کو صوفیوں نے اسلام کا نعرہ لگا کر کمر بند سے پکڑ کر پیچھے کر کے خود اپنے نظام کو شور شرابا کر کے لاگو کیا دین اسلام میں جہاں نظام عبادات ہے اور بندوں کا اللہ سے ارتباط اظہار بندگی کرنا ہے وہ انتہائی سادہ سہل قلیل اندازے میں ہے جو انسانی زندگی کے مسائل ہر قسم کے دباؤ چڑاو کے بغیر ہے اس کی واضح مثال جمعہ کے دن دو خطبوں کی خاطر دو رکعت کو چھڑایا اور نماز ختم ہوتے ہی اپنے کاروبار پر حصول معاش کی طرف جانے کا حکم دیا ہے۔

اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں عبادات نظام زندگی پر تعدی و تجاوز نہیں کرتا کسی کا حق نہیں چھینتا پیغمبرؐ اسلام جو نظام لائے ہیں وہ چند نکات پر مشتمل ہے انہی عبادات کو انجام دے کر جہاد میں جائے یا اپنے ذریعہ معاش کیلئے لیکن صوفیوں نے نظام اسلام میں عبادات کے علاوہ پوری زندگی کو تعلق انسانی سے کاٹ کر بے مفہوم اذکار

بغیر کسب کاج کے لمبی لمبی نمازیں کمر شکن رکوع آنکھ دکھانے والے سجدے اٹھتے بیٹھتے مستحب نمازوں کی لمبی فہرستیں دی گئی ہیں انھوں نے تو دے دی ہیں لیکن بدقسمتی سے ہمارے دلیل و برہان کی منطق چلانے والے ہر بات پر ان قلتوا ان قلنا کا تقرار کرنے والے اصول ورجال کے استاد نابغہ آیت اللہ خوئی نے بھی کاظم یزدی کی نمازوں کی لمبی فہرست پر قلم نقد چلانے کے بجائے ان کیلئے بے سند مراسیل وسائل مستدرک بحار و مستجر اور کفعمی سے تنکے اکھٹے کر کے ان کے ثبوت پر توثیق دی ہے نماز اللہ کی عبادت اور بندگی ہے ذریعہ معاش وسیلہ حاجت روائی نہیں ہے یہ روایات مرسلہ سے ثابت نہیں ہوتی ہے آئیں دیکھیں وسائل شیعہ باب ۲۸ حدیث ۵ بحار ج ۸۸ ص ۳۴۱ مصباح متجد ۳۲۳ مصباح کفعمی

ج ا صفحہ ۱۷ ے وسائل جلد ۸ ص ۱۳۰ باب ۲۸ ص ۵۔

اصنام سے توسل:

بت پرست دور جاہلیت میں ان مواقع پر اصنام کی طرف رجوع کرتے تھے۔

۱۔ازدواج کے موقع پر' کہ فلاں کو زوجیت میں لے لوں یا فلاں کی زوجیت اختیار کروں۔

۲۔سفر و جنگ کے موقع پر فلان جگہ سفر کروں یا نہ کروں یا اسوقت جنگ لڑوں یا نہ لڑوں فلاں سے انتقام لے لوں یا نہ لوں نقل ہے کہ امروالقیس نے اپنے باپ کے قاتل سے انتقام لینے کیلئے بت کی طرف رجوع کیا تین ایسا نہ کرنے کا فال نکلا تو اس کو بت پر غصہ آیا اور کہا اگر تمہیارے باپ کو کوئی اس طرح قتل کرتا تو تم اتنا صبر کرتے۔

۳۔نسب کے تعین کیلئے

۴۔ذبائح کیلئے

بت پرستوں کو چند گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ان سے نفع و نقصان کے متعلق معلومات یا ہدایت لیتے تھے گویا ان کے بقول وہ ان کے اور اللہ کے درمیان واسطہ تھے

۲۔ان کی من و عن بغیر کسی سوال و استفسار کے اطاعت کرتے تھے۔

دیکھا ان اصنام کی پرستش کرنے والوں کو جو اپنے سے خوش و گرویدہ کرنے کیلئے ان کے سامنے خاضع و خاشع ہوتے ہیں جیسے آج کل کے پڑھے لکھے اعلیٰ اسناد تعلیم رکھنے والے سیاست مدار عوام کو اپنے حق میں رکھنے کیلئے

ان کے سامنے جھکتے ہیں یہی اعلیٰ پایے کے دانشوران محققین اعلی مناصب کے حامل ووٹ مانگتے وقت عوام کو خوش کرنے کیلئے مزارات اور بیت خانوں پر جاتے ہیں

۲۔احترام تعظیم وتقدیس بے جا:

انسان جب کسی کی بے جا بغیر کسی سند شرعی وعقلی کے تعظیم وتقدیس کرتے ہیں تو وہ گذشت زمان کے ساتھ معبود میں تبدیل ہو جاتے ہیں جیسا کہ آغاز بت پرستی یا بت پرستی کی تاریخ پیدائش میں لکھتے ہیں یہ عمل حضرت ادریس نبی کی وفات کے بعد شروع ہوا جب ان کی وفات کے بعد ان کے ماننے والے بہت غمزدہ محزون ہوئے تو کسی نے یا شیطان نے ان کی تسلی کے لئے ان کا نقش بنا کر دیا تو گذشت زمان کے بعد کسی نے ان سے کہا آپ کے آباء اجداد تو انہی کی پرستش کرتے تھے کیا تو یہاں سے بت پرستی شروع ہوئی۔

انسان میں حس وگرائش دینی اور ارام طلبی میں تزاحم پایا جاتا ہے جہاں انسان کے اندر پرستش قوت مافوق پائی جاتی ہے وہاں انسان ہر ایک سے آزاد خود مختار ہر قسم کے امر ونواہی سے آزادی چاہتا ہے چنانچہ مسلمان معاشروں میں بت پرستی کا رواج تکالیف شرعی سے فرار کے نتیجے میں فروغ دیا جاتا ہے چنانچہ ایرانی مانی مزدکی اسماعیلی آغاخانی اور قادیانیوں نے احکام شرعیہ کو معطل وملغی کر کے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا ہے بلکہ انہوں نے تمام محرمات شرعی کو پس پشت ڈال کر فواحش کو خود تیار وآمادہ کر کے پیش کیا ہے وہ تکلیف شرعی سے آزادی کیلئے بت پرستی کرتے ہیں چنانچہ آغاخانی اس پرستش کے بعد ہر قسم کی تکالیف شرعی سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

جیسے ایران میں فرقہ بہائی یہاں کے قادیانیوں آغاخانیوں سیکولروں اور این جی اوز کی طرح جنسیات وغیرہ کی شہوتوں کی خاطر دین سے آزاد ہو جاتا ہے لیکن اپنے اندر موجود ضمیر کی تشنگی کو بت پرستی وغیرہ سے پر کرتے ہیں ایک دفعہ مزارات وزیارات پر حاضر ہونے کے بعد ہر قسم کی توبہ چیز کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔

جلال الدین رومی:

کتاب رجال الفکر والدعوۃ ج اص ۳۹۳ رومی ۶ ربیع الاول ۶۰۴ کو بلخ میں پیدا ہوئے ان کے والد شیخ بڑے علماء مشائخ میں سے تھے اس وقت کے حاکم سلطان نے دیگر علماء کی شکایت پر انہیں بلخ چھوڑنے کا حکم دیا اس وجہ سے وہ بلخ سے نکل کر مختلف شہروں میں قیام کرتے ہوئے ۶۲۶ھ کو قونیہ پہنچے ۶۲۸ھ کو والد کے وفات پانے کے بعد وہ کبھی شام کبھی صلب کبھی واپس قونیہ قیام کرتے تھے دمشق میں قیام کے دوران وہ محی الدین ابن عربی سے ملے

۶۳۴ھ کو وہ دوبارہ قونیہ آ کر مستقر ہوئے ۶۴۲ھ کو وہ ایران سے آنے والے محمد بن علی بن ملک داود معروف شمس الدین تبریزی سے ملے جلال الدین رومی چھ مہینہ بعض کے مطابق چالیس دن شمس تبریزی کے ساتھ کمرہ بند کر کے بیٹھے یہاں سے ان کے اندر صوفیوں کے مطابق نئی روح پھونکی گئی وہ منطق ہو کے نکلے ۶۷۲ھ کو ایک ہفتہ بیمار رہنے کے بعد جمادی الآخر کے ۵ تاریخ ۶۷۲ھ کو وفات پائی ان کے جنازے میں علماء یہود و نصاریٰ بھی مسلمانوں کے ساتھ توراۃ و انجیل پڑھتے ہوئے نکلے تھے۔

رومی مصادر علم میں انحصار محسوسات اور معقولات کرنے والوں کے خلاف تھے اس لئے وہ اپنے دور کے معتزلہ اور اشاعرہ دونوں کے خلاف تھے وہ دین کو صرف وحی و الہام سے لینے کے داعی تھے ہم نے رومی کے دیوان اور مثنوی کو نہیں دیکھا ہے ہم نے یہاں کے نابغہ سید سلیمان ندوی کے ترجمہ کو پڑھا ہے لیکن یہ اپنی جگہ درست نہیں ہے کہ انسان عقل کو کلی طور پر رد کرے یا معتزلہ اور اشاعرہ دونوں کو رد کرے ہر ایک میں محسنات و سیات ہوتی ہیں آخری حیات میں وہ ایک صوفی رابعہ عدوی کہ نظریہ کو کل دین کے طور پر پیش کرتے تھے اور دنیا تصوف میں ایک پیغام بن گئے۔

رجال الفکر دعوۃ ج اص ۴۲۵ پر آیا ہے رومی نے اعلان صارخ دعوت عام میں محبت کے کارنامے بیان کئے ہیں اور کہا کہ محبت ہی نظام کائنات کو چلاتی ہے محبت تلخ کو شیرین مٹی کو سونا آلودہ کو صاف درد والم کو راحت زندان کو باغ بیماری کو نعمت قہر و غضب کو رحمت اور لوہے کو نرم کرتی ہے محبت ہی جناح طائر اور ترقی و کمال ہے محبت ہی مردوں میں نفخ حیات کرتی ہے محبت ہی بندوں کو سرور دیتی ہے جب محبت پہاڑوں میں آجاتی ہے تو وہ بلند و بالا ہو جاتے ہیں محبت مال و سلطنت کے ذریعے نہیں ملتی ہے شراب محبت پی لینے کے بعد کوئی دوسری شراب سرور نہیں دیتی ہے محبت انسان کو عالمین سے بے نیاز کرتی ہے محبت میں وہ سرور ہوتا ہے کہ انسان خود اس کا دل دادہ بن جاتا ہے ہر بیمار اپنے مرض سے شفا مانگتا ہے لیکن مرض محبت میں مبتلا انسان مرض کی دوام مانگتا ہے لیکن اس طرح انسان عالم حقیقت اور واقعیت سے نکل کر عالم اوھام و خیالات لفاظیات ترنمات شطحیات کفریات مزورات کی غلاضت نچھاور کرتا ہے اگر اس سے کوئی پوچھے تو وہ اشاروں میں کہتا ہے چپ ہو جاو محبت کرتا ہوں محبت کا نشہ ہے۔ کوئی انسان رومی سے یہ بھی نہیں پوچھ سکتا کہ جیسی محبت واحدہ کا پرچار تم کرتے ہو وہ شریعت میں ہے یا سرحد حکومت اللہ سے بھی باہر ہے تو کھلم کھلا کہتا ہے یہ محبت خود حاکم مطلق ہے۔

جلال الدین رومی: [کتاب رجال الفکر دعوۃ ا ص ۱۹۳]

جلال الدین ۶ ربیع الاول ۶۰۴ ھ کو افغانستان کے شہر بلخ میں پیدا ہوئے ان کے والد اپنے دور کے مشائخ صوفیہ میں سے تھے وہ بلخ سے نکل کر شام ترکیہ جا کر قونیہ ۶۲۸ ھ کو وفات پائی امیر بدرود بن قیر تاش نے ایک مدرسہ کا سرپرست بنایا وہ ترکیہ کو چھوڑ کر شام دمشق میں آئے یہاں سے وہ محی الدین عربی اور دیگر علمائے صوفی سے ملنے کے بعد ۶۳۴ ھ کو دوبارہ قونیہ گئے ۶۴۲ ھ کو وہ شمس الدین تبریز سے ملے وہ ان کے ساتھ ایک کمرے میں ۴۰ دن یا ایک مہینہ رہے شمس الدین تبریزی وہی ہے جو یہ کہتا تھا میں ہی اول ہوں میں ہی آخر ہوں میں ہی ظاہر ہوں میں ہی باطن ہوں۔

کتاب ظہر السلام احمد امین ج ۴ ص ۱۷۶ پر آیا ہے جلال الدین رومی نے کتاب مثنوی لکھی ہے مثنوی رومی ۲۵۷۰۰ بیعت پر مشتمل ہے اس کتاب کے بارے میں عبدالرحمٰن نے لکھا ہے اگر تم عالم و عارف ہو تو الفاظ کو چھوڑ و معنی کی طرف متوجہ ہو جاؤ مثنوی رومی زبان فارسی یا بقول بعض زبان پہلوی میں قرآن ہے میں اس ہستی کے بارے میں کیا کہوں وہ نبی نہیں لیکن اس کو کتاب دی گئی تھی۔

یہ کتاب تمام کفریات و شطحیات سے پر صوفیوں کا مصدر و ماخذ ہے علامہ اقبال کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ صوفیت کی مذمت کرتے ہیں لیکن رومی کے بارے میں کہا ہے کہ میں ایک خاک تھا رومی نے مجھے اکسیر بنایا کیا ہندوستان میں دسویں ہجری سے عصر حاضر تک یا مستقبل قریب میں پرچم اسلام بلند ہونے کے بارے میں کسی پیشن گوئی پر حسن ظن رکھ سکتے ہیں کیوں کہ یہ علاقہ بھی مملکت اسلامی کی وسیع و عریض حکومتوں سے الگ نہیں ہو سکتا ہے اسلام کے مسلمانوں کے وسیع و عریض علاقوں کو ایک عرصے سے صوفیوں نے چلہ خانہ بنایا ہوا ہے انہوں نے یہاں اسلامی عقائد کو ختم کر کے شرکیات صوفیہ کو جا گزین کیا ہے جہاں جہاں ان لوگوں نے گھونسلہ بنایا ہے وہاں اسلام آنے کی کوئی امید نہ رکھے اگر کہیں بھی کوئی صدا شور شرابہ سننے میں آ جائے تو سمجھ لیں مسلمانوں کے ساتھ دھوکا ہے کیونکہ مصر ترکیہ ایران ہندوستان سب خانہ صوفی ازم ہیں۔

محبت:

بلا شبہ انسانی تعلقات روابط رشتہ دارنہ ہوں یا دوستانہ کم و بیش محبت کی ہی بنیاد پر ہوتے ہیں حتیٰ جرائم فحشاء بھی محبت

ہی کی ذریعے انجام دیئے جاتے ہیں لیکن شریعت اسلام قرآن کریم وسنت مطہرہ اس محبت کے دائرے کا تعین کرتے ہیں اس میں دیگر زندگی کی سرگرمیوں کی طرح احکام خمسہ لاگو کئے ہیں لیکن جلال الدین رومی نے شریعت کو منسوخ کر کے اس کے بدیل میں محبت کو جاگزین کیا ہے۔ چنانچہ ان کے گرویدہ دین وشریعت کی حدود سے آزاد ہو کر قوال رقاص موسیقار ادا کار سب سیکولر الحادی نظاموں کے داعی بنتے ہیں آئیں دیکھتے ہیں یہ محبت حقیقت اور واقعیت میں کیا ہے۔

محبت ضد بغض ہے محبت حاجات مادی وروحی کی طرف جذب وکشش کرنے کو کہتے ہیں یہ اس صورت میں ہوتی ہے کہ جس سے محبت کرتے ہیں اس میں کوئی کمال یا کوئی منفعت والی چیز ہوتی ہے جو جذب کرتے ہیں جیسے محبت عاشق ومعشوق یا انسان کی اپنے فرزند دوست دولت سے محبت یا شہری اپنے ہم وطن سے محبت کرتے ہیں محبت کبھی کسبی، کبھی غریزی، کبھی لفاظی ہوتی ہے محبت کی کئی انواع واقسام ہیں ساتویں صدی کو اچانک جلال الدین رومی نے ایک محبت کا اعلان کیا اس نے کہا محبت تلخ کو شیرین کرتا مٹی کو سونا بناتی ہے آلودگی کو صفائی بخشتی ہے درد والم کو شفاء بخشتی ہے زندان کو باغ، بیماری کو رحمت لو ہے کو نرم کرتی ہے یہ محبت ایک پر ہے جو پرواز دیتی ہے اگر محبت پہاڑوں میں آجائے تو بلند ہوتے ہیں محبت بادشاہوں کو غلام وخدمتگار بناتی ہے مریض اپنی مرض سے نجات طلب کرتا ہے لیکن مریض محبت مرض میں اضافہ چاہتا ہے علامہ ابوالحسن ندوی نے اپنی کتاب رجال دعوۃ فکر میں ان کی لفاظی کو عربی میں ترجمہ کیا ہے گویا رومی نے عقائد شریعت اخلاق وعبادات آداب سب کو ختم کر کے بدیل دین محبت کا اعلان کیا ہے اس فکر کی طرف گرائش ومحبوبیت کی ایک وجہ یہ ہے کہ تمام شریعت سے نجات ملتی ہے انسان تمام محرمات سے آزاد ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج فرقہ بہائی قادیانی اسماعیلی کو جو فروغ مل رہا اس ابا حیہ فحشاء کی وجہ سے ہے۔

[محبت کتاب موسوعۃ مصطلحات مفتاح السعادۃ مصباح سیارہ ص ۸۴ میں] اقسام محبت واسباب محبت:

۱۔ ہر انسان اپنے وجود کے دوام وبقاء کا خواہش مند ہے اس کی ضد موت سے کراہت رکھتا ہے چاہے موت انفصال روح ہو یا عام موت چاہے انفصال جسم جیسے قتل جسم ہو۔

۲۔ اپنے وجود کے کمال وجمال کے خواہاں نقص وعیب سے نفرت کرتے ہیں ہر چیز جو اس کے وجود کے دوام وبقاء کمال کا سبب ومعاون بنتی ہے اسے دوست رکھتا ہے جو اس راستے میں خلل ڈالتے ہیں ان سے نفرت کرتا ہے

چونکہ مال دوام وجود کا معاون ہے اس سے محبت کرتا ہے اولاد کو اپنے وجود کا بدل سمجھتا ہے لہذا اسے دوست رکھتا ہے۔

۳۔احباب جو اس پر احسان کرتے ہیں' ان سے محبت کرتا ہے کیونکہ انسان عبید احسان ہے جو اس پر احسان کرتا ہے اس سے محبت کرتا ہے جو اسے نقصان پہنچا تا ہے اسے دشمن رکھتا ہے۔

۴۔انسان اس سے محبت کرتے ہیں جو حامل حسن و جمال ہو۔

۵۔حسن و جمال مخصوص ظاہری نہیں بلکہ باطنی بھی ہے۔

۶۔محبت اعلیٰ وارفع صفت انسان ہے جو انسان تقرب الی اللہ کی منازل طے کرتا ہے اس سفر میں توبہ جبر زہد شوق وغیرہ اس تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں۔

۷۔محبت کا کوئی تصور نہیں جو کچھ ہے وہ اطاعت ومواطبت ہے حقیر قسم کی محبت جنس و مثل سے ہوتی ہے۔

محبت صرف انسانوں میں ہوتی ہے باقی موجودات میں جھکاؤ گرائش یا جاذبیت پائی جاتی ہے جو کہ طبیعی ہے وہ محبت نہیں ہے محبت فعل اختیاری ہے یہ عمل انتخابی ہے اعمال انتخابی صرف انسان انجام دیتے ہیں انسان ایک سے دوستی کرتا ہے دوسرے سے نفرت و بیزاری کرتا ہے حتیٰ ایک انسان سے آج محبت کرتا ہے پھر اس ہی سے نفرت کرتا ہے لہذا اس عمل پر امرونہی واقع ہوتا ہے اجر وثواب سزاوعقاب لاگو ہوتا ہے لہذا ماننا پڑے گا یہ صرف انسانوں میں ہوتا ہے لیکن انسان جب کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو برگشت اس کی ذات کی طرف ہوتی ہے جیسے مال و دولت عزت اولا درشتہ دار احسان کنندہ وغیرہ..دوسرا کمال و جمال باطنی ومعنوی سے محبت کرنا ہے۔

دوستی سورہ توبہ ۲۴ محبت میں تفرقہ سورہ یوسف ۸ محبت میں موازنہ زندان بہتر از ارتکاب گناہ محبت زوال پذیر سے نہ کریں شہوات سے محبت عمران ۱۴ مال دنیا سے محبت بقرہ ۱۴ یوسف ۳۳ اللہ سے محبت بقرہ ۱۶۵ محبت جمال یوسف ۳۰ مال دنیا سے محبت بقرہ ۲۰ محبت کفر توبہ ۴۲ دنیا سے محبت نحل ۱۰۷ اضلالت سے محبت فصلت ۱۷۔

روایات معصومین بذات خود محبت:

فقہ شیعہ کی تمام اسناد امام محمد باقر بلکہ امام صادق سے استناد ہیں امام صادق اپنی جگہ صادق ومصدق عند الجماع ہیں ان پر کسی نے انگلی نہیں اٹھائی ہے لیکن آپ سے استناد شدہ احادیث کو بنیاد بنا کر ایک فقہ بنانا چندیں عصبات سے گزرنا پڑتا ہے:

۱۔آپ سے منسوب احادیث پر مشتمل کتب اربعہ چاروں کے چار ضعیف وسقیم روایات سے پُر ہیں مثلاً اصول کافی ۱۶۰۰۰ احادیث موجود ہیں اس میں صاحب مراۃ العقول محمد باقر مجلسی نے ۹۰۰۰ احادیث کے راویوں کو ضعیف گردانا ہے من لا یحضرہ الفقیہ کی پانچ ہزار احادیث میں سے اڑھائی ہزار احادیث کے راویوں کو حذف کرکے ان کو مرسلہ بنایا ہے احادیث مرسلہ علماء حدیث کے نزدیک حجت نہیں ہیں باقی اڑھائی ہزار احادیث کے راویوں کو تسلسل میں دیکھنا ہوگا تہذیب استبصار کی روایتوں کا طریقہ واسطہ بھی درست نہیں ہے مشکوک ہے۔

۲۔امام صادق سے بلا واسطہ نقل کرنے والے راویوں کی تعداد ۴۰۰۰ بتاتے ہیں لیکن کتب میں صرف ۱۲۰ کا نام آیا ہے صرف ۱۲۰ میں سے بھی بہت سے راویاں کا نام کتب روایات میں نہیں آیا ہے اور بہت سے نام مجہول ہیں اور بہت سے مطعون ہیں جیسا کہ ہم نے اس بارے میں ہم نے اپنی کتاب شیعہ اہل بیت میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۳۔امام صادق اپنے دور کے عالم ہونے کی وجہ سے فقیہ مفتی مجتہد تھے جس طرح اس وقت کے دیگر فقہا آپ بھی قرآن اور سنت سے استناد کرکے فتویٰ دیتے تھے لیکن اب آپ کے بعد آنے والوں کو یہ حق حاصل ہے کہ جو فتویٰ آپ سے منقول ہے اسے درست قرار دیں چاہے وہ قرآن وسنت سے متصادم ہو اگر کہیں کوئی آپ سے مستند فتویٰ ملے۔اگر وہ صریح آیات سے یا سنت قطعیہ رسول اللہ سے متصادم ہو تو وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔

۵۔آپ کا قول یا فتویٰ فی ذاتیہ حجت ہے جس کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں یہ بات غلط ہے فحش ہے کیونکہ قرآن اور سنت محمدﷺ کے بعد کسی کا قول حجت نہیں بنتا ہے لہٰذا فرض کریں تسلیم کریں امام صادق معصوم تھے تو پھر اس کی کیا دلیل ہے معصوم خطاء نہیں کرتے کیا ہر معصوم کا قول حجت ہے حجت ہونے کیلئے ایک الگ معیار ہے۔

۶۔امام صادق نے سب رسول اللہ سے نقل کیا ہے یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ امام صادق نے رسول اللہ کو نہیں دیکھا ہے جتنی احادیث آپ کے پاس ہیں ان سب کا استناد دوسرے امام سے ہوگا اس طرح دین کو امام صادق ابوحنفیہ امام شافعی احمد بن حنبل پر روکنا یہ اسلام کے ساتھ ایک کھلی خیانت ہے کیا آپ دین کو اوپر رسول اللہ تک لے جانے سے روکنے کیلیئے آئے ہیں تو ان کے پاس نہ دلیل شرعی ہے نہ دلیل عقلی اگر کوئی کہتا ہے کہ امت کا اتفاق ہے تو یہ بات اپنی جگہ دگنی غلط ہے۔

۱۔امت کا ان پانچ فقہا پر اتفاق نہیں ہوا ہے ہر ایک نے ایک کو پکڑا ہے۔

۲۔اگر امت اتفاق کرے اور شریعت محمد ﷺ کو معطل کرے تو کیا یہ اتفاق بھی چلے گا۔

عبادت کی دو مصدق:

۱۔سجود خضوع

۲۔اخذ ہدایات نہج زندگی

بتوں کی اقسام:

۱۔جمادیات عام پتھروں سے لے کر سونے چاندی جواہر ہیرے سے بنے ہوئے دریا نیل و گنگا وغیرہ کے بت۔

۲۔نباتات میں مختلف اقسام وانواع کے بت

۳۔فرعون و نمرود و متمرد سرکش مدعی الوہیت اور اولیاء اصفیاء اللہ کے برگزیدہ بندوں انبیاء کرام حضرت عیسیٰ محمد و علی کی پرستش۔

۴۔جسم و روح کا ایک دوسرے سے جدا ہونے اور جسم کا جامد بوسیدہ مٹی میں تبدل ہونے اور روح کا عالم برزخ میں منتقل ہونے کے بعد ان سے کسی بھی قسم کی بڑی چھوٹی حاجتیں مانگنا بت پرستی ہے جب وہ دنیا میں تھے تو کسی چیز کے نفع و ضرر کے مالک نہیں تھے اب تو وہ اپنے اعمال کا سامنا کر رہے ہیں ان سے حاجتیں مانگنا عقل و وجدان کے علاوہ صریح آیات سے متصادم ہے۔

توسلیات میں نزولی:

۱۔نبی کریم حضرت محمد ﷺ مدعیان کے دعوی لولاک کے مطابق مالک کل شئی ہیں۔

۲۔ائمہ طاہرین اصحاب کرام

۳۔علماء عباد و زھاد سے لے کر تناسخ و تعطیل شریعت کرنے والے صوفیاء۔

۴۔قبور انبیاء ائمہ و علماء۔

۵۔خود ساختہ لیکن ان حضرات سے منسوب قبور

۶۔ان کی سواریاں اونٹ گھوڑے وغیرہ

۷۔ان کے جسم سے گرے ہوئے بال دانت جوتے وغیرہ

۸۔ان سے منسوب جھنڈے لاٹھی

۹۔ان کے جسم سے گرا ہوا خون

دلائل توسل:

ا۔اللہ نے ان کو یہ اختیار دیا ہوا ہے

۲۔انہوں نے عبادت و بندگی اور ریاضت سے یہ اختیار حاصل کیا ہے

۳۔جس طرح ہم ایک دوسرے سے پانی کھانا منگوا سکتے ہیں اس طرح یہ ہستیاں حاجتیں منوا سکتی ہیں

۴۔ان سے توسل جائز ہے کوئی اشکال نہیں ہے۔

۵۔ان سے توسل بغیر آپ خود اللہ سے نہیں مانگ سکتے ہیں۔

قرآن میں صنم وثن پرستی:

قرآن کریم صرف اوامر ونواہی پر مشتمل نہیں بلکہ حسب آیت ۷۸ شعراء۔انسان کو فکر تعقل وتدبر کی بھی راہنمائی کرتا ہے ان ہدا یات میں ایک اہم ہدا یت صنم وثن پرستی ہے جو کہ عقل وفطرت انسان کے خلاف ہے سورہ شعراء کی آیت ۶۹ سے یہ آیات شروع ہوتی ہیں جہاں ابراہیم خلیل نے اپنی جوانی میں پہلی بار اپنے باپ کی توجہ بتوں کی طرف دیکھ کر تعجب سے پوچھا یہ کیا چیز ہے جو آپ انتہائی توجہ سے اہتمام کے ساتھ اس کے سامنے خاضع ہوتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا یہ تماثیل ونقش ہیں جن کی طرف ہم تمام تر توجہ کے ساتھ خاضع ہوتے ہیں تو ابراہیم نے سوال کیا آپ جوان سے کہتے ہیں کیا وہ سنتے ہیں آپ جوان کیلئے اپنے مال ودولت اور وقت خرچ کرتے ہیں وہ بھی آپ کو کوئی فائدہ پہنچاتے ہیں کیا ان کو اپنے حاسد اور منکر کی تمیز ہے تا کہ وہ اس کے پوجنے والے کو نفع پہنچائیں اور نہ پوجنے والے کو دردناک سزا دیں کیا وہ جانتے ہیں کہ آپ ان کے سامنے خاضع ہوتے ہیں اگر ایسا نہیں تو یہ عقل کے خلاف ہے جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ جانتا نہ فائدہ دے سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے کسی قسم کی تمیز نہیں کر سکتا تو کیوں آپ اس کی پرستش کریں ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا کیونکہ ان کے بتوں نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا تھا کوئی دلیل ومنطق پیش نہیں کر سکا تو کہا ہم کیا جانیں ہمارے آباؤ واجداد ایسا کرتے آئے ہیں لہذا ہم بھی کرتے ہیں اگر ایسا ہے تو میری توبہ یہ میرا دشمن ہے اس سے دور ہونا چاہیے جو کسی قسم کا فائدہ نقصان نہیں دے سکتا ہے تو یہ میرا دشمن ہے دشمن کو تو ختم کرنا چاہیے نابود کرنا چاہیے انبیاء ۵۸ تو حضرت

ابراھیم نے سب کو پاش پاش کیا۔

لیکن پاکستان کے ترقی پسند روشن خیال علماء کو افغانستان میں بت توڑنے پر غصہ آتا ہے....[..علامہ مجلسی اور اصفہان کے اعلیٰ حضرت شاہ اسماعیل صفوی اور محدث قمی کے بت خانہ کو نہ چھیڑنا دینی نظر آتا ہے]..........

تو ہمیں کسی کی تقلید کرنا چاہیے ابراہیم و محمد کی یا روشن خیالی ترقی پسند علماء۔

۳ [[.........حضرت عثمان کو عزل کرنے یا بصورت دیگر قتل کرنے کیلئے ان کے گھر کے گرد محاصرہ کرنے والے جو بیٹھے تھے اکثر و بیشتر مصر عراق سے آنے والے مجهول الحال جذباتی لوگ تھے جانی پہچانی کی شخصیات کی تعداد بہت کم تھی بعض اصحاب و یاران نے بطور انفرادی یا حضرت علی کی قیادت میں عثمان کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ تلوار لے کر نکلیں ہم آپ کے پیچھے ہیں تو عثمان نے کہا میں کسی مسلمان کا خون نہیں بہاؤں گا ....]۔

.......[[عورت تاریخ اسلام میں آغاز دعوت سے لے کر غزوات میں اور فرنگیوں کو ذلیل کرنے تک مکمل معاون حسب آیات قرآن بعضکم من بعض ھن لباس لکم انتم لباس لھن رہی ہے۔عورتیں اپنی اولاد کیلئے مہد سکون رکھتی تھیں ہر قسم کی تحدیدات خارجی سے مصرون و محروش تھیں مرد بیرون خانہ ان کے محافظ و نگہبان رہے بچوں کے طعام شراب و لباس کے بارے میں عورتوں کو تشویش پریشانی نہیں تھی جس طرح بچوں کی حفاظت و نگہبانی میں مردوں کو کوئی پریشانی نہیں تھی لیکن جب سے غارت گر فرنگی جیش تاری کی صورت میں مسلمان ملکوں میں حملہ آور ہوئے ہیں نظام خانہ درھم برھم ہو گیا ہے حالات الٹے ہو گئے ہیں اب عورتیں بحیثیت مائیں تربیت اولاد نہیں کر رہی ہیں.اب بچوں کے جرائم و موبقات کے ارتکاب کرنے کے بعد مائیں پناہ گاہ بنتی ہیں خود اور بچے دونوں مردودں کی سرپرستی سے آزاد ہو گئے ہیں۔تاریخ اسلام میں غرات فرنگی کے اسلام کو محکوم کرنے کے بعد عورتوں کو مظلوم پیش کرنے کی ایک سرد جنگ شروع کی کہ عورتیں محکوم ہیں مردوں کی سالاری و سامراجی اور بالا دستی ہے لیکن چشم حقیقت و بصارت رکھنے والوں کیلئے یہ بات عمومیت نہیں رکھتی ہے بلکہ تاریخ میں بحکم جاذبیت پس پردہ عورتوں کی ہی حکمرانی آمریت حاکمیت چلتی آئی ہے چنانچہ عبدالملک بن مروان نے کہا تھا ہماری کمزرویاں ہماری خواتین ہیں خلفائے مروانی کے تیسرے خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اپنی بیوی کی خواہش پر حجاج بن یوسف جیسے عسکری قائد کو ان کے گھر مسلح حالت میں کھڑے کھڑے سنائیں کہ تمہاری کیا حیثیت تھی کہ تم

نے صفیہ کے پوتے حواری رسول اللہ اسماء بنت ابی بکر کے فرزند کو حرم اللہ میں تہہ تیغ کیا۔عورتیں جب تک ناموس خانہ قبیلہ وعشیرہ کی حیثیت سے رہتی ہیں تو پورا خاندان قبیلہ شہر گھرانہ محافل اجتماع حتیٰ کہ میدان جنگ میں بنام رزم ان کے نام پر فخر کرتے ہیں.جو نہی عورت اس حصانت سے نکلتی ہے تو تنہا شوہر نالان وشاکی نہیں ہوتے بلکہ بھائی بیٹے بھی برداشت نہیں کرتے.لہٰذا ہادی عباس جب خلیفہ بنا تو پہلی فرصت میں اپنی ماں خیزران پر پابندی لگائی کہ وہ امور مملکت کو چلانے کیلئے مردوں کیلئے پناہ گاہ اور مرجع نہ بنیں۔[ربط نہیں] []

عالم اسلام میں اصنام قبور کی تعداد:

اس وقت عالم اسلام میں کوئی خطہ ایسا نہیں ہوگا جہاں قبور پرستی نہ ہوتی ہو لیکن مجموعی طور پر درست اعداد وشمار پیش کرنا ممکن نہیں اس سروے کے لئے سالہا کثیر کی ضرورت ہے یہ فکر اچانک ایک ذیلی بحث کی صورت میں پیش آئی اور ہماری اصل بحث تاریخ برصغیر پاک وہند میں ادیان ہند عنوان تھا اس پر سرسری اور سطحی بحث ہندو اور مسلم میں آتی ہے لیکن نصرانیت کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ ان کا یہاں کیا کردار ہے لیکن اصل موضوع یہاں اسلام کی آمد تھا اور اس وقت اس کی کیا صورت حال ہے پاکستان میں پرویز مشرف کی حکومت قائم ہونے کے بعد سے صوفیت کا زیادہ اظہار کرتے دیکھا ہے اس ضمن میں لکھاریوں کالم نگاروں اور اس ملک میں باہر سے داخل ہونے والوں نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ یہاں اہل ہند نے اسلام صوفیوں سے لیا ہے اس وجہ سے ہمارا عنوان قلم صوفیوں کی طرف کھنچا ہے.صوفیوں کی عطایا بخشش اور اسلام پر ان کے احسانات شمار کرتے کرتے ان کی موالات میں مزارات ملک میں پھیل گئے ہیں انسان کے روزگار کو تنگ کر کے مزارات کے لئے خصوصی بجٹ بنایا جاتا ہے انسانوں کے تحفظ کا بندوبست نہیں کیا جاتا لیکن مزارات کا تحفظ کیا جاتا ہے اور مزارات میں وہی کچھ ہوتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں بت خانوں میں ہوتا تھا اس وجہ سے مزارات کی تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن لوگوں کو پتہ ہے ہمارے عقائد اس سلسلہ میں درست نہیں لہٰذا معلومات دینے کے لئے آمادہ نہیں ہیں تاہم کچھ احباب نے تعاون کیا تو اس کے متعلق سندھ میں مزارات کی تعداد ایک کتاب میں ملی ہے۔

۱۔کراچی۔۱۸ ۲۔حیدرآباد ۵۵ ۳۔نواب شاہ ۲۶

۴۔شکارپور ۷

۵۔خیرپور ۹ ۶۔سکھر ۴ ۷۔لاڑکانہ ۳

۸۔ٹھٹھہ۳۹

۹۔بدین۲۵ ۱۰۔تھرپارکر۱۰

نقل از کتاب صوفیائے نقشبندی تالیف ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر احبار الاخبار تالیف عبدالحق دہلوی ۲۹۲صوفیائے کرام کا ذکر ہے.

آغاز عمارت بر قبور:

قبوروں پر عمارت کھڑی کرنے کی بدعت کے آغاز کے بارے میں صاحب کتاب [درحہ علی] التوحید ص ۱۷ پر لکھتے ہیں یہ سلطنت وحکمرانی آل بویہ میں شروع ہوئی ان کے دور میں زنادقہ وقرامطہ جیسے کفر والحاد پھیلانے والے فرقے وجود میں آئے آل بویہ جب ۳۵۱ھ کو سلاطین بنے تو ان کی حمایت یا نیم رضامندی میں زنادقہ و ملحدین نے مسلمانوں کو کفر وشرک کی راہ پر گامزن کرنے کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ ان کے دور میں نجف میں حضرت علی کی بغیر سند مسلمہ تاریخ کے قبر بنائی اور اس پر عمارت قائم کی اور لوگوں کو مساجد سے مقابر کی طرف ارجاع کیا مشہد کو چراغاں کیا یہاں حاضر ہونے کی فضائل جعل کئے چنانچہ [ابن نعمام کاملی] نے مناسک حج اور مشہد کتاب تالیف کی اس بات کی تائید وتوثیق آثار قدیمہ.... [کی اند خاتون سعاد ماھر حتمی بتائی ہے....]] سب سے پہلے جس کی ضریح بنائی گئی وہ اسماعیلی سامانی کی قبر ہے سامانی ایک مجوسی تھا جس نے آخری دور بنی امیہ میں اسلام قبول کیا تھا اس کے خاندان سے اسماعیل بن احمد بن اسد بن سامان کو جب ۲۷۹ھ میں ریاست وزعامت ملی وہ ۲۹۵ھ کو وفات پایا ۲۹۶ھ کو اس کی ضریح بخارا میں بنائی گئی اس کے بعد حمدانیوں جو کہ سخت غالی تھے انہوں نے ۳۱۷ھ میں حضرت علی کا روضہ بنایا اس کے بعد محمد بن موسیٰ کی قبر ۳۲۶ھ کو بنائی [[شام اور مصر میں ۴۰۰ھ]] کو عمارت بنانے کے بعد ان کی تعظیم و پرستش قرامطہ آل بویہ فاطمین اور آل حمدانیون نے ضریح بنائی اور تعظیم کرنا شروع کی۔

سب سے زیادہ غلو کرنے والے حمدانین تھے طبری سے نقل کر کے لکھتے ہیں [[۲۸۴ھ کو خلیفہ عباسیہ کا بنایا ہے اس کو قبر صلیبہ کہتے ہیں]] ضریح سامانیون کے بعد حمدانیوں اور آل بویہ نے علی و اولاد علی کی قبور بنانا شروع کیں قبر بنانا یہاں سے صوفیوں میں منتقل ہوگیا پھر عراق سے مصر منتقل ہوگیا۔۵۵۰ھ کو فاطمین نے ضریح امام حسین بنائی جب صلاح الدین ایوبی نے سلطنت فاطمیہ کا خاتمہ کیا تو فاطمین زھاد وعباد صوفی کے رنگ وروپ میں سرگرم ہوگئے

پھر انہوں ں نے قبر معروف کو دعا کے مستجاب ہونے کے طور پر پیش کیا یہاں سے ضریح و قبر کو لوازمات ضروری بنانے کے لئے جواز و سند تلاش کرنا شروع کہ کہاں بنانا ہے چنانچہ اس کے لئے ایک طریقہ اختراع کیا کہ یہ فلاں صوفی نے فلاں جگہ پر فلاں اہل بیت کی قبر خواب میں دیکھی ہے چنانچہ یہ طریقہ انصاری نے پانچویں صدی میلادی کو انتخاب کیا تھا کہ فلان جگہ سے ان کی ہڈی ملی ہے اور وہاں انہوں نے ضریح بنائی ہے یا کسی راہب یا کاہن نے خواب میں دیکھا ہے جب معیار خواب کاہن و راہب و صوفی ہو تو ہر ملک میں بنائی گئیں لہٰذا بہت سی قبور ہر جگہ ملتی ہیں۔

جواز قبر کی دوسری سند ظہور کرامات ہیں چنانچہ صالح ابی الحدید اپنے ساتھیوں کے ساتھ قطاع وطریق کئے ہوئے تھے جب پتہ چلا تو اس نے فرار ہو کر ایک مغیہ عورت کی پناہ لی جب وہ مرا تو اس عورت نے ان کے لئے کرامات جعل کیں۔ یہاں تک کہ مصر کے چھ ہزار گاوں میں چھ ہزار مزار ہیں کوئی دن مصر میں ایسا نہیں ہوگا جو کسی صوفی ولی سے منسوب نہ ہو اب ضریحوں کے درجات بلند کرنے زیادہ لوگوں کو جمع کرنے کے لئے اس کو زیادہ سجایا جاتا ہے وسعت دی جاتی ہے کھانا کھلایا جاتا ہے جتنا زیادہ سجایا جاتا ہے اتنے زیادہ لوگ آتے ہیں اور زیادہ مال جمع ہوتا ہے اب یہ جو کہتے ہیں آئمہ واصحاب باوفا کی قبور بنانے میں کیا اشکال ہے اگر کوئی اس اشکال کو بلا جواز و سند قرار نہ بھی دے تو کیا قبور کا یہ سلسلہ اس پر رک گیا ہے نہیں انہوں نے تو ائمہ سے ائمہ زادہ زادی اور ان کی بیویوں بلکہ مطلقات اور سقط شدہ بچوں تک کی ضریع بنائی ہے اب تو دین وایمان کی شرط بھی ختم ہوگئی ہے چنانچہ شیخ محمد مرزاالدین نے ۱۴۷۱ کو ایک کتاب نشر کی ہے مراقد معارف کے نام سے جس میں تنہا ائمہ نہیں [[[پشتوں پشتوں مدعیان ہے غلو شاعروں اصحاب انصار حتی ابوالعلی]]] تک ضریح کا بھی ذکر کیا ہے کل تعداد انہوں نے ۱۴۷ ضریح بنایا ہے۔

بت اور قبر پرستی کیا:

کیا قبروں پر عمارت وقبہ اور مینار بنانا بت پرستی جیسا ہے اس سوال کا جواب اتنا آسان نہیں کہ چند علماء کے فتاویٰ سے استناد پر جواب بن جائے یا بعض علماء اعلام کی پابندیوں یا بعض نیاز مندوں حاجتوں کے رواء ہونے سے اس کا جواب بن جائے بلکہ اس کو بنیاد سے اٹھانے کی ضرورت ہے کیا بت اور صوفیوں کی قبروں میں کوئی فرق پایا جاتا ہے یا نہیں۔

۲۔قبور کے اوپر عمارات و مینار بنانا قرآن اور سنت میں آیا ہے یہ واجب مستحب حرام مکروہ یا مباح ہے احکام خمسہ سے کونسا حکم لاگو ہوتا ہے۔

۳۔ان سے خطاب اور حاجتیں مانگنا عقل و شرع کی رو سے درست ہے۔

۴۔اگر ان سے حاجات نیاز مانگنا جائز ہے تو بت سے مانگنے میں کیا فرق قبر میں مدفون ہستی اور عام بت میں کیا فرق ہے وہ صرف خالی پتھر ہے لیکن یہ مدفون پہلے اشرف مخلوق بلکہ اللہ کے مقرب بندے تھے لیکن اس وقت ان کے جسد خاکی میں وہ فضائل وخصوصیات نہیں ہیں یہ اپنی جمادی شکل میں تبدیل ہو چکے ہیں۔

۵۔جس طرح یہ بت جمادی کچھ نہیں سنتا ہے یہ مدفون بھی کچھ نہیں سنتا ہے یا وہ سنتا ہے ہمیں پتہ نہیں چلتا ہے وہ سنتا ہے فرض کریں اگر سنتا ہے تو کیا وہ ہماری حاجتیں روا کر سکتا ہے۔

تاریخ ضریح وقبور سازی:

[صاحب دمعۃ علی التوحید ص ۱۷ پر عالمہ آثار و دکتور صادبر]] نقل کرتے ہیں ترتیب تاریخی کچھ اس طرح سے ہے :

۱۔اسماعیل بن احمد بن سامانی یہ مجوسی تھے ۲۷۹ھ کو مسلمان ہوئے انہیں ایران میں ریاست وعمارت ملی ۲۹۵ھ کو وفات پائی ۲۹۶ھ کو ان کی قبر کے اوپر ضریح بنائی گئی۔

۲۔نجف میں حضرت امیر المومنین کی قبر پر حمدانیوں نے ۳۱۷ھ کو ضریح بنائی حمدانیون اسماعیلی تھے۔

۳۔محمد بن موسی کی قبر پر ۳۶۶ھ کو بنائی۔

۴۔سبع بنات کی قبر مصر میں ۴۰۰ھ کو بنائی۔

ہمارے ان ضریحوں اور بارگاہوں کے بارے میں چند سوالات:

۱۔ان ضریحوں میں جو فعل اور حرکتیں انجام پائی جاتی ہیں وہ شریعت کے مطابق افعال جائز ہیں۔

۲۔ان ضریحوں میں جو کچھ ہو رہا ہے ان صاحب ضریحوں سے قیامت کے دن وہی سوال ہوگا جو حضرت مسیح سے اللہ تعالیٰ کرے گا جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔کیا تم نے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی تھی.

۳۔ان ضریحوں سے ان صاحب ضریحوں کو جہاں یہ ذوات ہیں ان کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے یا ان کے نام سے زندوں کے لئے اچھا کاروبار ہے۔

۴۔جن قبور پر ایسی بارگاہ بنانے کی اجازت ہے کیا وہ بعض خواص کیلئے ہے یا اس کی کوئی بندش وحد نہیں ہے۔
۵۔اگر کوئی حدود وقیود نہیں تو ان ضریحوں کے بارے میں خطرات شکوک وشبہات کو تقویت ملے گی اگر اس کی کوئی حد ہے تو ان تکرار والی ضریحوں کے بارے میں کیا جواب دیں گے۔
۶۔کیا ان سوالات کے جواب میں وہی جواب دیں گے جہاں مولوی کو جواب نہیں ملتا تو حدیث من بلغ سے استناد کرتے ہیں۔

کرامات:

کرامات کے بغیر رگ ظہور صوفی سانس نہیں لے سکتی کرامات سلب ہونے کے بعد اس کا وجود مردہ ہوگا ان کرامات کے دعویٰ سے جاہل فاسق وفاجر ملحد دنیا پرست اقتدار کے لالچی سب ان اولیاء کے دوست بنے ہوئے ہیں ہمیں دیکھنا ہے ان کرامات کی سند کیا ہے سحر وجادو ھاروت وماروت قدیم یا سحر جدید سے آمیزش والی کوئی چیز ہے یا حاکم بامر اللہ فاطمی کا نظام جاسوسی خانہ ہے یا اختراع وقت [[مخا سرائی عالم ہے]] یا بے سند احادیث قدسیہ ہیں یا واقعا نعوذ باللہ نے ختم نبوت ختم وحی کے اعلان کرنے کے بعد بداء ہو کر وسائل نبوت وحی ومعجزہ ان کو دیا ہے یا اولیاء نے قادر مطلق اللہ کی راز کی تھیلی کو چرایا ہے دیکھنا ہوگا اس میں کہیں نہ کہیں دال میں کالا ہے کرامات مادہ کرم سے ہے جس کے معنی خاص وچنیدہ نعمت ہے جس کے ذریعے انسان نے دیگر مخلوقات پر برتری حاصل کی ہے قرآن کریم میں یہ عنایت کس کو اور کتنی بخشی گئی ہے۔

قبروں پر تعمیرات:

قبروں کے اوپر تعمیرات قبہ ومینار چراغاں قنادیل وشمع کے علاوہ مفوضہ مذہب بنانے کی توجیہ میں صاحب کتاب توسل کے بارے میں لکھتے ہیں قبور انبیاء وآئمہ پر بنائے گئے عمارات ودیگر لوازمات زائرین کے لئے استراحت نیز ان کی توجہ جلب وجذب کرنے کی خاطر ہیں تاکہ آسائش وزیبائش کے عادی مادیات کی طمطراقی دیکھنے والے یہاں حاضر ہونے سے ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں یہ اماکن اپنی جگہ شعائر اللہ ہیں تعظیم شعائر اللہ حکم قرآن وسنت ہے یہ توجیہ اپنی جگہ غلط بیانی پر قائم کئے گئے مفروضات ہیں بلکہ صاحب قبر کے دنیا سے جانے کے بعد اس پر افتراء باندھنے کی مانند ہے یہ قبر پرستوں کی فلسفہ تراشی دھوکہ فریب اور حیلہ شیطانی ہے:
۱۔مدعیان نے تعمیر وترقی قبور میں نبی امام صحابی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اسفل سافلین تک گرادیا ہے بلکہ کل عالم

اسلامی کو قبرستان بنایا ہے۔

۲۔ یہ محلات ذکر اللہ کی جگہ نہیں ذکر اللہ کی جگہ مساجد ہیں قبور واماکن عبادت کی جگہ نہیں ہیں دیکھنے کے بعد جانے کا حکم ہے قیام گاہ نہیں۔

۳۔ یہاں ذکر اللہ نہیں ہوتا ہے بلکہ جائے شرک ہے۔

معیار معبود مالک نفع وضرر ہے:

۱۔ انسان اس کائنات میں موجود متفرعات میں سب سے افضل موجود ہے جیسا کہ ان آیات میں آیا ہے ولقد کرمنا بنی آدم اسراء ۶۹۔ سورہ بلد۔

۲۔ انسان اس کائنات میں آزاد وخود مختار ہے اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اس کے بارے میں اس سے سوال ہوگا ان دو حقیقتوں کے تناظر میں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ کس کے سامنے خاضع وخاشع ہو جائیں اور کس کے سامنے خاضع وخاشع نہ ہو جائیں۔

۳۔ معنی ومفہوم عبادت:

عبادت عبد سے ہے عبودیت اظہار تذلیل کو کہتے ہیں اس سے عبادت بنی ہے مادہ عبادت مبالغہ کیلئے ہے انتہائی تذلیل کیلئے کوئی لائق وسزاوار نہیں ہے سوائے اس کے جو مالک تمام تفضلات ہو وہ صرف ذات باری تعالیٰ ہے اسراء ۲۳۔

عبادت دو قسم کی ہے

عبادت تسخیر جس کی مثال کلمہ سجود میں ملاحظہ کریں۔

۲۔ عبادت اختیاری یہ صاحبان نطق کیلئے ہے بقرہ ۱۲۱ انبیاء ۳۶

عبد کی چار قسمیں ہیں

۱۔ عبد حکم شرع اور عبد مملوک جس کی خرید وفروخت کرتے ہیں جیسے بقرہ ۱۷ انحل ۷۵

۲۔ عبد کا موجد یہ صرف اللہ ہے مریم ۹۳

۳۔ عباد ناص ۱۴۱ اسراء ۳ فرقان کہف ۱۔ حجر ۴۲

۴۔ عبد دنیا معتکف ومتوجہ وعارف دنیا۔

اس کے بارے میں نبی کریم نے فرمایا[عبدالدرھم والدنیار]
پوری دنیاتمام انسان کا فرملحد مشرک سب عبداللہ ہیں بعض تسخیر سے اور بعض اختیار سے۔
فضلیت صرف عبادت اختیاری کو ہی حاصل ہے تسخیری عبادت کی کوئی فضیلت نہیں لیکن عبادت اختیاری کس بنیاد ومعیار پر ہونی چاہیے کس کے سامنے خاضع وخاشع ہوجائیں کس کے سامنے نہ ہوجائیں اس سلسلے میں بھی قرآن نے چندآیات میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔
عبادت وبندگی اختیاری علم مالک منافع ومصدر کی بنیاد پر کریں جو ہستی مالک نفع وضرر ہے اس کی عبادت کریں چنانچہ ان آیات میں آیا ہے
یونس ١٠٦۔

انبیاء ٦٦

انعام ٧١

حج ١٢

یونس ١٨

شعراء ٧٣

فرقان ٥٥

مائدہ ٧٦

اللہ کے علاوہ حتی انبیاء مالک نفع ونقصان نہیں۔

اعراف ١٨٨

یونس ٢٩

رعد ٣٦

فتح ١١

حج ١٣

مردوں سے خطاب:

کیا انسان کے مرنے کے بعد اس میں قوت سماعت باقی رہتی ہے یا نہیں عام اکثر و بیشتر مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مردے اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں ان کے پاس سماعت موجود رہتی ہے لیکن ہم اس کو درک نہیں کر پاتے یہ لوگ اس کے لئے ایک حدیث عبداللہ بن عمر، عائشہ سے، انس بن مالک سے نقل کرتے ہیں کتاب تاویل المختلف الحدیث تالیف، محمد بن مسلم بن قتیبہ ص ۴۴۶ پر بخاری سے احمد بن حنبل نقل کرتے ہیں کہ حدیث یہ ہے کہ نبی کریم فتح بدر کے بعد ایک کنوئیں کے دہانے پر کھڑے ہوئے جہاں مشرکین کے مردے جمع کئے ہوئے تھے آپ نے ان سے خطاب کیا یا شیبہ بن ربیعہ یا فلاں یا فلاں ''ھل وجدتم ما وعدکم ربکم حقا'' کیا جو وعدہ اللہ نے تمہیں دیا تھا وہ تم لوگوں کو مل گیا ہے جو چیز اللہ نے ہمیں وعدہ دیا تھا وہ ہم کو مل گئی ہے کسی نے پیغمبر سے پوچھا کہ کیا یہ لوگ سنتے ہیں تو پیغمبر نے فرمایا قسم اس کی میری جان جس کے قبضے میں ہے یہ لوگ سنتے ہیں جس طرح آپ سنتے ہیں یہ حدیث جہاں حسن وجدان کے خلاف ہے بعض دیگر احادیث سے بھی متصادم و متعارض ہے اسی طرح جنگ احزاب پر پیغمبر نے فرمایا اے ارواح فانیہ، فناہ ہونے والے یہ حدیث اس حدیث سے یا وہ حدیث جس میں ابن عباس سے پوچھا کہ انسان مرنے کے بعد اس کی روح کہاں جاتی ہے جسم کہاں جاتا ہے جسم جب مٹی ہو جاتا ہے تو ابن عباس نے کہا جب چراغ بجھ جاتا ہے تو روشنی کہاں جاتی ہے جب انسان اندھا ہو جاتا ہے تو بینائی کہاں جاتی ہے جب انسان مریض ہو جاتا ہے تو صحت کہاں جاتی ہے یہ روایت یہ عقیدہ قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے جو سورہ فاطر آیت ۲۲ میں آیا ہے اسی طرح سورہ نمل کی آیت ۸۰ میں آیا ہے۔ قبر میں مدفون جسد سے حساب و کتاب ہوتا ہے وہ سنتے ہیں اس کے لئے بعض نے ان آیات سے استدلال کیا ہے سورہ غافر آیت ۴۶ آل عمران آیت ۱۶۰ سے ۱۷۵ تک ان آیات میں ہے کہ مردہ مرنے کے بعد زندہ رہتا ہے عالم برزخ میں اس کا حساب و کتاب ہوتا ہے۔ سورہ آل عمران میں کہتے ہیں جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں وہ اپنے رب کے نزدیک رزق کھاتے ہیں وہ وہاں خوشحال ہیں ایک دوسرے کو بشارت دیتے ہیں۔

لیکن ان آیات میں یہ چیز نہیں ہے کہ یہ مردہ جسم سنتا ہے یہ آیت بتاتی ہے کہ انسان عالم برزخ میں زندہ ہے نہ کہ مردہ یہ جو دنیا قبر میں مدفون ہے وہ عالم برزخ نہیں عالم برزخ دنیا کے بعد میں آتا ہے یہ قرآن نے عام انسانوں سے خطاب کیا ہے یہ بڑے بڑے عقلا، فلسفی، عرفاء اور عقل الیکٹرونک رکھنے والوں سے خطاب نہیں کیا کہ وہ باریک بینی نکالیں مفروضات نکالیں آیت میں پیغمبر سے کہہ رہے ہیں کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں ہم کیسے

کہیں کہ مردے قبروں میں زندہ ہیں اور وہ سنتے ہیں قبر میں رکھنے کے بعد زندہ ہونا اور بات ہے اور ہم ان کو خطاب کریں اور وہ سنیں یہ اور بات ہے یہ دوالگ الگ باتیں ہیں۔

موطن وتاریخ صوفیاں:[موسوعہ میسرہ ج ا ص ۲۵]

مراحل تطور وارتقاء تصوف

تصوف کی ابتدا وآغاز کوفہ سے ہوا ہے کیونکہ یہ مرکز پناہ دہندگان فارس روم وہندوستان تھا یہاں مختلف افکار ونظریات اور علوم وفنون کے تراجم ہوتے تھے اور سب سے پہلے جسے صوفی کے نام سے یاد کیا گیا وہ ابو ہاشم کوفی متوفی ۱۶۲ھ تھے یہ معاصر سفیان ثوری تھے۔

۲۔عبدالکریم متوفی ۲۱۰ھ بعض نے کہا ہے وہ سرور وسردار فرقہ زندقہ تھے وہ کہتے تھے دنیا سب حرام ہے۔

۳۔ابن ندیم کہتے ہیں سب سے پہلے جابر بن حیان کو صوفی کہا گیا ہے [[سروران کا طلائع صوفیہ زہد بن وسوسہ دنیا سے دور سلوک وعیادت میں منفرد ا]] جنید متوفی ۲۹۸ھ اس صوفی کو سید طائر کہتے ہیں جنید اپنے علم کو علم رسول اللہ سے تشبیہ بلکہ ترجیح دیتے تھے بقول علماء [[ستبک مع]] حدیث رسول اللہ۔

ابو یزید بسطامی متوفی ۲۶۳ھ ذوالنون بصری متوفی ۲۴۵ھ حلاج متوفی ۳۰۹ھ ابوسعید الخزاری ۲۷۷۔۲۸۶ھ حکم ترمذی ۳۲۱ھ ابو یزید بسطامی کے اقوال کفریات پر مشتمل تھے [[مراجع کریں ج ا ص ۲۵۵]]۔

قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، اور سہروردیہ بڑے فرقے ہیں باقی ان کی شاخیں ہیں۔۸۵۷ء میں عراق میں ایک فرقہ محاسبی کہلایا۔اس کے بعد سلیمیہ، حلاجیہ اور ملامتیہ جیسے فرقے پیدا ہوگئے۔تیرہویں صدی عیسوی کے بعد اور بہت سے فرقے پیدا ہوئے۔ان سلسلوں میں تزکیہ نفس کیلئے مرید کو پیر کے حکم کے مطابق بڑی ریاضت کرنی پڑتی ہے۔شریعت طریقت، معرفت اور حقیقت تزکیہ نفس کے مختلف مدارج ہیں جن کی بنیاد شریعت اسلامیہ کے حقیقی علم پر ہے۔

مصادر شریعت صوفیاں.

ا۔دعویٰ کشف نبی کریم کو حالت نوم اور یقظہ میں دیکھا ہے۔

۲۔یا خضر نبی سے ملاقات میں سنا ہے۔

۳۔انہیں الہام ہوا ہے۔

۴۔فراست

۵۔ہاتف آسمانی سے سنا ہے

۶۔معراج پر نکلے۔

۷۔کشف یعنی پردہ ہٹ گیا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

ان کے اعتقادات اللہ کے بارے میں:

عقائد صوفیہ: صوفیوں کے عقائد قرآن کے بتائے ہوئے عقائد سے مختلف بلکہ متعارض ومتصادم ہیں مثلاً قرآن کریم کی چند آیات میں تکرار بمعہ اصرار آیا ہے کہ خلقت اور موت وحیات میں انبیاء عام بشر جیسے ہیں کہف ۱۰ فرقان ۷

حلول وحدت خالق ومخلوق کے بارے میں کہتے ہیں نبی اس مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا ہے کیونکہ وہ علوم صوفیہ سے بہرہ مند نہیں۔

[[قول بسطامی خضا بحرا وقف الانبیاء لیساحلہ بعض کہتے ہیں]] محمد ﷺ قبہ کائنات ہیں وہ عرش پر ہیں باقی آسمان و زمین مخلوقات ان کے نور سے خلق ہوئی ہیں یہ عقیدہ ابن عربی کا ہے ولی نبی سے افضل ہے ولی اللہ کے برابر ہے ولی ہی رزق دیتا ہے وہی موت وحیات دیتا ہے کائنات میں تصرف کرتا ہے۔صوفی طبقات میں درجات کے قائل ہیں۔

[ہندوستان میں موسوعہ میسرہ ج ا ص ۲۹۸] فرق صوفیہ کی شاخوں میں سے ایک فرقہ بریلوی ہے یہ فرقہ ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش قریہ بدیل میں دوران استعمار برطانیہ وجود میں آیا اس کے بانی احمد رضا خان بن تقی علی خان ۱۲۷۲ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۳۴۰ھ کو وفات پائی۔

تصوف:

فرق اسلامیہ میں سے ایک تصوف ہے گرچہ ظاہری طور پر تصوف اہل سنت والجماعت کی ایک شاخ سمجھی جاتی ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اگر آپ کے حافظے میں فرق کی تعریف محفوظ ہو تو فرقہ کی تعریف یہ ہے کہ اسلام بمعہ ایک یا دو کے اضافہ کے ساتھ تصوف بھی ایسا ہے اسلام بمعہ ایک اضافہ کے ساتھ اکثر وبیشتر قارئین شیعہ اور سنی میں فرق خلفائے راشدین کو ماننے والے اور نہ ماننے والے سے کرتے ہیں جو ایک غلط فرق ہے تصوف دیگر

فرق اسلامی شیعہ یا سنی سے بھی زیادہ خطرناک فرقہ ہے وقت اور حالات کے تناظر میں بھیس بدلتے رہتے ہیں کلمات بدلتے ہیں لہٰذا ناظرین وسامعین کو اشتباہ ہوتا ہے یہ کسی بھی فرقے سے زیادہ شجاعت رکھتا ہے درحقیقت تصوف کو سمجھنے کے لئے حالیہ اصطلاحات سیاسی کو نظر میں رکھنا ہوگا یہاں موافق ومحافظ اقتدار اور حزب مخالف کے علاوہ ان دونوں سے اختلاف نظر رکھنے والے ایک تیسرا حزب ہوتا ہے وہ دونوں سے اختلاف نظر رکھتا ہے۔

مسلمانوں میں انتشار کا آغاز دوسری صدی سے شروع ہوا جب بنی عباس کی خلافت شروع ہوئی ان کی خلافت کے خلاف شیعہ سنی متحد ہوئے رفتہ رفتہ جہاں جہاں موقعہ ملا بغاوتیں کیں اور حکومتیں قائم کیں ان سے اختلاف رکھنے والے ان کے حق میں ہو گئے ان دونوں کے درمیان سے ایک تیسرا گروہ نکلا جنہوں نے زندگی کو ان دونوں سے دور رکھنے کو مصلحت گردانا۔ تصوف ہر فرقے کے اندر پایا جاتا ہے لیکن اس کے اندر کوئی نہیں وہ خود مخص ہے ان کے عقائد ان کی شریعت ان کے اخلاق وسلوک دین اسلام کے اصول ومبانی سے مختلف ہیں انتشار وافتراق ان کے اندر کا جزء ہے شاید صرف صوفیوں کے ۷۳ سے کہیں زیادہ فرقے ہوں۔

صوفی فرق اسلامی میں سب سے زیادہ تعداد والا فرقہ ہے جس کی بنیادی وجہ ہے کہ صوفی طریق ضد ونقیض اختیار کرتا ہے ان کے اصناف وطبقات ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ضد رکھتے ہیں اگر ایک طبقہ کسی کی مذمت کرے تو دوسرے چین وسکون سے پاتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ خود کو صوفی نہیں کہتے ہیں۔

مصطلحات صوفیہ:

مسلمان فرقوں کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں وہی ان کے فرقے کی ستون عمود اساس وبنیاد ہیں مثلاً ایک فرقہ اپنا تعارف کراتے وقت اپنا تعارف تصوف سے نہیں کراتا ہے کوئی اہل سنت سے تعارف کراتے ہیں یعنی ہم تابع سنت ہیں کوئی اپنے کو شیعہ کہتے ہیں ان کی مصطلحات میں نہایت عصبیت ہے لیکن صوفیوں کی مصطلحات میں دوسروں سے زیادہ پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں جیسے .قطب .اقطاب .عشق وغیرہ پہلے ہر چیز کی تعریف کے بارے میں کہتے ہیں جامع افراد مانع اغیار ہونا چاہیے اپنے تمام افراد اس میں شامل ہوں اغیار اس سے خارج ہوں تعریف ہمیشہ جنس وفعل سے ہوتی ہے جنس بتاتے وقت فصل کا ذکر نہ کریں تو تعریف ناقص ہوگی مانع اغیار نہیں ہوگی اگر فصل ذکر نہیں ہوئی تو مشخص نہیں ہوگا اگر جنس ذکر نہیں تو مجہول ہوگا اس حوالے سے اہل سنت ایک جنس ہے اس کی فصل ذکر نہیں کی ہے یعنی سنت کس کی لہٰذا تمام سنتین شامل ہوں گی سنت نبی اصحاب سنت تابعین سنت

سلف یہاں سے اس میں خیانت کاری نظر آتی ہے صرف سنت کہہ کر مہمل رکھ کر باقیوں کو بھی شامل کیا ہے شیعہ اتباع کو کہتے ہیں اس میں ذکر نہیں کیا ہے کہ کس کا شیعہ ابراہیم کا موسیٰ عیسیٰ حضرت محمد علی کا حسنین کا تا کہ ہر وہ شخص جو ان کی مراد و منظور ہو سب شامل کریں چنانچہ ابھی پتہ چلتا ہے کس کا شیعہ میمون قداح یا حاکم بامر اللہ یا آغا خان کا۔ یہ بھی کہتے ہیں ہمارا پیغام محبت ہے۔

یہ دعویٰ اپنی جگہ قرین صحت لگتا ہے کیونکہ یہاں موجود اسلام میں اسلام حقیقی کے علائم بہت کم ہیں بعض محققین فرق ونحل کے تضارب اقوال سے شک ہوتا ہے کہ تصوف ہندوستان سے فارس و عرب میں منتقل ہوا ہے کیونکہ اسم تصوف یا ان کے عقائد و اعمال یا اوراد تیسری صدی تک ان کا نام و نشان نہیں ملتا جو کچھ تصوف کے اعمال و کردار رسول اللہ یا کسی صحابی و امام سے نقل کرتے ہیں وہ خود صوفیوں نے اپنے مذہب کی قدامت ثابت کرنے کیلئے گڑھا ہے یہ مذہب اس وقت سرزمین مملکت اسلامی میں نفوذ ہوا جب اسلامی فتح و فتوح سے آمد و رفت شروع ہوئی اس کا اندازہ اس وقت ہوگا جب قاری تصوف کی علامات نشانات تعارف کو ترتیب و تنظم سے پڑھیں ۔تصوف تک پہنچتے یا صوفی بننے کیلئے سب سے پہلے دو چیزوں سے آگاہ ہونا یا ان پر عمل پیرا ہونا نہایت ناگزیر ہے۔

۱۔شریعت۔

۲۔طریقت

مندرجہ بالا اصول کے تحت ہمیں شریعت اور طریقت کے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی آنا ضروری ہیں۔

۱۔شریعت مادہ شرع سے ہے شرع کے معنی مفردات میں آیا ہے شریعت نہج طریق الواضح شریعت یعنی طریق ۔طریق طرقہ سے ہے جس کے معنی دق یا کھٹکھٹانے کو کہتے ہیں اسی مناسبت سے یہ رات کو دروازہ کھٹکھٹانے کو کہتے ہیں اسی مناسب سے راستے کو طریق کہا چونکہ اس پر پاؤں مار کر چلتے ہیں۔ مائدہ ۴۸ اللہ نے انسان کیلئے دو راستے دکھائے ہیں ایک زندگی کے مصالح کیلئے دوسرا عبادت و بندگی کے سورہ جاثیہ۔شریعت وہ ہے جو قرآن اور سنت رسول میں آئی ہے۔شوری ۱۳۔

۲۔طریقت طریق سے لیا ہے جس کے معنی وہ راستہ ہے جس پر انسان قدم مار کر چلتا ہے طہ ۷۷ پھر یہ کلمہ ہر اس راستے کیلئے استعمال کیا گیا چاہے ممدوح ہو یا مذموم طہ ۶۳۔

واضح رہے تصوف کسی قوم یا دین کا خصوصی عطیہ نہیں تھا بلکہ ہر مذہب کے ارتقائی دور میں جب لوگ متضاد تاویلوں میں الجھ کر داخلی روح کو نظر انداز کرنے لگتے تو تصوف ان کی گم کردہ راہوں کو ادراک حقیقت کے وجدانی ذرائع کی طرف متوجہ کر دیتا چنانچہ مختلف ادیان کے تصوف میں بہت سی قدریں مشترک نظر آتی ہیں مثال کے طور پر تصوف میں اولین اہمیت جسم اور روح کے درمیان آویزش کو حاصل ہے صوفی مادی زندگی کو روحانی زندگی کے مقابلے میں اولی تصور کرتا ہے تصوف میں خدا کی ذات وراء الوراء ہے چنانچہ خدا کی صفات تمثیلی رہ جاتی ہیں اس تصور نے توحید کا رشتہ وحدت الوجود سے ملا دیا ہے مذہب کی ظاہری عبادت کا مقصود اگر صرف حصول ثواب ہو تو اس کی داخلی قوت محدود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ تصوف ''انسان کیا ہے'' کے بجائے ''انسان کو کیا ہونا چاہیے'' پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے اور عبادت کو ایک ایسے روحانی جذبے میں تبدیل کر دیتا ہے' جس کی نگاہ میں ہر انعام بے وقعت ہو جاتا ہے۔ آخری بات یہ کہ تصوف سر حقیقت کی تفہیم کے لئے عقل اور ظاہری حواس کے بجائے وجدان اور باطنی حواس کو وسیلہ بناتا ہے۔ اور یوں انسان کو زندگی کے تین مراحل یعنی خود شناسی' جہاں شناسی اور خدا شناسی کو کامیابی سے سر کرنے کی راہ دکھاتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تصوف میں بنیادی اہمیت عرفان کو حاصل ہے لیکن ہر مذہب میں عرفان حاصل کرنے کے طریقے مختلف ہیں اور بقول خلیفہ عبدالحکیم ایک ہی ملت میں مختلف صوفیا کا مسلک بھی مختلف معلوم ہوتا ہے۔ بعض صدا مست اور مجذوب نظر آتے ہیں یعنی شریعت کو اہم نہیں سمجھتے ہیں اور بعض صرف طریقت کو ہی عرفان کا وسیلہ تصور کرتے ہیں صوفیائے کرام کی آمد سے پہلے ہندوستان میں بھی تصوف کا ایک خاص انداز موجود تھا۔ ہندو تصوف میں روحانیت یک طرفہ تھی اور زندگی کو اہمیت حاصل نہیں تھی نتیجہ یہ ہوا کہ حیات و کائنات کے مظاہر مایا کا روپ اختیار کر گئے حتیٰ کے دیوتا بھی مایا کا ہی جزو بن گئے۔ اس کے برعکس جب حضرت داتا گنج بخش لاہور تشریف لائے تو وہ شرع اور اصول دین پر پوری طرح عمل کرتے تھے۔ چنانچہ ان کا ارشاد ہے کہ:

تصوف کی پہچان غیب گوئی پیشن گوئیاں ہے تصوف کے بانیوں فرزندان باطنیون نے ہی دعویٰ غیب شناسی کیا تھا چنانچہ حاکم با امر اللہ نے عورتوں کو گھروں میں لباس دھونے بچہ پالنے جھاڑو کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا اور ان کے ذریعے ان کے گھروں سے معلومات فراہم کرتے تھے پھر دعوی علم غیب کرتے تھے چنانچہ آج سے کچھ عرصہ

قبل راولپنڈی میں ایک شخص نے دعویٰ پیری کیا ساتھ ہی درپیش مشاکل کا حل بھی بتاتا تھا وہ اس طرح سے ایسے انسانوں کو تعریف کے نام سے پھنسا کر رکھتا تھا وہ ایک ہوٹل میں کام کرتا تھا اس ہوٹل میں چلتے پھرتے ساتھ ہی معلومات حاصل کرتا تھا پھر ان کو بتاتا تھا وہ اپنے اس مشن کو کامیاب بناتا لیکن بڑے سٹار والے بیچر ووالے بار بار آیا جایا کرتے تھے ان کا یہ سلسلہ ابھی تک ایک سیاسی اجتماعی تعلقات کا ذریعہ بن گیا ہے چنانچہ تبلیغاتی جماعت کا ایک فلسفہ یہی ہے۔

ماورائے زمان ومکان سے آگاہی صرف خالق مکان وزمان ہی کو حاصل ہے اس طرح مشکلات ومحرومات پر بھی قابو واحاطہ اس ذات کے لئے مخصوص ہے یہ اس کی صفات ذاتی میں آتا ہے اگر نبی کریم اپنی غیب گوئی یا معجزہ کریں تو قرآن میں ان کی علم وقدرت ان تک محدود ہے اللہ نے انہیں اس کے بارے میں کوئی فارمولا نہیں دیا ہے اس کا کوئی فارمولا نہیں ہے صوفی اپنی اختراعات کو ثابت کرنے کے لئے نبی کریم سے زیادہ غیبت گوئی کو نسبت دیتے ہیں۔

صوفیوں کے دو گروہ ہیں:

۱۔ایک اللہ کی وحدانیت اور کائنات کو اس کی مخلوق سمجھتے ہیں۔

۲۔دوسرے وحدت الوجود کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ کائنات عدم سے وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ کائنات اللہ کا جلوہ ہے کائنات ہمیشہ سے تھی اس گروہ کے نزدیک ذات وصفات اور کائنات میں دوئیت نہیں ہے الوہیت ان کے نظر میں یہی ہے جو بشر میں تجلی پاتی ہے عندالتحقیق وتدقیق صوفیوں کا یہ گروہ قرآن اور سنت نبی کریم سے رشتہ نہیں رکھتا ہے بلکہ ان کا سلسلہ افلاطون وفیثاغورث اور مجوس مسیحی زردشتی مانوی بودانی ہندوؤں کے عقائد وافکار کی کھچڑی ہے۔

۲۔کشف درحقیقت از عالم غیب

۳۔کائنات میں تصرف کر کے کرامات انجام دینا۔

۴۔مبہم ناسمجھ نامفہوم کلمات استعمال کرنا بعض نے کہا ہے تصوف فخر وافتخار ترک کر کے فقر اختیار کرنے کو کہتے ہیں کرخی نے کہا ہے تصوف حقائق کو لے کر خلائق سے مایوس ہونے کو کہتے ہیں جنید نے کہا ہے اللہ کے ساتھ بغیر واسطہ مخاطب ہونا ذی النون مصری نے کہا ہے نہ کسی کی ملکیت میں جانا نہ خود کسی چیز کے مالک ہونا مصری نے کہا

ہے صوفی وہ ہے جسے زمین اٹھانے کیلئے تیار نہیں آسمان اس کو سایہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے فلسفہ تصوف کو حب میں چلانے والا پہلا شخص رابعہ عدویہ ہے۔

ان کی اصل عربی ہے، وہ اپنے دور کی بڑی شخصیت تھی جب یہ چھوٹا تھا تو اس کا باپ فوت ہو گیا تھا بصرے میں ایک قحط سالی آئی تو کسی نے کنیز فروخت کرنا چاہا تو کنیز کے مالک نے اس کی تعریف کی اور کہا یہ بہت نماز پڑھتی ہے اور رات کو جاگتی ہے رابعہ عدوی نے یہ بات سنی تو لہٰذا ان کے اندر حب کے ساتھ زہد و عبادت بھی آئی کہتے ہیں کہ یہ حسن بصری سے بھی ملے ہیں ان سے بھی باتیں سنی ہیں تصوف میں نصرانیت کے قائل ہونے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ بہت سے صوفی راہبان نصرانی سے ملے ہیں کہتے ہیں دو راہب شام سے بصرہ آئے تھے یہ دونوں حسن بصری سے ملے تھے بعض کا کہنا ہے صوفی جو ہے وہ نصرانی میں گیا ہے ان میں عنصر افلاطونی شامل ہیں تصوف میں فقر و فناء مذہب بوذوی سے آئی ہے جس کو ابی یزید بسطامی نے پھیلایا ہے۔

۱۔رابعہ بصری ۸۵۱م	۲۔معروف کرخی ۸۲۱م	۳۔بایزید سطابی ۸۷۴م
۴۔ابراہیم بن ادھم ۸۷۵م	۵۔جنید ۹۱۵م	۶۔حسین بن منصور حلاج ۹۲۲م
۷۔ابوبکر شبلی ۱۰۷۲م	۸۔عبدالقادر جیلانی ۱۱۶۶م	۹۔قشیری ۱۰۷۲م
۱۰۔شبابش الدین سہروردی ۱۰۷۲	۱۱۔فرید الدین عطار ۱۲۲۹	۱۲۔ابن عربی ۱۲۴۰
۱۳۔رومی ۱۲۷۳	۱۴۔شبستری ۱۳۲۰	۱۵۔خواجہ بہاء الدین ۱۳۸۸م
۱۶۔عبدالکریم جیلی ۱۴۰۶	۱۷۔جامی ۱۴۹۲	۱۸۔عبدالحسین علی بخش ۱۰۷۲
۱۹۔معین الدین حسنین ۱۲۳۴	۲۰۔بختیار کاکی ۱۲۳۶	۲۱۔فرید الدین شکر ۱۲۶۵
۲۲۔نظام الدین علیا ۱۳۲۴	۲۳۔احمد سرہندی ۱۶۲۴	۲۴۔لعل شہباز قلندر
۲۵۔بٹ شاہ	۲۶۔علی ہجویری	۲۷۔علامہ اقبال

صوفیوں کے طبقات کی تفصیل:

صوفی تفرقہ و انتشار میں خوارج سے مشابہت رکھتا ہے اپنے اندر مراتب و طبقہ بندی میں براہمہ سے شہامت رکھتا ہے وہ جلدی ایک دوسرے کی تکفیر کے قائل ہوتے ہیں آج جو تکفیری گروہ کے نام سے ایک مسلک متعارف

کروار ہے ہیں یہ بھی انہی کی شاخ ہے دوسروں کو تکفیر گردانتے میں بریلوی بھی پیچھے نہیں تھے غرض تکفیر کی سنت انہوں نے صوفیوں سے نقل کی ہے ان کے نزدیک دوسروں کو تکفیر گردانتے میں کسی اصول اسلام سے انکار کی ضرورت نہیں بلکہ فعل مباح سے انکار بھی کافی ہے یہاں کے ایک عالم دین سے نقل ہے کہ انہوں نے فرمایا ایک دفعہ ایک صحابی اصفہان میں مقیم صحابی سے ملاقات کے لئے مسجد میں انتظار کررہے تھے جونہی وہ مسجد میں داخل ہوئے تو یہ صوفی دور سے دروازے سے یہ کہہ کر نکل گئے کہ اس صوفی کو مسجد میں پہلے دایاں پاوں رکھنا ہے یا بایاں پتہ نہیں ہے اور خود کو عارف گردانتے ہیں۔

ابو یزید بسطامی موسوعۃ میسرہ ج ا ص ٢٥٥ طیغور بن عیسیٰ بن آدم بن روشان ایک خاندان مجوسی میں پیدا ہوئے۔

صوفیوں نے ان کی طرف اقوال شنیعہ نسبت دیے ہیں ان سے منسوب اقوال وکلمات یہ ہیں:

١۔ یا من انت انا۔

٢۔ سبحانی ما اعظم شانی یہ کلمات کفر والحاد پرمبنی ہیں یہ کلمات کسی موحد سے کسی حال میں بھی جائز نہیں ہیں ان میں سہروردی بھی شامل ہے۔

ابو یزید البسطامی: [شرح کلمات الصوفیہ تالیف محمود غراب ص ٥٢٨]

قول احد العارفين لتلميذه((لو رأيت أبا يزيد مرة كان خيراً لک من أن ترى الله ألف مرة)).ص ١٦٢

قول أبي يزيد:((ما مت حتى استظهرت القرآن))ص ١٦٣

قول أبي يزيد:((حدثني قلبي عن ربي))ص ١٦٣

قول أبي يزيد:((أخذتم علمكم ميتاً عن ميت وأخذنا علمنا عن الحي الذي لا يموت))ص ١٦٤

قول الحق لأبي يزيد :((ردوا الي .حبيبي فلا صبر له عني))ص ١٦٧

قول الحد لأبي يزيد:((اترک نفسک وتعال))س ١٧١

قوله:((لو أن العرش وما حواء،في زواية قلب العارف،ماأحس به))ص ١٧٧

قوله الحق:((أريد أن لا أريد لأني أنا المراد وأنت المريد))ص ١٧٧

قوله:((العارف فوق ما يقول والعالم تحت ما يقول))ص ۱۷۹

قوله:((أريدک لا أريدک للثواب وللكني أريدک للعقاب))ص ۱۹۲

قوله للحق:((أنا نيتي أنانيتک))ص ۱۹۵

قوله:((سبحاني))ص ۱۹۷

قوله:((أنا من أهوى ومن أهوى أنا))ص ۱۹۹

قوله للحق:((لو علم الناس منک ماأعلم ما عبدوک))وقول الحق له:((يا أبا يزيدلو علم الناس منک ما أعلم لوجموک))ص ۲۰۴

الاسمالأعظم عند أبي يزيد. ص ۲۰۴

قوله:((السالک مردود والطريق مسدود))ص ۲۰۴

۳۔حکیم ترمذی ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسین الترمذی متوفی ۳۲۰ھ یہ سب سے پہلا صوفی ہے جس نے ختم ولایت کا اعلان کیا ہے اس نے ایک کتاب تالیف کی ہے اس کا نام ہے ختم الولایہ اس کتاب کی وجہ سے ان پر کفر کا فتویٰ لگ گیا اور انہیں شہر سے نکالا گیا اس نے کہا جس طرح انبیاء کا خاتم ہے اولیاء کا بھی خاتم ہے۔

۴۔صلاح ابومغیث الحسین بن منصور حلاج المقتول ۲۴۴ھ کو کسی زردشتی کے ہاں پیدا ہوئے عراق میں پرورش پائی یہ قائل بحلول واتحاد اللہ بمعہ مخلوق ہے ان پر کفر کا فتویٰ لاگو کیا گیا ان کو دار پر چڑھایا گیا وہ قرامطہ سے تعلق تھا ان کے ماننے والے ان کی الوہیت کے قائل تھے شبلی کہتے تھے میں اور حلاج ایک ہیں حلاج نے اظہار کیا میں نے تقیہ کیا۔

۵۔محی الدین ابن عربی ملقب شیخ اکبر متوفی ۶۳۸ ہجری رئیس مدرسہ وحدت الوجود وہ اپنے آپ کو صالح اولیاء گردانتے تھے یہ اندلس میں پیدا ہوئے وہاں سے مصر پھر بغداد آخر میں شام میں مستقر ہو گئے۔اس نے نظریہ انسان کامل اختراع کیا ہے اور کہا ہے کہ ممکن ہے انسان میں اللہ بطور کامل تجلی کرے اس نے ۴۰۰ کتابیں لکھی ہیں معروف کتابیں روح القدس فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم ہیں.

الشيخ الأكبر محي الدين ابن العربي

قوله:((اذا تجلى حبيبي بأي عين أراه))

((بعينه لا يعيني فما يراه سواء))ص ۴۱۰

قول الشيخ الأكبر:((كلما بعدت النسبة عظمت المنزلة))ص ۴۱۱

قوله:((قيامن قربه بعد ويامن بعده قرب))

وقوله((اذاأغناک فقد أنعدک في غاية القرب))ص ۴۱۳

۶۔ابوالحسن شاذلی ۶۵۶ھ یہ ابن عربی کے ساتھی تھے لیکن شاذلی کشف میں غزالی کے تابع تھے لیکن ابن عربی صلاح کے تابع تھے جلال الدین رومی ساتویں صدی میں ترکیہ میں نمودار ہوئے شیخ المشائخ سجادہ نشین، رضاعیہ منسوب احمد رفاعی متوفی ۵۸۰ بدونہ منسوب یا احمد البدوی ۶۳۴ ا کبر منسوب شیخ محی الدین مرلویہ منسوب الدین رومی متوفی ۶۷۲۔

۷۔نقشبندی:

عبدالقادر جیلانی کتاب رجال الفکر والدعوة ج ا ص ۳۲۳ پر لکھتے ہیں آپ شہر گیلان جو کہ آذربائیجان اور عراق کے درمیان واقع ہے میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نصب امام حسن مجتبیٰ سے ملتا ہے سنہ ۴۸۸ھ کو آپ اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد میں داخل ہوئے جس سال ابوحامد غزالی ترک تدریس نظامیہ کر کے دنیا سے روگردانی کر کے علم معرفت کے حصول میں نکلے تھے حصول علم سے فارغ ہونے کے بعد بغداد میں ابووفاء ابن عقیل ابوالحسن الباقلانی ابوزکریا تبریزی ابن الخبیر حماد بن مسلم الدیاس ابی سعید المخر صی سے کسب علم وفیض کے ساتھ اجازت حاصل کرنے کے بعد علم وریاضت دینی وعظ وارشاد دونوں کو چلایا جہاں ابوسعید نے ایک مدرسہ آپ کے سپرد کیا۔آپ کا نام محی الدین غوث الاعظم پیرانی کنیت ابوصالح ۵۶۱ ہجری کو ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی سلسلہ قادریہ آپ سے منسوب ہے۔توحید اور معرفت رب کے نام سے نبوت ورسالت شریعت وطریقیت کے نام دین اسلام کو اپاہج لنگڑا زمین گیر بنانے کفر والحاد ومشرکین ومنافقین سے محبت ودوستی کے پیغام پھیلا کر تصور امت کو ختم کرنے والے لوگ یہی ہے۔

شعرانی:[دہ خداج ۹ص ۱۲۶۱۰]

شیخ ابوالمواصب عبدالوھاب بن احمد بن علی انصاری شافعی مصری ملقب سقراتی شاگرد جلال الدین سیوطی تھے وہ دسویں ہجری میں تھے ترک دنیا کر کے دن کو روزہ رکھتے تھے ۹۷۳ھ کو قاھرہ میں وفات پائی اعلام زرکلی ج ۴

[[ص ۸۹۸ کو مصر کو صلقشدہ میں]] پیدا ہوئے ۹۷۳ھ کو وفات پائی۔
شبلی: [دھخدا ج ۹ ص ۱۲۴۶۴]
[[دماوندی ابوبکر دلف بن محدرر زھور اور پرہیزگار تولید ۲۴۷ پہلے در مسلک عمال بن عباس تھے اس کو چھوڑ کر تصوف میں گئے قاضی نور اللہ نے ان کو سیعہ گردانا ہے ۳۳۴ھ کو وفات پایا اعلام زرکلی ج ۲ ص ۳۴۱ ان کے نام میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے دلف بن جعفر بعض نے دلف بن محدرر جعفر بن سیوش جعف بھی کہا ہے]]۔

حسين بن منصور الحلاج

قوله:((ولدت أمي أباها ان ذا من عجوياتي))ص ۲۴۱

عبد القادر الجبلاني

قوله:((معاشر الأنبياء أوتيتم اللقب وأتينا ما لم تؤتوا))ص ۲۹٦

محمد بن قائد الأواني

مقام محمد بن قائد ص۲۹۷

قوله:((تركت الكل وراثي وجئت اليه فرأيت أمامي قدماً فغرت)).ص۲۹۷

أبوبكر جحدر بن الشبلي البغدادي

قول الشبلي:((أنا النقطة التي تحت الباء))ص۲۵۵

محمد بن عبد الجبار النفري

قول الحق له:((الليل لي للقرآن يتلى))ص ۲٦۴

أبو اسحق الأسفرايني

قوله:((ما كان معجزة لنبي على حدها وشمول لوازمها لا يكون أبداً كرامة لولي))ص ۲۷۲

شرح ما قاله بعض العارفين عن الجمع الفرق

قول العارف:((الجمع حق بلا خلق الفرق خلا بلا حق))ص ۲۷٦

أبو القاسم عبد الكريم بن هوازن القشيري

قوله:((ما طنک يعلم علم العلماء فيه تهمة))ص ۲۸۰

أبو السعود الشبلي البغدادي

مقام أبي السعود من الملامتية. ص ۲۹۹

قوله لمحمد بن قائد:((نحن تركنا الحق يتصرف لنا))ص ۲۹۹

بومدين واسمه شعيب بن الحسن

حصول أ بي مدين على درجة القطبية ومقامه. ص ۳۰۵

قوله قوله فيتمسح الناس به.. ص۳۰۷

الأولياء غير محفوظين من خواطر الشيطان. ص۳۰۷

فهمه من قوله تعالیٰ:((فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب))ص۳۰۷

فهمه في قوله تعالیٰ:((وما أوتيتم من العلم الا قليلاً))س۳۰۸

قوله:أطمعونا لحماً طرياً. ص۳۰۸

قوله في أهل الجنة وفي أهل النار. ص ۳۰۹

أبو العباس العربي

قوله في المشهور:((والأقربون أولي بالمعروف))ص ۳۴۹

قوله:((كن فقيراًمن الله كما أنت فقير اليه))ص ۳۴۹

أبو العباس المقراني الكساد

وقول القائل:((لا خير في حب يدير بالعقل))ص ۳۵۲

سليمان الدنبلي

قوله للحق:((ملكي أعظم من ملكلک))ص ۳۶۰

التصوف

قول بعض أهل الطريق:((الأنبياء يصرفون الأحوال والأولياء تصرفهم الأحوال))ص۳۶۸

قول اليشوخ:((لوبيع الجوع في السوق لزم المريد أن يشتريه))ص۳۷۳

قول العارف :((آخر ما يخرج من قلوب الصديقين حب الرياسة))ص ۳۷۵

قول العارف:((العلم حجاب))ص۳۷۷

قول الصوفي:((من وحد فقد الحد))

((من ألحد فقد أخلد))

((الردة عن الدين شيمة الملحدين.))ص۳۷۸

قول العارف:((ما قال بالاتحد الا أهل الالحاد))ص ۳۷۹

قول الصوفي:((من وحد فقد أشرک))ص ۳۷۹

قول العارف:((هو الظاهر في المظاهر))ص ۳۸۰

قول العارف:((من رأي نفسه خيراً من نفس فرعون فما عرف))ص ۳۸۰

قول العارف:لوأن شخصاً أقبل على الله طول عمره أعرض عنه لحظة واحدة كان ما فاته في

تلک اللحظة أكثر مما ناله في عمره. ص ۳۸۳

قول الصوفي:((الطرق الى الله تعالىٰ على عدد أنفاس الخلائق))ص۳۸۷

قول القائل:((سبحان من لا يعرف الا بالعجز عن المعرفة به))ص۳۸۸

چشتی، معین الدین:[اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔تالیف سید قاسم محمود ج اص ۷۷۴]

(۵۳۶ھ/۱۱۴۱ء۔۶۳۳ھ/۱۲۳۵ء) ناموراورا کابر علماء میں سے ایک تھے۔ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی تھے۔سیستان کے قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد خواجہ غیاث الدین حسن دولت مند تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عابد وزاہد تھے۔نسب کے لحاظ سے آپ نجیب الطرفین سید تھے۔آپ کا سلسلہ حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

''خواجہ معین الدین بن غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید احمد حسین بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن امام علی رضا بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی بن امام زین العابدین بن امام حسین بن علیؓ۔''

بیس سال کی عمر میں آپ کے والد سید غیاث الدین انتقال کر گئے۔غز ترکوں کے ہاتھوں سجستان کے تاخت وتاراج کے بعد احوال باطن کی طرف متوجہ ہوئے اور مسلک صوفیہ کی جانب قوی رجحان پیدا ہو گیا۔

والد نے ترکے میں ایک باغ اور ایک چکی چھوڑی۔ چنانچہ آپ نے باغبانی کو ذریعہ معیشت بنایا۔آپ سارا کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔درختوں کو پانی دیتے، زمین ہموار کرتے، پودوں کی کانٹ چھانٹ عمل میں لاتے اور خود ہی پھلوں کو فروخت کرتے۔ایک روز آپ اپنے باغ میں آرام فرما رہے کہ ابراہیم قندوزی ایک مشہور بزرگ جو مجذوب بھی تھے باغ میں تشریف لائے اور نظروں ہی نظروں میں خواجہ صاحب کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔اب آپ احوال باطن کی طرف متوجہ ہوئے اور مسلک صوفیہ کی جانب بہت قوی رجحان پیدا ہو گیا۔سارا مال اسباب راہ خدا میں دے دیا۔اور خدا پر توکل کر کے تن تنہا نکل کھڑے ہوئے۔سب سے پہلے سمرقند اور بخارا پہنچے جو ان دنوں اسلامی علوم وفنون کے مرکز سمجھے جاتے تھے۔چنانچہ وہاں کی درسگاہوں میں اس زمانے کے ممتاز علماء سے مذہبی علوم کی تحصیل کی۔عراق جاتے ہوئے قصبہ ہارون سے گزر ہوا جو ضلع نیشاپور میں واقع ہے۔یہاں پر خواجہ عثمان سے ملاقات ہوئی۔اور ان کے مریدوں کے حلقے میں داخل ہو گئے۔تعلیم وتربیت کی غرض سے بیس سال تک اپنے مرشد کے ہمراہ سیر وسیاحت کرتے رہے۔اس کے بعد خود سیاحت کیلئے نکلے۔دوران سفر مشاہیر ومشائخ وعلماء سے ملاقات کی۔ان بزرگوں میں شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ نجم الدین کبریٰ، شیخ نجیب الدین، عبدالقادر سہروردی، شیخ ابوالسعید تبریزی، شیخ عبدالواحد غزنوی جیسی مشہور شخصیات تھیں۔آپ نے مملکت اسلامیہ کے تقریباً تمام بڑے مرکزوں کی جو اس عہد میں موجود تھے، سیاحت کی اور وہاں کے مسلمانوں کی مذہبی زندگی کے تقریباً تمام رجحانات سے واقفیت حاصل کی۔اس کے بعد ہندوستان تشریف لائے۔کچھ عرصہ لاہور میں رہے اور کچھ وقت حضرت علی ہجویری ے مزار پر مراقبے میں صرف کیا۔یہاں سے اجمیر پہنچے۔اجمیر میں ہی شادی کی۔بقول عبدالحق دہلوی آپ نے دو شادیاں کیں ان میں سے ایک زوجہ ہندو راجہ کی لڑکی تھی۔آپ نے اجمیر میں وفات پائی۔اور یہیں پر آپ کا مزار ہے۔جس کا ہندو مسلم دونوں احترام کرتے ہیں۔عرس کے موقع پر پاک وہند سے لاکھوں آدمی جمع ہوتے ہیں۔آپ کی اولاد میں تین لڑکے ابوسعید فخر الدین، ابوالخیر ضیاء الدین، شیخ حسام اور ایک بیٹی بی بی جمال تھیں۔

آپ کی درگاہ کے احاطے میں بہت سی عمارتیں شامل ہیں۔دروازے، مسجدیں، مسافر خانے، لنگر وغیرہ مالوں

کے فرمانرواؤں، مغل شہنشاہوں، رئیسوں، سوداگروں اور صوفیوں نے گذشتہ صدیوں میں وہاں پر تعمیر کرائے۔ محمد بن تغلق جو دہلی کا پہلا فرمانروا تھا جس نے خواجہ صاحب کے مزار پر حاضری دی۔ مالوے کے خلجی سلاطین نے اسی ولی اللہ کا مقبرہ تعمیر کرایا۔ شہنشاہ اکبر کے عہد حکومت میں ان کا مزار ملک کی سب سے بڑی زیارت گاہ کے طور پر شہرت پا چکا تھا۔

خواجہ صاحب اپنے عہد کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ واشاعت آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ آپ نے جو کام انجام دیا وہ معمولی نوعیت کا نہیں اور نہ ہی کسی معمولی انسان کا کام ہے۔

آپ ہی نے ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ دو مرتبہ دہلی آئے۔ لیکن سیاسی قوت کے اس مرکز سے اپنے آپ کو دور ہی رکھا اور خاموشی سے اس ملک میں ایک فکری انقلاب کی بنیاد رکھی۔

آپ کی تصانیف کے ضمن میں کئی ایک کتابوں کا نام لیا جاتا ہے لیکن ایک کتاب کے بارے میں تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ ''انیس الارواح'' آپ ہی کی تصنیف ہے۔ دوسری کتابوں کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔

آپ کے خلفاء خواجہ برہان الدین، شیخ حمید الدین ناگوری، بی بی حافظ جمال، شیخ دہیہ الدین، سلطان مسعود غازی، شیخ وحید الدین خراسانی وغیرہ ہیں۔

آپ کے بعض ملفوظات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بڑے صاحب دل، وسیع المشرب اور نہایت دردمند انسان تھے۔ آپ عمیق جذبہ انسانیت کے علمبردار تھے۔ آپ کے نزدیک مذہب کے معنی خدمت خلق کے تھے۔ اپنے مریدوں کو تعلیم دیتے تھے کہ وہ اپنے اندر دریا کی سی فیاضی، سورج جیسی گرم جوشی، زمین جیسی مہمان نوازی پیدا کریں۔''

ذی النون مصری: [ص ۱۲۳]

ذی النون مصری شہر اخمیم سے ہیں کہتے ہیں [[وہ نوبی والا ہے]] وہ علم کیمیاء کا ماہر تھا وہ کیمیاء کو سحر سے خلط کرتا تھا وہ ہمیشہ گردش میں رہتا تھا صوفیوں میں احوال ومقام کی باتیں زنون سے پھیلی ہیں یعنی صوفی بننے کے لئے مقامات مسافات طے کرنا مشکل ہے ذی النون مصری کے بعد سری سقطی متوفی ۱۲۵۳ اس کے بعد جنید بغدادی متوفی ۲۹۷۔

شاذلی: محمود قاسم ج ۲ ص ۱۰۵۶ ا کے مطابق ایک معروف صوفی ۵۹۳ میں تونس میں شاذلیہ کے مقام پر پیدا ہو

سہروردی: شہاب الدین متوفی ۱۱۹۱ھ شیخ مقتول اشراق ئے کہتے ہیں ان کا سلسلہ امام حسن مجتبیٰ سے ملتا ہے
یہ لوگ تمام حقائق کشف کے ذریعے معلوم کرنے کے دعویدار ہیں اس نے مذہب زردتشتیہ میں اصلاح کرنے کی بات کی ہے سلطان صلاح الدین ایوبی نے انہیں سزائے موت دی۔

پاکستان ہندوستان مین اس سلسلہ کے صوفیاء بہاالدین ذکریا کی اتباع کرنے والے کو کہتے ہیں بہاءالدین زکریا ۵۶۶ کو پیدا ہوئے بغداد میں قیام کے دوران سہروردی سے فرقہ کی خلافت لینے کے بعد ملتان آئے ۶۶۱ میں وفات پائی ان کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں ملتا ہے جو کچھ ہے وہ لوگوں کے نام لکھے گئے خطوط ہیں۔

محمد اقبال:

از کتاب محمد اقبال [[سریہ وفلسفہ وشعر]] تالیف ڈاکٹر عبدالوھاب عزام ص ۱۵ ان کے خاندان کا سلسلہ نسب براہمہ کشمیر سے ملتا ہے تین سال قبل دور سلطنت مغولی میں ان کے جد نے شیخ ہمدانی کے ذریعہ اسلام قبول کیا تھا ان کے جد محمد رفیق کشمیر سے سیالکوٹ ہجرت کر کے آئے تھے محمد رفیق اوران کے تین بھائیوں نے سیالکوٹ میں قیام کیا ان کے ایک بھائی رمضان صوفی تھے انہوں نے چندین کتابیں تالیف کی تھیں علامہ اقبال نے مصر میں اپنے براہمہ الاصل ہونے پر فخر کیا تھا۔

ان کی عبارت مرا بنگر در ہندوستان دیگر بنی برھمن زاد آشنا رمزروی تبذیر است مشہور روایت ہے کہ ایک دن ان کے والد نے ان کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ قرآن کو اس طرح پڑھو جیسا کہ تم پر نازل ہوا ہے یہ جملہ کچھ حد تک اہل فکر و دانش کی نظر میں قرآن اور محمد ﷺ کے حق میں جسارت اور اہانت ہے کیونکہ ان کے بعد کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا سوائے صوفی کے اس کے علاوہ علامہ اقبال کے اشعار و نشر اور عمل میں بھی کوئی ایسے شواہد نہیں ملتے ہیں کہ وہ قرآن سے لگاو رکھتے تھے نیز قرآن پڑھتے تھے۔

اقبال ۲۴ ذی الحجہ الحرام ۱۲۸۹ھ کو پیدا ہوئے قرآن کو اپنے والد سے پڑھا پھر [[سویتھ]] مشن سکول میں داخلہ لیا وہاں ان کے استاد میر حسن تھے جو فارسی عربی دونوں جانتے تھے ان کے والد نے میر حسن سے کہا اپنے تین بچے مدرسہ میں تعلیم کیلئے دینا چاہتا ہوں تو میر حسن نے کہا یہ بچہ مساجد میں تعلیم کے لئے نہیں یہ یہاں ہی پڑھے گا پھر سیالکوٹ سے لاہور منتقل ہوئے جہاں انہیں مستشرق [[توتو پاس ارسلد]] جیسے پروفیسر ملے یہاں انہوں نے بی اے اچھے نمبروں میں پاس کیا مستحق انعام قرار پائے پھر ایم اے فلسفہ میں داخل ہوئے یہاں بھی اچھے نمبروں

میں پاس ہوئے تو ان کے استاد [[تو پاس ارسلد]] جو کہ لندن یونیرس میں عربی پروفیسر بھی تھے علی گڑھ یونیورسٹی میں بھی پروفیسر تھے [[اس لئے کتاب دعوت اسلام تالیف کیا]] پھر قصور یونیورسٹی میں استاد فلسفی منتخب ہوئے پھر آپ استاد تو پاس ارسلد کی کوشش سے مزید تعلیم کے لئے لندن منتقل ہوئے لندن جاتے وقت دہلی میں قیام کیا ان کے میزبان خواجہ نظام کے پوتوں میں سے تھے آپ وہاں خواجہ نظام الدین کے مزار پر گئے پھر ہمایوں بادشاہ کے مزار پر گئے پھر لندن پہنچے جہاں آپ نے اپنے استاد کی ترتیب و تنظیم کے تحت کسی یہودی کے ہاں قیام کیا یہاں آپ کے استاد دانشگاہ اور ساتھی غیر مہذب خواتین بھی ان سے منسلک رہیں تین سال یورپ میں قیام کے بعد ۱۹۰۸ کو لاہور میں واپس آئے۔ جب واپس آئے تو پھر خواجہ نظام الدین کے مزار پر گئے وہاں سے لاہور وروانہ ہوئے۔

۱۹۰۸ سے ۱۹۳۴ تک وکالت کے شعبہ میں رہے پھر آپ مریض ہو گئے ہندوستان کی مختلف جگہوں میں عوامی اجتماعات سے خطاب کیا جو بعد میں اصطلاحات افکار دینی کے نام سے مشہور ہوئے تھے انہی میں سے ایک خطبہ الہٰ آباد ہے جو ۱۹۳۰ کو الہٰ آباد میں دیا تھا اس میں انہوں نے اہل ہندوستان سے کہا ُہندوستان میں ہندو مسلمان کا اتحاد ممکن نہیں یہاں کے مسائل کا حل یہ ہے کہ ان دونوں کو الگ الگ علاقہ دیا جائے یہی ان کی فکر کی سند ہے ۱۹۳۱ سے ۱۹۳۲ کو ہندوستان کے بارے میں منعقد گول میز کانفرنس لندن میں شرکت کی ۱۹۳۵ کو مریض ہوئے ۱۹۳۸ کو وفات پائی ان کے افکار و نظریات اور تصورات کا ترجمہ اسرار خودی ہے جو ۱۹۱۵ کو نشر کیا تھا جس نے ہندوستان کے دینی ماحول میں ایک ہیجان اضطراب پیدا کیا لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ نے اس دیوان کو ضد اسلام قرار دیا دوسرے نے اس کو حقائق پر مبنی مسلمانوں کی بیداری کا چراغ و رہنما قرار دیا۔

مصادر صوفی

۱۔ کتاب للمع فی التصوف ابوالنصر سراج
۲۔ کتاب المحجوب العشر یہ قشیری
۳۔ احیاء علوم الدین غزالی
۴۔ عوارف المعارف شہاب الدین سہروردی
۵۔ منطق التطیر فرید الدین عطار ۱۲۲۹
۶۔ فتوحات مکہ
۷۔ نصوص الحکم ابن عربی
۸۔ انسان کامل
۹۔ اللمعات وانوامع

نقشبندیہ:[اسلامی انسائیکلو پیڈیا محمود قاسم ج ۲ ص ۱۵۵۷]
رواج اسلام کی عکاسی کرنے والے صوفی درویشوں کا ایک سلسلہ یہ لوگ حضرت اویس قرنی کی طریقت سے زیادہ مشابہ ہیں اس سلسلہ کے بانی محمد بہاء الدین بخاری متوفی ۱۳۸۹ ہیں اس سلسلہ کے اہم بزرگوں میں علاء الدین عطا مجدد الف ثانی محمد معصوم شاہ قطب الدین شاہ عیسی ولی بابا نور محمد شیرانی ہی خواجہ محمد زبیر اور یعقوب چرخی وغیرہ شامل ہیں۔

عقائد بریلوی:

۱۔ نبی کریم بشر نہیں بلکہ انوار الٰہی میں سے ایک نور ہیں۔

۲۔ نبی کریم عالم بالغیب ہیں احمد رضا خان کہتا ہے اللہ جو کچھ لوح محفوظ میں رکھتا تھا وہ سب محمد ﷺ کو دیا ہے۔

۳۔ اللہ محمد دونوں ایک ہیں دونوں میں فرق نہیں کر سکتے ہیں جیسا کہ احمد رضا خان کہتے ہیں و الا یستطیع ان افرق بینکم۔

۴۔ محمد ﷺ اور عبد القادر جیلانی تمام کائنات میں تصرف کر سکتے ہیں۔

۵۔ نبی کریم کو حاضر و ناظر قرار دیتے ہیں.

۶۔ سب کو استعانت کیلئے دعوت دیتا ہے نہ ماننے والے کو منکر وملحد کہتے ہیں۔

۷۔ قبروں پر قصور معلیٰ تعمیر کرتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں۔

۸۔ قبروں کی زیارت کرتے ہیں نذورات لے جاتے ہیں۔

۹۔ ان کے سال میں عرس مناتے ہیں۔

۹۔ میلاد نبی مناتے ہیں بیہودہ سنت کے نام سے رقص کرتے ہیں۔

۱۰۔ مردے کی قضاء نماز و روزہ مال لے کر سزا ساقط کرتے ہیں کہتے ہیں تارک نماز و روزہ کے لئے بخشش ممکن ہے لیکن تارک میلاد کے لئے بخشش نہیں۔

۱۱۔ ان کی نظر میں غیر از بریلوی تمام فرقے حتیٰ دیوبند بھی کافر ہیں جن کو وہ کافر کہتے ہیں ان کو کافر نہ کہنے والے کو بھی کافر کہتے ہیں۔

۱۲۔ فقہ میں وہ خود کو تابع حنفی کہتے ہیں۔

ہندوستان میں صوفیوں کی دوسری بڑی شاخ دیوبند ہے:

کتاب موسوعۃ ج۱ ص۳۱۰ میں آیا ہے دیو بدن انیسویں صدی کے آخر بیسویں صدی کے آغاز میں جب استعمار نے ہندوستان میں ان کے خلاف تحریک کو کچل دیا قتل و زندان ویران برپا کیا گیا ہے قوت مقابلہ کا ناب کھو چکے ہیں مبارزہ مجاہد علماء کوئی شہید کوئی زندان کوئی ہجرت کر کے گئے باقی ماندہ علماء میں سے جناب شیخ امداد اللہ المھاجر المکی اور ان کے شاگرد محمد قاسم نانوتوی نے مدارس دینی و مراکز اسلامی کھولنے کا فیصلہ کیا چنانچہ انہوں نے ۱۵ محرم ۱۲۸۳ کو دیو بند میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی ۱۲۹۱ء کو مدرسہ نو سال کی مدت میں مکمل ہو گیا اس سے پہلے مسجد میں درس دیا جاتا تھا یہ مدرسہ ہندوستان میں سب سے بڑی درس گاہ ہے یہاں سے فارغ علماء ہندوستان میں وجود میں آنے والی تبلیغی جماعت اس مدرسہ کی پیداوار ہیں اس مدرسے کی ایک بڑی علمی شخصیت عالمی سطح پر ابھرنے والی رئیس علماء لکھنو رابطہ عالم اسلامی کی عضو ابوالحسن ندوی ہیں۔علماء دیو بند عقائد و سلوک میں صوفیہ نقشبندی چشتیہ قادریہ سہروردیہ سے وابستہ ہے ان کے طریقہ پر چلتا لیکن فقہ میں امام ابوحنفیہ کی تقلید کرتے ہیں......... [[جمعہ ۱۲ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۴ مارچ کو دنیا اخبار میں کنور ارشاد نے لکھا ہے سندھ ثقافت کے نام سے اسلام کے خلاف ہونے والے میلے کے لئے بلاول زرداری نے ۱۵ ارب روپے دیئے۔]]

کرامات صوفی:

فرقہ باطنیہ کی دلیل و برھان میں گھڑی گئی مصطلحات میں ایک کرامت ہے جسے وہ اپنے من پسند اولیاء کے بارے میں اختراع کرتے ہیں کہ وہ صاحب کرامات ہے کرامات کی وجہ سے وہ دوسروں کے منویات و مخطورات قلبی سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور اپنے مخالفین کو منوا سکتے ہیں اپنے گرویدوں کو نوازتے ہیں یہ چلتا پھرتا ہتھیار رہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ ہمیں کشف ہوا ہے اس دعویٰ کشف کے بعد مزید دلائل کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح افعال خارق العادات جسے انبیاء کے ہاتھوں سے صادر ہونے کی صورت میں معجزہ کہتے ہیں اگر صوفیوں یا ائمہ کے توسط سے ہو جائیں تو کرامات کہتے ہیں دونوں صورت میں عمل خارق العادات عادی ہے یعنی بغیر کسی علت و سبب کے یہ عمل انجام پاتا ہے اگر انبیاء کریں تو معجزہ اگر اولیاء کریں تو کرامات کہا جاتا ہے انبیاء کے معجزات کی منطق یہ پیش کرتے ہیں کہ شخص نبی کی نبوت کی تصدیق و ثبوت میں اللہ تعالیٰ پیش کرتا ہے کیونکہ نبی کو اللہ نے بھیجا ہے نبی کے پاس اپنے اللہ کی طرف سے مبعوث ہونے کی کوئی دستاویز سند نہیں تو اگر لوگ نہیں مانیں گے تو لوگ

حق بجانب ہونگیں کیونکہ لوگوں کواللہ نے بغیر دلیل کوئی عمل کرنے یا تسلیم دیگران ہونے سے منع کیا ہے اگر ہرمدعیٰ کا دعویٰ کوقبول کریں گے تو دعویٰ کنندگان بہت ہونگے جوکہ نقص ہے لہٰذااللہ خود جوکہ خالق کائنات خالق نبی ہے اس نبی کی نبوت کے ثبوت میں یہ عمل خارق اس کے ہاتھ سے کراتے ہیں لیکن اولیاء نبی نہیں ان کیلئے یہ عمل کیسے حاصل ہوگیا یہ ان کا کسب ہے جوتربیت وتعلیم سے حاصل ہوجاتا ہے جسے مخترعات کشفیات یاعطائے الٰہی ھبہ الٰہی کہتے ہیں اگرھبہ الٰہی ہے تواس تک پہنچنے یا حاصل کرنے کا فارمولا کیا ہے تو یہ گول مول کرتے ہیں کبھی مخدوش اسنادغیر معقول متن والی احادیث ضحیفہ سے استناد کرتے ہیں اگران احادیث کی متن وسند کوقبول کریں توعظمت انبیاء ختم نبوت سے ہاتھ دھونا پڑے گا بلکہ تصور دین الوہیت رسالت نبوت ختم نبوت سب لغو بیہودہ ہوجائیں گے قرآن کریم کی آیات سے واضح ہوجاتا ہے اللہ نے تمام انسانوں کوکرامت بخشی ہے نہ کہ ایک خاص فرد یا گروہ کو۔

اول: ہندوستان مشرقی وسطیٰ کے تصوف کا فروغ:

دوم: مقامی زبانوں کی ترقی اوران کے اشتراک وامتزاج سے ایک نئی زبان کی افزائش۔

’’جوشخص توحیداور تحقیق کے خلاف چلتا ہے اس کودین میں کچھ نصیب نہیں ہوتا اور جب دین جواصل ہے مضبوط نہ ہوتو تصوف جواس کی شاخ ہے کس طرح مضبوط ہوسکتی ہے‘‘۔

تصوف قرآن اورسنت کے متوازی ایک مورثہ شیاطینی ہے جس کی وضاحت صوفیون کے تمام طبقات میں ملنا ضروری نہیں ہے کیونکہ فلسفہ تصوف بذات خودتشطت وتفریق پرقائم ہے وہ اس لئے زندہ ہے کہ ہر پرانے کواپنے سے دورکرتے ہیں ہم ان میں سے نہیں ہیں بہرحال ان کی قرآن اورسنت کے متوازی اختراعات میں سے ایک خانقاہ ہے جسے انہوں نے مسجد کے مقابلے میں اختراع کیا ہے اس اختراع کا فلسفہ وہی ہے جومسجد ضرار کا فلسفہ ہے غرض جوبھی جہاں کہیں کسی مکان ومقام کومسجد الحرام یاعام مساجد کا درجہ دے دیں وہ مسجد ضرار ہونگی چنانچہ ہمارے بلتستان کے ہرعلاقے میں ایک خانقاہ ملے گی اب صوفی وہاں چندگروہوں میں بٹ گئے ہیں شیعہ سنی اہل حدیث سلفیہ وغیرہ لیکن خانقاہ کا قبضہ نہیں چھوڑا ہے کیونکہ یہ ان کی وراثت مذہبی ہے۔

یہاں اسلام صوفیوں نے پھیلایا ہے:

کسی تاریخی حقیقت کوتسلیم کرنا اوراس کی روشنی میں دین کی عمارت کوکھڑا کرنے میں کوئی منطق عقلی وشرعی ہے

تو ہم اس حقیقت تاریخ کو تسلیم کرتے ہیں یہاں اسلام صوفیوں کے توسط سے پھیلا ہے مجلّہ دانش فصلنامہ مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان اسلام آباد شمارہ ۳۹ص ۱۳۹ پر آیا ہے اس مجلّہ میں سرزمین ہندو پاکستان میں اسلام صوفیاء کرام امثال سید علی ہمدانی خواجہ اجمیر شریف و داتا گنج بخش ہجویری کی توسط سے پھیلا ہے اس کی واضح و روشن تابلوھای خط درشت مزارت شہر اسلام و مسلمین میں ہچومندر وگرجہ سیاستدانوں کے کردار سے مانند قبوروں میں چرسیوں رقاصون ناچوں دیوانوں سے کون انکار کرسکتا ہے اس سے زیادہ واضح پڑھے لکھے گریجوئیٹ خدا کہاں ہے قیامت کہاں ہے کہنے والوں کے ہاتھوں میں چوڑیاں بیسویں ایکسویں صدی میں یہ قوم خرافاتوں کی دلدل میں گھٹنے تک ڈوبے ہوئے ہے کون انکار کرسکتا ہے زبان پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لانے سے گریز کرنے والے صدر وزیر اعظموں کے بازوں پر تعویذات کالے بالوں والے گوسفندوں کی قربانی دلیل کے لئے کافی نہیں ہے کہ یہاں اسلام صوفیوں نے پھیلایا ہے اگر اسلام صحیح یہاں پہنچا ہوا ہوتا تو آج اس ملک کا حشر ایسا تھوڑا ہوتا کہتے میں شام میں اسلام بنی امیہ کے ذریعے پہنچا تھا مصر میں اسلام عمرو بن عاص کے ذریعے پہنچا تھا ان حقائق سے انکار نہیں کرسکتے کیونکہ شام میں پہلا اسلام کا گورنر یزید بن ابی سفیان اور دوسرا معاویہ بن ابی سفیان تھا انہوں نے اسلام پھیلایا ان سے پہلے وہاں کوئی نہیں گیا تھا ان سے ہٹ کر کوئی اسلام کی وضاحت نہیں کرسکتا ہے یہی وجہ ہے آج شام بھی قبرستان ہے اس کی درآمدات مزارات ہے ہے مصر بھی اسی طرح ہے جس نے کبھی خلیفہ مسلمین کو خراج نہیں دیا جب اس کو عزل کیا تو قتل خلیفہ کی سازش کی اس میں وہ کامیاب ہوئے کہ کہ شورش برپا کی قاتل عثمان مصر سے آئے تھے آج اس ملک کے سربراہ بنانے والے کسی وزیر اعظم مسیحی کی امید باندھنے والے کون ہیں۔

چنانچہ صوفیانہ مزاج رکھنے والے بعض مشائخ آج کل اس کا مظاہرہ کر رہے ہیں یہ محبت میں بھی حدود سے تجاوز کر کے کہتے ہیں محبت اہل بیت کے بغیر دین ناقص ہے یا محبت اہل بیت ہی دین ہے اور محبت اہل بیت کے بغیر زندگی زندگی نہیں ہے بعض صوفی حضرات اپنے مخصوص مقاصد کے لئے اسی طرح کی لفاظی کرتے ہیں وہ اس کے ذریعے سنی شیعہ کا ایک متحدہ محاذ قائم کر کے اقتدار لینے کے خواہش مند ہیں وہ محبت ہے، وہ محبت کو ہی کل دین سمجھتے ہیں چنانچہ اس ملک میں طویل عرصے سے خاص کر پرویز مشرف کے دور سے اب تک شیعہ سنی متحدہ صوفیوں کی سرگرمیاں اسی نام سے چل رہی ہیں بقول افتخار نقوی اس معنی میں شیعہ یہاں اکثریتی فرقہ ہے کیونکہ

شیعوں کی محبت اہل بیت کی فلکرسنیوں میں بھی پائی جاتی ہے چنانچہ یہ لوگ محبت اہل بیت کی چھتری کے نیچے ملحدین و کافرین اور دین وشریعت سے لاتعلق انسانوں اور ان کے احزاب کی حمایت کو رواج دینا چاہتے ہیں اور جو چیز اساس دین ہے اسے وہ غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

وہ صوفی زادہ ہی ہے کتاب اردو ادب کی تحریکیں تالیف انور رشید ص ۵۲ پر لکھتے ہیں صوفیاء کی تحریک مانویت لی ہے۔

دین صوفیہ میں:

دین صوفی ایک قسم کی کھچڑی ہے جس کے اجزاء تمام ادیان مذاہب و ملل زمینی و آسمانی میں سے ہیں اسلام کا بھی کچھ حصہ ظاہری موجود ہے اس ظاہری حصے کی وجہ سے وہ مسلمانوں میں نفوذ کر چکے ہیں کتاب نہج البلاغہ میں شریف رضی نے ایک کلام حضرت علی سے نقل کیا ہے جس میں آیا ہے باطل ہر ایک سے تھوڑا تھوڑا لیتا ہے پھر اس کو ملا کر پیش کرتا ہے۔

جیسے وحدت الوجود وحدت ادیان جس میں کافر فاسق و فاجر ایمان دار مومن سب یکجا ہوتے ہیں ہر ایک اپنے طریقے سے ایمان باللہ رکھتا ہے محمدﷺ اپنے طریقے سے ابی جہل اپنے طریقے سے موسیٰ اپنے طریقے سے فرعون اپنے طریقے سے ابولہب اپنے طریقے سے ابلیس اپنے طریقے سے جبرائیل اپنے طریقے سے ایمان رکھتا ہے۔

ہندوستان میں فروغ اسلام میں خلل:

دین اسلام دین عقل دین خود اختیاری دین مساوی دین بے طبقاتی دین رعایت و دوستی کی وجہ سے جہاں جہاں اس کا پرچم لہرایا گیا وہاں کی آبادی کی اکثریت مسلمان نظر آئیں گے ایران کو لے لیں جہاں شہنشاہی طبقاتی نظام میں رہنے والوں نے اسلام کے نظام کو دیکھا اکثر و بیشتر عوام الناس اس دین میں داخل ہو گئے اس اکثریت مسلمان ہو گئے البتہ یہ بات واضح و روشن ہے یہاں کی شہنشاہی حکومت سے لطف اندوز مال منال مقام والوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا انہوں نے ہمیشہ اسلام کے خلاف محاذ کھولے رکھے ہیں آج بھی ایران میں مجوس آتش پرست موجود ہیں لیکن اکثریت مسلمانوں کی ہے مصر جہاں فتح عمرو بن عاص نے کی وہاں ابھی اکثریت مسلمانوں کی ہے وہاں مسیحی رہتے ہیں وہ دس فیصد کی حد تک بتاتے ہیں اس کی بنیادی وجہ کی ملوکیت کی خرابی

ہوتی ہے اگر باپ قابل ہے بیٹا نا قابل نکلتا ہے عیاش نکلتا ہے بغیر زحمت ومشقت عیش ونوش کرتا ہے اگر باپ خراب ہے نالائق ہے تو بیٹا صحیح نکلتا ہے اس وجہ سے یہاں حکمران یکسونہیں رہی لہٰذا اس وسیع وعریض مملکت کو سنھبالنے والے کم نکلے جو قابل لائق تھے بے دین زیادہ تھے جیسے اکبر بادشاہ اس کے بیٹے اس وجہ سے یہاں اسلام کو پھیلانے میں رکاوٹ بنے ہیں۔

صوفی اسلام: [روزنامہ دنیا کراچی جمعہ ۲۱ مارچ ۲۰۱۴ ص ۱۳]

نائن الیون کے بعد محبت اور دوستی ودشمنی کے پیمانے بدل گئے' ماضی کے محبوب اب مبغوض (hate ful) ہوگئے دوستی دشمنی میں بدل گئی امریکہ نے افغانستان پر فوجی یلغار کردی اور طبل جنگ بجاتے ہوئے اس وقت امریکی صدر جارج ہربرٹ بش نے کہا: ''اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہ یہ جنگ ہم ہی جیتیں گے''

مگر یہ دشمن جسے تر نوالہ سمجھا تھا' وہ لوہے کے چنے ثابت ہوا' دانت گھس گئے' مگر یہ چنے چبائے نہ گئے' اس تلخ تجربے کے بعد امریکہ اور مغربی مفکرین نے ''صوفی اسلام'' کا پرچم سربلند کرنے' اس کی پذیرائی کرنے اور اسے پروموٹ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس مقصد کے لئے ڈالر' پاونڈ اور یورو کی تجوریاں کھول دی گئیں' مغرب ومشرق میں ''صوفی کانفرنسیں اور'' ''سیمینار'' منعقد کئے جانے لگے' آنیاں جانیاں لگ گئیں' حتیٰ کے چوہدری شجاعت حسین صوفی کونسل کے سربراہ قرار پائے اور اس وقت کی امریکی سفیرہ این پیٹرسن نے بعض مساجد اور مزارات کے دور کئے اور ان کی تزئین وآرائش کے لئے گرانٹ منظور کی۔

انہیں دراصل تصوف سے کوئی غرض نہ تھی' ان کی نظر میں ''صوفیا سلام'' سے مراد ''بے ضرر غیر مزاحمتی اسلام'' تھا کہ جب چاہو اور جسے چاہو روند ڈالو' کچل دو' کسی بھی طرف سے ردعمل کے طور پر ''چوں'' کی آواز بھی نہ آئے۔ اس پر کچھ ہمارے سادہ لوح دوستوں نے سمجھا کہ اب ''صوفی اسلام'' کے غلبہ کا دور آچکا صبح نو طلوع ہو چکی اور ماضی قریب قصہ پارینہ بننے والی ہے۔

خونی چاند اسرائیل اور مسلمان: [روزنامہ دنیا کراچی ہفتہ ۲۲ مارچ ۲۰۱۴]

یہودیوں میں تصوف کی بہت بڑی تحریک ہزاروں سال سے چلی آرہی ہے جسے وہ قبالہ' کہتے ہیں ان کے ہاں پہلے تصوف کا علم زبانی طور پر منتقل کیا جارتا رہا لیکن پھر تصوف پر مبنی لٹریچر نے جنم لیا' تین کتابیں' باہیر' سفرا ذیل حما لخ اور ظہر لکھی گئیں آج بھی یہ سلسلہ تصوف' قبالہ کی رہنما تصانیف مانی جاتی ہیں۔ حروف ابجد اور الفاظ کے

اعداد نکالنے کا سلسلہ ان کے ہاں رائج ہے۔ ہمارے ہاں بھی حروف ابجد وہی ہیں جو ان کے ہاں ہیں یہودی علم نجوم سے دور رہتے ہیں لیکن چاند اور سورج گرہنوں کے دوران زمین پر ہونے والی تبدیلیوں کا مطالعہ اپنی مقدس کتابوں کی روشنی میں ضرور کرتے ہیں۔

خانہ مردہ گان، بت صوفیا:

دنیا میں مرنے والوں کے حوالے سے دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک مردوں کو جلانے کے بعد دریا میں پھینکتے ہیں ہندو براہمہ بوذی جتینہ دوسرا زمین کھود کر دفنانے والوں میں یہود نصاریٰ مشرکین اور مسلمان ہیں لیکن مرنے والوں کے بارے میں۔۔ تمام مخلوقات کائنات میں سے صرف جن وانس ہیں ان کیلئے دو زندگیاں ہیں ایک زندگی دنیا کی ہے دوسری زندگی آخرت کی ہے دنیوی زندگی میں وہ اللہ کی طرف سے مکلّف بتکالیف من عند اللہ ہیں ان کو کچھ کرنے کو کہا ہے اور کچھ چھوڑنے کو کہا ہے جنہیں احکام شرعیہ کہتے ہیں ان پر عمل کرنے والوں کیلئے نعیم جنت کا وعدہ دیا ہے ان پر عمل نہ کرنے والوں کیلئے جہنم میں دردناک عذاب کی وعید ہے ان تکالیف پر عمل پیرا ہونے کا وقت لحظات موت تک ہے جب مر جاتا ہے تو یہ خود بخود تکالیف بھی ختم ہو جاتی ہے نہ ان کیلئے جنت اور نعیم کا بندوبست ہوتا ہے یا اس کیلئے جہنم وعذاب کا بندوبست ہوتا ہے، نہ اس کی زندگی اس کے اعمال کا سلسلہ موت کے بعد ختم ہوتا ہے وہ دوسری زندگی میں داخل ہوتا ہے دوسری زندگی کی شکل وصورت کیا ہے اس قدرے مبہم ہے کہ انسان مرنے کے بعد اس کا زندگی یا قیام رہائش کہاں ہوتی ہے جو کچھ آیت اور روایت میں آیا ہے وہ برزخ ہے برزخ وسط درمیان کو کہتے ہیں یعنی حیات دنیا سے کچھ وسیع وعریض ہے حیات قیامت سے چھوٹا ہے ہر چیز کے درمیان کو برزخ کہتا ہے یہاں سے مرنے کے بعد انسان عالم برزخ میں منتقل ہوتا ہے منتقل ہونے والا روح ہے وہ ہماری نظروں سے غائب ہو گیا جبکہ جسم مرنے کے بعد بھی ہمارے پاس ہو بہو موجود ہے ہم اس کو اس کے لحد میں رکھ کر آتے ہیں آپ دوسرے دن جائیں ایک مہینے کے بعد جائیں سال کے بعد جائیں اس کو اسی شکل وصورت قد وقامت کے ساتھ پائیں گے لیکن جگہ کے لحاظ سے بہت تنگ اس قبر سے کہیں گنا اس کی حیات دنیا وسیع وعریض تھی یہ جگہ تو بہت تنگ ہے چنانچہ امیر المومنین نے فرمایا اگر وسیع کھودیں تب بھی چھوٹی ہوئی نیز یہ تمام حواس وادراک سے بھی محروم ہو گا عقل انسانی عقلاء عالم حتی الموت تجزیہ ادراکات بھی عاجز وناتوان ہے اس میں کوئی ادراک نامی چیز لہٰذا قرآن نے اس جسد کے بارے میں فرمایا یہ مردہ ہیں سنتے نہیں جب سنتے نہیں تو

بولتے بھی نہیں دیکھ بھی نہیں سکتے ہیں اس کی مثال یہ ہے اگر کسی کا مرض کی وجہ سے پاؤں ہاتھ کاٹا جائے تو اس کو آپ جہاں رکھیں نام حیات سے خالی وعاری ہوگا اس کے باوجود شریعت اسلام میں اس کے بارے میں دو چیزوں کی ہدایت دی ہے ایک اس مردے کو اس کی سابقہ حیثیت احترام سے کہیں دفنائیں دوسرا خود بار بار وہاں جائیں تا کہ عبرت حاصل ہو جائے کتنی شان وشوکت والے آج یہاں بے حس ہیں کتنی اس کی اہانت وجسارت کریں غصہ نہیں آتا ہے اور کتنی اس کی تعظیم وتکریم کریں وہ خوش ہوتے ہیں نہیں دیکھتا ہے یہاں سے عبرت ملتی ہے بہترین موعظہ ذکر موت ہے۔

لیکن اان کو مخاطب کرنے ان سے جواب کی توقع رکھنے ان سے حاجات مانگنے میں بت پتھر خشب ،فلزات، معدنیات، دریا، سورج، چاند، ستارے ودیگر جامدات نباتات میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ انسان کے اندر سے ہمت شعور نکل چکے ہیں وہ اب ہمارے حواس خمسہ ادراک سے غائب ہو گئے ہیں لیکن وہ جس عالم میں موجود ہے اس عالم کو قرآن میں برزخ کہا ہے لیکن یہ جو ہمارے سامنے موجود ہے وہ جسم ہے وہ جماد خالص ہے اس میں کسی بھی قسم کے ادراک نہیں ہے۔ اگر قبر پرست یا مردہ پرست یہ کہیں نہیں وہ درک کرتا ہے ہمارا جواب بھی دیتا ہے لیکن ہم حس نہیں کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہم ان کے جواب احساس نہیں کریں تو ان سے تقاضا حاجات کرنا بیہودہ غیر دانشمندانہ ہوگا' کیونکہ پتہ نہیں چلتا ہے اس نے ہمیں ہاں کہا ہے یا نہیں غیر عاقلانہ ہوگا جماد و نباتات سے بنی بت سے حاجات مانگتے ہیں ہوگا لیکن ان کی یہ پرستش کرنے والے وہی منطق کہتے ہیں جو سابق زمانے دور جاہلیت میں مشرکین کہتے تھے کہ ہم سے زیادہ اللہ کے قریب ہیں یہ بات کھلی جھوٹ ہوگی کیونکہ اللہ فرماتا ہے فرماتے ہیں ہم سب سے زیادہ قریب ہیں لیکن قبر پرست کہتا ہے ہم سب سے زیادہ قریب ہے قبر پرستوں نے ایک اور جھوٹ تیار کر کے رکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم ان سے مانگتے تھوڑا ہی ہیں ہم تو اللہ سے مانگتے ہیں۔

ان کے مشخصات میں:

۱۔اتباع رسول کی جگہ محبت رسول۔ ۲۔ یہ تمام حکومتوں کے محافظ

۳۔ظاہر صورت عبادات نماز وروزہ حج جہاد سے انکار باطنی اشکال کی اختراع ۴۔عبادت سے انسلاخ

۵۔اورادواذکاروں کی ایجاد ۶۔مساجد کی جگہ خانقاوں کی ایجاد

۷۔دف وڈھول موسیقی سے عشق ۸۔شیخ ومرشد کی اختراع

۹۔قشائرپرستی بال رسول اللہ نعل رسول اللہ

برصغیرپاک وہنداںھی تک اپنے گھٹنے پراٹھ نہ سکا بنیادی وجہ ان صوفیوں کی تعلیمات کا رسوخ ہے کشمیرابھی تک زیر ستم ہندو ہے تو اس کی بھی برگشت تعلیمات صوفی ہے۔

تقلید فرزند صوفیہ:

تمام حیوانات بمعہ انسان کی برگشت ایک ماں ایک باپ کی طرف منتہی ہوتی ہے لیکن حیوانوں میں باپ کیا اہمیت نہیں ہوتی ہے باپ کو نہیں پہچانتے ہیں لیکن ماں کو پہچانتے ہیں جبکہ انسانوں میں دونوں کی طرف ہوتی ہے جہاں کہیں باپ کے انتساب کا فقدان ہو وہ ایک قسم نقص عقدہ حقارت بن جاتی ہے احساس شرمندگی پیدا ہوتا ہے اس کا انتساب اپنے باپ کی طرف مجہول ہو یہی صورت افکار نظریات قوانین کی بھی ہے اس کا بھی کوئی باپ ہونا چاہیے جس نے اس کو ایجاد کیا ہے ہو ایجاد ہمیشہ باپ کی طرف سے ہوتی ہے ماں صرف ظرف کی حیثیت رکھتی ہے جو بھی شریعت قانون جس کا موحد بیان نہ ہو وہ ولد الحرام کی حیثیت رکھتا ہے یعنی اس میں قوت وطاقت قدرت وصلاحیت ایجاد پایا جاتا ہو یہ کافی نہیں یہ فکر برطانیہ سے نکلی ہے فرانس سے نکلی یہ شریعت ایران عراق سعودی عرب سے آتی ہے کافی نہیں ہے۔

حتیٰ یہ بھی کافی نہیں ہے اسکالروں نے کہا ہے فقہاء نے کہا ہے نام لینا ضروری ہے تا کہ فریق جان لیں تحقیق کرسکیں جس کی طرف نسبت دی ہے اس کا وجود ہے یا نہیں اگر وجود تھا تو پھر نوبت یہاں آتی ہے کہ وہ یہ صلاحیت اہلیت رکھتے تھے یا نہیں اگلے مرحلے میں اس نے یہ کہا ہے یا نہیں پھر اس فکر کا وزن بن جاتا ہے ان افکار و نظریات میں سے جس کی باپ نہیں اس کی طرف ماں کا تعارف ہے وہ تقلید ہے یہ شکم صوفیہ سے نکلی ہے۔

ہند کی اسلامی تاریخ پہلی صدی ہجری میں سندھ کی فتح سے شروع ہوتی ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہند میں اسلام تاجروں کے توسط سے پھیلا ہے یہ بات اسی طرح ہے جو کہتا ہے یہاں اسلام صوفیاء کرام کی توسط سے پھیلا ہے یہ باتیں اس لئے گھڑی ہے تا کہ جہاد کے کردار کو ملغی کریں لیکن ایک

لحاظ سے یہ منطق درست نظر آتی ہے یہاں جو اسلام ابھی تک موجود ہے وہ لنگڑا ہے اس کی وجہ انہی سے کی طرف برگشت کرتے ہیں بہرحال ان کا کہنا ہے۔

شبہ قارہ ہند اس وقت نقشہ ایشیاء میں دنیا پر تین بڑی مستقل حکومتوں میں تشخص قرار پایا ہے۔ ہندوستان، بنگلہ دیش۔ پاکستان

ہند کتاب مسلمان ہند بر یطانیہ ص ۱۵ اپر آیا ۱۸۸۸ میں اردو آخر میں نائب سلطنت اپنی ۱۹۰۲ کے کتاب میں لکھا ہے کہ ہندوستان ایک زمان پچاس ملیوں کی آبادی تھی دھلی پائیہ تخت تھی ہمالیہ تک حکومت کرتی ہے سب یکتا پرست تھے حیوانات قربانی کرتے تھے سب برابر کے فاسل تھے شرک کے خلاف تھے۔

اسماعیلیہ: [ادیان ہند]

اسماعیلی ہم نے اہل سنت کے مقابلے شیعہ میں کے بجائے اسماعیلیہ اس لیے لکھا ہے کہ ہندوستان میں شیعہ کو فروغ مغلیوں سے شروع ہوا مغل اسماعیلی تھے ویسے بھی دنیا میں جو اہلسنت کے نام سے مذہب چل رہے ہیں وہ اسماعیلی ہے اسماعیلی ہٹ کر کوئی الگ مذہب نہیں کلمہ شیعہ کو کسی تبوع سے انتساب کیئے بغیر ذکر کرنا اس کی وجہ ہے کہ اس کے چھتری کے اندر ان کے متشتات کو جمع کریں۔

اسماعیلیہ اپنی تاریخ میں مختلف متعدد ناموں سے متعارف ہوئے ہیں:

۱۔ فاطمہ: ان کی ابتداء عبداللہ مہدی سے ہوئی ہے جنہوں نے مغرب میں اقتدار قائم کیا ہے۔

۲۔ حشاشیوں ان کا آغاز ایران کے شہر کوہستانی سے ہوا ہے۔

۳۔ آغا خانی جن کا آغاز ہندوستان سے ہوا ہے۔

۴۔ بہرہ یہ فرقہ بھی ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔

سابقہ تین ادوار میں امامت ان کے عقیدہ کے مطابق نسلاً عن الطفل وہ فرزند کبیر سے ہوتا ہے لیکن ان کا یہ اصول چندین دفعہ ٹوٹ گیا ہے

۳۔ فاطمیہ اور حشاشوں اور آغا خانیون کا تو ابھی تک ان کا سلسلہ نسبت اسماعیل بن جعفر صادق سے ہونا مخدوش ومشکوک بلکہ قریب الیقین ہے انہوں نے کوئی ایسی محکم مستند اس سلسلے میں دلیل پیش نہیں کی ہے۔

۴۔ان کا عقیدہ ہے روئے زمین امام معصوم سے خالی نہیں رہ سکتی ہے وہ اپنی جگہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے امام کا ہر دور میں ہونا اور معصوم ہونے کے عقیدے کو دور تستر امام کہا گیا ہے اماموں کے برملاء فسق وفجور الحاد کو انہوں نے عدم جواز موالا زامام سے پُر کیا ہے لیکن ان سے شق دو گروہ دادوں اور بہرہ نسل فاطمی سے نکل گئے ہیں۔

۴۔ان کی خصوصیات مذہبی میں ایک جھوٹ ہے جس کی وجہ سے وہ بہت سے موڑوں پر عتاب وعقاب مسلمانوں سے بچا ہوئے ہیں وہ کستمان اسرار تقیہ کا نام دیا ہے۔

۵۔تبدیلی چہرہ یا نام جیسے صفویوں نے اپنی طرف سے اثنا عشری اختراع کیا تھا اسماعیلیوں کا مذہب صرف خود اقتدار میں یا کسی اقتدار کی سایے میں زندہ رہنا ہے جس دن وہ ان سے محروم ہو جائیں گے اس دن زوال ہوگا۔اب آتے ہیں تفصیل میں جہاں فاطمیوں کی سلسلہ نسب کے بارے میں لکھا ہے۔

فضائح صوفی:

۱۔صرف الناس عن القران۔

قرآن عام انسانوں کیلئے نہیں دعا قرآن سے بہتر ہے۔ظاہر قرآن نہیں باطن قرآن مراد ہے۔قرآن بدون اہل باطل ہے۔

۲۔معصیت اطاعت سے بہتر ہے کیونکہ معصیت انسان کے اندر توجہ پیدا کرتی ہے۔

۳۔انہدام عقیدہ اسلام واجب والوجود ممکن الوجود نہ رہے۔عاص ومطیع دوئیت ختم ہو جائیں۔

۴۔دعوت فسق وفجور

۵۔جواز شرب شراب حشیش بھنگ

۶۔دراویش دوزی

حکمرانان غزنوی:[حاضر عالم ص ۳۸۵]

سندھ میں حکومت اسلامی دور عباسی میں ابو مسلم خراسانی جو کہ خراسان اور اس کے اطراف کے والی تھے انہوں نے مفلسی عبدی ۱۳۲ھ سندھ کی طرف بھیجا جہاں اس وقت بنی امیہ کی طرف سے قائم والی حکومت کر رہے تھے ان دونوں میں جنگ چھیڑی مفلسی قتل ہوئے تو ان کی جگہ ابو مسلم خراسانی سے موسیٰ بن کعب تمیمی کو والی بنایا ۱۳۴۔۴۱ تک یہاں حکومت کی ۱۴۱ سے ۱۴۲ تک یحیی بن موسی تمیمی نے اپنے باپ کی جگہ ۱۴۳۔۱۵۱ تک عمر بن حفص عنکی

حاکم رہےاسی دوران عبداللہ بن الھتر نفس زکی کی طرف سے حاکم رہا۱۵۱۔۱۵۷ہشام بن عمرو السقفی نے حکومت کی ۱۵۵میں مہدی عباسی کی طرف سے اطراف سندھ حملہ ہوا۱۶۱نصر میں محمد خزاعی نے حکومت کی پھر اس سال محمد بن سلیمان ہاشمی وعبدالملک نے حکومت کی پھر ۱۶۲کوز بیر بن عباس نے حکومت کی اسی طرح مصباح بن عمرو تغلبی نے حکومت کی ۱۶۴۔۰۷ البیث بن طرائف نے حکومت کی۔

سلطان بن محمود سبکتگین نے ۴۲۱ھ تک ہندوستان پر ۱۷حملے کیےاور وہاں موجود حکمران کو ختم کیا پنجاب دہلی لاہور میں حکومت قائم کی۔انہوں نے ۴۰۷ھ میں کشمیر کو بھی اپنی حکومت میں شامل کیا۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلی جنگ ہے جو مجاہدین اسلام نے لڑی تھی یہ لوگ عرب نہیں تھے۔محمود سبکتگین اپنی فتح وکامیابی کی خبریں بغداد بھیجتے تو وہاں اور دیگر علاقوں میں خوشیاں منائی جاتی تھیں۔خلیفہ عباسی نے انہیں اپنا دست وباز واور امین ملت کہا ہے۔وہ خود فقہی تھے اور علم وعالم کے دوستدار تھے۔انہوں نے ہندوستان میں اسلام پھیلایا۔مفتوح جگہوں پر مساجد بنائیں اور یہاں علماء کو دین کی تعلیم پر معمور کیا۔

ابوالقاسم ہمیں الدولہ محمود دین سبکتگین ۴۲۱نصیر الدولہ ۴۲۱ابوسعید شہاب الدین شہاب الدولہ ابوالحسن بہاوالدین الدولہ ۴۴۰ ملک المویٔد جلال الدین دولہ سعود ۴۹۲ کمال الدولہ ۵۰۸ کمال الدولہ ۵۰۸ سلطان الدولہ ۵۰۹ معز الدولہ ۵۴۷خسرو ملک خسروشاہ ۵۸۲۵۵ سے غوری تمدن ہند ص ۲۱۱ سے نقل موسوعہ ادیان ۳۷۸ سے نقل کریں۔

اس علاقہ میں اسلام کی آمد غزنویین ترکوں کی طرف سے چوتھی صدی کے آخر میں ہوئی اس میں غزنوی نے ہند کے اندر نفوذ کیا اور اپنے لئے ایک حکومت قائم کی غزنہ سیستان لمغان خراسان اور اکثر بلاد ماورائے نہر تک ہے سب سے پہلے سندھ میں پہاڑوں سے گزرتے ہوئے داخل ہونے والا غازی محمود غزنوی ہے انہوں نے ۳۸۸ھ سے ۴۲۱ھ تک خراسان غزنہ کابل پشاور ملتان دہلی پر حکومت کی ہے غزنویین کی ہند کی فتح مسلمانوں کا حقیقی جہاد ہے جو ہند کیلئے ہوا ہے ان کی حکومت فتح کے بعد بھی دائم و باقی رہی۔پھر غزنویین کی حکومت کا سلاجقہ کے ذریعہ خاتمہ ہوا اور جنگجویان غور افغانی جن کی قیادت محمد غوری نے کی انہوں نے غزنہ اور اس کے اطراف پر قبضہ کیا پھر اس کا لشکر ہندوستان کی طرف آیا محمد غوری وہی ہے جس نے مسلمانوں کو شمال ہند میں مکمل فتح و پائیداری دی اور غوری کی حکومت ہی کو مسلمانان ہند کی حکومت کہہ سکتے ہیں۔

محمد غوری نے ۵۸۸ھ سے ۵۹۸ھ کے دور میں سندھ، دہلی بنگال اور بہار پر قبضہ کیا۔ دہلی کو حکومت

اسلامی کے لیے مرکز بنایا اور شمال ہند میں حکومت کو مستحکم کیا۔اس طرح مسلمانوں کے لیے ایک قدرت منداور طاقت ورحکومت قائم ہوئی اور یہاں موجود مذاہب وفرق ضالہ وگمراہ اور باطل پرست جنہوں نے ملک میں فتنہ وفساد برپا کر رکھا تھا کو یہاں سے نکال دیا اور ہندوراجپوتوں کو بھی کمزور بنایا۔شہاب الدین غوری نے ایک بڑی عظیم مملکت بنائی ،اس پر دیگر حکومتیں قائم ہوئیں جوان کے بعد آئیں اور ترک افغان ،طغلوقین، سادات، دہلی سے آسام تک اسلام میں شامل ہوئے۔

[موسوعہ ادیان میسرہ ص۳۸۳]

غوریوں کوغوری اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ وسط افغانستان میں واقع منطقہ غور سے منسوب ہیں اس قبیلہ کے سردار نے جنہیں شنب سانبین کہتے تھے پانچویں صدی ہجری کی ابتداء میں محمد بن غوری کے دور میں اسلام قبول کیا تھا،ان کا دارالخلافہ فیروزکوہ تھا۔غوریوں نے پانچویں صدی سلاطین غزنہ کے تابع گزاری تھی۔سلاطین غزنہ اپنی جگہ دوسری صدی کی ابتداء سے تابع سلاجقہ تھے۔سلطان سنجر ابن ملک شاہ کے تابع تھے۔ان کے خاندان سے پہلی شخصیت غوریہ جومعروف ہوئی، وہ قطب الدین ابوعلی حسن بن محمد بن عباس ہے' جوایک محلی انقلاب میں ۴۹۳ھ میں قتل ہوئے ان کی جگہ ان کے بیٹے عزالدین حسن بن حسن نکلے۔ یہ لوگ سلطان سنجر کو برابر زریہ دیتے تھےغوریوں کے بزرگ رئیس علاء الدین حسین جہان سوزجن کا لقب محرق عالم تھاانہوں نے ۵۴۵ھ میں حکومت سنبھالی اور اپنے بھائی سیف الدین کا انتقام لیا اور غزنہ کو غارت کیا'اس طرح علاء الدین مشرقی افغانستان پر غالب آئے اور سلطان سنجر ابن ملک شاہ سلجوقی کے سامنے تسلیم ہوئے اور ۵۴۵ھ میں وہ ان کی اسارت میں آگئے ان کی وفات کے بعد حکومت ان کے بیٹے سیف الدین محمد کو ملی جو۵۵۸ھ میں قتل ہوگئے۔

ان کی حکومت بہت رعب اور دبدبہ والی حکومت تھی ان کی سلطنت وسیع پیمانے پر قائم ہوئی۔آخر میں ایک ہندو کے ہاتھ سے وہ ۶۰۲ھ میں قتل ہوئے محمود محمد غوری کا کوئی وارث نہیں تھا ان کے بعد حکومت پر قابض ہوگئے اور پھر فوراً یہاں ممالیک کی حکومت آئی جن میں سے قطب الدین ایبک نے ۶۰۲ھ میں ہندوستان کا حاکم ہونے کا اعلان کیا پھر ۶۸۹ھ میں ان کی حکومت کا خاتمہ ہوا خلجیین کی حکومت میں سلطان علاؤالدین' بہلول لودھی تھے لودھیوں کے اختلاف وافتراق کی وجہ سے ان کی حکومت تقسیم ہوئی ان میں سے ایک ظہیرالدین محمد بابر ہے یہ تیمور لنگ کا نواسہ تھا کابل سے یہ لودھیوں کی مدد کے لئے آیا تھا لیکن امیر کابل ہند کو فتح کرتے ہوئے خود حکومت پر

قابض ہوا اور اس نے اپنے بعد اپنی اولادوں کو وہاں مسلط رکھا انہوں نے سلطان لودھی کو ختم کیا، اس طرح حکومت افغانین لودھین کے ہاتھوں سے نکل گئی اور تیمورین کے ہاتھوں میں آ گئی اور دولت تیموری کبریٰ قائم ہوئی جو تیمور لنگ کے نواسوں کی حکومت تھی۔ جو ظہیر الدین محمد بابر نے ۹۳۲ھ میں قائم کی تھی۔ یہ حکومت اپنی وسعت کے حوالے سے تیس سال تک چلی۔ یہ پورے ہندوستان پر قائم تھی مسلمان یہاں بہت وسیع پیمانہ پر پھیل گئے جو ہندوستان کی حکومت کا سنہری دور حکومت کہا جاتا ہے۔

محمود غزنوی: پاکستانیکا ص ۸۶۰

بادشاہ افغانستان سبکتگین کے بیٹے ۹۷۱م کو پیدا ہوئے اپنے والد کی وفات کے بعد ۹۹۸ کو تخت نشین ہوئے انہوں نے اپنی سلطنت کو توسیع دینے کے لئے ترکستان اور ہندوستان پر کئی حملے کئے ۱۰۰۱ کو راجہ جے پالی کو پشاور میں شکست دی ۱۰۰۵ھ ملتان پر قبضہ کیا ۱۰۰۸ کو پنجاب پر حملہ کیا ۱۰۰۹ کو رانی پور کے راجہ کو مطیع بنایا دو مرتبہ لشکر پر حملہ کیا ۱۰۲۱ کو شکست کے بعد پنجاب سلطنت میں کو شامل کیا ۱۰۲۶ پر سومنات کے مقام پر ایک بت خانہ تھا جس کو مسمار کیا اس وجہ سے بت شکن لقب ہو گیا۔

دولت ممالیک:

[انتشار اسلام قارہ ایشیاء ص ۱۴۳] قطب الدین ایبک ہندوستان میں سب سے پہلا غلاموں کا بادشاہ ہے عالم اسلام کی تاریخ میں ایک سلسلہ سلاطین ترک والوں کا ہے یہ لوگ غلام تھے جنگ سے اسیر شدہ تھے تو بادشاہوں نے ان کو اپنی فوج میں شامل کیا۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ اعلیٰ مناسب پر فائز ہوئے یہاں تک بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے یا اولاد کمزور ہونے کی وجہ سے یا نا قابل ہونے کی وجہ سے سلطنت پر یہ افراد قابض ہوتے تھے جو اس دن سے پہلے متوفی بادشاہ کے غلام تھے چنانچہ سبکتین علمبتگین کے غلام تھے جب علبتگین تو سبکتگین ان کی جگہ بادشاہ اس نے افغانستان اور ہندوستان میں غزنویوں کی حکومت قائم کی۔ اپنے مولا کی حکومت کو اپنے لیے مختص کیا یہاں سے اس نے افغانستان اور ہندوستان میں غزنویوں کی حکومت قائم کی۔ غزنوی غوری کی حکومت ختم کر کے اپنی حکومت قائم کی انہوں نے ۸۴ سال ۶۰۲ھ سے لے کر ۶۸۹ھ تک حکومت کی۔ ہندوستان کی ممالیک سے متعلق حکمران یعنی مختلف جنسیات سے تعلق رکھتے تھے۔

قطب الدین شہاب الدین محمد غوری کے پاس ہوتے تھے جو غوریوں کے بادشاہ تھے وہ ترکیستان سے تعلق رکھتے

تھے جسے قاضی نیشاپور نے خریدا اور ان کو تعلیم دی انہیں ادب سیکھایا علم دین سیکھائی جنگ سیکھایا جب یہ قاضی وفات پا گئے تو ایک تاجر افغانستان غزنا میں آیا اس نے شہاب الدین غوری کو خریدا جب اس نے اس میں شجاعت فراصت اور حسن خلق دیکھا تو اس نے اس کو غوریوں کے لشکر میں شامل کیا رفتہ رفتہ ان کی شجاعت جنگی طور وطریقے نمایاں ہونے لگے فتح وکامیابیاں لانے لگے یہاں تک ۵۸۸ھ کو جس میں سلطان غوری ایک طرف تھے راجپوتی ہندنائب دوسری طرف تھے ان دونوں میں جنگ ہوئی تو شہاب الدین کو فتح تو اس نے تمام ہندوستان میں حکومت بنائی تو قطب الدین نے دہلی کو ہندوستان میں اپنا مرکز لاہور کے بجائے بنایا قطب الدین غوریوں سے محبت لگاؤ وفاداری میں سخت حالات میں رہے ان کی کمزوری کے دور میں بھی جب غوری حکومت کا زوال ہوا تو قطب الدین ایبک نے اپنے آپ کو لاہور میں اپنی سلطنت کا اعلان کیا ۱۸ ذیقعدہ ۶۰۲ء کو وہ لاہور میں بادشاہ بنے اور خطبے میں ان کا نام لیا گیا سکے پر اپنا نام لکھوایا دہلی کو اپنا صدر مقام بنایا۔ قطب الدین ایبک سب سے پہلا مسلمان بادشاہ ہے جس نے ہندوستان میں حکومت اسلامی قائم کی اپنی سلطنت کو اس نے شمالی ہندوستان میں پھیلایا ۲۰ سال تک۔ مملکت کو اچھی طرح سے چلایا سیاست مداری کی اور بڑی سختی کے ساتھ کیفر کردار تک پہنچایا چوروں کے ہاتھ کاٹے راستہ روکنے والوں کو ختم کیا فقراء مساکین پر رحم کیا لوگوں میں عدل وانصاف کا رواج کیا ملک میں امن وآمان بحال کیا۔ کہتے ہیں اس کی دور میں بھیڑیا گوسفند ایک جگہ پانی پیتے تھے۔ اس کے دور میں اسلام کو عزت ملی مساجد آباد ہوئیں اس کے بعد شمس الدین التمش نے ۶۲۸ھ کو حکومت سنبھالی۔

باطنیوں نے سلطان محمد غوری کو ۶۰۲ھ میں اغواء کیا اور ان کی جگہ ان کے غلام قطب الدین ایبک کو ہندوستان کا بادشاہ بنایا جو اس وقت غوری کی طرف سے دہلی میں امیر تھے۔ بنگال سے پنجاب کی حدود تک امن قائم ہوا اور عام لوگوں حتیٰ ہندوؤں کے ساتھ اچھا سلوک اور عدل وانصاف قائم ہوا اور اسلام کی تبلیغ ہوئی۔ دہلی اور اجمیر میں دو بڑی مساجد کی تعمیر ہوئی۔ اس کے بعد ان کے جانشین الطمش نے ۶۰۷ھ سے ۶۳۳ھ تک حکومت کی۔ ان کی حکومت میں ہندوستان کے دیگر اسلامی ملکوں سے روابط کو مستحکم کیا گیا اور عراق، حجاز، ایران کے تاجر یہاں آنے لگے اور اس سے یہاں کے مسلمانوں کو خوشی ہوئی کیونکہ یہاں کے مسلمان ہندو، بوذی مذاہب سے مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے دیکھا یہ ہمارے دینی بھائی ہیں۔ ممالیک کے مشہور خلفاء میں سے ناصر الدین محمود الطمش ہیں انہوں نے ۶۳۴ھ سے ۶۶۴ھ تک حکومت کی۔ ان کے بعد ان کے وزیر بلبن جن کا

لقب بأ لغ خان (سید اعظم) تھا انہوں نے ۶۶۴ھ سے ۶۸۶ھ تک حکومت کی انہوں نے مملکت میں نظم ونسق، امن وسکون اور عدل وانصاف قائم کیا اور مملکت کے حالات کو بہتر بنایا۔ وہ خود اور عمال آداب واخلاق اسلامی کے پابند رہے اور رعیت کو بھی اس کی طرف رغبت دلائی۔ آپ علماء اور ادیبوں کا احترام کرتے تھے انہوں نے کوشش کی کہ ان کی حکومت عمر بن خطابؓ اور عمر ابن عبدالعزیز کی حکومت کی مانند ہوجائے۔ ان کے دور میں دنیا میں علماء کا ہجوم ہوا کیونکہ خلافت عباسی بغداد میں ختم ہوئی جس کا اب صرف برائے نام سکہ باقی تھا انہوں نے اپنے آپ کو امیر المومنین کا لقب دیا۔

حکومت خلجیہ:

۶۸۹ھ سے ۷۲۰ھ تک یہاں حکومت خلجیہ رہی۔ یہ دوسرے حکمران اسلامی تھے۔ ان کی حکومت بھی ہند تک محدود رہی۔ یہاں جلال الدین فیروز جو ۶۸۹ھ کو دہلی کے تخت خلافت پر بیٹھا اس کی عمر ۷۰ سال تھی۔ انہوں نے بھی مغل کے بعد یہاں پر اسلام کے آثار چھوڑے ان کے بعد علاؤالدین خلجی نے ۶۹۵ھ سے ۷۱۵ھ تک حکومت کی۔ ان کی فتوحات نے ہند پر احاطہ کیا۔ اس وقت جنوب ہند شمال ہند سے بالکل مختلف تھا انہوں نے خلجیوں پر شراب اور سود بالکل بند کیا اور بازار میں قیمتوں پر کنڑول کیا، تدلین کنندہ کو سزا دی اور ملک میں آسانی وراحت کی وجہ عیش وعشرت پھیل گئی۔ اگر غذائی اشیاء مہنگی ہوجاتیں تو خزانہ کھول کر غلہ بازار میں فروخت کرتے تاکہ اس کی قیمت سستی ہوجائے۔ خلجیوں نے لوگوں کو اسلام کی طرف سے دعوت دی جو تازہ مسلمان ہوتا اسے بادشاہ کے سامنے لے جایا جاتا جو انہیں ایک گردن بند اور سونے کی چوڑیاں دیتے۔ یہ ہمیشہ پرچم اسلام بلند کرنے کے داعی تھے۔

دولت تغلق:

یہ ۷۲۰ھ سے ۸۱۷ھ تک رہے۔ ان کے مشہور ترین حکمران محمد تغلق ہیں جو ۷۲۵ھ سے ۷۵۲ھ تک رہے انہوں نے قاہرہ میں موجود خلافت عباسی سے محکم روابط قائم کئے۔ ان کے علماء سے بھی بدستور روابط قائم تھے۔ عبدالعزیز اردبیلی عراق فارس بلاد ماورائے نہر سے یہاں آئے اور یہاں آکر دارالشفاء قائم کیا۔ غریب مسکین کے لیے مسکن بنایا اور خود اس کی سرپرستی کی۔ انہی کے پاس ابن بطوطہ آئے۔ محمد تغلق کے بعد ان کا بیٹا فیروز تغلق آیا انہوں نے بھی اپنے روابط دارالسلام سے محکم رکھے اور خود کو خلیفہ عباسی امیر المومنین کی طرف سے

جانشین قرار دیا اور اپنا لقب سید السلاطین رکھا۔انہوں نے زراعت کے شعبے پر زور دیا، کنویں کھودوائے اور نہریں بنوائیں یہاں تک کہ دریائے گنگا کے درمیان زراعت گاہ بنوائی۔ ۵۰ بند بنوائے۔جنوب غرب پنجاب کے لیے ۱۵۰ کلومیٹر لمبی نہر کھودی، مساجد ومدارس، ہسپتال اور حمام بنائے اور ان کی تعمیرات کے لیے اوقاف بنائے۔علم وعلاج معالجہ اور حمام کی سہولت مفت میں میسر تھی۔ ملک میں نظام شریعت اور عدالت کو راسخ کیا اور فکر وحدت الوجود اور ان سے مشتق تمام افکار باطلہ جو اس وقت رائج تھے سب کو ختم کیا، فیروز تغلق کے بعد حالات بگڑ گئے تو تیمور لنگ نے ۸۰۱ ھ میں دہلی پر چڑھائی کی، وہ دہلی میں داخل ہوا اور یہاں سے حکومت اسلامی منتشر ہوئی ۔یہاں کے چھوٹے چھوٹے شہر دہلی سے کٹ گئے جیسے مالوہ، گجرات جونپور، بنگال اور دکن وغیرہ جہاں اسلامی عمارات تھیں یہ الگ ہوگئے البتہ تعمیرات، علم، فارسی، عربی، سنسکرت کو فروغ دیا گیا۔اس وقت گجرات شمال ہند میں سب سے بڑا صوبہ تھا۔ان کے عرب ملکوں کے علاوہ افریقہ سے بھی تجارتی تعلقات تھے جب پرتگالیوں اور مسیحیوں نے یہاں پر حملہ کیا اور مسلمانوں پر قبضہ کیا تو ان کی کشتیوں میں موجود مرد وعورت، بچے، بوڑھوں سب کو جلاتے یا بیچ دیتے تھے۔ یہاں سے گجرات کے سلطان مسلمین اور خاص کر کے ممالیک نے فریاد بلند کی، پھر سلطان سلیم اول عثمانی آئے لیکن یہاں سے مسلمانوں سے دریائی حکومت ہاتھ سے گئی۔انہوں نے سلیمانی قانون کو دعوت دی کہ مسلمانوں کی پرتگالیوں اور مسیحیوں کے ساتھ جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں۔

دولت لودھیہ:

۸۴۹ھ سے ۹۳۲ھ تک لودھیہ نے حکومت کی۔ان کی اصل افغان سے ہے ان میں سے دہلی پر حکومت کرنے والے افراد یہ ہیں۔

۱۔سکندر شاہ: اس نے ۸۹۳ ھ سے ۹۲۳ھ تک حکومت کی وہ عالم وفاضل تھے محبّ علم وعلماء تھے ان کے دور میں جاہلی عادات ورسومات کم ہوئیں۔انہوں نے آگرہ شہر بنایا۔عدل اور فروانی ارزاق میں مشہور ہوئے۔آپ وقتاً فوقتاً فقراء اور محتاج مندوں کے اعداد طلب کرتے تھے اور انہیں چھ مہینوں کا خرچہ دیتے تھے انہوں نے اسلام کو پوری مملکت میں نشر کرنے کی دعوت دی اور ہندوؤں کے معبد کو منہدم کیا۔

[رجال فکر وادعوۃ فی الاسلام ج ۳ ص ۳۷]

دسویں صدی کے آغاز میں خاندان لودھیہ ہند پر حکومت کرتا تھا ان کا آخری بادشاہ ابراہیم لودھی ۹۳۲ھ ق کو مغل

حکومت کے مؤسس ظہیرالدین محمد بابر بورکانی کے ہاتھوں قتل ہوااور مملکت مغلیہ قائم ہوئی۔لودھیہ زیادہ تر آداب ورسوم وثقافت افغانی سے تعلق رکھتے اوراسلام کے پابند تھے۔وہ جدیدیت، تجدت،عِلمانیت اورسیاست لادینی کے قائل نہیں تھے اس خاندان کے اکثر وبیشتر افراددین دار تھےاور علماء کا احترام کرتے تھے۔یہ علوم اسلامی کے حصول کی طرف رغبت دلاتے تھے۔انہوں نے پانچ سال حکومت کی ان کی حکومت تاریخ ہند میں دیندار حکومت مانی جاتی تھی شیر شاہ کی وفات کے بعد اکبر بادشاہ کی حکومت آنے تک اس عرصے میں برصغیر والوں نے امن وسکون وعیش وراحت نامی کوئی چیز نہ دیکھی تھی۔

تیمور لنگ کی ہندوستان پر چڑھائی ص تمدن ہند ص ۲۱۶ سے نقل کریں۔

تاریخ امپراطور اسلامیہ ہندوچوتھی صدی کے آخر شروع ہوتا ہے محمود غزنوی نے وسیع علاقوں کو اپنے نقشے میں شامل کیا اس نے افغانستان سے لے کر سیستان لمغان خراسان بیشتر علاقوں ماورائے نہر آتا ہے ۳۸۸ھ کو فتح کیا ہے اس میں کابل پشاور ملتان دھلی آتا ہے ان کے بعد غوریوں نے حکومت سنبھالی ان میں سے پہلے محمد غوری ان کی حکومت وسیعہ المسافت تھی مرھوب ومرغوب مرعوب حکومت تھے آخر میں محمد غوری کو کسی ہندو نے قتل کیا۔

۶۰۲ ان کو قتل ان کے بعد حکومت مالک میں منتقل ہوگی ان کے طور آخری سلطان کیغباز کو ۶۸۹ خلجیوں نے ختم کیا چیچن کے مقتدر سلطان علاء الدین ۶۹۵ سے ۷۱۶ تک حکومت ان کے آخری بادشاہ قطب دین تبارک ۷۱۶ وہ شہوات وخواہشات میں مستغرق تھے انہیں ان کے قائد ولشکر نے قتل کیا ۷۲۰ کو قائد خسر وخود سلطنت پر بیٹھا۔ان کی اصل ہندو تھی وہ اصل کی طرف میل کرتے ہوئے ہندوٗازم احیاء کرنا شروع کیا اور اسلام کا مذاق اڑاتے تھے تو غازی تغلق نے ۷۲۱ کو خسر و کو قتل کیا تغلقوں کی آخری بادشاہ ۷۲۵۔۷۵۱ تک محمد تغلق رہا تغلقوں کا مشہور بادشاہ فیروز تھے ۷۵۲۔۷۹۰ تک کے دورانیہ میں رہا ہے پھر ۷۹۹ کو ان کی حکومت برخاست ہوئے مغلیوں کی حکومت قائم ہوئی مغلیوں کی دور میں ہند دوبارہ طوائف ملوکی میں بدل گیا جس جگہ تین صدی انہوں نے حکومت کی ہے۔

[یہ گراف پچھلے واقعات سے ربط نہیں رکھتا]

مغلیوں کا ہند پر حملہ:

کتاب انتشار الاسلام ص ۱۶۰ پر آیا ہے مغلوں نے دوران حکومت مملکت میں بارہا ہندوستان پر حملہ کیا لیکن ان کا مقصد یہاں اسلام لانا نہیں تھا بلکہ وہ لوگ جوان کے ملک پر ہونے والی حملات کے جواب میں حملات کرتے تھے

وہ یہاں قیام نہیں کر سکتے تھے وہ مثل جراد ظاہر ہوتے تھے قتل و غارت گری سوزش بلا امانی کرتے تھے وہ جہاں سے گزرتے تھے کسی چیز کا خیال نہیں کرتے تھے چاہے مندر ہو یا مسجد مدرسہ دینی مسلمان ہو قتل و غارت گری کرتے تھے ان کے حملات مسلمانوں کے لئے مصیبت عظمیٰ بنے ہوئے تھے مار و ہلاکت کے سوا اور کچھ نہیں تھا وہ قصور محلات کو اپنے گھوڑوں کے لئے اسطبل بناتے تھے ان کا آخری غارتی حملہ تیمور لنگ نے کیا ان کو تیمور گورگان بھی کہتے ہیں ان کا حملہ ۸۰۱ھ مطابق ۱۳۹۸ء کو تھا

تیمور نعرہ دینی لے کر آیا تھا کہ میں یہاں اسلام لا رہا ہوں ملک کو ارجاس وانجاس کافرین سے پاک کرنے کے لئے آرہا ہوں جہاد کرنے کے لئے آیا ہوں لیکن جب وہ مسلط ہو گیا تو اس نے ویرانی کرنا شروع کی وہ یہاں پندرہ دن رہا عیش و نوش فرح و سرور خوشی میں گزاری وہ خود خوش تھے کہتے تھے کہ میں نے اپنی تلوار کو خون کافرین سے سیراب کیا ہے انہوں نے ۹۳۲ کو لودھیوں کے تخت سلطنت کا صفایا کر دیا۔ مغل ہندوستان میں استقرار ہونے سے پہلے بار بار ہند پر حملات کرتے تھے تو وہ جہاں حملہ کرتے تھے ویران و برباد کرتے تھے قتل کرتے تھے وہ اس غارت گری میں کسی چیز کا استثناء احترام نہیں کرتے تھے بت خانہ قبور اولیاء مساجد سب ایک جیسی تھی حتیٰ مراکز علم وثقافت کو بھی ویران کرتے تھے باغات پارک غرض وہ ہرج و مرج افراط و تفریط بھی پیدا کرتے جاتے تھے ہندوستان کے مسلمانوں نے ان سے بہت مصائب والام دیکھے ہیں۔

بادشاہان مغل:

۱۔ تیمور لنگ۔

۲۔ بابر ظہیر الدین۔

۳۔ ہمایوں۔

۴۔ اکبر بادشاہ۔

۵۔ جہانگیر نور الدین محمد

۶۔ شاہ جہاں۔

۷۔ عالمگیر

۲۔ بابر ظہیر الدین باب عمر شیخ: [کتاب پاکستانیکا ۲۸۳] ۵ محرم ۸۸۸ کو پیدا ہوئے بابر باپ کی طرف سے تیمور

لنگ سے ملتے ہیں ماں کی طرف سے چغتائی جنگیزی تھا ان کا باپ عمر شیخ ترکستان کا حاکم تھا وہ چچا اور ماموں کی شورش کی وجہ سے ایک عرصہ پریشان رہا پھر ۱۵۰۴ کو کابل اور ہرات کا حاکم بن گیا قندھار فتح کرنے کی کوشش کی ناکام ہو گیا پھر ہندوستان کی طرف رخ کیا۔

بابر مغل جب دہلی میں ۹۳۲ھ میں داخل ہوا تو اس نے مغلوں کی حکومت قائم کی۔ پانی پت پر قبضہ کیا۔ اس نے لودھیوں کی حکومت کو ختم کیا اور آگرہ کو مرکز بنایا۔ ساتھ ہی راجپوتوں کے عمال پر غلبہ حاصل کیا، بہت سی زمینوں اور مختلف علاقوں میں راستے بنوانے کو اہمیت دی۔ آگرہ کے درمیان زمینی رابطہ قائم کیا، راستے میں گزرنے والوں کی رہنمائی کے لیے منارے بنائے، مسافروں کے لیے مسافر خانے بنائے حتیٰ حیوانات کے لیے چراگاہیں بنوائیں۔ اس نے اپنے عمال کو ملک میں عدل کے اجراء کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ چاہے مسلمان ہو ں یا ہندو سب کے ساتھ عدل کرو۔ ایک مکتبہ قائم کیا۔ ایک شخص عبداللہ نامی کو مسئول بنایا، بابر کے بعد ہمایوں آیا۔

۳۔ ہمایوں نصیرالدین:

پاکستانیکا ص ۵۷۴ مغلیوں کا دوسرا بادشاہ ہے ۱۵۰۸ کو کابل میں پیدا ہوا ۱۵۲۸ کو باپ کے ساتھ ہندوستان آیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ہمایوں تخت نشین ہوا لیکن وہ سارا عرصہ اپنے بھائیوں سے لڑتا اور ان کی بغاوتیں ٹھنڈی کرتا رہا، اس نے پانچ سال کی قلیل مدت تک حکومت کی اور اس مختصر عرصے میں سارا شمالی ہندوستان زیرنگین کر لیا، تو شیر شاہ سوری جو افغانستان کی ایک بڑی شخصیات میں سے تھے انہوں نے آ کر ہندوستان پر حکومت کی اور ہمایوں کو ۹۴۷ھ سے ۹۵۲ھ تک ملک بدر کیا، اس وقت شیر شاہ سوری امرائے مسلمین تھے۔ اس نے ملک میں خراج اور ادارے کو محکم بنایا، لشکر کو منظّم کیا، دو لاکھ کا لشکر بنایا، ان کو بیت المال سے خرچہ دیا اور پوری مملکت میں ان کو پھیلایا اور انہیں باغات، صوبوں اور لوگوں کی جان و مال کا محافظ بنایا۔ انہوں نے ڈاک کے نظام کو بہتر بنایا، ان کے راستوں کو پُر امن بنایا، دو ہزار میل کے راستے بنائے، راستوں کے دائیں بائیں سایہ دار درخت لگائے اور ہر جگہ مسافروں کیلئے آرام گاہیں بنوائیں، حیوانات کے لیے بھی جگہ بنائی۔ یہ سہولتیں مسلمان اور ہندو دونوں کے لیے برابر تھیں۔ انہوں نے طلاب مسلمین کے لیے مدارس و مساجد بنائیں معلمین وطلبہ کے لیے تنخواہ مقرر کی، بہت سے ہوٹل کھولے اور وہاں فقراء، معذور اور مسکینوں کے لیے غذا مفت فراہم کی یہاں تک ہمایوں

نے ۹۶۲ھ میں ایران کے بادشاہ طہماسب کے تعاون سے دوبارہ حملہ کیا اور شیر شاہ کے خلفاء کو ۹۶۳ھ میں یہاں سے برطرف کیا اور یہاں پھر سے دوبارہ ہمایوں کی حکومت قائم ہوئی۔صفویوں کی مدد سے جو ایران کے حکمران تھے،حکومت حاصل کر لی اس کے بعد اکبر کم سنی میں ملک کا فرمانروا بنا۔ان کے بعد ان کا بیٹا جلال الدین بن ہمایوں نے ۹۶۳ھ سے ۱۰۱۳ھ تک حکومت کی۔

۴۔اکبر بادشاہ:[علماء ہند کا شاندار ماضی ص۲۱]

اکبر بادشاہ ۹۵۰ھ کو سندھ کے ریگستان ''امرکوٹ'' کے مقام پر اس وقت پیدا ہوا تھا جب اس کا باپ ''ہمایوں'' شیر شاہ افغانی کے ہاتھ سے بھاگتا پھر رہا تھا۔ہمایوں کی جب وفات ہوئی تو اس کی عمر ۱۳ سال ۴ ماہ تھی اس عمر میں اکبر کو تخت سلطنت پر بٹھایا گیا اور وہ بادشاہ بنا۔اس کے اتالیق ''بیرم خاں'' کے ہاتھ حکومت کی باگ ڈور دے دی گئی۔اس وقت اس کو عادل شاہ اور سکندر سوری کی افغانی فوجوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔کچھ دنوں تک اکبر، بیرم خاں کی تربیت میں رہا،اور جب زمام حکومت مستقل طور پر اس نے اپنے ہاتھ میں لی تو اس کی سیاست تین طاقتوں میں محصور تھی۔

۱۔افغان،جن سے اس کا باپ شکست کھا کر ہندوستان سے جلاوطن ہو چکا تھا اور پھر خود اکبر کو ان کے مقابلہ کیلئے تیار رہنا پڑتا تھا۔

۲۔شیعہ،جن کا مرکز ایران تھا اور جن کی بدولت ہمایوں کو دوبارہ دہلی کا تخت نصیب ہوا تھا۔

۳۔ہندوستان میں ہندو ۹۵ فیصد اکثریت میں تھے گزشتہ بادشاہان کے رعب، دبدبے کارناموں کی وجہ سے ہندو مقہور اور شکستہ ہو چکے تھے ان میں کسی قسم کے مقابلہ کی طاقت نہیں تھی' تاہم اکثریت کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

اکبر اگر ایک مذہب پر مستقل رہتا تو اسے دوسرے مذاہب سے ٹکرانا پڑتا کیونکہ افغان اسکے مقابل تھے لہٰذا اکبر کیلئے شیعوں اور ہندوؤں کی دلداری کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اس نے سیاست کو مذہب پر ترجیح دی اور سنیوں کے سوا ہر ایک کی دلداری میں مشغول ہو گیا۔اپنے دربار میں ہر مذہب کے علماء کا اجتماع کرانا،مباحثے کرانا، یہ اس کی سیاست تھی تاکہ ہر ایک مذہب کی توقعات کا پاس رکھا جائے۔کاش وہ مذہب کا عالم ہوتا،تو اسی دلداری میں اسلامی حکومت کا نقشہ بھی قائم کر دیتا۔ورنہ کم از کم بے دینی اختیار نہ کرتا۔مگر وہ دستخط کرنا بھی نہ جانتا تھا اس نے اصلاح کی بجائے فساد کی طرف قدم بڑھایا،اور ایک نئے مذہب کی ترویج شروع کر دی جس کا نام ''دین

الٰہی‘‘رکھا۔

اکبر بادشاہ کی سوانح حیات اوراس کی متغیر ومتبادل، روزافزون سیاست کا قدیم ترین مصدر وماٴ خذ منتخب التواریخ ہے جس کے مؤلف مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی ہیں وہ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں:

۱۔ دین الٰہی کے عناصر میں چار وقت آفتاب کی عبادت صبح وشام، دوپہر اور آدھی رات میں لازمی طور پر کرنا تھی۔

۲۔ ایک ہزار ایک آفتاب کے ہندی ناموں کو اپنا وظیفہ بنایا تھا۔

۳۔ ٹھیک دوپہر کو آفتاب کی طرف متوجہ ہوکر حضور قلب کے ساتھ ان ناموں کو پڑھا کرتا تھا اور اپنے دونوں کانوں کو پکڑ کر بادشاہ ایک چرخ کھاتا اور کانوں کی لو پر مکے لگاتا اور اسی قسم کی دوسری بہت سی حرکات بادشاہ سے صادر ہوتی تھیں۔

۴۔ وہ قشقشہ بھی لگاتا تھا اور آدھی رات کو ایک دفعہ، پھر طلوع آفتاب کے وقت دوسری دفعہ روزانہ نوبت اور نقارہ بھی مقرر تھا۔

۵۔ یہ قاعدہ مقرر تھا جب آفتاب کا ذکر کیا جائے تو (العیاذ باللہ) جلت قدرتہ کہا جائے۔

۶۔ اسی طرح آگ، پانی، درخت اور تمام مظاہر فطرت حتیٰ کہ گائے اور گائے کے گوبر تک کو پوجتا تھا اور قشقشہ اور جینو سے اپنے بدن کو آراستہ کرتا تھا، اور آفتاب کے مسخر کرنے کی دعا جس کی تعلیم ہندوؤں نے دی تھی ’’ورد‘‘ کے طور پر آدھی رات کو اور طلوع آفتاب کے وقت پڑھا کرتا تھا۔

۷۔ آفتاب کی صرف عبادت ہی نہیں کی جاتی تھی بلکہ ربوبیت کو بھی اس میں شریک ٹھہرایا جاتا تھا:

’’آفتاب نور اعظم ہے اور سارے عالم کو روشن کرتا ہے۔ بادشاہوں کا مربی اور سرپرست سورج ہی ہے، اور سلاطین اس کو رواج دینے والے ہیں۔

کواکب پرستی میں غلو اس قدر بڑھ گیا تھا:

’’بادشاہ اپنے لباس کا رنگ ستاروں کے رنگ کے موافق رکھتا تھا۔ چونکہ ہر دن کسی ستارہ کے ساتھ منسوب ہے ،اس لئے ہر دن کے لباس کا رنگ جداگانہ ستارہ کے رنگ کے مطابق ہوتا تھا‘‘۔

خنزیر کے متعلق بھی ہندوؤں نے باور کرایا تھا کہ:’’خوك ازاں مظهر است كه حق تعالیٰ دراں حلول كرده است‘‘۔(العیاذ باللہ)

مبداء اور معاد پر ہر مذہب کی بنیاد قائم ہے ان میں سے مبداء کے متعلق یہ عقیدہ قرار دیا گیا تھا کہ معاد کے بارے میں جدید دین کا نظریہ، تناسخ کے عقیدہ میں بڑی پختگی پیدا ہوئی تھی اعظم خان گورنر بنگال جب دربار میں حاضر ہوا تو ایک نے کہا: ''ہم نے تناسخ کی صداقت پر قطعی اور محکم دلائل حاصل کر لئے ہیں''۔

اکبر بادشاہ برہمنوں کے مشورہ سے سر کے بیچ کے بال منڈوایا کرتا تھا اور چاروں کنارے کے بال چھوڑ دیا کرتا تھا عقیدہ یہ تھا کہ: ''چونکہ بادشاہ کی روح کامل ہو چکی ہے اور کامل لوگوں کی روح تالو کی راہ سے نکلا کرتی ہے بدن کے سوراخوں سے دسواں سوراخ ہے جس وقت کاملوں کی روح کھوپڑی سے نکلتی ہے، اُس وقت ایک کڑاکے کی آواز پیدا ہوتی ہے اور یہ آواز میت کی سعادت ونجات کی دلیل ہوتی ہے اور یہ مردے کو گناہوں سے نجات دلاتی ہے۔ جلنے کے وقت آخر میں جب مردوں کی کھوپڑی پھٹتی ہے، اُس وقت ایک آواز قدرتی طور پر پیدا ہوتی ہے ۔شاید برہمنوں نے اسی کو نجات کی دلیل بنالیا ہوگا اور مذہب کے تناسخ کے بموجب اس بات کی علامت ہے کہ یہ روح کسی ذی شوکت، صاحب اقتدار اور مطلق العنان بادشاہ کے بدن میں جنم لے گی''۔

گویا اس طریقہ سے بادشاہ کو یہ باور کرایا گیا تھا کہ مرنے کے بعد وہ پھر کسی دوسرے تخت پر اسی شان وشوکت کے ساتھ جلوہ گر ہوں گے۔اگرچہ بعض برہمنوں نے یہ بھی یقین دلایا تھا کہ اکبری عہد الف ثانی سے چونکہ قمر کے زحل کا عمل ودخل شروع ہوگیا ہے اس لئے عمر کی کمی جو دورہ قمر کا نتیجہ تھی اب نہ ہوگی۔ دورہ حل کے متعلق خیال تھا کہ مجدد اطوار وادوار و مورث طول اعمار است۔ اکبر بادشاہ سوال حشر ونشر، حساب ومیزان وغیرہ کے خلاف تھا مریدوں سے باضابطہ اس دین میں داخل ہونے کی بیعت لی جاتی تھی سب سے پہلے جو کلمہ پڑھایا جاتا تھا کہ ہر شخص کو مکلّف کریں گے کے ''لا اله الا الله'' کے ساتھ اعلانیہ طور پر ''اکبر خلیفه الله'' بھی کہیں۔

بلکہ کہتے تھے یہ مریدوں تک محدود نہیں تھا بلکہ عام رعایا کو بھی اس پر مجبور کیا جاتا تھا جو لوگ بھی اس دین میں با ضابطہ طور پر داخل ہوتے تھے ان کو اس کلمہ کے ساتھ ایک عہد نامہ کا اقرار کرنا پڑتا تھا کہ میں فلاں بن فلاں اپنی خواہش ورغبت، دلی شوق کے ساتھ دین اسلامی مجازی وتقلیدی جو باپ دادا سے ملا ہے اس سے علیحدگی اور جدائی اختیار کرتا ہوں اور دین الٰہی میں داخل ہوتا ہوں، اس دین کے اخلاص کے چار مراتب وضع کئے گئے تھے: ''ترک جان، ترک ناموس، ترک دین، ترک مال'' کو قبول کرتا ہوں۔

جو لوگ اس دین میں داخل ہوتے ہیں ان کا نام الٰہی رکھتے تھے وہ اپنے خطوط کے اوپر اللہ اکبر لکھتے وہ ایک

دوسرے سے ملتے وقت سلام کی بجائے ’’اللہ اکبر‘‘ کہتے اور دوسرا ’’جل جلا ل‘‘ کہتا۔
بارہ بارہ آدمیوں کی ٹولیاں بنتی تھیں۔ مریدوں کے مشرب و مذہب میں یہ لوگ موافقت اختیار کرتے تھے ان کو ایک شجرہ بھی دیا جاتا تھا جو حامیان تجدد کیلئے باعث رشک تھا۔ شجرہ کی جگہ پر بادشاہ ان کو ایک تصویر دیتا تھا یہ بادشاہ سے اخلاص و پختگی کی علامت تھی اسے ایک مرصع جوہری غلاف میں رکھتے پھر اپنی دستاروں پر لگاتے تھے۔ جن معبودوں کی پوجا کے ساتھ دین جدید کی بھی پوجا کرنا ضروری تھا جس سجدہ کا نام زمین بوس رکھا تھا سلسلہ تاج العارفین صاحب کاہتہ الارواح کی کتاب میں لکھا تھا کہ بادشاہ کی عبادت عین واجب تھی واجب بلکہ عکس واجب تھی، بادشاہ کیلئے سجدہ کو واجب کردیا گیا جس کا نام زمین بوس رکھا گیا۔ ادب کا خیال فرض عین قرار دے کر اس کے چہرہ کو قبلہ حاجات اور کعبہ مرادات بتایا گیا۔ مجد دعیلوی لکھتے ہیں اکبری عہد میں عوام نہیں بلکہ خواص و علماء بھی اس مشرکانہ عمل کے مرتکب ہوتے تھے ملا صاحب نے ایک عالم زمین بوس کی تصویر اپنی کتاب میں یوں کھینچی ہے کہ: یہ مولوی دربار میں جس وقت اکبر بادشاہ کے حضور حاضر ہوتا تو: ’’گردن ٹیڑھی کر کے کورنش بجالاتا اور دیر تک ہاتھ اور آنکھیں بند کئے کھڑا رہتا، دیر کے بعد جب اس کو بیٹھنے کا حکم ملتا تو فوراً سجدہ میں چلا جاتا اور بے کینڈے اونٹ کی مانند بیٹھ جایا کرتا تھا‘‘۔

سود اور جوئے کی حلت:

سود اور جوا حلال کردیا گیا تھا اسی پر دوسری حرام چیزوں کو قیاس کرلینا چاہیے۔ ایک جوا خانہ خاص دربار میں بنایا گیا تھا اور جواریوں کو شاہی خزانوں سے سودی قرض دیا جاتا تھا۔

شراب کی حلت:

شراب کی حلت کے بارے میں یہ فتویٰ دیا گیا کہ اگر شراب بدن کی اصلاح کیلئے طبی طور پر استعمال کی جائے اور اس کے پینے سے کوئی فتنہ و فساد پیدا نہ ہو تو اس طرح شراب پینا جائز ہے۔

دین الٰہی کی ایجاد: [تاریخ دعوت و جہاد ص ۱۰۵]

۱۵۵۲ء میں ایک نئے مذہب دین الٰہی کی بنیاد رکھی گئی اس کے خلیفہ اوّل شیخ ابوالفضل منتخب ہوئے یہ اکبر کی ذہنی اختراع اور جدّت کی انتہا تھی۔ اس کے اصول و عقائد فرنگیوں، پارسیوں اور ہندوؤں سے ماخوذ تھے اس کا کلمہ لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ قرار پایا۔

سلام مسنون کے بجائے اللہ اکبر اور جل جلالہ کا شعار اختیار کیا گیا۔ بیعت کے وقت عوام اپنا سر اکبر کے پاؤں پر رکھ دیتے انہیں تعلیم دی جاتی کہ اخلاص چارگانہ کا خاص خیال رکھیں یعنی ترک مال، ترک جان، ترک ناموس اور ترک دنیا۔ دربار شاہی میں تمام ہندوانہ رسم ورواج رائج کئے گئے اور ایک ایک کر کے اسلامی شعار کو رخصت کر دیا گیا۔

حلال وحرام کی نئی شریعت وضع کی گئی۔ سود اور جوا حلال کر دیا گیا اور خود ریاست کی سرپرستی میں قمار خانہ قائم ہوا۔ قمار خانوں کو ریاست کے شاہی خزانوں سے سودی قرضہ دیا جاتا تھا۔ شراب بھی طبی استعمال کے پردے میں جائز ہوگئی۔ عوامل قوانین بدل دیئے گئے، چچا، ماموں اور خالہ وغیرہ کی بیٹیوں سے شادی حرام قرار دے دی گئی۔ سولہ سال سے کم عمر لڑکے اور چودہ سال سے کم عمر لڑکیوں کا نکاح ناجائز قرار دے دیا گیا۔ عزت وناموس اور غیرت وحمیت سے بیگمات کو عاری کرنے کیلئے مینا بازار لگوائے گئے جس میں شاہی گھرانوں کی خواتین کو سیر و تفریح کیلئے دعوت دی جاتی، بادشاہ خود اس میلے میں شریک ہوتا، عورتوں کے جھگڑے چکاتا اور لڑکے لڑکیوں کے بر منتخب کرتا۔ شیر اور بھیڑیئے کا گوشت حلال ٹھرا دیا گیا اور گائے، بھینس، گھوڑا، بھیڑ، بکری اور اونٹ کے گوشت کی تحریم کا قانون نافذ کر دیا گیا۔ سور کو پاک جانور کہا گیا اور یہ فلسفہ تراشا گیا کہ یہ ان دس مظاہر میں سے ہے جن میں اللہ نے حلول کیا ہے اوقاف پر قبضہ کر لیا گیا تاکہ منبر اور محراب اور خانقاہوں سے حق کا کلمہ بلند نہ ہو سکے۔ جمعہ، عیدین اور اسلامی تقریبات کا اہتمام بھی اکبر نے اپنے ہاتھ میں کر لیا، شرعی ثبوت کے بغیر عید کا اعلان کر دیا جاتا اور لوگوں کے روزے تڑوا دیئے جاتے۔ عربی پڑھنا اور عربی جاننا عیب قرار پایا اور فقہ وتفسیر اور حدیث کے پڑھنے والے مردود اور مطعون گردانے گئے۔

اعلان کیا گیا کہ عربی علوم کا پڑھنا پڑھانا ترک کیا جائے اور علوم نادرہ یعنی نجوم، حساب، طب اور فلسفہ کے سوا اور کوئی علم نہ پڑھا جائے۔

اس نے ایک عجیب وغریب دین نکال کھڑا کیا اور اسے دین الٰہی کے نام سے موسوم کیا،

اکبر بادشاہ: [رجال فکر والدعوۃ ج ۳ ص ۸۷]

مؤرخین اکبر بادشاہ پر لکھنے والوں نے لکھا ہے وہ اپنے ابتدائی دور حکومت میں راسخ العقیدہ، زاہد، صوفی اور اپنے عقائد میں غلو گر نظر آتے تھے چنانچہ کتاب منتخب التواریخ عبدالقادر بدائیونی متوفی ۱۰۰۴ھ جو اس وقت

کے بڑے مؤرخ تھے نے لکھا ہے وہ تیمور کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔اس نے کوئی درس نہیں لیا لیکن اس معاشرے اور ماحول میں پرورش پائی جس وقت ملک میں مشائخ کے بارے میں غلو عروج پر تھا،قبور کی زیارت کرنا دین سمجھا جاتا تھا وہ ان عقائد کے مخالفوں کو سزا دیتا تھا اس کا دین انہی لا دینی عقائد پر مبنی تھا جن کے تحت اولیاء کی قبور کے لیے نذر دینا اور ذکر واذ کار ہی کو دین گردانا جاتا تھا۔

لیکن ایک منصوبہ بندی کے تحت بعض دانشگاہوں اور درس گاہوں کے اساتذہ اور عِلمانی مؤلفین نے تحریک چلائی کہ عبدالقادر بدائیونی نے اکبر بادشاہ کی حیات یا اس کے دین کے بارے میں تعصب کو اپنایا ہے۔اس طرح سے منتخب التواریخ کو مشکوک پیش کیا ہے لیکن حقیقت میں ان پر یہ تہمت درحقیقت اکبر بادشاہ سے ہمدردی ہے جو جرم اس سے سرزد ہوا ہے اس سے ان کو بری دکھانا ہے۔ چنانچہ ایک انگریز مؤرخ منتخب التواریخ پر اپنا حاشیہ لکھتا ہے کہ مؤرخین میں ایسے افراد نہیں پائے جاتے جو اپنے احساسات وعواطف کا اس طرح اظہار کریں جس طرح بدائیونی نے کیا ہے خاص کر کے انہوں نے بادشاہ کی غلطیوں اور اس کی اسلام دشمنی پر بے جا تنقید کی ہے۔لیکن یہ اس سے بے بہرہ ہے کہ یہ تو خاندان اکبری کے اصحاب راز و رموز کی بھی تصریحات ہیں اس کی حکومت کے کارندوں اور وزراء کی بھی تصریحات ملتی ہیں کہتے ہیں اکبر بادشاہ اجمیر معین الدین چستی کی قبر کی زیارت کے لیے پیدل گئے اور اللہ نے انہیں بیٹا دیا ہے واپسی پر دہلی سے دیگر قبور اولیاء کی زیارت کی پھر شیخ المشائخ فرید الدین داتا گنج بخش کی زیارت کے لیے گئے وہاں انہوں نے مرزا مقیم اصفہانی اور میر یعقوب کشمیری کو شیعہ ہونے کی وجہ سے سزا دی پھر پیدل وہ ۷ فرسخ تک ڈھول ڈھمال کے ساتھ اجمیر گئے وہ **یا ھو یا ھادی** کا ورد کرتے تھے ۹۸۰ھ میں عبادت کے لیے ایک عمارت بنوائی اور ہر شب جمعہ علماء ومشائخ کو دربار میں بلاتے تھے اور مسئلہ مسائل حل کرتے تھے۔ جب خان زمان نے اکبر کے خلاف خروج کیا تو یہ دوبارہ اولیاء وصالحین کی قبور پر گئے اور دعا کی کہ انہیں توفیق ملے انہوں نے خان زمان کے مقابلے میں فتح حاصل کی۔

اسلام سے نفرت اور دیگر ادیان سے ہمدردی کو فروغ دیا۔

اکبر بادشاہ کی بدعتوں کے خلاف علماء کا قیام: [حاضر اعالم ص ۳۹۱]

اکبر بادشاہ کی بدعتوں کے خلاف قیام کرنے والوں میں ایک شخصیت مجاہد عبدالحق دہلوی کی ہے جو ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی۔انہوں نے حدیث کو شمال ہندوستان میں زندہ کیا،سنت کو ہر چیز پر مقدم

رکھا اسی طرح اس میدان جہاد میں شیخ احمد سرہندی تھے جن کی جہانگیر ابن اکبر کے دور میں آواز بلند ہوئی، آپ ۱۰۱۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۷ھ میں وفات پائی، بہت سے بزرگان فضلاء عشائر آپ کی تحریک میں شامل ہوئے۔اس پر جہانگیر نے آپ کو جیل میں ڈالا جہاں بہت سے قیدیوں نے توبہ کی اور شیخ کی دعوت پر لبیک کہا ۔شیخ نے فتویٰ صادر کیا کہ بادشاہ کی تعظیم کرنا حرام ہے تاریخ اکبری کو باطل قرار دیا، بہت سے قوانین جو اس نے اسلام کے خلاف بنائے تھے انہیں معزول کیا اور ایک نیا انقلاب اسلامی وجود میں آیا۔شاہ جہاں (جو ۱۰۳۷ھ سے ۱۰۶۸ھ تک تھے) نے آپ سے متاثر ہو کر سرہندی کی بیعت کی اور گناہوں سے تائب ہوئے چنانچہ شاہ جہاں نے اپنا شعار یہ رکھا ﴿الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ کتاب﴾ شعار بیعت اللہ اکبر کو محو کیا سلطان کے لیے سجدہ کو حرام کیا اسی دور میں بعض شیعہ نے خلفائے راشدینؓ کے خلاف بدزبانی کو حرام قرار دیا۔پرتگالین جو اس وقت فساد پھیلا رہے تھے اور لوگوں کو غلام بنا کر فروخت کرتے ان کا خاتمہ کیا۔لیکن انہوں نے کچھ امتیازات انگریز کو دے دیئے ۔اس کے بعد ان کا جانشین اورنگزیب عالمگیر ۱۰۶۸ھ سے ۱۱۱۸ھ تک بادشاہ رہا۔انہوں نے اپنی زندگی ایمان، تقویٰ، حفظ قرآن اور پابند صوم وصلاۃ میں گزاری۔آپ سخت ترین معرکوں میں جہاد کرنے سے تردد نہیں کرتے تھے نماز اوّل وقت پر پڑھتے تھے۔اورنگزیب نے جتنی بھی بدعتیں اکبر بادشاہ کی تھیں ان کو ختم کیا اور عدل وانصاف کو نافذ کرنے میں وہ بہت اہتمام کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے ایک سخت تند وتیز لہجے میں حکم نامہ صادر کیا اور قارعہ ہند کے اطراف کے قاضیوں کو کہا سب لوگوں کے مسائل ومشکلات کا جائزہ لیں اور بروقت فیصلہ کریں ہفتہ میں پانچ دن بیٹھیں اور فیصلہ کریں جبکہ پہلے دو دن عدالت لگتی تھی جہانگیر نے اپنے نفس کو دوسروں کے لیے نمونہ بنایا۔وہ سادہ لباس پہنتے اور قرآن کے نسخے لکھ کر گزر اوقات کرتے۔ان میں سے بعض نسخے حرمین شرفین بھیجتے، انہوں نے ایک موسوعہ فقہی لکھا جس میں تمام فقہ حنفی تھا جو فتاویٰ ہند اور فتاویٰ عالمگیر کے نام سے مشہور ہوا۔ساتھ ہی انہوں نے پرتگالیوں اور دیگر متحرک سرکشوں کو زدوکوب کیا اور ساتھ ہی انگریز کا تسلط جو ہندوؤں کی شراکت سے بڑھ رہا تھا اس کو کم کیا۔لیکن بادشاہ کو ایک بیماری لاحق ہوئی۔انہوں نے اپنے بعض افراد کو مشورہ دیا کہ جب وہ وفات پائیں گے تو ایک سادہ صندوق بنائیں اور اس کو اس میں رکھیں اور جلد ہی مسلمین کے قبرستان میں دفنائیں اور ان کے کفن کی قیمت پانچ روپے سے زیادہ نہ خریدیں اور وہ مال جو وہ کسب کرتے تھے اس سے خریدیں جن میں سے ۳۰۰ روپے بچے اور یہ ہی ان کی کمائی تھی وہ بھی فقیروں کو دے دی گئی۔

اکبر کا دور ہندوستان کی تاریخ میں سب سے بدترین اور تاریک دور ہے۔ یہاں اسلام کو بگاڑنے اور اسلام کی بے حرمتی کرنے کی ساری چالیں چلی گئیں۔ پورے معاشرے پر تعقل پرستی، علماء سوٗ اور جاہلانہ تصوف کا غلبہ تھا ایک طرف علمائے سوٗ اور جاہل صوفیوں نے عام مسلمانوں کو اوہام و خرافات کا صید زبوں بنا کر کتاب وسنت سے ان کا رشتہ منقطع کر دیا تھا اور اسلام کیلئے ان کی قوت مزاحمت کمزور کر دی تھی اور دوسری طرف خود بادشاہ اسلام سے عناد اور بغض و بغاوت کی راہ پر جا پڑا تھا۔ ملت کی دینی و فکری بنیادیں منہدم ہوتی جا رہی تھیں، اسلامی شعائر کا جنازہ نکل رہا تھا، اور غیر اسلامی اور ہندوانہ مراسم رواج پا رہے تھے۔ لیکن اللہ نے چونکہ اسلام کی حفاظت وصیانت کی ذمہ داری لے رکھی ہے۔

۵۔ جہانگیر نور الدین محمد: [مشاہیر مشرق ۱۷۴]

اکبر بادشاہ کا بیٹا ہے ربیع الاول ۹۷۷ھ مطابق ۱۵۶۹ کو پیدا ہوئے ہندو راجوں کی بیٹیوں سے ازدواج کیا ہر بیوی سے اولاد ہوئی ۸ جمادی الاخر ۱۰۱۴ کو بمطابق ۱۶۰ مسند سلطنت پر پہنچا اپنے اقتدار کا آغاز زنجیر عدل سے کیا اپنے کمرے سے باہر تک ایک سونے کی زنجیر بنائی جو تیس گز تھی چار من کی تھی اگر کوئی ستم دیدہ اس زنجیر کو ہلا دیتا تو ان کو اطلاع ملتی تھی اس نے ملک کے گوشہ و کنار کیلئے اچھے دستور العمل بنائے تھے ان میں سے رسائی تھا جس کے لئے بہت سے کبوتروں کو تربیت دی تھی جہانگیر شکاری تھے اس نے پچاس تک شکار کیا کل شکار ستر ہزار ایک سو سڑسٹھ تھے پچاس کے بعد شکار سے توبہ کیا جہانگیر شرابی تھا وہ بہت شراب پیتے تھے افیون بھی چالیس سال تک پیتے رہے آخر میں کشمیر سے واپسی پر لاہور آتے وقت بیمار ہو گیا ۲۸ صفر ۱۰۳۷ کو وفات پایا۔ نور جہاں باغ میں دفن ہوئے جہاں مقبرہ ہے۔

جب اس کے بیٹے سلیم جہانگیر کے پڑھنے کا دور آیا بچے کو اس نے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** جسے ہند میں محفل تسمیہ کہتے ہیں پڑھانے کے لئے محدث شہیر شیخ میر کالان ہروی کو دعوت دی۔ وہ حاضر ہوئے تو سلیم کو ارکان دولت اور بادشاہ کے سامنے لایا گیا اور بسم اللہ سکھائی گئی جب ان کی قرأت وکتابت صحیح ہوئی تو انہیں شیخ عبد النبی کے گھر بھیجا تاکہ حدیث سیکھیں وہ شیخ عبد النبی کا بہت احترام کرتے تھے۔ انہیں صدر جہاں کی جگہ پر رکھتے تھے کبھی شیخ کو جوتا پیش کرتے تھے۔ مشائخ پرستی انہیں ورثے میں ملی تھی۔ تیمور شیخ ناصر الدین عبید اللہ کی تعظیم کرتے تھے اکبر بادشاہ کے جد بابر سلطان ابوسعید کی تعظیم کرتے تھے ان کے پاس پیدل چل کر جاتے تھے ان

کو ہر سال حرمین شریفین اپنے خرچ پر بھیجنے کے ساتھ تحفہ تحائف بھیجتے تھے یہ تھی ان کی دین و دیانت کی صورت حال۔

شاہ جہاں کے دور میں گرچہ بڑے بڑے درباری علماء وفضلاء اور شاعر تھے مگر وہ خود علمی ذوق سے زیادہ تعمیری ذوق رکھتا تھا اس نے اپنے پیچھے ایسی تعمیری یادگاریں چھوڑی ہیں جو آج بھی اپنی خوبصورتی اور دلکشی میں لاثانی ہیں۔

نور جہاں: [مشاہیر مشرق ص ۵۱۱]

شاہ طہماسب کے وزیر غیاث بیگ ولد خواجہ حاکم خراسان تھا گردش زمانہ کی وجہ سے ایک دور ایسا ان پر گزرا وہ اپنے شہر میں نہیں رہ سکا اپنی بیوی لے کر عازم ہندوستان ہو گیا افغانستان کے شہر قندھا کے قریب اس کی حاملہ بیوی نے ایک بچی کو جنم دیا کلیجہ تھام کر بچی کو وہیں پر چھوڑ کر آگے بڑھے لیکن مسعود نامی ایک تاجر نے اس لڑکی کو پایا جب قافلہ میں کسی دودھ دار عورت کو تلاش کیا تو وہ بیگ کی بیوی ملی اس لڑکی کا نام مہر النساء رکھا گیا اس تاجر نے غیاث بیگ کو اکبر کی خدمت میں پیش کیا لڑکی جب جوان ہوئی تو شہزادہ کی آنکھ اس لڑکی پر پڑی تو اکبر نے اس سے جان چھڑانے کیلئے علی قلی کے عقد میں دیا جب علی قلی وفات پائے تو شہزادہ سلیم بادشاہ بنے تو مہر النساء دوبارہ دربار میں پہنچی اور شہزادہ کے عقد میں آئی اور لقب نور جہاں پایا۔

<u>شاہ جہان ۱۶۲۸ سے ۱۶۵۸</u> تک مغل بادشاہ رہا شاہ جس نے اپنے بھائی کی آنکھیں نکال کر اندھا بنایا اور تخت جہانگیر پر قبضہ کیا وہ لڑائیوں کے علاوہ تعمیرات کے بھی شوقین تھے اس نے ہر جگہ عمارتیں بنائیں ان میں سے ایک اپنی بیوی ممتاز محل کا مقبرہ تاج محل کے نام سے بنائی ہے۔

شاہ جہان کی ملکہ ممتاز محل کا مقبرہ اس عمارت کی تعمیر پر چار کروڑ لاگت آیا ہے بائیس سال میں مکمل ہو گیا بیس ہزار معماروں اور مزدوروں کی زحمتوں کا نشان ہے مقبرہ کے باہر قرآن کی آیات منقوش ہیں۔

شاہ جہاں کا عہدِ حکومت اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے معاشرت اور سیاست سے اکثر غیر اسلامی تخیلات، تصورات اور رسم و رواج ختم کئے جا رہے تھے پسند اور ناپسند میں اور زندگی کے معاملات میں بادشاہ اپنے باپ جہانگیر سے زیادہ اسلام کی طرف مائل تھا۔

لیکن شاہ جہاں کے دور میں غیر مسلم طاقتوں اور اکبر کے ''دین الٰہی'' کے معتقدین نے پھر سر ابھارنا شروع کیا اور

حالات کو اپنے حق میں سازگار بنانے کیلئے دوبارہ تگ ودو شروع کر دی۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ شاہ جہاں کے بیٹوں میں جو تخت نشینی کی جنگ ہوئی وہ محض اقتدار کی جنگ نہ تھی بلکہ اس کے پیچھے افکار وتصورات اور نظریات وعقائد کی ایک بڑی کشمکش پوشیدہ تھی ایک آزاد خیال اور اکبری طرز فکر کا علمبردار تھا اور دوسری طرف اورنگ زیب عالمگیر تھا جو قرآن وسنت پر عامل تھا،

دارا، شاہجہاں کا بڑا لڑکا تھا جو بادشاہ کا مقرب خاص اور حکومت کے معاملات ومسائل میں براہ راست دخیل تھا۔عقیدہ اور فکر کے لحاظ سے وہ آزاد خیال، وسیع المشرب اور ہندوویدانت فلسفہ سے متاثر تھا اس نے ایک طرف سفینۃ الاولیاء اور سکینۃ الاولیاء وغیرہ کتابیں لکھیں جو صوفیاء کے حالات پر مشتمل تھیں تو دوسری طرف ہندوویدانت کی چھان بین سے متاثر ہو کر مجموعۃ البحرین تصنیف کی جس میں مسلمان صوفیوں اور ہندو جوگیوں کے خیالات جمع کئے۔اس میں عناصر صفاتِ الٰہی، نبوت، ولایت اور عالم برزخ وغیرہ کے متعلق تصوف اور جوگ کے خیالات کو اکٹھا کیا اور انہیں ایک دوسرے کے مطابق ثابت کیا۔

دارا نے ویدانیتوں اور ''ہندموحدین'' کے خیالات کو زیادہ محنت سے فارسی زبان میں منتقل کرایا۔اس سلسلے میں ایک مختصر رسالہ مکالمہ داراشکوہ وبابالال کے نام سے داراشکوہ کے منشی چندر بھان نے مرتب کیا جس میں دارا کے سوالات اور بابالال کے جوابات جمع ہیں۔ پھر ۱۰۶۶ھ میں دارا کی ایماء پر جولوگ شت کا آسان فارسی میں ترجمہ ہوا، اس میں شری رام چندر جی کے گرد اشارات جمع ہیں۔ان دونوں سے بھی اہم کتاب سرا کبر ہے جس میں داراشکوہ نے بنارس کے پنڈتوں کی مدد سے پنشدوں کے تقریباً پچاس ابواب کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ان کے علاوہ کہا جاتا ہے کہ داراشکوہ نے بھگوت گیتا کا بھی فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ایک بااثر گروہ مسلمان صوفیوں اور ہندو جوگیوں کے تصوف اور ویدانت کے اشتراک سے مشترک روحانی نظریہ کی تلاش میں تھا۔ داراشکوہ اس مکتب فکر کا نہ صرف ہمنوا بلکہ سرخیل نظر آتا ہے اور اس کے گرد بہت سے مذہبی حضرات صوفیت کا لبادہ اوڑھے اور ہندو سادھو اس کام کی تکمیل کیلئے جمع تھے اگر یہ گروہ جڑ پکڑ لیتا اور ہندوویدانت اور تصوف کا معجون مرکب مسلمانوں میں مقبول ہو گیا ہوتا تو آج اسلام ہندوستان میں محض ایک داستان گزشتہ کی حیثیت سے زندہ ہوتا۔

مسلمان اس خطرے سے ناواقف نہ تھے چنانچہ انہوں نے اس سخت گھڑی میں بھی اس فتنہ کا مقابلہ کیا اور اورنگ

زیب عالمگیر کی تخت نشینی میں انہوں نے مدد کی جو بچپن ہی سے ہونہار، ذہین، نڈر، پختہ کردار کا مالک اور ہمت و استقلال میں اپنے تمام بھائیوں سے ممتاز تھا۔فکر اور عقیدہ کے لحاظ سے وہ شریعت کا پیرو اور قرآن کا حامل تھا۔مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھتا تھا،نہایت متدین اور خدا ترس تھا۔شعر وادب کا عمدہ ذوق رکھتا تھا اس طرح اورنگ زیب کی تخت نشینی اور کامیابی سے تاریخ ہند اسلام کی طرف مڑ جاتی ہے اور ہندوستان میں اسلامی شعائر اور احیائے اسلام کی دوبارہ بنیاد پڑتی ہے۔

اکبر بادشاہ کے بعد جہانگیر کی سلطنت ۱۶۰۵۔۱۶۲۸ تک رہی جہانگیر طاقت اور قدرت میں اپنے باپ جیسا تھا اسی طرح لادینی اور لامذہبی میں بھی باپ جیسا رہا ہے جہان گیر نے نصرانیوں کو اپنی حکومت میں جگہ دی جہانگیر کے بعد ان کا بیٹا شاہجہاں تھا ۱۶۲۸ کو بادشاہ بنا اس میں تھوڑا سا مسلمان برتری کا احساس تھا اس نے دھلی کو دار سلطنت بنایا ۱۶۳۷ کو اس عالی شان میں قصر بنایا اس کی مثال دنیا مین نہیں ملتا ہے آگرہ میں تاج محل ہوتی میں قلعہ اور مسجد بنائی شاجہاں کے جانشین اورنگ زیب نے ۱۶۵۰ سے ۱۷۰۷ تک حکومت کی اورنگزیب نے دکن بیاپور اور گولگنڈہ کی حکومتوں کی دیوار گرائی ہر چیز ہر شخص ایک عروج ہوتا ہے اس کے بعد زوال شروع ہوجاتا ہے یہ ایک سنت رہی ہے۔

جہانگیر نور الدین اکبر بادشاہ کا بیٹا ۱۵۵۹ کو پیدا ہوا ۱۶۰۵ کو تخت نشین ہوا ۱۲۸ اکتوبر ۱۶۲۷ کو وفات پائی پاکستانیکا ص ۵۸۷ شاہجہاں مغل بادشاہ کا پانچواں بادشاہ ہے ۵ جنوری ۱۵۹۲ کو ۲ پیدا ہوا اصل نام خرم تھا جہانگیر کے چار بیٹے تھے خسرو پرویز خرم شہریار ۱۶۲۷ کو جہانگیر کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا اس نے اکبر بادشاہ کی بدعتوں کا خاتمہ کیا ۱۶۵۷ کو خرابی صحت کی خبر سن کر اورنگ زیب نے بھائی کو قتل کیا باپ کو قید کر دیا وہ جیل میں مرگیا۔

۶۔شاہ جہاں:[مشاہیر مشرق ص ۳۹۲]

شاہ جہاں جہانگیر کا بیٹا خرم ۲۹ ربیع الاول ۱۰۰۲ھ مطابق ۱۵۹۳ کو پیدا ہوا ۸ جمادی الثانی بمطابق ۱۶۲۸ کو بادشاہ تخت پر پہنچا اس نے دہلی کو آباد کیا اس کا نام شاہ جہاں آباد رکھا اس نے یہاں تخت طاوس بنایا تھا یہاں وہ طاوس رکھا ہوا تھا جس میں نیلم وزمرد بھرے ہوئے تھے جس کی قیمت ۶۵ لاکھ روپے تھی اس نے اپنی بیوی ارجمند بانو معروف ممتاز محل کا مقبرہ کروڑوں کی لاگت سے بنایا ۱۰۶۷ کو وفات پائی۔

شاہجہاں۔دین الہی کا باغی:[تاریخ دعوت وجہاد ص ۵۹]

چنانچہ ایک طرف حضرت مجدد الف ثانی ان فتنوں سے نبرد آزما ہوئے اور دوسری طرف شاہجہاں کے دور میں زمانے کی فضا بدل گئی۔ اسلام پھلنے پھولنے لگا اور اسلامی تہذیب کا بول بالا ہونا شروع ہوا۔

۷۔اورنگ زیب: [مشاہیر مشرق ص ۵۱۱]

۱۰۸۲ھ بمطابق ۱۶۱۹ا۔ نام محی الدین محمد شاہ جہاں کا بیٹا ۱۵ ذی القعدہ ۱۰۲۸ھ مطابق ۱۶۱۹ام کو پیدا ہوا یکم ذی القعدہ ۱۰۶۸ھ کو تخت سلطنت پر بیٹھا لیکن تاج دشمنوں سے فتح کے بعد کیا ۴ رمضان ۱۰۶۹ کو ہوئی ۵۷ دن جشن تاج پوشی منایا تاج پوشی کے بعد تاریخ آتش پرستی کو ختم کر کے اس کی جگہ تاریخ ہجری اسلام رکھا۔

نوروز کی چھٹی کی جگہ عید الفطر منائی ان کے کارناموں میں فتاویٰ عالمگیر کی تالیف ہے جس کی تالیف پر دو لاکھ روپے خرچ کیئے اس کی تالیف کے لئے علماء حنفیہ کی اکابر علماء سے مدد لی ہے یہ کتاب فقہ حنفی کے مطابق ہے آخر میں ۳ ذی القعدہ ۱۱۱۸ کو ۹۱ سال کی عمر میں وفات پائی محمد معظم شاہ بہادر شاہ کا اس کے بیٹا اس کا جانشین ہوا۔

۸۔اورنگ زیب عالمگیر: (۱۶۱۸ء۔۱۷۰۷ء)

اورنگزیب بادشاہ کے بارے میں جو تعارف کتابوں میں لکھا ہے غلو گرائی پر مبنی ہے جھوٹ ہے یا اورنگ زیب اپنے سلف کے راستے پر قائم ہے انہوں نے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے مسلمانوں کی دل آزاری کی اورنگ زیب نے حنفیوں کو خوش کرنے کے لئے غیر حنفیوں کو کنارے پر لگایا ہے لیکن کتب تاریخ نویسی میں انہوں ے نے موقف یہ دیا ہے کوشش کریں قدر متعین کو تسلیم کریں سب نے کہا لکھا ہے اورنگ زیب بادشاہان مغلیان مین سب سے بہتر مدبر دین دار سیاستمدار تھے پورے ہندوستان کو اپنی سلطنت میں شامل کیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ بنیادی مسائل سیاسی اسلامی پر توجہ مرکوز کیئے ہوئے تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے یہ جو اس کے حق میں لکھا ہے ٹوپیاں بنا کر فروخت کرتے تھے قرآن لکھ کر اس کے ہدیہ سے اپنا خرچہ پورا کرتے تھے یہ سب اوٹ پٹانگ باتیں ہیں عقل و شریعت نظام سلطنت کے منافی اور تصادم سے قرآن لکھ کر فروخت کرنا ہدیہ کرنا کوئی فضیلت کا کام نہیں ہے اگر یہ کوئی تصنیف کی بات ہے تو یہ فضیلت گزشتہ ادوار میں خلفائے راشدہ نے کیوں نہیں کی بیت المال سے اپنا راتب لیتے تھے اا گر یہ کوئی زیادہ فضیلت ہے تو تو یہ ایک گزشتہ آئندہ دونوں میں بادشاہان سعودی نے نمبر لیا ہے یہ فضیلت نہیں چھوڑی ہے ایک سلطنت امپراطوری جو ہر لحاظ سے قدرت مند اس کو چاہیے تھا قرآن کی تشریح و تفصیل کرتے درسگاہ تفسیر قرآن بناتے اساتید قرآن بناتے ایسا نہیں کیا لگتا ہے غلو ہے چنانچہ

ایران والے امام خمینی کے بارے میں کہتے تھے ان کے گھر میں لائٹ نہیں ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں اسلامی حکومت قدرے نمایاں شکل میں عوام کے سامنے آتی ہے۔اس نے اپنی تمام جدوجہد احیائے اسلام اور شعائر اسلام کی ترویج واشاعت میں صرف کی اور رعایا کی خوشحالی،اقتصادی بہتری اور مادی سہولیات کی طرف توجہ دی۔ برائیوں کو دور کرنے اور معاشرے کو پاکیزہ بنانے کیلئے متعدد اصلاحی اقدامات کیے۔تخت نشین ہوتے ہی بھنگ وغیرہ کی کاشت کرنے کی ممانعت کی۔شراب نوشی کو ممنوع قرار دیا، قمار بازی بند کی،بدکاری کو روکنے کیلئے اقدامات کیے،بازاری عورتوں کو حکم دیا کہ وہ شادی کریں یا ملک چھوڑ دیں۔ان احکام کی تعمیل اور نفاذ کیلئے محتسب مقرر کیے اور ۱۶۶۴ء میں ستی کی رسم کی مخالفت کی اور بچوں کو غلام یا خواجہ سرا بنانے کے خلاف حکم جاری کیے جو بے راہ روی،بے مقصدیت اور بدکرداری اکبر کی پالیسی کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی اور سالوں پروان چڑھی تھی وہ ان کے خلاف سینہ سپر ہوگیا۔انہوں نے درشن طریقہ کو موقوف کیا،ریشمی زربفت اور کم خواب کے کپڑوں کو منسوخ قرار دیا،نوروز منانے اور تلک لگانے والیوں کو دربار سے رخصت کر دیا،سالگرہ کے موقع پر ہونے والے اسراف کو بند کیا،رعایا ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبی جارہی تھی،اس نے بہت سارے محاصل منسوخ کردیئے بقول سرکار تقریباً ۸۰ ٹیکس اس نے معاف کیے۔

وہ ایک زبردست عالم دین تھے اور عالموں اور بزرگوں کی قدر افزائی کرتے تھے۔انہوں نے علوم وفنون کی ہمت افزائی کیلئے متعدد مراعات عطا کیں۔ملک کا نظم ونسق شرع کے اصولوں پر قائم کیا اور عدل وانصاف کا محکمہ متدین علماء کے ہاتھ میں دیا۔اسلامی شریعت کے مطابق مقدمات کے فیصلے کیلئے ایک مستند اور جامع کتاب ملک کے مایہ ناز اور قابل قدر علماء کو جمع کر کے مرتب کرائی،جو فتاویٰ عالمگیری کے نام سے مشہور ہے اور آج تک بڑی اہم اور مستند سمجھی جاتی ہے مولانا سید عبدالحی حسنی مرحوم اپنی کتاب ''الثقافة الاسلاميه فى الهند''میں لکھتے ہیں:

''فتاویٰ عالمگیری جسے فتاویٰ ہند بھی کہا جاتا ہے۔فقہائے احناف کی مدد سے اس جمع وتدوین کا کام سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے ابتدائی عہد سلطنت میں شیخ نظام الدین برہانپوری کے سپرد کیا تھا اور دولاکھ روپے اس پر صرف کیے تھے۔مؤلف مذکور نے ۲۴ ممتاز ہندوستانی علماء کے نام گنائے ہیں قاضی محمد حسین جونپوری محتسب۔شیخ علی اکبر حسینی۔اسعداللہ خانی،شیخ حامد بن ابوحامد جانپوری اور مفتی محمد اکرم حنفی لاہوری،ان علماء نے تدوین کے کام کی نگرانی کی۔''وہ خود ایک وسیع سلطنت کا حکمران تھا لیکن وہ تاریخ میں اس حیثیت سے منفرد ہے

کہ اس نے تخت پر بیٹھ کر فقیری کی۔ اور سادہ زندگی بسر کی، ریشمی حریر اور دیباج کے لباس کو نہ صرف ترک کیا بلکہ ان پر پابندی عائد کی، بیت المال کے روپیہ کو باوجود کسی روک ٹوک نہ ہونے کے وہ ہاتھ نہ لگاتا تھا۔ اپنی روزی خود ٹوپیاں بنا کر اور قرآن شریف لکھ کر کماتا تھا۔ عملاً مشقت و محنت کی حلال کمائی کھا کر دوسروں کو اس نے ترغیب دی۔ اس طرح سادگی اور عزم و استقلال کے ساتھ اس نے اپنے نصف صدی کے دور حکومت میں شریعت اسلامی کی ترویج و اشاعت کر کے ہندوستان میں دوبارہ اسلامی تہذیب و تمدن کی داغ بیل بھی رکھی اور جس وقت انہوں نے اس دار فانی سے کوچ کیا تو ان کی وصیت کے مطابق چار روپے دو آنے جو انہوں نے ٹوپیاں بنا کر کمائے تھے، ان کے کفن پر خرچ کئے گئے اور تین سو پانچ روپے جو قرآن لکھ کر کمائے تھے وہ مساکین و غرباء میں تقسیم کر دیئے گئے۔

غرضیکہ اورنگ زیب کا دور حکومت مسلمانوں میں ملّی اور قومی احساس کو پیدا کرنے میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اگر اس دور میں اسلامی تہذیب و تمدن اور شعائر اسلام کو فروغ دے کر کفر کی طاقت کو زیر نہ کیا جاتا تو اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل تاریک ہو جاتا۔

اورنگ زیب بادشاہوں کے لڑکوں سے بالکل مختلف تھا۔ وہ ایک وسیع النظر اور سلیم الفطرت عالم تھا۔ آخر دم تک کتابوں سے محبت اس کا شیوہ رہا۔ اگر ہم قرآن مجید کے ان متعدد نسخوں سے صرف نظر بھی کر لیں جو اس نے ایک عابد و زاہد کی سی مشقت کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے لکھے، تب بھی یہ حقیقت ناقابل فراموش ہے کہ وہ ایک مشغول حکمران ہونے کے باوجود فرصت و فراغت کے قلیل اوقات فقہی و دینی کتابوں کے پرشوق مطالعے اور پرانے نادر مخطوطات تک مطالعہ کرتے تھے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت سات سو سال تک رہی لیکن حکومتیں پورے ہند میں نہیں بلکہ طوائف الملوکی کی صورت میں رہی صوبیدار نے اپنے استقلال اور خود مختاری کی حکومت کی جو کہ پورے ملک میں راج رہی اورنگ زیب نے ہند کو زیروزبر کر کے وزیر بنایا تھا اورنگ زیب کے بعد مغلیوں کی حکومت کا سورج زوال ہو گیا جب برطانیہ کی حکومت قائم ہوئی۔

اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں ابتداء میں اس کمپنی کو نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا تاہم انگریزوں نے جلد ہی مصالحت کر کے کلکتہ کے مقام پر ایک کارخانہ قائم کیا پھر اس کو بند کر کے اس کا نام فورڈ ولیم رکھا، جو بعد میں کلکتہ

کے نام سے موسوم ہوا بہت جلد ترقی کی اور براعظیم میں کمپنی کا صدر مقام بن گیا۔

اور ولیم ھوکنز ۱۰۱۷ھ کو یہاں پہلی مرتبہ پہنچا اس طرح برطانیہ آگرہ میں آگیا اور جمیس اول ایک خط سلطان کی طرف لایا جس میں سلطان کی تعریف کی گئی تھی لیکن وہ اپنے اہداف حاصل کیے بغیر واپس چلا گیا ولیم ھوکنز دو سال تک جہانگیر سے ملنے کے لیے وہاں رہا لیکن وہ دو سال تک ملاقات نہ کر سکا اس نے کوشش کی کہ کوئی خط بادشاہ انگریز کو لے کر جائیں منت سماجت کی جہانگیر کے وزیر اول اعظم نے ان سے کہا یہ مناسب نہیں کہ اعلیٰ حضرت مغلِ مسلم ایک چھوٹے جزیرہ کے بادشاہ کو جہاں شکار چی بیٹھا ہے خط لکھیں پھر (توماس رو) ملک انگریز کی طرف سے ۱۰۲۹ھ میں آیا اور وہ اپنی مہارت ولیاقت سے بادشاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوا وہاں انہوں نے ایک شراکتی کارخانہ ممبئ میں لگانے کی اجازت مانگی اور انگریز کو یہاں تجارت دینے کے لیے کہا اس طرح زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی فکرِ خیانت کے عزائم پورے ہوتے گئے یہاں تک برطانیہ نے اپنا ہاتھ پورے ہندوستان پر رکھا ۱۰۴۹ھ میں حاکم تشندر سے ایک زمین کرایہ پر لی اور وہاں ایک قلعہ ۱۰۵۰ھ میں بنایا اس کا نام قلعہ قدیس جورج رکھا یہاں مدارس بنائے یہ قلعہ پہلی بنیاد ہے جو انگریز نے ہندوستان میں رکھی۔ مغلیہ انگریز کو ایک تاجر حقیر وفقیر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کی شیطانی نیات اور ان کے آدمیوں کی سرگرمیوں سے نہیں ڈرتے تھے اس طرح ہندوستان کے بادشاہ اور حکمران انگریز کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، ۱۰۵۴ھ میں ایک اور کارخانہ بنگال میں لگانے کی اجازت ملی اور بہت سی سہولتیں ملیں، ۱۰۶۲ھ میں ہوجل میں کارخانہ لگانے کی اجازت ملی ۱۱۲۷ھ میں بادشاہ بیمار ہوگیا، سلطان فرخ سیار اس کے علاج کے لیے ایک انگریز ڈاکٹر کو لائے جس کا نام ھاملتون تھا، وہ آیا تو ۱۱۲۹ھ میں فرمان جاری ہوا کہ انگریز کا تمام سامان بغیر واردات، تفتیش اور ٹیکس کے داخل ہوسکتا ہے یہ اجازت ان کو ۳۸ شہروں میں ملی۔ جوں جوں ان کی تجارت پھیلتی گئی اور ان کے ساتھ ملک میں بدنظامی، تشدد، ضعف وناتوانی، علیحدگی اور ایک دوسرے کے ساتھ سازش بڑھتی گئی۔

اس طرح ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اورنگ زیب عالمگیر نے احکام شرعی کے احیاء وترویج کیلئے کافی کوششیں کیں اور مملکت میں منکرات کی روک تھام اور معروفات کا چلن عام کرنے کیلئے اپنی طاقت لگادی۔ اس کے دور میں اسلامی حکومت کی قدرے نمایاں شکل سامنے آتی ہے اور ہر چیز پر اسلامی تہذیب کی چھاپ پڑتی دکھائی دیتی ہے اور اکبر کا فلسفہ متحدہ قومیت اپنی موت آپ مرجاتا ہے۔

محمد شاہ: [مشاہیر مشرق مصنف نظام بدایوانی ص ۴۴۹]

مغلیہ خاندان کا زوال شروع ہونے کے وقت آخری ذی اختیار بادشاہ تھا رفیع الدولہ کے انتقال کے بعد اس کو ابو المظفر ناصر الدین محمد شاہ کے لقب سے ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ بمطابق ۱۷۱۹ میں سید حسین علی و سید عبداللہ (یہ دونوں بھائی تاریخ میں بادشاہ گر کے نام سے مشہور ہیں اور ذی اختیار اور با اثر امرائے سلطنت میں سے جانے تھے) نے بادشاہ بنایا۔ تخت پر بیٹھنے سے قبل روشن اختر اس کا نام تھا۔ ۱۷اگست ۱۷۰۲ مطابق ۲۴ ربیع الاول ۱۱۱۴ کو پیدا ہوا اس کے وقت میں نادر شاہ نے حملہ کیا دہلی میں قتل عام ہوا نادر شاہ چند ماہ کے بعد تخت طاوس کوہ نور و جواہرات لے کر فارس چلا گیا لیکن حملہ نادری کا اثر بادشاہ ہندوستان پر یہ پڑا کہ بادشاہ کا رہا سہا اقتدار بھی جاتا رہا صوبہ دار اور امراء خود مختار ہو گئے ساڑھے تین سال حکومت کی ۱۶ اپریل ۱۷۴۸ مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۶۱ کو انتقال کیا۔ یہ بادشاہ ہر وقت عیش و عشرت میں مصروف رہتا تھا اس وجہ سے تاریخ میں محمد شاہ رنگیلے کے نام سے مشہور ہے۔

احمد شاہ: [مشاہیر مشرق مصنف نظام بدایوانی ص ۷۳]

لقب مجاہد الدین محمد ابو نصر احمد شاہ بہادر تھا دہلی کے شہنشاہ محمد شاہ کا لڑکا تھا ۱۵ اپریل ۱۷۴۸ مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۶۱ میں تخت نشین ہوا والدہ کا نام ادھم بائی تھا دہلی کے قلعہ میں سہ شنبہ کے دن ۱۴ دسمبر ۱۷۲۵ مطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۱۳۸ میں پیدا ہوا اور پیر کے دن ۱۹ اپریل ۱۷۴۸ مطابق ۲ جمادی الاول ۱۱۶۱ بمقام پانی پت میں تاج پوشی ہوئی ۶ برس ۳ ماہ ۸ دن حکومت کے بعد اسے تخت سے اتار دیا گیا اور قید ہوا عماد الملک وزیر اعظم نے احمد شاہ اور اس کی والدہ کو اندھا کر دیا ۲۱ برس تک اور زندہ رہا یکم جنوری ۱۷۷۵ کو مر گیا قدم شریف کی مسجد کے سامنے مریم مکانی کے مقبرہ میں دفن ہوا اس کی قید کے بعد عالمگیر دوم جہاندار شاہ کا ایک لڑکا تخت نشین ہوا۔

فرخ سیر: [مشاہیر مشرق مصنف نظام بدایوانی ص ۳۹۱]

مغلیہ خاندان کے آخری بادشاہوں میں تھا ۱۱۲۴ مطابق ۱۷۱۳ میں سید عبداللہ خان و سید حسین علی خان کی مدد سے جہاندار شاہ کی جگہ تخت نشین ہوا یہ دونوں بھائی ہندوستان کی تاریخ میں بادشاہ گر کے نام سے مشہور ہیں۔ تخت نشینی کے وقت فرخ سیر نے جہاندار شاہ کے طرف داروں کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا سید عبداللہ خان کو قطب الملک یار وفادار کا خطاب دے کر وزیر بنایا اور سید حسین علی خاں کو میر بخشی بنا کر امیر الامراء کے خطاب سے سرفراز

کیا راجہ اجیت سنگھ والی مارواڑ کی شہزادی شہنشاہ کے عقد میں آئی بادشاہ نے وزیر کے پنجے سے آزاد ہونا چاہا اس پر وزیر نے ناراض ہوکر بادشاہ کو اندھا کر دیا اور قید کرلیا اور ۱۶ مئی ۱۹ء ۱۷مطابق ۲۱ رجب ۱۱۳۱ کو قتل کرادیا اور رفیع الدرجات کو قید سے نکال کر بادشاہ بنادیا فرخ سیر کے زمانہ میں انگریزوں کو بغیر محصول کے تجارت کرنے کی آزادی اور بنگال میں ۳۷ اضلاع خرید کرنے کی اجازت مل گئی۔

جہانگیر نورالدین محمد:[مشاہیر مشرق مصنف نظام بدایوانی ص۱۷۴]

اکبر کا بیٹا راجہ بہاری کچھواہہ کی لڑکی کے بطن سے تھا اس بیگم نے شاہی محل میں داخل ہوکر مریم زمانی خطاب پایا تھا حضرت شیخ سلیم چشتی کی دعا سے جو موضع سیکری ضلع آگرہ میں مقیم تھے جہانگیر ۳۱ اگست ۱۵۶۹ مطابق ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ کو پیدا ہوا اس کی ولادت موضوع سیکری ہی میں واقع ہوئی تھی کیونکہ بادشاہ نے اسی غرض سے کہ وضع حمل کی سعادت شیخ کے گھر میں حاصل ہو بیگم کو پہلے سے وہاں بھیج دیا تھا شہزادہ کا نام شیخ کے نام پر جیسا کہ شیخ نے دعا کے وقت فرمادیا تھا مرزا سلیم رکھا گیا۔ پیار سے نام شیخو پایا تھا پندرہ سال کی عمر میں راجہ بھگوان داس کی بیٹی سے اس کی شادی ہوئی۔ دوسرا بیاہ راجہ اودے سنگھ کی لڑکی سے ہوا تیسرا بیاہ خواجہ حسن زین خان کوکا کی دختر یا بھتیجی سے ہوا راجہ کیشو داس راٹھور اور ایک اور پہاڑی راجہ کی لڑکیوں سے بھی اس کی شادی ہوئی تھی۔

قریب قریب ہر بیگم سے اولاد پیدا ہوئی شہزادہ خرم کے بعد کو شاہجہاں کے لقب سے جانشین ہوا جو کہ راجہ اودے سنگھ کی دختر بطن سے تھا جہانگیر کی سب سے پیاری بیوی نور جہاں تھی' جس کے ساتھ اپنے کے چھٹے سال میں اس نے نکاح کیا رفتہ رفتہ وہ امور سلطنت میں اس درجہ دخیل ہوگئی کہ اس کا نام سکے پر کندہ ہوگیا۔

جہاندار شاہ:[مشاہیر مشرق مصنف نظام بدایوانی ص۱۷۲]

جس کا نام محمد معزالدین تھا۔ دکن میں بروز چہار شنبہ ۱۸ اپریل ۱۶۶۳ مطابق رمضان المبارک ۱۰۷۳ھ میں پیدا ہوا تھا اس کی ماں کا نام نظام بائی تھا فروری ۱۷۰۲ مطابق ماہ محرم ۱۱۲۴ میں بہادر شاہ بن اورنگزیب اس کے باپ کی وفات واقع ہوئی بہادر شاہ نے چار لڑکے چھوڑے تھے اس کی وفات کے ایک ہفتے کے بعد چاروں بھائیوں کے درمیان تقسیم ملک و مال کی بابت گفتگو ہوئی' معزالدین چاروں بھائیوں میں بڑا تھا لیکن وہ خفیف العقل اور عیش دوست تھا وہ سلطنت کے کاموں میں بہت کم دلچسپی لیتا تھا اراکین سلطنت میں سے کسی امیر کو وہ اپنا دوست اور خیر خواہ بنانے کی بھی پرواہ نہ کرتا تھا صرف ذوالفقار خاں بہادر اس کا طرفدار تھا اور وہی چاروں بھائیوں کے

درمیان رسل ورسائل کے فرائض کو انجام دیتا تھا لیکن مصلحت سے معاملہ طے نہ ہوسکا۔
چاروں بھائیوں میں لڑائی ہوئی، ایک بھائی (عظیم الشان) ایک طرف اور بقیہ تین بھائی معزالدین، جہاں شاہ اور رفع الشان، جنہوں نے باہم یہ عہد کیا تھا کہ عظیم الشان پر فتح پانے کے بعد ملک کو برابر تینوں حصوں میں تقسیم کریں گے دوسری طرف عظیم الشان کو اس لڑائی میں شکست ہوئی اور مارا گیا فتح پانے کے بعد جو کثیر زرنقد تینوں بھائیوں کے ساتھ آئی، اس پر جھگڑا ہوا اب معزالدین اور جہاں شاہ برسرپیکار ہوئے۔رفیع الشان ان دونوں بھائیوں کی باہمی جنگ کے نتیجے کا منتظر ہوکر علیحدہ رہا جہاں شاہ اور اس کا بیٹا فرخندہ اختر اس لڑائی میں قتل ہوئے اس کے بعد رفیع الشان سے بھی خاموش نہ رہا گیا اور باوجود قلت سپاہ اور عدم قابلیت جنگ کے اپنے بڑے بھائی معزالدین کے مقابلے پر آیا اس کا بھی وہی حشر ہوا جو اس سے پہلے دونوں بھائیوں کا ہوا تھا۔
معزالدین ہر ہمدعیان سلطنت کو ٹھکانے لگانیکے بعد باون برس کی عمر میں تخت وتاج شاہی کا مالک ہوکر بروز پنج شنبہ بتاریخ ۱۰ اپریل ۱۷۱۲ مطابق ۱۴ ربیع الاول ۱۱۲۴ جہاندار شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا اس نے تخت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے رستم دل خاں اور الہ وردی خاں اور مخلص خاں کو نہایت بے رحمی سے قتل کرادیا ذوالفقار خاں کو اس نے وزارت کے عہدے پر مامور کیا اس کے وقت میں فسق وفجور کو بہت ترقی ہوئی یہ بادشاہ نہایت آرام طلب عیش پسند، کمزور طبیعت واقع ہوا تھا اس کو عورتوں کی طرح اپنے جسم کی آراستگی کا بہت شوق تھا ایک کسبی لال کنور سے اس کو کمال عشق تھا اس کو امتیاز محل کا خطاب دے کر محل میں داخل کرلیا تھا لال کنور کے سگے بھائی خوش حال خاں کو صوبے داری اکبرآباد اور منصب پنج ہزاری سہ ہزار سوار مرحمت ہوا اور اس کے چچیرے بھائی مسمی نعمت خاں کو بھی منصب عطا ہوا بادشاہ کی اس قسم کی خفیف الحرکاتی سے امرائے دولت میں بددلی پیدا ہوگئی تھی آخر فرخ سیر نے جو عظیم آباد میں حکومت کررہا تھا، سید عبداللہ خاں اور حسین علی خاں کی مدد سے آکرے کے قریب ایک لڑائی میں جہاندار شاہ نے، اپنے چچا کو شکست دی اور اس کو قلعہ دہلی میں نظر بند کرکے تخت شاہی کا مالک ہو گیا جہاندار شاہ نے صرف نوماہ حکومت کی اور فرخ سیر کے حکم سے جنوری ۱۷۱۳ مطابق ذی الحجہ ۱۱۲۴ میں قتل کردیا گیا اور اس کی نعش بادشاہ کے حکم سے منظر عام پر نمایاں کی گئی اس کی قبر دہلی میں بادشاہ ہمایوں کے مقبرے کے سامنے چبوترے پر اب تک موجود ہے۔
خلفاء اورنگ زیب:[رجال دعوۃ ج۴ص ۶۱]

اورنگ زیب کی ہیبت شان وشوکت با ورونق تخت سلطنت پراپنے جانشین چھوڑنے کے بجائے وہ اپنے باپ کی سیرت حسنہ کی تاسی کرکے دین کے حامی وناصر بنے اپنی رعایاں کی خدمت کی دین کے آثار کومٹانے اساس دین کوگرانے اپنے رعیت کواپنی خواہشات کے لئے استعمال کرنے پرتوجیہات مرکوز کئے گویاوہ اپنے باپ کی عالمگیر سلطنت کی غلطیوں کوتدارک کرنے چھوڑے ہیں یعنی ان کے دینی خدمات رعیت دوستی ان کی غلطیوں میں سے تھے گویااحیاء شریعت اجزاء سنت ان کی غلطی تھی وہ ان کے کفارہ بن گئے۔ان کے پہلے جانشین شاہ بہادرشاہ اول اپنے باپ عالمگیر کی سیرت کے ضد میں تھے بادشاہ عالم بہادرشاہ اول ان کے بڑے بیٹے تھے۔

ان کے ایک بھائی محمد اعظم نے ان کوشکست دی وہ تخت سلطنت پر بیٹھا ان کے میل ورغبت جھکاؤ اورنگ زیب کے بلکل مختلف بلکہ اس کی ضد میں تھے بلکہ پبادشاہان مغل کے خلاف تھے کہ انہوں نے اپنی شیعیت کا اعلان کیا انہوں نے علماء اہل سنت کی مباحثات مناظرات کی طرف دعوت دی اذان میں جبری اشھد ان علی ولی اللہ وصی رسول اللہ کولاگوکیا جس سے لاہور میں فتنہ وفساد پھیل گیا لیکن رواج نہیں پایا کیوں کے ۹۰ فیصد اس کے خلاف تھے۔

ہندوستان کے مسلم سلاطین کی جنگوں میں فروغ واشاعت اسلام سے زیادہ توسیع واستحکام اقتدار کا عنصر غالب تھا حتیٰ کہ وہ اسلامی بنیاداصولوں کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے تھے۔شاہ جہان کے علالت کی خبر سننے کے بعد ان کے تینوں بیٹوں نے تخت وتاج کے حصول کے لئے میدان جنگ میں اتر آئے اس خانہ جنگی میں تینوں بھائیوں نے شکست کھائی باپ کونظر بند کیا اورنگ زیب نام محی الدین نے حکومت پر قبضہ کیا پچاس سال کی سلطنت پچیس سال شمال ہندپچیس سال جنوب ہند میں میدان جنگ میں رزم آراء رہا لاہور کی بادشاہی مسجد بنائی۔

۸۔بہادرشاہ اول:

سید قاسم محمود ج ا ص ۴۳۸ میں لکھتے ہیں ۳۰ رجب ۱۰۵۳ھ ابونصر سید قطب الدین محمد شاہ اورنگ زیب کا دوسرا بیٹا رحمت النساء عرف نواب بائی کے بطن سے تھا۔حیدرآباد دکن میں پیدا ہوا۔بڑے بھائی محمد سلطان کی موت کے بعد تخت کا وارث بنا۔یہ اعلان ۱۰۸۷ھ/ ۱۶۷۶ء میں کیا گیا۔شعبان ۱۰۸۶ھ اکتوبر ۱۶۷۵ء میں شاہ عالم کے خطاب سے نوازا گیا۔۱۶۶۳ء کے بعد اورنگ زیب عالمگیر نے اسے دکن میں مامور کردیا جہاں اس نے بیجاپور کی

سلطنت کے خلاف مہم میں حصہ لیا۔
۱۰۹۳ھ/۱۶۸۳ء میں اس کی سرداری میں ایک لشکر گوا بھیجا۔لیکن پرتگیزیوں سے اس کی بگاڑ پیدا ہو جانے کے سبب اسے ناکام واپس لوٹنا پڑا۔اس کے بعد اسے بیجاپور میں گولکنڈہ کے قطب شاہی خاندان کے خلاف مہم پر مامور کیا گیا۔جہاں اس نے ابوالحسن سے مصافحت کر لی۔عالمگیر نے اس صلح اور مصالحت کو اپنے خلاف ایک سازش سمجھ کر اسے اس کے بیٹوں سمیت گرفتار کر لیا۔۱۶۹۵ء میں اسے رہا کر کے آگرے کا صوبیدار بنایا گیا۔۱۶۹۹ء میں وہ صوبہ کابل کا والی بنا جہاں عالمگیر کی وفات تک اسی منصب پر مامور رہا۔اس عرصے میں اس کے بڑے بیٹے ملتان اور ٹھٹھے کے حاکم رہے۔اپنے والد عالمگیر کی وفات کی خبر سنتے ہی ۱۸ ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ/۲۲ مارچ ۱۷۰۷ء کو آگرے کے قریب پہنچا۔۱۸ جون ۱۷۰۷ء کو اعظم شاہ اور اس کا بیٹا بیدار بخت بہادر شاہ کے مقابلے میں آئے اور جاجو کے قریب ایک خونریز لڑائی میں مارے گئے۔۱۳ جنوری ۱۷۰۹ء میں بہادر شاہ کے سب سے چھوٹے بھائی کام بخش نے بھی حیدرآباد دکن کے قریب شکست کھائی اور مارا گیا۔
اب بہادر شاہ کو اپنے خاندانی حریفوں سے چھٹکارا مل چکا تھا۔اس کے دور حکومت میں تین اہم مسئلے ایسے تھے جو اس کی الجھن اور پریشانی کا سبب بنے رہے۔ان میں سے ایک مرہٹوں کا' دوسرا سکھوں کا اور تیسرا راجپوتوں کا مسئلہ تھا۔

۱۷۱۰ء میں بہادر شاہ کو سکھوں کی بغاوت سے دوچار ہونا پڑا اور وہ راجپوتوں سے مصالحت کرنے پر مجبور ہو گیا۔گورو بندا نامی ایک شخص نے سکھوں کی بغاوت کو از سر نو زندہ کر دیا تھا اس نے وزیر خان کو قتل کر کے سارے ہند پر قبضہ کر لیا۔اور مشرقی پنجاب میں تہلکہ مچا دیا۔بہادر شاہ نے لوہگڑہ پر دھاوا بول دیا۔۱۷۱۲ء میں گورو بندا کو شکست دی۔لیکن گرفتار نہ کر سکا۔
بہادر شاہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام لاہور میں بسر کئے اور یہیں وفات پائی۔بعد میں اس کی میت کو دہلی لے جایا گیا۔بہادر شاہ کی وفات کے فوراً بعد اس کے چار بیٹے معزالدین جہاندار شاہ، عظیم الشان اور رفیع الشان تھے اور جہان شاہ میں تخت پر قبضہ کرنے کیلئے لڑائی شروع ہو گئی۔اور آخرکار معزالدین جہاندار شاہ کو کامیابی حاصل ہوئی۔
بقول اردن ''بہادر شاہ اگرچہ بہت بڑا بادشاہ نہ تھا۔لیکن خاصا کامیاب تھا۔'' بہادر شاہ خلیق، عالم

وفاضل، پرہیز گار، بہادر اور محمل مزاج انسان تھا۔ بڑا فیاض تھا۔ کسی کی درخواست کو رد نہیں کرتا تھا۔ اس کی تین بیویاں تھیں جن کے نام مہر النساء بیگم، عزیز النساء خانم، اور نور النساء بیگم تھا۔

بہادر شاہ ظفر:

بہادر شاہ ظفر پاکستانیکا ص ۱۱۳۱ پر آیا ہے بہادر شاہ ظفر ۱۷۷۵ میں قلعہ معلیٰ دھلی میں پیدا ہوئے نام ابومظفر سراج الدین محمد بہادر غازی تھا آپ اکبر بادشاہ ثانی کے فرزند تھے والد کی وفات کے بعد ۱۸۳۷ کو بادشاہ بنے یہ وہ زمانہ آیا تھا کہ مغل بادشاہ انگریزوں کے تنخواہ خوار تھے انہیں ایسٹ انڈیا سے سواء لاکھ پنشن ملتی تھی ان کا اقتدار لال قلعہ کی چار دیواری تک محدود تھا شعر گوئی موسیقی کا شغف رکھتے تھے جب جنگ آزادی چھڑی تو ہندوستان کے مسلمانوں نے آپ کو بادشاہ بنانا چاہتے تھے ۱۸۵۸ میں ان کو جلاوطن کیا ۱۸۶۲ کو وفات پائے۔

مذہب سربراہان اسلام:

اعم از سلاطین وصدور و وزراء من لدن معاویہ بن ابوسفیان لے سے کر الی یومنا ھذا تک سب کا مذہب اقتدار ہی تھے۔ گویا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ میکاویل کے پیدا ہونے سے چندیں صدی پہلے اور ان کے مرنے کے بعد بھی انہی کے نقش قدم پر چلنے والے رہے ہیں گرچہ بعض سلاطین بنی امیہ بنی عباس امثال معاویہ عبد الملک وسلیمان ہشام منصور مہدی ہارون مامون ان سے افضل تھے یعنی ان میں سے کوئی بھی حصول اقتدار کے راہ میں کسی بھی ارتکاب جرم کو حرام قبیح نہیں سمجھتے تھے وہ یا تو اقتدار تک پہنچنے کیلئے یا اقتدار پر پہنچنے کے بعد انتقام جوی کیلئے قتل کرتے تھے قتل میں رائے عامہ کی مزاحمت دیکھنے کی صورت میں آنکھیں نکال کر نابینا کراتے تھے یہ ایک حقیقت حقہ نا قابل انکار ہے اس کے دلائل و براہین شواہد حتیٰ واحضاء سے زیادہ ہے مجھے معلوم نہیں بعض علمائے اعلام بغیر کسی تردد احتیاط کے کہتے ہیں کہ ہم یہاں نظام خلافت لائیں گے وہ اس کیلئے جانیں نچھاور کر رہے ہیں خون کی ندیاں بہا رہے ہیں یہ ستاروں سے روشن آسمان ان کی آگ جلائی گئی آگ کے دھواں سے سیاہ ہو گئے ہیں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے خلیفہ ثالث ورابع کی حیات کو پڑھا ہی نہیں یا ان کی نظر نہیں پڑھی بقول بعض یاد رکھنے کیلئے نہیں پڑھی ہے خلیفہ سوم کے گھر کا محاصرہ ہر دن بڑھتے گئے بعض اصحاب خلیفہ کے پاس گئے ان سے درخواست کی کہ آپ سے ہماری چند تجاویز ہیں ان میں سے کسی ایک کو انتخاب کریں آپ ہاتھ میں تلوار لے کر نکلیں ہم آپ کے پیچھے ان سے جنگ کرتے ہیں خلیفہ نے فرمایا کہ میں اپنے ہاتھ سے کسی مسلمان کو قتل نہیں کرسکتا

خلیفہ دوم کو خبر دی گئی آپ کے فرزند نے آپ کے قاتل ہونے کی تہمت میں ہرمزان کو قاتل کیا ہے تو فرمایا ان سے قصاص لیں حضرت علی نے قاتل ابن ملجم کے بارے میں فرمایا اس نے مجھے ایک ضربت لگائی اس کو ایک سے زیادہ نہیں لگانا نیز ان کے ساتھ جرم میں شریک افراد کو تلاش کر کے بہت سوں کی جانیں نہیں مارنا۔

چاروں نے اپنے بیٹوں میں سے کسی کو بھی اپنا جانشین نہیں بنایا لوگوں کی تجویز کو مسترد کیا جو کہتے ہیں نظام خلافت یا امامت ان کو ان دوکلمات کی لغوی اور اصطلاحی معانی میں فرق بھی معلوم نہیں یا جاننا ہی نہیں چاہتے ہیں حضرت عمر خود کو خلیفہ کہنا درست نہیں سمجھتے تھے غرض یہاں برصغیر میں آنے والے قابضین اقتدار یہاں اقتدار ہی کیلئے آئے تھے اسی سلسلے میں سب سے بدتر فریق مغلی تھے ملحدیوں میں سے یہاں آنے والے تیموری تیموز مغل سے تھے مغل مشرک وملحد تھے انہوں نے اسلام اقتدار کی خاطر قبول کیا تھا اقتدار ہی کی خاطر اسلام سے برگشتہ ہوکر وہ اسماعیلی ہوئے لہٰذا یہاں آنے والے اسماعیلی ہیں اسی وجہ سے انہیں اپنے اقتدار کی خاطر بار بار چہرہ بدلنا پڑا وہ سنی بنے کبھی شیعہ اپنے وقت وحالات کے تحت ان کے مذہب بھی بدلتے رہے لہٰذا یہ نہیں کہنا کہ انہوں نے اسلام سے انحراف کیا بلکہ وہ اسلام سے پہلے ہی منحرف تھے ان کا اسلام سے منحرف ہونے کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔

قیام پاکستان کی اہم شخصیات:

جناب محمد علی جوہر صاحب کتاب علماء حق ہند ج۳ ص۱۵۵ آپ علی گڑھ کالج کا پہلا طالب علم تھے جو مسلم لیگ کے حامی تھے ۱۹۲۳۔۱۹۲۴ میں خلافت کمیٹی کے رکن تھے وہ عالم دین نہیں تھے اس لئے جمعیت علماء ہند کا صدر نہیں بن سکے وہ مسلم لیگ خلافت کمیٹی کانگرس کے رہنما تھے ۱۹۲۸ کے بعد ان کو فائدہ پہنچایا چونکہ وہ مسلم لیگ اور تحریک خلافت کو الگ الگ رکھنا چاہتے تھے وہ مسلم لیگ میں اپنی جگہ نہیں بنا سکے وہ مسلم فرقہ پرستوں میں سے تھے وہ سیاسی عدم توازن کا شکار تھے زبان سے فرقہ پرستی کے خلاف تھے عمل میں پکے قوم پرست تھے بدزبان تھے اتحاد اسلامی کے داعی تھے وہ قادیانی تھے۔

ابوالکلام آزاد:

ص۱۵۶ سنہ ۱۸۸۶ مکہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مکہ میں حاصل کیا اختتام ۱۸۰۳ کو کلکتہ میں کیا پیشہ ابتداء ہی سے صحافت تھی وہ تحریک انقلاب شخصیت تھے۔

نواب محسن الملک:

علماء حق کے مجاہدانہ کارنامہ ص ۱۵۸ ابتدائی تعلیم معمول مدرسہ میں پڑھی معمولی ملازمت سے زندگی کا آغاز کیا علی گڑھ کے سیکرٹری ہوئے ۱۹۰۶ میں ڈھاکہ میں مسلم لیگ کا اجلاس ان کی صدارت میں ہوا اس میں مسلم لیگ کا اعلان ہوگیا نواب محسن الملک ۱۸۴۱ کو پیدا ہوئے ۱۹۱۷ کو وفات پائی سرسید کے رفقاء میں سے تھے۔

سلاطین مغول اورنگ زیب کے بعد:

۱۔محمد معظم بہادر شاہ ظفر

۲۔معزالدین جہاندار شاہ

۳۔فرج شہر ابن عظیم اندن۔

۴۔منکو بہر

۵۔رفیع الدرجات

۶۔رفیع الدولہ ابن رفیع القدر

۷۔محمد شاہ بن جہاں شاہ

۸۔احمد شاہ بن محمد شاہ

۹۔عزیزالدین عالمگیر بن جہاندار شاہ

۱۰۔محی السنہ بن کام بخش بن عالمگیر

۱۱۔شاہ عالم بن عزیزالدین۔

بچاس سال کے اندر گیارہ بادشاہ آئے۔

اسلام اور سلاطین جہاں تاریخ:

سلاطین جہاں تاریخ اسلام سے کم وبیش سب واقف ہیں خاص طور پر مورخین سیاستمدران کالم نگاران زیادہ آشنا ہیں لیکن اسلام کا ان سے کیا رشتہ رہا ہے اس کی وضاحت ضروری ہے اسلام معجزہ ہے چونکہ قرآن معجزہ ہے تورات انجیل جس کی تدوین ترتیب سالہا سال گذرنے کے بعد فاسدہ ہاتھوں سے تنظیم ہوا ہے جس کا اعتراف خود یہود ونصاری کرتے ہیں علاوہ ازاین ان کے مندرجات نا قابل عمل ہونے کی وجہ سے یہودی نصاریٰ قانونِ بشری

کے نیاز مند ہوتے ہیں ان کی ہمت نہیں حکم تورات انجیل کو نافذ کریں کیونکہ وہ قابل عمل نہیں لیکن قرآن اپنے متن کے حوالے سے واضح اور روشن ہونے اور جامع وکامل ہونے کی وجہ سے یہود ونصاریٰ بھی قرآن کے خلاف شور شرابہ استہزاء مسخرہ غصہ کے علاوہ علم اکادیمی کے ذریعے اس کو یکسر مسترد نہیں کیا بلکہ جہاں انہوں نے اس کے احکام کے خلاف احکام وضع کیا جسے حرمت طلاق خود اسی پر واپس آرہے ہیں جس قصاص کے وہ خلاف تھے اب وہ اپنوں کے قاتلوں کو انجکشن اور زہر کے ذریعے مروار ہے ہیں مسلمانوں کو قصاص سے روک رہا ہے خود بمباری کے ذریعے مجرم کے ساتھ غیر مجرموں کو بھی مار رہے ہیں لیکن حکم قرآن اپنی آب وتاب کے ساتھ زندہ ہے ہمارا عنوان یہ تھا کہ اسلام معجزہ ہے کیونکہ قرآن معجزہ ہے اس مدعیٰ کی کیا دلیل ہے نبی کریم کی مکہ میں بعثت کے چند سال بعد آپ کے لئے ایک فرزند پیدا ہوا تھا وہ اپنی نوعمری میں وفات پایا نبی کریم ﷺ اس پر کسی حد تک مغموم محزون ہوئے تھے اس کے بارے میں ابھی تک میرے پاس کوئی خاص معلومات نہیں لیکن آپ کے دشمن مشرکین اس کو اپنے لیے فال بد تصور کرنے لگے تھے کہ اب ہم مطمئن ہے کیونکہ محمد ابتر ہوگئے ان کا کوئی وارث نہیں رہا اس بات کو سننے کے بعد آپ مغموم ومحزون ہو گئے تھے یہاں تک اللہ نے آپ کو تسلی دینے کیلئے ایک چھوٹی سورہ نازل فرمائی یہ سورہ کوثر کے نام سے معروف ہے اس سورہ میں فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کو بہت دیا ہے جو ختم نہ ہونے والا ہے نہ کوئی اس کو ختم کر سکے گا۔

لیکن آپ کو طعنہ دینے والے خود ضرور ابتر ہونگے نبی کریم کو ابتر کہنے والے عاص بن وائل تھے اس پر خوش ہونے والے حلقہ مشرکین تھے ابوسفیان صنادید جاہلیت اولیٰ تھے اب یہ دیکھنا ہے کہ نبی کریم کو جس کوثر سے تسلی دی تھی وہ کوثر کیا تھی مغربین نے جو تفاسیر پیش کی ہیں اس کے مطابق آپ ﷺ کی صالح اولادوں کا تو خاتمہ ہوگیا ہے اگرچہ ظالمین فاسدین مجرمین فاسقین ارباب اقتدار کے ایوانوں کے دفتروں کے تعلق گزار کاسہ لیسی والے ملحدین سے رقم بٹورنے والے اپنا دھوکہ فریب سے لینے والی رقومات کو اپنا حق سمجھنے والوں کی شاید تعداد کثیر ہو لیکن جن لوگوں نے آپ کو ابتر کہا تھا وہ اُس وقت سے ابھی تک آپ کے نام سے آپ کی مسند پر قابض ہیں تو کوثر کا مطلب کیا ہوگا یہ سمجھنا ضروری ہے۔

مغلیوں کے کارنامہ:

آج کل ملکی حالات کے بارے میں تاریخی تجزیہ نگاروں کا تجزیہ ضد ونقیض منفی ومثبت پر قمطرازی پر صفحات سیاہ

کرر ہے ہیں بعض ملکی ابتر حالات کا تجزیہ کرتے وقت حالات کو مغل حکومت کے زوال کے دور سے جوڑ رہے ہیں ان کی حکومت داری کی خرابیاں گن رہی ہیں وہ خرابیاں آج ہمارے حکمران کرر ہے ہیں بعض دیگر اس کے رد میں ان کے بعض مستحسنات گن رہے مثلا ان کی تمام خرابیوں کے باوجود ان میں بعض خوبیاں بھی تھی وہ حکومت کی بھاگ دوڑ ایسے قابل لائق افراد کے سپرد کئے ہوئے تھے چنانچہ ۱۳ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ بمطابق مارچ ۱۵ کے دنیا کے کالمی صفحات پر ایک کالم کے عنوان میں کیا رکھا ہے خالد مسعود خان لکھتے ہیں یہ تشبیہ جو آج کی حکومت کی مغلیوں سے کرر ہے ہیں درست نہیں مغلیوں نے حرم بنائے تعلیمی ادارے نہ بنائے مقبرے بنائے سکول نہ بنائے ذالی دارترجمہ بنائے پریٹینگ پریس نہ لگنے دیا لیکن انہوں نے حکومتی عہدے جاہلوں اور نہ اہلوں میں تقسیم نہیں کئے انہوں نے اپنے عزیزوں پیاروں کو جائداد تو بخشش کیا لیکن وزیر نہیں بنایا سیاسی اشرفیوں کی تھیلی عیش کے لئے دی لیکن کنول نہیں بنایا۔

جواہرات عطاء کیے صد بیدار نہیں بنایا سیرت کو عنقاء بنایا لیکن ان کی تمام تجزیے وتحلیل جز وقتی عوام الناس یا پڑھے لکھے عقل مند دانشمند ہماری عالم بلا قرآن وسنت کو قانع کر سکے وحدت پسندوں اقتدار طلبوں کو دھچکہ دے سکتے ہیں وقت ٹال سکتے ہیں رخ بدل سکتے ہیں تاریخ نہیں بدل سکتے ہیں وہ یا تو تاریخی نصاب پڑھے بغیر مورخ بنانا چاہتے ہیں جس طرح دینی مدارس سے فارغ قرآن وسنت پڑھے بغیر عالم دین بنتے ہیں اگر صحیح معنوں میں تاریخ کو بطور نصاب پڑھا ہوتا تاریخ کی ورق گردانی دیکھی ہوتی تو ایسی بات نہیں کرتے تاریخ نقل الف لیلہ رستم و اسفندیار داحس وغبرا نہیں صرف رات گزاری نہیں لیکن تاریخ کا طالب کسی جگہ رات گزاری میں یہ قصّہ پڑھے تو وہ سوال کرے گا یہ قصہ کس نے بنایا تھا کیوں بنایا تھا تاریخ بھی عقائد جیسا ہے کہ تمام عبادات اخلاق سلوک و رفتار کردار کی عمارت عقائد پر استوار ہوتی ہے جب بھی کسی عبادت اخلاق کے تحت سقم کا سوال اٹھتا ہے اس کا رشتہ عقائد سے جڑتا ہے۔ جس کے بنیادی ستون سب وشتم شخصی پر استوار ہو اس سے اس نے فروغ پایا ہو چونکہ نبی کریم کے منہ کے سامنے یہ لوگ بیٹھتے تھے لہذا ہمیں نبی کی سنت میں شک پڑتا ہے لہذا ہم دین کو علی سے لیتے ہیں جب علی کا دین کسی کتاب میں نہیں ہوگا تو انہوں نے وہ کہاں سے لیا ہے یہ نہیں کہہ سکتے ہیں ان پر وحی ہوتی ہے حضرات حسنین امام سجاد کے بارے میں کہتے ہیں وہ لوگ تقیہ میں تھے یہ جھوٹ در جھوٹ کہیں نہیں ملتا لہذا وہ تاریخ ہی کے خلاف ہیں ان کو تاریخ سے چڑ ہے بعض نے قرآن سے بے نیاز کر کے حدیث پر استوار کیا ہے

احادیث میں ان کے حق میں ان کے خلاف دونوں ہے تو وہ اپنی پرچار کر رکھتا ہے بعض کو اپنی برا سکتا ہے کیونکہ انہوں نے قبر پرستی کے خلاف کہا تو انہوں نے خوابوں مشاہدات کو بنیاد بنایا ہے ہم نے ہے مرشد و پیر نے دیکھا تھا یہاں رکھا ہے روشن خیالوں روشن فکروں کر دین وایمان سے چیڑ ہے تو سیرت کو حدیث بنایا ہے جو میرٹ پر نہیں وہ سب غلط ہے۔

ان کو یہ بھی پتہ نہیں میدان اختراع وانکشاف کس بنیاد پر قائم ہے میدان انتظامی کس بنیاد پر قائم ہے میدان انکشاف تنہا علم کے ستون پر قائم ہے اس میں ایمان کا دخل نہیں محنت لگن کل وقت توجہ سے ہوتا ہے جبکہ میدان انتظامیہ علم کے علاوہ ستون ایمانی پر قائم ہوتا ہے چنانچہ بنی امیہ نے نوے سال حکومت کی لوگوں نے ایمان بہ اسلام کی وجہ سے ان کو برداشت کیا خود ان میں بعض بے دین تھے لیکن باہر معاشرہ دین کی بنیاد پر چلتا تھا اس طرح بنی عباس کو پانچ سو سال تک حکومت پر بیٹھایا لیکن خود وہ ہر آن زوال کی طرف جاتے رہے۔

جن لوگوں نے اکبر اعظم کو اعظم بنایا وہ ان پڑھ بادشاہ کیسے بنے میرٹ پر تھے وہ کیوں خود بادشاہ نہیں جو عالم کہتے تھے کیسے ملک بادشاہ کو ان پڑھ ہونے کی بنیاد پر دشت مشرف کی پیشی لینے میں پر ۲۰ کڑوڑ روپے ہے حکومت کے خرچ ہو چکے ہیں کہ یہ بات ۱۳ جمادی الاول ۱۴۳۵ بمطابق ۱۵ مارچ ۲۰۱۴ روزنامہ دنیا ص ۵ پر اکرام شیخ وکیل استغاثہ نے بتائی ہے اکرم شیخ کہتا ہے فی پیشی ڈھائی کڑوڑ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔

تاریخ کی مثال انسان کے اندر لاحق فشار خون کی مانند ہے اگر کسی کا فشار خون گر رہا ہو تو اس کے لئے نمک یا نمکین چیز کھلائیں اگر بڑھ رہا ہے تو اس کو پانی اور فشار خون کم کرنے کی دوائیاں کھلائیں ہماری اس وقت کی تاریخ کو گرانے اور چڑھانے کی دوا ملک میں موجود ذرائع ابلاغ کالم نگار تجزیہ نگار ہیں۔

[اردو ادب کی تحریک تالیف ڈاکٹر انور سدید ص ۱۴۳] مغلوں کی آمد سے پہلے مسلمان سلاطین نے تقریباً دو سو سال تک اکناف ہند پر حکومت کی اور دہلی کو جہاں پہلے ترک شہسواروں نے ڈیرے ڈالے تھے اتنی اہمیت حاصل ہوگئی کہ مسلمانوں نے اسے اپنا دارا لسلطنت بنایا اور ترکیوں کی یہ چھاونی علم اور ادب کا مرکز بن گئی اس عرصہ میں مسلمانوں اور مقامی باشندوں میں اختلاط کا سلسلہ غیر محسوس طور پر جاری ہوا اور اس ادغام کا ایک غیر معمولی نتیجہ اردو زبان تھی بقول حافظ محمد شیرانی ''اردو کی داغ بیل اس دن پڑنی شروع ہوگئی تھی جس دن سے

مسلمانوں نے ہندوستان کو وطن اختیار کیا‘‘ اور یہ ناموسوم زبان ہر علاقہ میں مقامی بولی کے نام سے پہچانی گئی چنانچہ شاہ میراجی شمس الاشاق نے ہندی کا نام دیا امیر خسرو نے غرۃ الکمال میں مسعود سعد سلمان کے ہندوی دیوان کا تذکرہ کیا ملا وجیہ نے سب رسم اردو کو ’’زبان ہندوستان کہا ہے شاہ ملک بے پوری نے اسے دکنی‘‘ اور محمد امین نے مثنوی یوسف زلیخا میں اسے ’’استے گوجری‘‘ سے موسوم کیا ہے۔ شیخ خوب محمد اسے گجراتی بولی کہتے ہیں شیخ باجن نے اسے زبان دہلوی قرار دیا مرور ایام کے ساتھ اس زبان کے لئے ریختا کا لفظ استعمال ہوا اور میر و غالب کی زبان میں مروج رہا اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اس زبان میں اردو اگر چہ بے نام اور بے عنوان تھی لیکن سماجی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے وسیع علاقہ میں بولی جاتی تھی چنانچہ اردو کے ارتقائی خاک میں جو اولیان نقوش نظر آتے ہیں ان میں پنجاب سندھ گجرات دکن راجستان اور گونڈیان وغیرہ کے مقامی زبانوں کے بہت سے الفاظ موجود ہے ڈاکٹر سہیل بخاری نے رگ وید کو اردو کی تاریخ کا پہلا سرا قرار دیا ہے اور یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ اس زبان کا خام مواد مقامی بولیوں کی صورت میں رگ وید کے زمانے میں بھی موجود تھا عربی کے الفاظ عرب تاجروں اور مسلمان فاتحین کی بدولت ہندوستان میں درآمد ہوئے اور جب مسلمان فاتحین دہلی کی طرف بڑھے تو ان الفاظ کو بھی ساتھ لے گئے دہلی چونکہ مسلمانوں کا پایہ تخت تھا اس لئے یہی مقام اردو زبان کا بھی قرار پایا علاؤالدین خلجی کی فتح دکن اور محمد تغلق کے دارالخلافہ کی تبدیلی سے جو اثرات جنوب میں پہنچے اور ایک مخلوط زبان وجود میں آئی جس کے اولین شعراء مسعود سعد سلیمان لاہوری فرید شکر گنج بوعلی قلندر امیر خسرو اور قدوند وغیرہ شامل ہے۔

چنانچہ سید سلیمان ندوی کے اس نظریہ سے انکار ممکن نہیں کہ ’’یہ مخلوط زبان سندھ‘ گجرات‘ دکن‘ پنجاب اور بنگال اور ہر جگہ کی صوبائی زبانوں سے مل کر ہر صوبہ میں الگ الگ پیدا ہوئی یہ کسی قوم یا زبان کا نہیں بلکہ مختلف قوموں اور زبانوں کے میل جول کا ایک ناگزیر اور لازمی نتیجہ ہے اور غوریوں خلجیوں اور تغلقوں کے زمانے میں پیدا ہو چکی تھی۔‘‘

سلاطین اودھ:

کتاب دائرۃ المعارف اسلامیہ شیعہ حسن امین ج ۴ ص ۲۲۸ پر آیا ہے اودھ کے شمال اور شمال مشرق کی طرف نیپال ہے مشرق کی طرف غور پور جنوب مشرق میں اعظم گڑھ جونپور جنوب میں اللہ آباد جنوب مغرب میں اقلیم دو

آب فتح پور کالنپور فرخ آباد شمال مغرب میں جہان پور ہے اودھ جب بارہویں ہجری میں مسلمانوں نے فتح کیا اس کے بعد اودھ کو قطب الدین ایبک جس نے بادشاہ غزنہ محمد غوری کی طرف سے حملہ کیا تھا اس وقت سے اقلیم اودھ خریطہ اقلیم ہند میں شامل ہو گیا۔

اودھ لکھنو کی ریاست اتر پردیش کا صدر مقام ہے یہاں ۱۷۷۵۔۱۸۵۶ تک شاہان اودھ کا عاصمہ رہا ہے ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کا سبب شاہان اودھ کی معزولی تھا۔

ہندوستان کے رقبوں پر چند سلطنتیں تھیں دہلی میں مغلوں کی حکومت تھی جو متذبذب عوام الناس کی اغلبیت اور سلطنتی مصلحت کے خاطر اپنا رنگ مذہبی بدلتے رہے تھے اودھ میں اسماعیلیوں کی حکومت تھی اسی وجہ سے یہاں باصطلاح سنی وشیعہ فساد ہوتے رہتے تھے ان میں سے ایک فساد تبرا ایجیٹیشن تھی بادشاہ اودھ غلو بمعنی لعن وشتم خلفاء کو کل دین سمجھتے تھے وہ اس لعن کے جواز کو ثابت کرنے کیلئے اہل بیت اطہار سے محبت کا غلو کرتے تھے یعنی یہ ذوات مومن کے اندر حلول کرنے والے اللہ کی مانند ہیں جو سب کچھ جانتا ہے سب کچھ کرسکتا ہے انہوں نے امام حسین مظلوم کے نام سے عزاداری قائم کی اور عزاداری کے اکاذیب قولی وفعلی کے کارخانے لگائے اکاذیب قولی کے کارخانے کے مالکوں کا نام انیس و دبیر ہے اکاذیب فعلی کے کارخانے کے مالکان بادشاہ شاہ جہاں اودھ رہا ہے۔

۱۔سعادت خان برہان الملک

۲۔خان صفدر جنگ

۳۔شجاع الدولہ میرزا جلال الدین ۱۷۵۴

۴۔اصعف الدوللہ میرزا یحیٰی ۱۷۷۵

۵۔میرزا وزیر علی خان ۱۷۹۷

۶۔سعادت علی خان یمین الدولہ ۱۷۹۸

۷۔غازی الدین حیدر ۱۸۱۴

۸۔ملک نصیر الدین حیدر ۱۸۲۷

۹۔ملک محمد علی شاہ ۱۸۳۷

۱۰۔ملک امجد علی شاہ۱۸۴۲

۱۱۔ملک واجد علی شاہ۱۸۴۷ان کو۱۸۵۶کو برطرف کیا گیا۔

[تاریخ اردو ادب۔جلد سوم ص۴۲]

نصیر الدین حیدر نے گیارہ کنواری لڑکیاں گیارہ اماموں کیلئے جمع کی تھیں۔ان کے علاوہ ائمہ زادوں کے لئے جیسے حضرت قاسم، حضرت عباس، وغیرہ کیلئے بھی جمع کی تھیں۔جب کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو بادشاہ اپنے آپ کو حاملہ عورتوں کے طرح تصنع سے دردزہ میں مبتلا کرتے اور بچے کی جگہ ایک مرجع گڑیا بادشاہ کے سامنے رکھ دی جاتی۔بادشاہ خود بھی زچہ خانہ میں رہتے اور خدمت کرنے والی عورتیں وہی کھانے تیار کرتیں جو زچہ خانہ کے لئے کیئے جاتے ہیں۔اس مدت میں کوئی بادشاہ کو مس نہیں کر سکتا تھا۔چھٹی کے دن ایک ایک کر کے ساری رسمیں ہوتیں چھٹی پر بادشاہ زچوں کی طرح غسل کرتے ایک پرستار اس مصنوعی بچے کو لے کر ایک کونے میں کھڑی ہو جاتی اور دوسری عورتیں پانی کے چھ گڑھے وہاں بہا دیتیں۔

اس کو بچے کا غسل قرار دیا جاتا۔رات کے وقت بادشاہ زنانہ آرائش و پیرائش کے ساتھ بچے کو گود میں لے کر لنگڑاتے ہوئے، زچہ عورتوں کی طرح صحن مکان میں نکلتے اور آسمان کے تارے دیکھتے پھر فاتحہ خوانی ہوتی اور خاص خاص جگہوں پر حصے بھیجے جاتے۔ائمہ احدی عشر میں سے ہر ایک امام کی زوجہ کو طلائی مورت بچے اور دوسرے ائمہ کی زوجات کو نقرئی مورت دی جاتی تھی۔ائمہ احدی عشر کے علاوہ جب کسی دوسرے امام کی ولادت کا دن آتا تو متعلقہ اچھوتی زچہ خانہ میں جاتی اور وہی رسم ادا کیے جاتے جو خود بادشاہ کے ساتھ کے جاتے تھے،مزید لکھا ہے کہ اس زمانے میں اس رسم نے ایسی اشاعت پائی کہ اکثر شہری عورتیں اچھوتی کے لقب سے ملقب ہیں اور ان کے خاندانوں کے مرد فخر سے عورتوں کی طرح بات چیت کرتے ہیں۔یکم محرم کو کہ سید النساء کے نکاح کا دن ہے، مسہری زرنگار پر زیور طلا و بیش بہا جواہر سے دو پیکر ایسے تیار کرائے جاتے کہ دیکھتے ہی یہ گمان ہوتا کہ دو انسان لیٹے ہیں ان میں سے ایک کو جناب امیر المومنین علی اور دوسرے کو بی بی فاطمہ قرار دیتے اور ان کا نکاح پڑھایا جاتا اور بادشاہ ان کو نذر دکھاتے اور سامنے دست بستہ کھڑے رہتے۔پھر میووں اور حلووں کے خوانوں پر فاتحہ ہوتی۔

بادشاہ بیگم نے نصیر الدین حیدر کی پہلی مسند نشینی کے موقع پر حکم دیا کہ تمام ساکنان سلطنت سیہ پوشی و عزاداری کی

رسم عمل میں لایا کریں اور چہلم تک بیاہ ونکاح اور دیگر لوازم شادی کو ترک کر دیا کریں ورنہ سزا ہو گی ریذیڈنٹ نے اس حکم کے نفاذ کی ممانعت کی لیکن بادشاہ بیگم نے کہا کہ قید کے ایام میں اس امر کی نذر مانی تھی۔ کس طرح اس کے خلاف عمل میں لاوں آخر الامر بادشاہ نے قرار دیا کہ میں وفائے نذر کے لئے خود چہلم تک عزاداری کرتا رہوں گا اور دوسرے بندگان خدا کو اختیار ہے۔

یہ رسم آج تک جاری ہے ان رسموں میں اتنا غلو ہوا کہ بادشاہ نے فرح بخش کے زنان خانے کے قریب ایک عالیشان مکان تعمیر کرایا جس میں وسیع وکشادہ بارہ کمرے رکھے گئے اس مکان کا نام دراہ دوازدہ امام مشہور تھا جہاں ائمہ اثناعشر کی ولادت ووفات کی خوشی وغم میں مجلس عزا برپا ہوتی تھی باغات سلطانی میں جتنے خوشبودار پھول پیدا ہوتے تھے وہ اوران کے علاوہ پانچ پانچ ہزار روپے کے پھول عشرہ محرم تک آتے تھے ہر امام کی ولادت کی تقریب میں پہلے چھ دن تک اور ہر امام کی وفات کے دنوں میں کئی روز تک اور سید الشہداء کی شہادت کے دنوں میں چہلم تک بادشاہ کی درگاہ دوازدہ امام کی خدمت دل وجان سے فرماتے تھے اور مرثیہ خوانی ہوتی تھی۔

محرم کی پہلی تاریخ کو تعزیے محل سے مقام معبود تک اپنے سر پر رکھ کر پہنچاتے تھے اور ہر مرتبہ ننگے پاوں جاتے تھے چہلم تک فرش زمین پر سوتے تھے۔ بیگمات نقرئی وطلائی زنجیریں بادشاہ کی گردن اور پاوں میں ڈال دیتی تھیں اور مرثیہ خونی ہوتی تھی شیعوں کا جمعہ اور جماعت آصف الدولہ کے زمانے میں ۱۳ رجب ۱۲۰۰ھ کو الگ کر دیا گیا تھا۔ غرض یہ کہ مغلیہ سلطنت کے زوال کے ڈھیر پر قائم ہونے والی یہ سلطنت، جو مغل سلطنت کا حصہ تھی امن و امان کا جزیرہ ضرور تھی لیکن وہ مردانگی وہ توازن، جو صحت مند معاشرہ کا امتیاز ہوتا ہے اودھ میں موجود نہیں تھا وہ اندر سے کھوکھلی تھی اور یہاں جو کچھ ہو رہا تھا وہ انگریزوں کی حکمت عملی اور منشاء کے عین مطابق تھا ان سب چیزوں کا اثر سارا معاشرہ قبول کر رہا تھا آج یہ ملک ڈھائی سو سال گزرنے کے بعد نصیر الدین حیدر اور حکومت برطانیہ بمعہ روس کے منظور شدہ منصوبہ پر عمل پیرا ہے پورا ملک ۸ دن ان کا یرغمال بنا رہتا ہے اور ایسے افعال شنیع دین وشریعت کے خلاف انجام دے رہا ہے کہ لوگوں کی زندگیاں مفلوج کر رکھی ہیں چھوڑا ہے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت بھی ان کے عمل میں باقاعدہ شریک ہے اور ان کے مخالفین بھی ان کو اچھالنے اُکسانے میں برابر کے شریک ہیں۔

نادر شاہ افشار کا حملہ:

کتاب دائرۃ المعارف اسلامیہ ناشر پنجاب یونیورسٹی ج ۲۲ ص ۱۵
نادر شاہ طہماسیب کے فوجی جرنل تھے لیکن بار بار ایسے علاقوں پر حملہ کرنا کشور کشائی غنائم جوئی اس کا مطمع نظر تھا چنانچہ اس نے آخر میں صفوی کے بادشاہ اسماعیل ثانی کو معزول کر کے ۱۳ رجب ۱۷۳۶ ام میلادی کو اپنے بادشاہ بننے کا اعلان کیا اس نے پہلے ایرانیوں کو سنی بنانے کی کوشش کی بعد میں وہ خود بھی مجبور ہو کر شیعہ ہو گیا اس کی کشور کشائی غنائم جوئی کی مطمع نظر دھلی پر پڑی جس وقت ہندوستان ہر طرف سے ضعف و ناتوانی میں زندگی بسر کر رہا تھا وہ غزنہ قندھار کو فتح کر کے پشاور سے ہوتا ہوا ۱۵ رمضان ۱۱۵۱ میلادی کو غزا فتح کیا پھر پشاور سے ہوتا ہوا لاہور فتح کر کے ایک خراسانی کو حاکم بنایا پھر وہ ۲۶ شوال کو ۱۷۳۹ کو محمد شاہ بادشاہ مغل پر حملہ کرنے کے لئے کونالہ پہنچ گیا۔ جنگی تاوان ساٹھ لاکھ نقد پچاس کروڑ روپے بمعہ جواہرات جس میں کوہ نور شامل تھا اور تخت طاؤس بھی لے گئے ایرانیوں کو تین سال محصولات سے ٹیکس معاف کیا۔
[حاضر العالم اسلامی ص ۳۹۳]
۱۱۱۸ھ کو مغل تیموری اورنگزیب کی وفات کے بعد حکومت انتشار اور ضعف و ناتوانی کا شکار ہوئی ان حالات میں ایرانی نادر شاہ نے سلطان محمد شاہ کے دور میں ۱۱۳۱ھ میں دہلی پر حملہ کیا پھر دوسری دفعہ ۱۱۷۰ھ میں احمد شاہ ابدالی نے حملہ کیا اس جنگ میں مدیر شرکت انگریزی نے استفادہ حاصل کرتے ہوئے مسلمانوں کو جنگ پلاسی میں جو مسلمان اور انگریزوں کے درمیان ۱۱۷۰ھ میں ہوئی، اس میں جعفر خان حاکم بنگال اور ہندوؤں سے کچھ افراد نے خیانت کی تو اس وقت انگریز نے سراج الدولہ کی حکومت کو ختم کیا کیونکہ اس نے انگریزوں کو شکست دی تھی۔
۱۸۰۳ء میں انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کر لیا جہاں سے وہ پورے ہندوستان پر حکمرانی کرنے کے اہل ہو گئے۔ انگریز مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھتے تھے کیونکہ انھوں نے مسلمانوں ہی سے حکومت چھینی تھی چنانچہ اس جنگ کے بعد انہوں نے مسلمانوں کو پوری طرح سے مفلوج کر دینے کا منصوبہ بنایا۔
انگلستان کی ایک تجارتی کمپنی ہے جس نے ہندوستان کے مختلف علاقوں پر ناجائز تسلط قائم کر کے ہندوستان کو ایک برطانوی نوآبادی بنانے کی راہ ہموار کی ہے۔ یہ کمپنی لندن کے چند تاجروں نے مل کر ۲۲ ستمبر ۱۵۸۹ھ کو قائم کی تھی، مقصد یہ تھا کہ برطانیہ اور ہندوستان کے درمیان تجارتی تعلقات قائم کئے جائیں۔ اس وقت ہندوستان میں اکبر اعظم ۱۶۰۵ء کی حکومت تھی۔ ۳۱ دسمبر ۱۵۸۹ء کو ملک الزبتھ اول کی جانب سے سرکاری اجازت نامہ مل گیا۔ ابتداء

میں کمپنی کی زیادہ تر توجہ ملایا کی طرف تھی لیکن ۱۶۰۸ء میں کیپٹن ہکنس نے جہانگیر سے سورت میں تجارتی کوٹھی قائم کرنے کی اجازت حاصل کرلی اور یوں براعظم میں انگریزوں کے قدم جمنے کا آغاز ہوا ابتداء میں انگریز تاجروں کو اپنے حریف پرتگالی تاجروں کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۶۱۲ء میں انگریزوں نے سورت کے مقام پر پرتگالیوں کو شکست دے دی تو مغل بادشاہ کو انگریزوں کی قوت کا احساس ہوا اور اس نے مغل دربار میں ایک برطانوی سفیر مقرر کرنے کی اجازت دے دی۔ پہلا سفیر سرٹامس رو تھا جو شاہ انگلستان کی طرف سے ۱۶۱۵ء میں جہانگیر کے دربار میں حاضر ہوا، اس نے بڑی حکمت اور دانشمندی سے ایسٹ انڈیا کمپنی کیلئے تجارتی مراعات حاصل کیں اور وہ سورت کے علاوہ مسولی پٹم مدراس اور بالاسور اور کئی دیگر مقامات پر تجارتی کوٹھیاں قائم کرنے کی اجازت لینے میں کامیاب ہوگیا، اس اثناء میں ولندزیوں نے انگریزوں کو جزائر شرق ہند ملائے انڈونیشیا وغیرہ سے نکال باہر کیا اور یوں ہندوستان انگریزوں کی توجہ کا بڑا مرکز بن گیا۔ ۱۶۴۴ء میں مغل شہزادی جہاں آراء کا کامیاب علاج کرنے پر انگریز ڈاکٹر بائین نے انعام کے طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی کو بنگال میں بلا محصول تجارت اور تجارتی دفاتر قائم کرنے کی اجازت طلب کی۔ یہ اجازت فوراً مل گئی اور یوں بنگال میں انگریزوں کی متعدد تجارتی کوٹھیاں قائم ہوئیں۔ ۱۶۶۲ء میں پرتگال کے بادشاہ نے شہر ممبئی جو ان کے قبضہ میں تھا جارج کو اس کی شادی کے موقعہ پر ملکہ کیتھران کے جہیز میں پیش کیا اور یوں یہ شہر بھی انگریزوں کے تسلط میں آ گیا۔

بہادر شاہ ثانی: سید قاسم محمود ج اص ۴۳۸ میں لکھتے ہیں (۲۷ شعبان ۱۱۸۹ھ/۲۴ اکتوبر ۱۷۷۵ء۔ ۱۳ جمادی الاول ۱۲۷۹ھ/ ۷ نومبر ۱۸۶۲ء) ابوالمظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ غازی۔ خاندان مغلیہ کا آخری بادشاہ اکبر شاہ ثانی کا دوسرا بیٹا جو لال بائی کے بطن سے تھا۔ اس کا سلسلہ نسب گیارہویں پشت پر شہنشاہ بابر سے ملتا ہے۔ دہلی میں پیدا ہوا۔

۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۷ء کو قلعہ دہلی میں اس کی تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی۔ اس کا اقتدار صرف لال قلعے یا قلعہ معلیٰ دہلی کی چہار دیواری کے اندر تک محدود تھا اور اس کی حیثیت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک وظیفہ خوار کی سی تھی۔ کمپنی سے اسے ایک لاکھ روپیہ ماہانہ بطور وظیفہ ملتا تھا اور دوسری جاگیروں اور شہر کے چند مکانات سے بادشاہ کی آمدنی ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ تھی۔ بعض معاملات کی بناء پر جن میں ولی عہدی کا بھی ایک اہم معاملہ تھا۔ بہادر شاہ اور انگریزوں

کے درمیان عدوات پیدا ہوگئی تھی۔تقریباً اسی زمانے میں ۱۱ مئی ۱۸۵۷ میں میرٹھ کی ہندوستانی فوج نے انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کیلئے علم آزادی بلند کیا اور انگریز افسروں کو تہ تیغ کر کے دہلی چلے آئے۔یہاں آکران حریت پسندوں نے بہادر شاہ کو اپنا سربراہ بنالیا اور انگریز کے خلاف معرکہ آراء ہونے کی تیاری کرنے لگے۔بہادر شاہ چونکہ انگریزوں سے پہلے ہی نالاں تھا اور وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ اس کے انتقال کے بعد برائے نام بادشاہت کا عہدنامہ بھی ختم ہوجائے گا۔چنانچہ اس نے مغلیہ خاندان کے عظمت پارینہ کے دوبارہ احیاء کیلئے اور ہندوستان کو غیر ملکیوں کے استحصال سے بچانے کیلئے ان حریت پسندوں کی قیادت کو قبول کرلیا اور ہندوستان کے تمام روساء اور والیان ریاست کو غیر ملکی حکمرانوں کو ملک بدر کرنے کیلئے متحدہ اقدام کرنے کیلئے لکھا۔بادشاہ کی اس دعوت پر بعض زمینداروں اور رئیسوں نے لبیک کہی اور بعض نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔اگرچہ بہادر شاہ کی بادشاہت کا دہلی میں اعلان کیا جاچکا تھا لیکن پھر بھی حریت پسند لشکریوں پر بادشاہ کا مکمل قبضہ نہیں تھا اور یہ فوج نوجوانوں شہزادوں اور بالخصوص مرزا مغل کے زیر اثر تھی۔دہلی میں حریت پسندوں نے انگریزوں کا بڑی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔غداران وطن وقوم کے سبب وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ رہے۔۶ ستمبر کو انگریزی فوج حریت پسندوں کو شکست دینے کے بعد دہلی پر قابض ہوگئی۔مسلمان سپہ دار بخت خان بھاگ کھڑا ہوا۔اور بہادر شاہ نے مرزا الٰہی بخش کے بہکانے پر (جو شاہی خاندان کا ایک فرد تھا لیکن درپردہ انگریزوں سے ملا ہوا تھا) بخت خان کے ساتھ جانے سے انکار کردیا۔کیونکہ الٰہی بخش کے ساتھ مل کر انگریزوں نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ کسی طرح جلد سے جلد بہادر شاہ کو گرفتار کرلیا جائے تا کہ جنگ آزادی کا خاتمہ ہو سکے۔ورنہ بخت خان کی معیت میں بادشاہ دیر تک آزادی کی جنگ جاری رکھ سکتا تھا۔چنانچہ بہادر شاہ نے مقبرہ ہمایوں میں پناہ لی اور انگریزوں نے اس کی اطلاع پاتے ہی مقبرے کا محاصرہ کرلیا۔

۲۳ ستمبر کو بہادر شاہ نے جان بخشی کے وعدے پر اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کیا۔انگریز میجر ہڈسن نے سوائے جوان بخت شہزادے اور زینت محل شہزادی کے باقی سب شہزادوں کو قتل کرادیا اور سرجان لارنس نے بادشاہ کو ایک سال تک ذلت وخواری کے ساتھ قید میں رکھا۔۱۸۵۸ء میں لارنس نے بادشاہ پر بغاوت کا جھوٹا مقدمہ چلایا اور بالاخر ۷ اکتوبر ۱۸۵۸ میں بہادر شاہ کو پا بجولان رنگون بھجوادیا گیا۔بادشاہ کے ساتھ اس کی دو بیویاں شہزادہ جواں بخت اور چند متعلقین کو رہنے کی اجازت دی گئی۔بہادر شاہ نے رنگون ہی میں انتقال کیا اور

وہیں دفن ہوا۔

مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ مغل بادشاہوں میں بہادر شاہ زیادہ مہذب شائستہ اور نیک تھا۔ بقول چارلس مٹکاف ''وہ شاہزادوں میں سب سے زیادہ قابل احترام اور سب سے زیادہ لائق شہزادہ تھا۔'' اس کے دربار کی تہذیب سارے ملک کی تہذیب کیلئے ایک نمونہ سمجھی جاتی تھی۔ چونکہ بہادر شاہ میں تعصب نام کو نہ تھا۔ اس وجہ سے وہ ہر قوم وملت کے لوگوں میں مقبول تھا۔

بہادر شاہ ایک اچھا شاعر تھا۔ تخلص ظفر تھا۔ محمد ابراہیم ذوق سے اصلاح لیتا تھا۔ مرزا غالب اس کے درباریوں میں سے تھے۔ اردوادب میں بہادر شاہ ظفر کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ بہادر شاہ کا کلام بڑا پرسوز ہے اور خاص طور پر جو غزلیں اس نے اپنی جلاوطنی اور قید کے زمانے میں کہی ہیں بہت زیادہ پردرد ہیں۔ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بہادر شاہ اعلیٰ درجے کا خطاط اور ماہر موسیقی بھی تھا۔ عمارتوں کی تعمیر اور باغوں کی ترتیب کے بارے میں اس کا ذوق بہت سلجھا ہوا تھا۔ سارا دن لکھنے پڑھنے اور تلاوت کلام پاک میں گزارتا تھا۔ اس کی تصانیف میں ''شرح گلستان'' اور اردو کے چار دیوان بہت مقبول ہیں۔

حکومت برطانیہ کا قیام:

برطانیہ کی ہندوستان میں حکومت کی بنیاد اس دن سے شروع ہوئی جس دن مشرق ہند میں کمپنی کی بنیاد رکھی تھی اس دن سے ان کی حکومت توسیع ہوتے ہوئے اپنے کمال کو پہنچنے جب اس کمپنی کو ملکہ برطانیہ کی تحویل میں رسمی طور پر دیا گیا ہندوستان والے برطانیہ سے آزادی کا دن اس روز کو مانتے ہیں جس دن وہ انتہائی استبدادی کرسی پر پہنچا چنانچہ جلد ہی انہوں نے جنگ آزادی کو دبانا شروع کیا یہاں اہل ہندوستان آزادی سے مایوس ہو گئے کلمہ آزادی کا استعمال کرنا ایک قسم کی جرم وجنایت بلکہ بقول صاحب کتاب علماء حق کے کارنامہ میں لکھا ہے آزادی کیلئے دعا کرنا بھی جرم ہو گیا تھا۔

برطانیہ کے حکمران یہاں گذشتہ حکمرانوں کی طرح جنگ دوبدو تلواروں خنجروں کے ساتھ لڑنے نہیں آئے تھے بلکہ نئی حکمت عملی لے کر آئے تا کہ یہاں کے رہنے والے اپنی سرزمین سے دفاع کی خاطر جان بکف ہو کر ان کا مقابلہ نہ کریں انہوں نے یہاں کیلئے جو حکمت عملی اختیار کی تھی وہی حکمت عملی تھی جو اس سے پہلے انہوں نے حکومت عثمانیہ کے خلاف آزمائی تھی تھا چنانچہ انہوں نے اس کیلئے پہلے مرحلے میں ایک تجارتی کمپنی کو بھیجا جو

یہاں کی پیداوار برطانیہ اور وہاں کی پیدوار یہاں لانے کا بندوبست کرے جس کا نام ایسٹ انڈیا کمپنی رکھا گیا۔

[پاکستانیکا ص ۲۷۷] انگریز ہندوستان میں ایک تاجر کی حیثیت سے یہاں کام کر سکے گا۔ اس وقت جہانگیر نصاریٰ کی طرف جھکاؤ اور نرم گوشہ رکھتا تھا جس سے انگریز نے استفادہ کیا۔

[دائرۃ المعارف شیعی ج ۱۱ ص ۲۵] وہ تجارت ہی کو بہانہ بنا کر آئے لہٰذا وہ سیاست وحکومت میں مداخلت نہیں کرتے تھے تجارت کے بہانہ سے وہاں انہوں نے ایک شرکت قائم کی اور شرکت ہند شرقی کے نام سے بہت سی جگہوں پر اس کے لئے مراکز کھولے چنانچہ انہوں نے ۱۶۱۲ھ میں ان کو سورت، احمد آباد بمبئی وغیرہ میں یہ اجازت دے دی رفتہ رفتہ وہ اپنے طور وطریقہ اور عمل وسرگرمی میں تبدیلی لائے اور انہوں نے بہت سی جگہوں پر مراکز کھولے ان میں بنگال وغیرہ بھی شامل تھے۔

انگریزوں کی مسلمانوں کے خلاف سیاسی تدابیر: [حاضر اعلام اسلامی ص ۳۹۷]

جس دن سے استعمار انگریز نے سرزمین ہند پر قدم رکھا، اس دن سے وہ ایک ہی سیاست کو فروغ دینے اور اس پر عمل پیرا رہے کہ جتنا بھی ہو سکے مسلمانوں کی عزت وشوکت کو داغ دار بنایا جائے اور ان کی حوصلہ شکنی کی جائے کیونکہ مسلمان ہمارے مصالح کے خلاف ہیں۔ برطانوی حاکم لارڈ نبرو نے اعلان کیا: ''ہند میں موجود مسلمان برطانیہ کے سخت دشمن ہیں اور برطانوی سیاست کا ہدف یہ ہے کہ ہندوؤں کو اپنے سے نزدیک کریں کیونکہ مسلمان ہی برطانیہ کیلئے خطرہ بنے ہوئے ہیں''

روزنامہ دنیا ۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۳ جون ۲۰۱۴ ص ۱۱ پر انگریز ۱۸۰۰ء سے پہلے مقامی آبادی سے دور نہیں بھاگتے تھے وہ مقامی عورتوں سے ازدواج کرتے تھے ہندوستانیوں کو اپنے برابر سمجھتے تھے ہندوستانی بودوباش ثقافت کو اپناتے تھے جب ۱۷۹۸ء لارڈ ولز گورنر جنرل بن کے آئے انہوں نے انگریزوں کو مقامی ثقافت سے دور رکھنے کی ہدایت کی ۱۷۹۹ء سلطان ٹیپو پر فتح حاصل ہونے کے بعد اس پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ہندوستانی اور اسلامی ثقافت کی تضحیک کرنا شروع کی جہاں مغل دور میں بڑے وزیر کو خان ساماں کہتے تھے انگریز نے باورچی کو خان ساما اور حجام کو خلیفہ کہنا شروع کیا تمام محکموں کے ناموں کی تحقیر تذلیل تضحیک کرنا شروع کی۔

قومی اور لادینی تنظیموں کی حوصلہ افزائی کے ساتھ اسلام مخالف تحریکوں کی حوصلہ افزائی اور مدد کی گئی۔ ان میں

خاص کر قادیانی شامل ہیں جو کہ اس وقت مرزا غلام احمد قادیانی جو ختم نبوت اور جہاد کے خاتمے کے لیے سرگرم تھا کی معاونت کی۔اس نے کہا: انگریز کی اطاعت اور ان سے محبت واجب ہے اسی طرح انگریز نے تاریخ اسلام کو ہند میں مسخ کرنے کی کوشش کی اور اس کو آئندہ آنے والوں کیلئے داغ دار اور مکروہ بنانے کی کوشش کی۔

کتاب علماء حق کے مجاہدانہ کارنامہ ج ۳ ص ۱۴۱ پر مزانی بیسنت سے نقل کرتے ہیں کمپنی والوں کی جنگ سپاہیوں کی جنگ نہ تھی انگلستان نے ہندوستان کو اپنی تلوار سے نہیں بلکہ خود ہندوستانیوں کی تلوار رشوت سازش نفاق اور دو رُخی یعنی ایک دوسرے سے لڑا کر فتح کیا مولفہ نے اپنی کتاب میں لکھا سابقہ فاتحین اور ہماری فتح میں بنیادی فرق یہ ہے کہ وہ لوگ یہاں رہنے کیلئے آتے تھے لہٰذا وہ مال کو یہیں پر خرچ کرتے تھے لیکن انگریز مال یہاں پر خرچ نہیں کرتے تھے۔لہٰذا ابتداء ہی سے انگریز کا مفاد ہندوستان کے مفاد سے متصادم تھا انگریزوں کو اپنے مقاصد حاصل کرنے کیلئے مندرجہ ذیل اقدامات کرنے تھے۔

۱۔جذبہ وطنیت ان سے ختم کرائیں۔

۲۔حریت پسند جماعتوں کا اقتدار و تسلط ان سے اٹھایا جائے۔

۳۔مذہبی گروہوں کو اپنے مذہب یعنی عیسائیت پر لایا جائے یا ان کو اپنے مذہب سے متنفر کرایا جائے اور بدظن کردیا جائے۔

۴۔ہندوستانیوں کے دلوں میں یہ بٹھایا جائے کہ وہ انتہائی ناقابل برداشت حالات میں بھی برطانیہ کے وفادار رہیں گے۔

۵۔ہندوستانیوں کو ایک دوسرے سے اتنا خائف کردیا جائے تاکہ انگریز ہی کے وجود کو اپنی سلامتی کیلئے بہتر سمجھنے لگیں۔

۶۔ہندوستان کے سیاہ فاموں کی برجستہ تعلیم کو ختم کرو تاکہ وہ بہتر مزدور بن جائیں۔

ہندوستانیوں کو جاہل بنانا عیاش بنانا لامذہب بنانا ان کے بنیادی اہداف میں شمار تھا۔

انگریزی تسلط کے دو بڑے سبب:

[تمدن ہند بلگرامی ص ۲۳۲ سے نقل کریں ص ۲۳۰ سے انگریز کی کمپنی لکھیں۔]

ایک غیر قوم انگریز نے اس ملک پر قبضہ کرلیا اور ہندوستان کو اپنی تجارتی منڈی بنائے رکھا اور یہاں سے ساری

دولت سمیٹ کر انگلستان لے جانا شروع کر دی اور ہندوستان جو سونے کی چڑیا کے نام سے مشہور تھا انہوں نے خاک میں ملایا۔اب یہاں پر مسلمانوں کی سیاسی، اخلاقی، مذہبی اور معاشرتی حالت روبہ زوال ہو چکی تھی۔

۲۔جن قائدین کو آپ بانیان تحریک آزادی کہتے ہیں وہ لوگ کس فکر وسوچ کے انسان تھے آیا وہ لوگ واقعاً آزادی خواہ تھے یا وہ لوگ دین اسلام کے داعی تھے یا وہ لوگ طوطی تھے یہ لوگ وہی بولتے تھے جو مسولین وائسرائے یا ان سے اوپر والے بولنے کیلئے کہتے تھے یہ لوگ وہی کچھ بولتے تھے آخر میں انہوں نے وہی راستہ انتخاب کیا جو انھوں نے دیا۔

برصغیر کی جنگ آزادی کب اور کہاں کس نے شروع کی:

برصغیر کی جنگ آزادی کو اگر ہم بقول اہل فارسی سربستہ بیان کرنے کی کوشش کریں گے تو خلط ملط ہو جائے گا واضح نہیں کر سکیں گے موضوع ناانصافی کا شکار ہوگا اس آزادی کے علمبرداروں مجاہدین تحمل وبرداشت کرنے والوں کے ساتھ بھی ناانصافی ہوگی برصغیر میں آزادی کی تین جنگیں لڑی گئیں جنگ آزادی بعنوان آزادی تینوں جنگیں ہمارے لئے قیمتی ارزش کی حامل ہیں تاہم پہلی جنگ کو برتری حاصل ہے یہ جنگ ۹۲ ہجری کو محمد بن قاسم کی قیادت میں لڑی گئی ہے جس کی تفصیل پہلے بیان کر چکے ہیں دوسری جنگ اس وقت لڑی جب حقوق انسانی کے علمبردار سامراجی ظلم وبربریت استحصالِ استعمار اپنے حدوحدود سے گزر گئے تو یہاں کے ہندو مسلم بحیثیت ہندوستانی متحد ومتفق ہو کر تحریک خلافت کے نام سے تحریک چلائی تھی۔جو کہ تحریک عدم تعاون برطانیہ اور برطانیہ کے خلاف سول نافرمانی میں تبدیل ہو گئی۔

تحریک خلافت ۱۹۱۴:

ا۔تحریک خلافت پاکستانیکا کے ص ۳۹۱ پر محمود قاسم لکھتے ہیں پہلی جنگ عظیم کے بعد مسلمانان ہند نے ترکیوں کی حمایت میں برطانیہ کے خلاف تحریک شروع کی۔اس جنگ میں ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا تھا یہاں ایک معاہدہ سیور کے مقام پر وجود میں آیا جس نے جلتی پر تیل کا کام کر دیا لہٰذا مسلمانان ہند بے حد برانگیختہ ہوئے، خلافت عثمانیہ کو متحد ویکجان دیکھنے کی تحریک پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔اس تحریک میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، ظفر علی خان، ابوالکلام آزاد، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار احمد انصار اور مولانا حسرت موہانی شریک تھے تحریک خلافت نے تمام مسلمانوں کو نہ صرف متحد کیا بلکہ پر جوش بنا دیا۔تحریک خلافت نے ہندوستان میں حکومت

برطانیہ کی بنیادیں ہلا دیں۔

تحریک ترک مولات:

اس زمانے میں نیشنل کانگریس نے حکومت برطانیہ کے خلاف تحریک ترک موالات شروع کی، مسلمان اور ہندو اور تمام دوسری قومیں کانگریس کے پرچم تلے متحد و منظّم ہوئے، خلافت و ترک موالات ہم آہنگ ہوگئیں۔ مسلمانوں نے قانون ساز کونسلوں اور سرکاری ملازمتوں کا مقاطعہ شروع کیا۔

پہلی جنگ عظیم: [روزنامہ دنیا سنڈے میگزین ۱۶ تا ۲۲ مارچ ۲۰۱۴ء]

دنیا کی بڑی جنگوں میں شمار ہونے والی پہلی جنگ عظیم میں ۷۰ ملین سے زائد فوجی اور ۶۰ ملین کے قریب یورپین کو ہجرت کرنا پڑی جو کہ دنیا کی بڑی ہجرتوں میں سے ایک ہے۔ اس جنگ میں جس قدر تباہی اور انسانی جانوں کا ضیاع ہوا اس کی تلافی ہی ممکن نہیں۔ سنٹرل فورسز کو شکست ہوئی تو انہیں خوار کرنے کیلئے مختلف انسان سوز اقدامات کرنے سے نفرتوں کا ایسا طوفان اٹھا جو دوسری جنگ عظیم کی وجہ بنا۔ آسٹریلیا، ترکی اور بلغاریہ ایک طرف تو دوسری طرف برطانیہ، فرانس روس، اٹلی رومانیہ، پرتگال، جاپان اور امریکا تھے۔ ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو جرمنی نے جنگ بند کردی، اور صلح کی درخواست کی۔ ۲۸ جون ۱۹۱۹ء کو فریقین کے مابین معاہدے ورسائی ہوا۔

مسلمان دنیا پر اس کا بہت برا اثر پڑا۔ چونکہ ترکی جرمن کا اتحادی رہا اس لیے اسے اس جنگ کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ انگریزوں نے عربوں کو ترکوں کے خلاف جنگ پر اکسایا اس طرح مسلمانوں میں قومیت کی بنیاد پر جنگ لڑی گئی۔ اور ترکی کے بہت سے عرب علاقے ترکی سلطان کے ہاتھ سے چلے گئے۔ بعد میں انگریزوں نے ترکی پر بھی قبضہ کرلیا اور ترکی کی تقسیم کا فیصلہ کیا۔ لیکن کمال اتاترک جیسی عظیم شخصیت نے جنگ کر کے برطانیہ اور یونان کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔ اسی جنگ کے نتیجے میں مسلمانوں کی عظیم خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔

دوسری جنگ عظیم کی ہولناکیاں:

دوسری جنگ عظیم وہ ہولناک جنگ تھی جس نے دنیا کی ہیئت ہی تبدیل کردی۔ ساری دنیا کی فوجوں کو اس جنگ میں جھونک دیا گیا اور نتیجہ کثیر تعداد میں اموات کے سوا کچھ نہ ملا۔ ملکوں کی معیشتیں تباہ ہوگئیں اور جیسے ترقی کو ریورس گیئر لگا دیا گیا۔ ہٹلر اور اس کی نازی فوجوں نے چار سال تک اتحادی فوجوں کو تگنی کا ناچ نچایا اور آخر میں خود بھی عبرت کا نشان بنا۔ ہٹلر ذاتی طور پر یہودیوں کے خلاف تھا اور اس قوم کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا خوفناک

منصوبہ بنا کر جنگ میں اترا تھا۔اسی دوران اس جنگ میں پرل ہاربر امریکی فوج کی مداخلت اور روسی افواج کی پیش قدمی جیسے واقعات بھی رونما ہوئے۔ان سب میں سب سے ہولناک واقعہ ایٹم بم کا استعمال تھا۔دنیا میں اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ ہیروشیما پر ''لٹل بوائے'' نامی اور ناگاساکی پر ''فیٹ مین'' نامی ایٹم بم گرائے گئے اور پلک جھپکتے ہی لاکھوں انسان موت کی وادی میں اتر گئے۔ان بموں کی تابکاریاں صرف انسانی ضیاع پر ختم نہ ہوئیں بلکہ کئی عشروں تک اس کے اثرات مرتب ہوتے رہے۔نسلوں کی نسلیں تباہ کردی گئیں۔یہ ایک معجزہ ہی ہے کہ جاپانیوں نے اس تباہ کن جنگ سے سیکھا اور اپنی ساری توانائیوں کو بدلہ لینے کی بجائے انسانی بقاء کو ترقی کی سڑک پر موڑ دیا۔

اس جنگ میں ۶۱ ملکوں نے حصہ لیا۔ان کی مجموعی آبادی دنیا کی آبادی کا ۸۰ فیصد تھی۔اور فوجوں کی تعداد ایک ارب سے زائد۔تقریباً ۴۰ ملکوں کی سرزمین جنگ سے متاثر ہوئی۔اور ۵ کروڑ کے لگ بھگ انسان ہلاک ہوئے۔سب سے زیادہ نقصان روس کا ہوا۔تقریباً ۲ کروڑ روسی مارے گئے۔اور اس سے کہیں زیادہ زخمی ہوئے۔روس کے ۱۷۱۰ شہر اور قصبے۔۷۰۰۰۰ گاؤں اور ۳۲۰۰۰ کارخانے تباہ ہوئے۔پولینڈ کے ۶۰۰۰۰۰، یوگوسلادیہ کے ۱۷۰۰۰۰۰ فرانس ے ۶۰۰۰۰۰، برطانیہ کے ۳۷۵۰۰۰ ،اور امریکا کے ۴۰۵۰۰۰ افراد لقمہ اجل بن گئے۔تقریباً جرمن جو موت کے گھاٹ اترے ۱۶۰۰۰۰۰ کے قریب تھے اٹلی اور جرمنی کے دوسرے حلیف ملکوں کے افراد مرے۔جاپان تقریباً جنگ ہار چکا تھا لیکن دنیا میں انسانی حقوق کے ٹھیکے دار امریکہ نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کیلئے لاکھوں لوگوں کو موت کے گھاٹ اتا دیا۔

اس جنگ کی وجہ سے جہاں کروڑوں انسانوں کو نقصان ہوا وہیں ہندوستان کے لوگوں کو فائدہ ہوا آزادی ملی کیونکہ برطانیہ کی معیشت اس جنگ کی وجہ سے کافی کمزور ہوگئی تھی۔اس جنگ کی وجہ سے بھارت اور پاکستان کی آزادی کی راہ ہموار ہوئی۔جنگ کے عالمی منظرنامے پر دوررس اثرات مرتب ہوئے۔تاج برطانیہ کا سورج غروب ہوا اور جنگ کے بعد اسے اپنے کئی نوآبادیات میں سے نکلنا پڑا جس میں ہندوستان بھی شامل تھا۔دوسری جنگ عظیم کے بعد عالمی منظرنامے پر دو بڑی طاقتیں نمودار ہوئیں۔روس اور امریکا۔ان دو بڑی طاقتوں کے درمیان سرد جنگ کا آغاز ہوا۔جس کی وجہ سے کئی چھوٹی جنگیں لڑی گئیں۔جدید جمہوری ریاستیں اور کمیونسٹ ریاستیں اس جنگ کے بعد ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہوگئیں۔

[تاریخ پاکستان ص۲۷]

جب جنگ عظیم شروع ہوئی تو اس وقت ہندوستان کی تحریک آزادی میں بغیر کسی تشخص ہندو و مسلمان دونوں نے مل کر م ایک صف میں کھڑے ہو کر ایک جھنڈے اور ایک نعرے کے تحت تحریک شروع کی کہ ۱۹۱۶ کے معاہدہ لکھنو کے تحت دونوں مل کر یک جہت یک لخت باہم اشتراک واتحاد سے تحریک چلائیں گے ۱۹۱۶ سے ۱۹۲۴ تک تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات دونوں اشتراک اتحاد کے ساتھ چلتے رہے معاہدہ لکھنو کے دس سال کے دوران دونوں نے تحریک سیاست چلانے کی تربیت حاصل کی اور کہا کہ تجربہ کیا ہے کہ چونکہ مسلمان اور ہندو فکری وعقیدتی طور پر ایک دوسرے کی ضد میں تھے لہٰذا ہر ایک نے اپنے تشخص کو اٹھانے کی کوشش کی پہلے مرحلے میں ہندوؤں نے مسلمان تشخص کو برداشت نہیں کیا کہ ایک ٹولہ کو اکثریت میں مدغم ہونا چاہیے الگ سے تشخص کا مظاہرہ کرنا درست نہیں اس سے تحریک کو نقصان پہنچے گا اختلاف وانتشار ہو گا جہاں کہیں معاشرہ اکثریت اور اقلیت کے نام سے بٹا ہوا ہو وہاں اتحاد و یکجہتی ناگزیر و معقول ہے اور لیکن یہ بات وہاں آتی ہے جہاں دونوں گروہوں میں نظریاتی اختلافات نہ پایا جاتا ہو جیسا کہ اسمبلی میں حزب اقتدار و اختلاف ؛ لیکن جہاں نظریاتی اختلاف ہو وہاں اتحاد و یک جہتی مشکل ہو جاتی ہے۔

اس تحریک سے مسلمانان ہند میں ایک نیا باب کھلا۔ جس میں دو چیزیں کھل کر سامنے آئیں کہ

۱۔ مسلمان اور ہندو دونوں دو الگ الگ قومیں ہیں ایک قوم نہیں۔

۲۔ مسلمانوں اور ہندوؤں میں جدائی حتمی اور ضروری ہے۔

اب تک دو جنگیں لڑ کے وہ اپنی جگہ واقعا جنگ آزادی کہلانے کی مستحق ہیں جب اس جنگ کے ثمرات وفوائد حاصل کرنے کے مواقع آئے ہمیشہ کی طرح غالب لشکر میں کارخسیس اپنے ملک وطن کے خلاف کام کرنے والے آج کل کی اصطلاح کے مطابق لوٹا ازم یا دہری شہریت والے کہلاتے ہیں چنانچہ بہت نامور سیاستدان جو اس وقت مسلم ریاست کی بات کرتے تھے مسلم لیگ کے پرچم تلے نعرے بلند کرتے تھے ہندوؤں سے پہلے اور بعض دیگر آخر میں برطانیہ کے کارکن وخدمتگار بننے لگے۔ مسلمانوں کی الگ مملکت کی جنگ تھی وہ اپنی جگہ جاری رہی تیسری جنگ ابھی شاید ہو سکتا ہے ہو جائے ہو سکتا ہے بھی ہو تیسری جنگ عظیم آ ئے گی بہر حال اس کے بارے میں بعد میں بات کریں گے آیا پہلی جنگ آزادی یہاں کے ثنا و اصنام پرست رذائل وخسائس شیوہ

نجاست خور وحشی حیوان پرستوں کو انسان کے زمرے میں لانے اللہ وحدہ لاشریک کی عبودیت اور بندگی میں لانے کی جنگ ہے جسے پہلی صدی کے آغاز سے شروع کرتے ہوئے ۹۲ھ کو یہاں پرچم اسلام بلند کرنے میں کامیاب ہوئے ۹۲ھ سے چوتھی صدی تک یہ علاقہ ریاست مسلمین کے اندر رہا ہے یہاں تک کہ خلافت اسلام کے برچیدہ ہونے کے بعد بھی مسلمانوں کی ہی حکمرانی میں رہا یہاں ۱۸۵۷ء کو برطانیہ نے صلیبیوں کی حکومت کو قائم کیا ان کی استعمارگری اور ان سے نجات دلانے کی جو جنگ لڑی ہے اس کو جنگ آزادی دوم کہا جاتا ہے ملاحظہ کریں پاکستانیکا ص ۴۲۸ ص ۴۶۵ پر دیکھیں پھر یہ جنگ رفتہ رفتہ شکل وصورت بدلتے بدلتے ایک نیم مختاری ونیم آزادی میں تبدیل ہوگئی ہے جو عام مستعمرات کی آزادی ہوتی ہے اس کو آزادی نہیں کیا جاتا ہے۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

انگریزوں نے جنگ کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں پر حملوں میں تیزی لائی اور ان کی سرزمین پر مسلط ہوئے، مسلمانوں کی جائیدادیں تلف کیں، انکی صرف ۵ فیصد املاک باقی رہ گئیں باقی مسلمانوں کی املاک کو قومی ملکیت میں لیا اور ان کیلیئے درآمدات کے دروازے بند کیئے۔ ہندو اور سکھوں کو اپنے سے قریب کیا اور سکھوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مسخرہ کرنے کیلیئے آزاد چھوڑا، اور مسلمانوں کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا اور اس سلسلہ میں ہزاروں مسلمانوں کی جانیں ضائع ہوئیں اور قبائلی خاندانی جھگڑے اور فساد روز افزون ہوئے۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا قتل عام کریں اسی طرح خود مسلمانوں کے درمیان تفرقہ شروع کیا اور ایک دوسرے میں فرق رکھنا شروع کیا بعض کو سید، بعض کو مغل، بعض پٹھان اور بعض کو مشائخ کا نام دیا اور انھیں اپنے لئے اس قسم کی اسم نویسی کی دعوت دی۔

اس طرح حکومت انگریز نے اپنے مدارس کے نصاب میں مسلمانوں کی دل آزاری، ان سے نفرت اور ان کی اہانت پر مشتمل مطالب کو نصاب میں رکھنا شروع کیا۔ انہیں مشقت، مصیبت اور بدترین دور کا سامنا ہوا اور خاص کر کے عالم اور دین دار کی توہین وتذلیل شروع کی گئی۔ بازاروں کو انگریزوں کیلیئے مختص کیا اور ان کی صنعتوں کو یہاں فروغ دیا گیا۔

۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی ایسٹ انڈیا کمپنی کو براعظم ہند میں سیاسی اقتدار جمانے سے روکنے کے لئے وجود میں آئی ہے۔ ۱۸۸۳ء میں سرسید احمد خان نے کہا ہندوستان ایک ملک نہیں یہ براعظم ہے اور یہاں مختلف نسلوں

اور روایات کے لوگ آباد ہیں۔۱۹۲۸ء میں مولانا اشرف علی تھانوی نے ہندوستان میں ایک علیحدہ مسلم مملکت کے قیام کی تحریک چلائی ہے۔اسی سن میں سر آغا خان نے بھی الگ مسلم مملکت کے قیام کی خواہش ظاہر کی ہے، ۱۹۲۹ء، میں نواب ذوالفقار علی خان نے بھی مطالبہ کیا ہے،۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال کے خطبہ آلہ آباد میں یہ کلمات ہیں کہ بہتر ہوگا کہ''پنجاب شمال مغربی سرحدی صوبہ'سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک مملکت بنادیا جائے جو سلطنت برطانیہ کے اندر یا حکومت خودمختاری رکھتی ہو''۔

۱۹۳۸ء میں مولانا سید ابواعلیٰ مودوی نے مسلم خطوں اور جداگانہ آزاد ریاستوں کے قیام کی تجاویز پیش کی ہیں ان میں سے اہم حضرات کے نام یہ ہیں:

''چودھری خلیق الزمان، عبدالرحمٰن صدیقی، ڈاکٹر عبدالطیف، سر سکندر حیات خان، میاں کفایت علی، ڈاکٹر سید ظفر الاحسن، ڈاکٹر محمد افضال حسین قادری، عبدالحمید، خورشید عالم، عبدالستار خان نیازی، ظفر علی گوندل، محمد شریف طوسی، سر عبداللہ ہارون، پیر علی محمد راشدی، مولوی محمد فاروق عبدالودود، مولانا راغب احسن، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا ظفر علی خان اور اللہ بخش یوسفی''۔۱۹۴۰ء میں اس سلسلے میں لاہور میں ایک قرارداد پیش کی گئی یہ قرارداد پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی۔

سرسید نے مسلمانوں اور حکومت انگریز کے درمیان نیا سیاسی کردار ادا کرنا شروع کیا یہاں تک کہ انہوں نے انگریز کے تعاون سے اور بعض دیگر سرمایہ داران کے تعاون سے جامعہ علی گڑھ کی بنیاد رکھی اور ان میں سرفہرست تعاون کرنے والوں میں آغا خان تھے جو مسلمانوں کو نئے مغربی علوم، ثقافت اور زبان سکھانے پر اسرار کرتے تھے اور اپنے افراد کو وقتاً فوقتاً قرآن کی تحریف کرنے کی طرف دعوت بھی دیتے تھے۔

انگریزوں نے بہت سی زمینوں پر قبضہ کیا جس سے ملک میں قحط پھیل گیا خاص کر کے اسلامی مناطق اس سے زیادہ متاثر ہوئے، مسلمانوں کا وجود رفتہ رفتہ صرف ۹ فیصد رہ گیا اس کے علاوہ انگریزوں نے اپنے تبشیری گروہ کو اسلام کے خلاف تیار کیا، یہ لوگ اسلام پر نقد وانتقادات کی بارش برساتے تا کہ اسلام کو ہندوؤں میں نفوذ واثر انداز ہونے سے روکا جائے۔انگریز نے ملک میں الحاد وفساد کو رواج دیا اور اسلامی اخلاق واقدار کو رفتہ رفتہ ملک سے ناپید کیا، بے شرمی، بے حیائی، سکر، شراب اور بے حرمتی اور ہر چیز کے مباح ہونے کو رواج دینا شروع کیا اور

ہندواور مسلمانوں میں فرق کوختم کرنے کی کوشش کی۔
جب ان کا نفوذ ہندوستان میں سرایت کرگیا تو انہوں نے ۱۷۷۳ میلادی میں اس شرکت کو باقاعدہ ملکہ برطانیہ کے ہاتھوں میں دے دیا تاکہ ملکہ برطانیہ مستقبل و مستقیم خود چلائیں۔ اس طرح سے انگریز ہندوستان پر حاکم ہوئے۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۶ء میں دہلی میں بعض جگہوں کو جلایا گیا اور معلوم نہیں ہوا کہ کس نے جلایا ہے، بس اتنا معلوم ہوا کہ دہلی میں فسادات شروع ہوئے ہیں یہ پندرہ رمضان ۱۲۷۳ ہجری کو ہوا یہاں سے لوگ ہجوم کرکے جیلوں میں گئے اور انہوں نے انگریز کے مسؤلین کو مارڈالا اور ترانہ وگیت گائے گئے اور ڈاکخانہ پر حملہ کیا، تاریں کاٹ دیں، ٹیلی گراف بند کیا اور اپنی طرف سے ایک شخص کو بادشاہ بنانے کا اعلان کیا۔
اردو ادب جالبی ج۴ ص ۱۵
[[[انیسویں صدی کے آخر نصف برعظیم ہند کا فیصلہ کن دور تھا انگریز دوتہائی ہندوستان پر قبضہ جما چکا تھا انگریزوں کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ تکبر وغرور آمیز تھا تحقیر آمیز رویہ بڑھتا جارہا تھا یہاں کی رسومات سے نفرت و بیزاری اور عیسائیت پھیلانے کیلئے تبشیری گروہ پورے طور پر سرگرم عمل تھے انہیں اس سلسلے میں ہر قسم کی کھلی چھٹی دی گئی تھی لیکن ساتھ ہی ہندو مسلمان دونوں ان سے نجات لینے پر تلے ہوئے تھے ۱۸۵۶ء کو اودھ کے بادشاہ واجد علی شاہ کو معزول کردیا تو بادشاہ انصاف طلبی کیلئے کلکتہ میں گیا دہلی کے مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر بھی لال قلعے میں نظر بند تھے برطانوی آفیسر نے انتہائی ہتک آمیز حقارت آور سلوک ہندوستانیوں سے رکھنا شروع کیا ان کے اس حقیرانہ سلوک کے نتیجے میں ہندو مسلمان میں جذبہ بغاوت جاگنے لگا جسے انگریز مسلح نے کچل دیا ہزاروں کو پھانسی پر چڑھایا]]]۔
زبان ہندوستان: [کتاب تاریخ انتشار الاسلام فی اسیاء ص ۱۳۰]
جون کرسیون سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ۱۳۵۰ھ بمطابق ۱۹۳۱ء کی تحقیقات کے مطابق یہاں رائج لغات کی تعداد ۲۲۵ بتائی ہے دکتور منعم نے لکھا ہے اس میں لہجات ۳۰۰ ہیں یہ لغات علاوہ ان لغات کے ہیں جو ہندوستان میں رائج فارسی وعربی پہلوی تھیں جبکہ سنسکرت یہاں سوائے بعض دانشوروں براہمہ یا ان کے علماء کے کسی کو نہیں آتی تھی یہ زبان یورپ والوں کے نزدیک لاطینی زبان جیسی تھی صرف کتاب مقدس تک محدود تھی ۔لیکن فی الزمانہ یہاں مسلمانوں میں رائج زبان زبان اردو ہے جو کہ مغلوں نے ایجاد کی تھی یہ دسویں ہجری میں

وجود میں آئی تھی یہ لغت سنسکرت عربی وفارسی ترکیہ وبعض دیگر لغات سے مرکب ہے لیکن لغت اردو لغت مسلمین ہے اس کے حروف عربی ہیں۔

زبانوں کی جنگ:

تاریخ اسلام میں کفر واسلام کی بہت سی جنگیں لڑی گئی ہیں۔لیکن زبانوں کی جنگ سننے میں نہیں آئی ہے زبانوں کی جنگ ۱۷۸۹ء انقلاب صنعت کے بعد قوموں کے درمیان چھیڑی ملکوں کو اپنے ملک کا حصہ بنانے کی استعماری جنگ نے جہاں جہاں فتوحات حاصل کیں وہاں وہاں مفتوحہ علاقوں کو اپنا دائمی حصہ بنانے کیلئے اپنی دینی ثقافت اور زبان ٹھونسنے کی بھی مہم شروع کی چنانچہ ہندوستان میں انگریزوں کے تسلط کے بعد انگریزوں نے یہاں کے لوگوں کو مسیحی بنانے کے منصوبے پر عمل شروع کیا اس کیلئے مدارس، کالج، یونیورسٹیاں کھولی گئیں ان کے تعاون سے ان کے زرخرید خدام انگریز نے اپنے اپنے ہمنواء مغرب پرست مغرب خواہوں کے تعاون سے اس زبان کو اس ملک میں رہنے والوں پر ٹھونسا۔ یہاں سے ہندو کو اپنا دین ومکتب بدلنا چنداں دشوار نہیں تھا چونکہ وہ ذات پات کی اسارت سے خود نجات چاہتے تھے لیکن مسلمانوں کیلئے تعلیم کی خاطر دین قربان کرنا ممکن نہیں تھا دوسری طرف سے اردو زبان جیسے مجاہدین اسلام یا فارسی زبان فاتحین سلاطین کی زبان جو مسلمانوں کی زبان بن چکی تھی وہ چھوڑنے کیلئے تیار نہیں تھے۔

ہندو اکثریت کی وجہ سے اپنی زبان کو ہی مسلط کرنا چاہتے تھے انگریز خود فاتح غاصب قابض ہونے کی وجہ سے انگریزی مسلط کرنا چاہتے تھے لیکن مسلمانوں نے چاہے وہ برائے نام مسلمان کیوں نہ ہو اس میدان میں استقامت دکھائی وہ اردو کو اپنی قومی زبان اور اپنی شناخت کے طور پر حیثیت دیتے تھے مسلمان اس زبان کی پاسداری کرنے لگے اور اسے بچایا۔

زبان مسلمانوں کو کہاں تک پہنچاتی ہے۔ بنگلہ دیش ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کا محل پیدائش نے بنگالیوں نے ہندو زبان کی جگہ اردا کو مسلمانوں کی زبان گردانا۔مسلمان ثقافت کے حامل لوگ جداگانہ استقلال کی جنگ میں بغیر کسی تفرقہ کے شامل رہے۔۱۹۴۷ء میں ہندوستان سے الگ ہونے والے بنگال نے کتنے ہزار کلومیٹر دور ہونے کے باوجود اسی قومی زبان کی خاطر مغربی پاکستان سے ملحق ہو گئے۔۱۹۵۱ء میں لیاقت علی خان کے قتل کے بعد بنگالیوں نے بنگالی کو قومی زبان کے طور پر اپنانے کی تحریک چلائی۔مظاہرے کیے جانیں تلف کیں مسلسل لڑتے رہے

یہاں تک کہ بنگالی کو اپنی قومی زبان اور پاکستان کی دوسری
زبان کے طور پر اپنانے میں کامیاب ہو گئے۔
اگلے مرحلے میں ۱۹۵۲ کو کمیونسٹ اور سوشلسٹ پارٹیوں سے مل کر پاکستان سے الگ ہونے کی تحریک چلائی ۱۹۵۴ میں کمیونسٹوں سوشلسٹوں اور سیکولر مسلمانوں سے مل کر بنگال کی استقلال آزادی از مسلمین کی قانونی جنگ لڑی۔ ۱۹۷۲ کے عام انتخابات میں ۲۳۷ نشستوں میں سے ۱۲۳ نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے مسلم لیگ جس کا محل پیدائش بنگال تھا اسی زبان کی جنگ استقلال میں تبدیل ہو گئی۔
ہندوستان میں جب عرب مجاہدین فاتحین آئے یہاں حکومت قائم کی پھر فارس وافغان وترکمانستان والے آئے یہاں زبان کی جنگ نہیں ہوئی انہوں نے اپنی زبانوں عربی فارس ترکی افغانی کو نہیں ٹھونسا بلکہ حسب تاریخ زبان اردو مخلوط زبانوں کا مرکب ہے جو کہ غیر شعوری طور پر از خود وجود میں آئی اس زبان کی خوبی یہ تھی کہ اس میں مقامی زبان فاتحین کی اسلامی زبان سب ملا کر کے نئی زبان بنی تھی اس کو کسی نے ناپسند نہیں کیا لیکن زبان اس وقت موضوع نزاع بنی جب ہندوؤں نے انگریز کی زبان کی طرف انہیں ورغلایا تو اس وقت انہوں نے اس زبان کے خلاف جنگ لڑی لیکن پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد مسلمان عوام کی خواہش واصرار یہ تھا کہ یہاں کی سرکاری زبان اردو ہوگی لیکن ایک طرف سیکولر جنہیں بانیان پاکستان کہتے ہیں ان کا اصرار تھا کہ ان کی سرکاری زبان انگریزی ہو دوسرے مرحلے پر بنگال جہاں سے مسلم لیگ وجود میں آئی تھی انہوں نے اپنی زبان کی تحریک چلائی تیسرا یہاں کے مقامی لوگوں نے اپنی اپنی علاقائی زبان چلائی۔ یہاں تک کہ اب یہاں دوبارہ زبانوں کی جنگ چھڑ گئی ہے گذشتہ سال سندھ اسمبلی میں تین زبانوں میں حلف اٹھایا گیا یہی حال بلوچستان میں سیاستدان کا ہے اور اب پنجاب والوں نے بھی زنانہ حقوق کا مطالبہ جاننے کا اعلان کیا ہوا ہے اس فلسفہ کی پہلی کلاس اعلیٰ قیادتوں کے بیانات مصائب ومطالب کی طنزیان لگانے والے جناب ظفر اقبال صاحب نے ۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ میں بالی وڈ اور شاعری کے عنوان سے کالم پیش کیا جس میں آپ نے پنجاب کو اپنا قومی حلال زادہ نسل ثابت کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے اپنے کاسہ عفو درگزر کی تلخی کو پیتے رہنے کو ناقابل برداشت گردانتے ہوئے لکھا ہے۔
روزنامہ دنیا بروز ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ ماں کی بولی کالم نگار ظفر اقبال۔

ہماری ثقافت کے استحصال کی بڑی مصداق ماں پرستی ہے ہر چیز کی اصل ماں کو گردانا جاتا ہے اسی تناظر میں ملک کے ایک بڑے دانشور شاعر کالم نگار تجزیہ نگار اپنی جگہ منفرد انداز کے حامل ظفر اقبال ہیں اس نے پنجابی زبان کو ماں کی زبان قرار دیا ہے ان کو چاہیے تھا جس انداز سے وہ تجزیہ کرتے جہاں بھی کرتے یعنی ماں غالباً جاہل ہوتی ہے بچے اس جاہلی زبان کو بولتے ہیں اس نے اس کی بہتری کی دلیل بھی دی کہ بہترین تعلیم ماں کی زبان میں ہوتی ہے۔تو پھر آپ کے اپنے بچوں کو اردو آتی ہے پنجابی نہیں آتی ہے یہ بھی ایک مصیبت گردانا ہے دوسرے بچے ان سے کہتے ہیں دادا کا کیا نام ہے یعنی پنجابی کیوں نہیں بولتے ہو ایک دانشور وسیع مطالعہ و معلومات رکھنے والے کو اردو بولنے سے الرجی اتنی کیوں ہے کیوں قوم کو مزید زبان کی جنگ میں دھکیل رہا ہے۔

ہند میں کلیات و مدارس انگریز:

دائرالمعارف فرید وجدی جلد۱۰ صفحہ ۵۴۲ میں آیا ہے انگریز کی طرف سے قائم سب سے پہلا کلیہ کلیہ کلکتہ جس کو ۱۷۸۱ء میں تاسیس کیا دس سال کے بعد بنارس میں ایک جامعہ بنایا ۱۸۲۴ء کلکتہ میں دوسرا جامعہ بنایا کلیہ طب ۱۸۳۵ میں بنایا ۱۸۲۶ کلیہ ہوجلی بنایا ۱۸۹۱ کو تعداد مدارس ۱۴۱۷۷۳ ان کے مدارس میں زیر تعلیم ۳۸۵۶۸۲۱ تھے ان کے اوپر پانچ مدارس کے او پانچ جامعات بنائے جامعہ کلکتہ مدارس جامعہ ممبئی اور لاہور میں جامعہ الہ آباد۔

فورٹ ولیم کالج: [اردو ادب ج ۳ ص ۴۰۷]

اس درسگاہ کی بنیاد انگلستان کے ہندوستان میں گورنر جنرل مارکوئین ولن نے سلطنت ٹیپو سلطان کی حکومت کے خاتمہ کے ایک سال کے بعد اس کی برسی کی موقع پر ۴ جون ۱۸۰۰ء میں رکھی اس کے مقاصد جیسا کہ گورنر نے بیان کئے تھا کہ انگلستان سے پندرہ سولہ سال کی عمر میں یہاں کیلئے بھرتی ہونے والے افراد کی تعلیم و تربیت نیز ان کے دینی عقائد و اعمال کی تعلیم کیلئے قائم کی گی۔

مدارس تبشیری کا جال دنیا میں

۱۔مدرسہ معبد الحکمہ بغداد

۲۔کلیہ اریکیہ بیروت

۳۔مدرسہ الیسوعیۃ والمار یوسف و مدارس الفریر

۴۔ مدارس رھیان والرکبات

۳۔ جن لوگوں کو آپ بانیان پاکستان کہتے ہیں وہ بانیان کون تھے وہ لوگ کس حدتک حکومت برطانیہ کے مخالف تھے ان کی نظر میں قیام پاکستان کے کیا مقاصد واہداف تھے وہ کس حدتک وطن دوست تھے وہ کس حدتک اسلام کو جانتے تھے انہوں نے اسلام کیلئے کیا کیا؟ یا وہ مسلمانوں کیلئے کیا کرنا چاہتے تھے کیا وہ مسلمانوں سے محبت رکھتے تھے جذبہ حب الوطنی رکھتے تھے یا وہ لوگ آج کل کے قوم پرست پڑھائی کے بعد روزگار نہ ملنے کی وجہ سے اپنے علاقے کو ضلع صوبہ بناؤ ضلع بناؤ کی تحریک چلانے والوں میں تھے وہ قوم کیلئے نہیں قوم کو اپنے روزگار کیلئے چلاتے تھے۔

۴۔ حکومت برطانیہ ملکہ برطانیہ یا ان کی کابینہ ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں سے محبت رکھتے تھے جس طرح ہمارے بعض زعماملت کی خام خیالی نے مغربی حمایت کو غنیمت شمار کیا ہے یہ کیسے ممکن ہے جہاں کے حکمرانوں نے دین کی بنیاد پر زعما اساقف وکلیسا کو کونے پر لگا کر رکھا چودہ سو سال سے ان سے نبرد آزما ہیں انہوں نے مسلمانوں سے کھائے زخم نہیں بھلائے ہیں انہوں نے چنگیزیوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اکسایا اور مدد کی ہے جس کتاب قرآن میں جگہ جگہ ان کی مذمت آئی ہے پانچ وقت کی نماز میں ان سے دور رہنے کی تلقین کی ہے آج انگریز اہل صلیب ہندوں کے مقابلے میں مسلمانوں کے ہمدرد ہو جائیں ہم ان علمائے اعلام سے حیران ہیں جو کہتے ہیں ہمیں سنیوں سے سیکولر مسیحی امریکی اچھا ہے یا کہتے ہیں امریکا کو شیعوں سے کتنی محبت لگاؤ ہے کہ وہ افغانستان میں شمالیوں کی عراق میں اور شیعوں کی نجات کیلئے آتے ہیں حیران ہوں کہ امریکا کیوں افغانستان و عراق میں شیعوں کی نجات کیلئے آتا ہے یہاں چندین احتمالات ہو سکتے ہیں وہ شیعوں کی نجات کیلئے اس لئے آئے ہیں کہ وہ ان کے وفادار دوست ہیں یا مسلمان ملکوں میں قیام حکومت اسلامی میں رکاوٹ ڈالنے میں شیعوں نے بہت کردار ادا کیا ہے گویا افغانستان عراق میں امریکا شیعوں کیلئے آیا ہے اسی طرح اس سے پہلے مسلمانوں کی نجات کیلئے برصغیر میں کردار ادا کیا تھا تقسیم میں ان کا ذرّہ برابر مفاد نہیں تھا کیا ایسا تھا یا یہ تقسیم اپنی جگہ ناگزیر ہونے کی صورت میں اتنی بڑی مملکت کو آزاد چھوڑیں گے تو کبھی ہاتھ میں نہیں آئے گی ممکن ہے ہمارے برابر یا ہم سے بڑی حکومت بن جائے اس تفسیر کا یہ مطلب ہرگز یہ نہیں ہے جو علماء ہندوستان فرماتے ہیں یعنی تقسیم کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے مسلمانوں کو کمزور کیا ہے ہم یہ نہیں کہتے ہیں اور نہ کہیں گے ہم تو یہ کہتے

ہیں جو کچھ ہوا خیر ہوا ہے ہم آج علماء ہندوستان سے کہیں گے اگر تقسیم نہ ہوتی تو مسلمان حکمران نہیں بنتے بلکہ وہاں ہندوٗ طاقت ور ہو جاتے۔

لیکن ہمیں کیا فرق پڑتا ہے مسلمانوں کے اوپر ہندوؤں کی طاقت ور حکومت ہو یا مسیحی حکومت کریں پھر فرق اگر کرنا ضروری ہو جائے تو سورہ روم کے تحت مسیحی کو ہندوؤں پر ترجیح دیں گے۔

۵۔ آج دنیا میں مسلمانان پاکستان کی آواز بلند ہے یا ہندوستان کی آواز بلند ہے۔

۶۔ اگر آپ مسلمانوں کی تقسیم کے خلاف ہیں تو کیوں مسلمانوں کو چھوڑ کر ہندوؤں سے اتحاد کی بات کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم ہندوؤں سے مل کر دیگر مسلمانوں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرتے ہیں غرض یہ تقسیم ان کا اپنا منشور تھا اس لیے انہوں نے پہلے ہندوٗ مسلم فساد پھیلایا بعد میں شیعہ سنی فساد پھیلایا تا کہ جاتے وقت یہاں طوائف الملوک حکومت ہو لیکن بات یہ نہیں کہ کافر ہو یا مسلمان ہو جو بھی ہو ان کی بات چلتی ہے۔

۴۔ سرسید احمد خان: [۱۰۰۱ شخصیات عالم کا انسائیکلو پیڈیا تالیف عبدالوحید ص ۵۰۰]

سرسید احمد خان ۱۲۳۲ ہجری میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں ان کا خاندان شاہ جہاں کے زمانہ میں ایران سے یہاں آکر مقیم ہو گیا تھا۔ وہ مغل دربار میں اعلیٰ مناصب پر فائز تھے ان کا دادا عالم گیر ثانی کے دربار میں ہزاری منصب داری پر تھے، آپ ایسٹ انڈیا کمپنی میں کلرک مقرر ہوئے۔

۱۸۶۴ میں سرسید نے غازی پور میں سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد ڈالی جس کا مقصد ہندوستان میں مغربی علوم کو متعارف کروانا تھا۔ یہ ایک ایسا ادارہ تھا جہاں مقامی باشندے اور انگریز ایک دوسرے سے ملتے اور باہمی دلچسپی کے امور پر بحث کرتے تھے سرسید نے ۱۸۵۷ء میں علی گڑھ میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جو دو سال بعد کالج بن گیا اور آخر کار اس نے علی گڑھ یونیورسٹی کی شکل اختیار کر لی۔ اسی دوران کئی ایسے واقعات رونما ہوئے جنہوں نے ہندو مسلم تعلقات کے مستقبل کا تعین کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۸۶۷ء میں اردو ہندو زبان کا تنازعہ ہوا جس کا مقصد اردو کی بجائے ہندی کو عدالتی زبان قرار دینا تھا ہندو اُردو کی مخالفت اس لئے کرتے تھے کہ وہ اردو کو مسلم ثقافت کی نمائندہ زبان سمجھتے تھے، ہندوؤں کے اس رویہ نے ان کی ذہنیت کو مسلمانوں پر پوری طرح آشکار کر دیا، اردو ہندی تنازعہ نے سرسید کو غیر معمولی طور پر مایوس کیا کیونکہ یہ تنازع ایسی گروہی سوچ کا شاخصانہ تھا جس کا مقصد ہندو اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے تقسیم کرنا تھا یہ پہلا موقعہ تھا کہ سرسید کے دل میں ہندوؤں کے

بارے میں بدگمانی نے جنم لیا اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ ہندو اور مسلمانوں کا ایک قوم کے طور پر اکٹھا رہنا مشکل ہوگا۔

۴۔اسی طرح سنت کو یکسر مسترد کرتے ہوئے کہا ہے جو بھی سنت کے نام سے ہمارے پاس موجود ہے وہ الفاظ راویوں کے ہیں، ہمیں پتہ نہیں الفاظ اصلی جو رسول اللہؐ نے فرمائے ہیں، کیا ہیں اور جو راویوں نے فرمایا ہے وہ کیا ہے۔ یہاں سے گویا فرقہ قرآنیون وجود میں آیا ہے۔ اس طرح سے انہوں نے تمام حلال وحرام کی تاویل کی ہے حتیٰ ربا اور سود کی بھی۔ یہیں سے تقریباً قادیانی وجود میں آئے ہیں۔

۵۔سرسید احمد خان کے شاگردوں میں امیر علی ہے اور ان کے شاگردوں میں چراغ علی اور مولانا محمد علی قادیانی ہیں چنانچہ مولانا محمد علی نے ہندو مسلم ازدواج کو جائز قرار دیا ہے اور ان کی کتابوں کو بھی مقدس قرار دیا ہے مردوں عورتیں کے مخلوط اجتماع کو بھی اس نے حج کی مثال دے کر جائز گردانا ہے۔ سرسید احمد خان کے شاگرد اور ان کے پیرکاروں میں جیسا کہ کتاب عصرانیون محمد حامد ناصر ص۸۴ میں آیا ہے عبداللہ چکڑالوی خواجہ احمد الدین اور غلام احمد پرویز بھی ہے۔ ان کی کتب میں اہل ذکر اور قرآن، فرقہ امت مسلمہ، طلوع اسلام، تعمیر انسانیت وغیرہ ہیں۔

۱۸۸۷ء میں جنگ آزادی کے بعد آپ نے ایک رسالہ اسباب بغاوت ہند لکھا۔ جب انگریز مسلمانوں کے سخت دشمن ہوگئے اور مسلمانوں کی زبوں حالی کو دیکھ کر ان کو دکھ ہوا تو اس کے مداوا کیلئے علی گڑھ میں ایک اسکول قائم کیا جس کا نام محمدؐ انگلونیشنل سکول رکھا۔

کہتے ہیں محمدؐ کالج نے ایسے لیڈران کو جنم دیا جو بعد میں ہندوستان کی سیاست پر چھا گئے ان میں نواب محسن الملک، نواب وقار الملک، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر، نواب زادہ لیاقت علی خان، خواجہ ناظم الدین شامل ہیں۔ سرسید نے مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم کی حیثیت سے روشناس کرایا ہے۔ انہوں نے ۱۸۸۳ء میں ہندو اور مسلمانوں کو دو الگ قوموں کے طور پر متعارف کروایا۔

ا۔سرسید احمد خان انتہائی شدت کے ساتھ یہاں کے مسلمانوں کی سعادت و نیک بختی کا واحد ذریعہ برطانوی انگریزوں سے ولا اور محبت کو سمجھتے تھے وہ حد سے زیادہ ان سے محبت میں افراطی نکتہ پر پہنچے ہوئے تھے لہٰذا وہ بار بار مسلمانوں کو مغرب دوستی کی طرف رغبت دلاتے تھے۔

۱۸۵۷ کے غدر نے ہندوستان میں مسلمانوں کے مستقبل کو مزید تاریک کردیا کیونکہ بغاوت کا زیادہ زور شور دہلی

کے مسلمان علاقوں میں ہی تھا۔ برطانوی حکومت کے جابرانہ سلوک نے مسلمانوں میں ردعمل کی کیفیت کو جنم دیا اورانہوں نے انگلوانڈین سکولوں اور نئے تعلیمی نظام کا بائیکاٹ کر دیا، ان کا خیال تھا کہ انگریز کا نظام تعلیم ان کے ایمان کی تباہی کا باعث ہوگا۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے اعتراف کیا ہے کہ کوئی نوجوان اپنے آباء واجداد کے دین پر شک کرنا سیکھے بغیر ہمارے انگلوانڈین سکول سے فارغ التحصیل نہیں ہوتا۔ اس صورتحال نے مسلمانوں کو مایوسی کی انتہائی گہرائی میں دھکیل دیا۔

[پاکستان تاریخ وسیاست ص۱۴] ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کو یک بعد دیگر کئی بحرانوں کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کہ سرسید احمد خان نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ زندگی کے جدید تقاضوں کیلئے جھوٹے تعصّبات اور زنجیریں توڑ دیں، توہمات کی قدیم دنیا دم توڑ رہی ہے اور سائنس اور ٹیکنولوجی کا عہد نو اس کی جگہ لے رہا ہے۔ اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ اگر انگریزوں اور مسلمانوں کے تعلقات کشیدہ رہے اور مسلمان انگریزی تعلیم سے اس طرح کنارہ کش رہے تو ان کے لئے بحیثیت قوم اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کرنا ممکن نہیں ہوگا چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کی حالت سدھارنے کا بیڑا اٹھایا اور اس مشکل نصب العین کے حصول کے لئے درج ذیل لائحہ عمل تشکیل دیا۔

۱۔ مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان موجودہ بداعتمادی کی فضاء کو ختم کیا جائے ااور ان کے درمیان افہام وتفہیم کو فروغ دیا جائے۔

۲۔ مسلمانوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ انہی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے سرسید نے ۱۸۵۷ء میں اپنا معروف رسالہ اسباب بغاوت ہند تحریر کیا، اپنی اس تصنیف میں سرسید نے غدر کے اسباب کا تاریخی جائزہ پیش کیا اس تصنیف کی اشاعت کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ غدر کا واقعہ کسی سوچے سمجھے منصوبہ کا نتیجہ نہیں تھا اور اس میں مسلمانوں کا حصہ ہندوؤں سے کسی صورت زیادہ نہیں تھا اس کتابچہ میں سرسید نے غدر کے کئی اسباب گنوائے ہیں۔

سرسید احمد خان نے رسالہ اسباب بغاوت ہند کے بعد کتابچوں کا ایک سلسلہ شائع کیا جن میں ان مسلمان خاندانوں کے نام گنوائے تھے جنہوں نے غدر کے دوران انگریزوں کی جان بچائی تھی چوں کہ تصنیف کا مقصد مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنا تھا، اس مقصد کے حصول کے لئے سرسید نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ دونوں مذاہب ایک ہی دین کے دو مظاہر ہیں جن میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے،

یہ دونوں مذاہب انسانی ذہن کی ایک ہی سمت میں رہنمائی کر سکتے ہیں اور انھیں ایسا کرنا بھی چاہیے۔

ولاء اینگلو خان:

سر سید احمد خان حکومت غاصب ظالم و جابر سے ولایت وہمبستگی رکھنے والے، انگریز کو ولی منعم و مولی کل سمجھنے والے تھے وہ اس ولایت میں سطح صوفی کی حد کو پہنچے تھے اس بارے میں وارد شواہد ونقولات محکمات ومتقنات کی حد جو کسی قسم کی تاویل وتوجیہ بردار نہیں ہے جو افراد ان کے کار شنیع کی توجیہ وتاویل کرتے ہیں ان کی مثال فرقہ باطنیہ کی محکمات اسلام کی تاویلات کی مانند ہے بعض آزادی کے ترانے بجانے رقص کرنے والے آزادی کے مدعیان دین وایمان کی حقیقت کو مروج مذہب حروفیاں میں گرداننے والوں کا ان سے دفاع اور ان کی سیرت پر چلنے کا اصرار ہے، ہمیں ان کی زندگی کا ہر پہلو دین و دنیوی، قالی ومقالی سب کے سب انگریز کے قانون کے تابع نظر آتا ہے۔اس کے ثبوت میں ایک درجہ بندی کے تحت شواہد وقرائن پیش کریں گے۔

۱۔ان کے عقائد دین وتشریحات مذہبی سے متعلق تقاریر وتحاریر۔

۲۔ان کی حکومت انگریز سے وابستگی کے بارے میں بیانات۔

۳۔ان کی سرگرمیاں۔

۴۔ان کے ہمکاران اور وابستگان۔

۵۔علمائے اعلام کے بیانات پیش کریں گے۔

ان حالات میں سر سید احمد خان نے گزشتہ سالوں میں کھائے گئے نمک کی قیمت اداء کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے برصغیر ہند و پاک کو انگریز کی غلامی نسل بہ نسل رکھنے کیلئے بولیس سارک کے منصوبہ پر سختی سے عمل پیرا ہو گئے۔مسلمانوں کی تنزلی اور پستی کا سرا علی گڑھ یونیورسٹی کے قیام کو جاتا ہے۔سر سید کا یہ کہنا تھا کہ مسلمان ابھی اس حالت میں انگریزوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکیں گے، ان کو ہمیشہ کے لئے انگریز کی دہلیز پر باندھے رکھنے کے لئے ضروری ہے ان کی محبت ولاء کو مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کریں اور یہ باور کرائیں کہ ان سے الگ جداگانہ زندگی ناممکن ہے۔ان سے وفاداری کا ہر وقت اعلان کرتے رہیں کہ آپ آقا ہیں ہم آپ کے غلام ہیں ان اسباق کو ان کے صفحات قلب پر نقش بر حجر کریں۔

لہٰذا انھیں پہلے جدید علوم سے آراستہ کیا جائے تاکہ جدید وقدیم دونوں علوم سے مسلمان آراستہ ہو کر

انگریزوں اور ہندوؤں کے تسلط کو اپنی گردن سے اتار پھینکنے کے قابل ہو جائیں۔

ان کے نزدیک اسکا فلسفہ یہ تھا کہ جب کوئی قوم روبہ تنزل ہو یا تو وہ قوم بالکل مٹ جاتی ہے یا پھر وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتی ہے، اور اگر وہ وہی حربے استعمال کرنا سیکھ لے جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے حریف سے شکست کھائی ہو تو وہ قوم پھر اپنے دشمن کے مقابل کھڑی ہو سکتی ہے اور دشمن کے تسلط سے چھٹکارا پا سکتی ہے۔لیکن یہ فلسفہ نہیں، دھوکہ وفریب ہے تاریخ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ جنگی راستوں اور بازاروں سے خریدے گئے غلام آزاد ہو سکتے ہیں لیکن فکری ثقافتی ذریعہ سے غلام بننے والے کبھی آزاد نہیں ہو سکتے ہیں۔

۱۹۲۶ء میں محمڈن کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا۔سر سید کے زمانے میں علماء نے انگریزی پڑھنا کفر قرار دیا تھا، آپ نے اس کی مخالفت کی پروا کیئے بغیر قوم کو انگریزی پڑھنے پر توجہ دلائی۔حقیقت میں دیکھا جائے تو مسلمانوں کا موجودہ تعلیمی نظام سر سید کے بدعات میں سے ہے۔سر سید بے شمار کتابوں کے مصنف تھے جن میں تہذیب الاخلاق، تحفہ حسن، کلمہ حق راہ سنت سلسلہ ملوک ہند وغیرہ شامل ہیں۔آپ نے ۱۳۱۵ھ میں دہلی میں انتقال کیا۔

۲۔سر سید احمد خان وہ پہلے شخص ہیں جس نے پہلے مرحلے میں قرآن کو واحد مصدر شریعت قرار دیا ہے جو کہتے تھے قرآن ہی فہم اسلام کی واحد اساس ہے اور سنت کے منکر اور رفض سنت کے قائل تھے' قرآن کو اساس فہم اسلام گرداننے کے بعد وہ تفاسیر قدیمہ کو خرافات سے پر تفاسیر گردانتے تھے اور ان پر عمل کرنے سے روکتے تھے۔

۳۔ یہاں تک کہ اس نے پہلے مرحلہ میں قرآن کو اساس، دوسرے مرحلہ میں قرآن کو نا قابل عمل اور تیسرے مرحلے میں قرآن کے الفاظ کے تحدی کو بھی مسترد کر کے کہنے لگا کہ قرآن محمدؐ پر معنی کی صورت میں نازل ہوا ہے الفاظ خود رسول اللہؐ کے ہیں پھر اس نے بہت سی غیبیات، پیشن گوئیوں کو آیات قرآن کی تاویلات سے پر کیا ہے مثلاً شیطان کی تاویل کی ہے۔ ہر وہ طاقت وقدرت جس پر انسان غالب نہ آسکے اور ہر وہ طاقت جو انسان پر غالب ہو، انسان اس کے سامنے بے بس ہو، اس کو شیطان کہا ہے، حتیٰ وہ چیز جو قرآن میں واضح انداز میں موجود ہے جیسے ابراہیم کو آگ میں پھینکنا اس کی تاویل کی، عیسیٰ کی ولادت کو بغیر عبد تاویل کیا ہے، یونس کو مچھلی نے اپنے شکم میں لیا ہے اس کی بھی تاویل کی۔

سر سید احمد خان کے مذہبی نظریات کا خلاصہ:[تاریخ ادب اردو جمیل جالبی ص ۸۵۳]

اسلام کی بنیاد عقل اور فطرت (نیچر) پر قائم کر کے انہوں نے علم وفکر کی ایک نئی راہ بچھائی جس سے دُنیوی زندگی کو سنوار کر زندگی کو ہر سمت میں ترقی دی جاسکتی ہے ان سب مذہبی موضوعات کی تفصیل وخلاصہ، جنھیں سرسید نے اٹھایا ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

۱۔اللہ:۔سرسید ثابت کرتے ہیں کہ قرآن میں خدا اپنی ہستی نیچر کے ذریعہ ثابت کرتا ہے، ہم اس کی ہستی کو جان سکتے ہیں اس کی ماہیت کونہیں، وہ واحد ہے، واجب الوجود ہے، ازلی ابدی خالق وقادر وغیرہ ہے وہ وحدت الوجود کی مخالفت کرتے ہیں اور وحدت الشہو دکو مانتے ہیں اس سلسلے میں بھی وہ تجربی اصول کے حامی ہیں۔

۲۔نبوت:۔وہ نبوت کو ایک فطری ملکہ جانتے ہیں جو ترقی کرتا ہے اور بعثت کے وقت درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے، یہ عقل انسانی کا ایک غیر معمولی عالم ہے وحی اور الہام دونوں کو وہ ایک کہتے ہیں اور کسی واسطہ کے قائل نہیں ہیں۔ ختم نبوت کو پوری طرح مانتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ جب اسلام کے ساتھ مذہب کا ارتقاء پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو پھر آگے نبی کی کیا ضرورت باقی رہی ہے۔

۳۔معجزہ:اس موضوع پر ان کے مضامین موجود ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں کسی رسول کے معجزے کا ذکر نہیں ہے اور جن واقعات کو معجزہ بتایا جاتا ہے ان کی حقیقت وہ دلائل سے ثابت کرتے ہیں ابن رشد اور شاہ ولی اللہ سے بھی استفادہ کرتے ہیں اور معراج کو خاص طور پر روحانی مانتے ہیں۔حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ پیدا ہونے کو نہیں مانتے اور نہ ان کے مصلوب ہونے کو۔

۴۔روح:وہ روح کو ایک جسم لطیف اور جوہر مستقل بالذات مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی جسم سے اس کا حشر ہوگا۔

۵۔قضاوقدر:سرسید احمد خان انسان کو مختار اور مکلّف مانتے ہیں اور قضاوقدر کو ان جسمانی وخارجی اور ارادی علل و اسباب بتاتے ہیں جو اختیار سے باہر ہیں۔

۶۔حسن وقبح:ان کو وہ پورے طور پر عقل پر مبنی بتاتے ہیں۔

۷۔ملائکہ وشیاطین:وہ انسان کو قوائے ملکوتی اور قوائے بھیمی کا ایک مجموعہ بتاتے ہیں۔کہتے ہیں کہ ان قوتوں کی بے انتہا شاخیں ہیں یہی ملائکہ اور شیاطین ہیں شیطان نفس امارہ کی شکل میں ہر فرد میں موجود ہیں لہٰذا ملائک تمثیلی چیز ٹھہرے۔قصہ آدمؑ بھی ان کے نزدیک تمثیل ہے۔

۸۔عالم غیب' عالم امثال ملاء اعلیٰ: انسانی تخیلات کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں۔
۹۔اجنہ: وہ قرآن سے انھیں ایک وحشی قوم ثابت کرتے ہیں۔
۱۰۔شفاعت نبویؐ سے وہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت میں ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق جزاء وسزا پائے گا، وہاں نہ کسی کی سفارش ہوگی اور نہ کوئی سفارش کرے گا۔
۱۱۔قرآن: سرسید کہتے ہیں کہ میں خدا کے کلام کو اس کی صفت سمجھتا ہوں اور تمام صفات کو قدیم مانتا ہوں اور اسی لئے خدا کے کلام کو بھی قدیم مانتا ہوں۔قرآن کے معجزہ کو وہ اس کی فصاحت و بلاغت نہیں بلکہ تعلیمات واحکامات بتاتے ہیں جو دائمی ہیں۔
۱۲۔تقلید واجتہاد: اس سلسلے میں وہ اجتماع امت اور اجتہاد آئمہ دونوں سے انکار کرتے ہیں اور ''حسبنا کتاب اللہ'' کے جملے کو بار بار استعمال کرتے ہیں وہ تقلید کے خلاف ہیں۔
۱۳۔اسلام کے معاشرتی مسائل جیسے غلامی' تعداد ازواج' ان دونوں سلسلوں میں وہ اسلام کو ان کا مخالف ثابت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ غلامی کو اسلام ہی نے روکا ہے اور تعداد ازواج کو بھی۔
۱۴۔جہاد کو وہ ملک گیری وغیرہ سے الگ چیز ثابت کرتے ہیں۔

سرسید کی انگریز پرستی: [علمائے حق ص ۷]

۱۔ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ خدا کی طرف سے ایک رحمت ہے۔
۲۔اس قدر مذہبی آزادی ہندوستان کے مسلمانوں کو حاصل ہے اور جو امن وایمان اس ملک کے درمیان پھیلا ہوا ہے وہ خدا کی ایک نعمت ہے۔
۳۔ابھی تیرے ہی القاء سے ملکہ وکٹوریا دام سلطنت نے رحم ومعافی کا اشتہار جاری کیا ہے ہم دل سے اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور اپنی جان سے ملکہ کو دعا دیتے ہیں الٰہی تو ہماری دعا قبول کرامین۔
۴۔ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے بجز اس کے کہ وہ جس کی حکومت میں بطور رعایا کے رہتے ہیں اس کے خیر خواہ اور وفادار رہیں اور کچھ فرض نہیں ہے۔

سرسید اور انکار مذہب: [علمائے حق ص ۶۶]

سرسید ہی نے ہندوستان میں یہ طریقہ رائج کیا کہ قرآن کے مطابق وہ ہی کرو جو دل لبھائیں اور احادیث میں

سے صرف ان احادیث کو صحیح مانو جو مطلب کے موافق ہوں اور باقی سب کا انکار کرو۔

سرسید اور دوقومی نظریہ:

کہا جاتا ہے کہ دوقومی نظریہ کے مبتکر سرسید احمد خان تھے۔ یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جو دوقومی نظریہ کے داعی بنے، وہ اسلام و مسلمین کے ساتھ مخلص ہوگا، ان دو میں کوئی رشتہ نہیں ہے۔ سرسید احمد خان کی زندگی تعلیمی دور اور بعد کی زندگی سب اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ خود کو برطانیہ کے لئے ایک اعلیٰ خدمت گار وفادار کے طور پر پیش کرتے تھے چنانچہ وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارکن تھے ایسٹ انڈیا کمپنی کو توڑ کر ملکہ کے قبضہ میں دینے میں ہاتھ رکھتے تھے اور دونظریہ قومیت کی مبتکر بھی برطانیہ ہی تھی اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ وہاں سے پڑھ کر ان کی اعلیٰ حکومتی شخصیات سے وقتاً فوقتاً ملاقات کرنے والے ہدایات لینے والے وہ اسلام و مسلمین کا مخلص نہیں بن سکتے ہیں تاہم مسلمانوں کو یہ دھوکہ دینے میں کامیاب رہے کہ مسلمان تن و من سے مغرب کی ذہنیت کے انسان بنیں اور ان کے آلہ کار بنیں اور ان کی تقلید کریں ان کی رہن سہن زبان کو اپنائیں اسی میں ان کی سعادت ہے۔

ان کی دوقومی نظریہ کی مثال موجودہ دور میں اس انسان جیسی ہے جو اعلیٰ درسگاہ سے پڑھائی ختم کر کے اپنے علاقہ میں آنے کے بعد اپنے علاقہ والوں کے ہمدردان کو مظلوم دکھانے حکومت کو ظالم دکھانے خود کو کارکن دکھانے میں سرگرم رہتے ہیں اگر اسلام و مسلمین کے وفادار ہوتے تو پوری مملکت کے وفادار ہوتے تو وہ پوری ملت اسلامی کی بات کرتے انہوں نے صرف عوامی جذبات لینے کی خاطر دوقومی نظریہ کی بات کی کیونکہ وہ جانتے ہیں سرسید احمد خان مسلمان ہیں لہٰذا ہندوان کو اعلیٰ پوسٹ مقام نہیں دیں گے، اگر اعلیٰ پوسٹ مقام لینا ہے تو انہی مظلوم عوام سے لینا ہے اس لئے انہوں نے ایسی باتیں کی ہیں ان کی یہ بات کسی بھی حوالہ سے اسلام و مسلمین کے اقتدار کی خاطر نہیں تھی۔

ہم دوقومی نظریہ والوں کے درمیان قاضی نہیں بنیں گے:

کیونکہ ان دونوں کے درمیان نزاع یا تو لفظی ہے یا جدال غیر احسنین ہے یعنی انڈا پہلے یا مرغی ورنہ دونوں کے درمیان لازم وملزوم ہے معاشرہ اسلامی کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں کا نظام اسلامی ہو اس کا مصدر قرآن وسنت ہو کیونکہ مسلمان حقیقی واقعی اسلام کا بدل قبول نہیں کرتا ہے اسلام یہاں لاگو کرنے کے لئے یہاں کی اکثریت قاطعہ مسلمان ہونا ضروری ہے ہم یہاں کے ۵۶ یا ۶۲ کے آئین کے شقوں سے بھی استناد نہیں کریں گے بشری ساخت

کی قانون کسی بھی جگہ نسل بہ نسل نہیں چلتے ہیں قانون قانون ہوتا ہے بشری ساخت کے قانون میں صحیح وسقم دونوں ہوتا ہے کوئی عاقل یہ نہیں کہتا کہ یہ غلط ہی کیوں نہ ہو آپ کو ماننا پڑے گا۔
ہم ان کے بانیوں کے عزائم اور منویات سے بھی استناد نہیں کریں گے کیونکہ ممکن ہے ان میں سے بعض ایمان با اسلام نہیں رکھتے ہوں برائے کرسی اقتدار اسلام کو لیا ہو۔

جتنے بھی دوقومی نظریہ کے دانشوران تھے وہ سب سیکولر تھے سیکولر لوگوں کے نزدیک دوقومی نظریہ کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ دین کو حکومت سے الگ کرو، اس نظریہ کے تحت پاکستان کے موجودہ حکمران اور سیاستدان ہندوستان سے بہتر تعلقات کے لئے کوشاں ہیں یہ وہاں سے نشہ آور چیزوں، فحاشی وعریانی کو عام کرنے والے اداکاروں، فلم کاروں، گانوں فلموں اور سکھوں اور ہندوؤں کی اسلام دشمن تہذیب وثقافت کو یہاں رواج دیکر اسلام وشریعت اور مسلمانوں کی تباہی و بے سکونی کے خواہاں ہیں یہ سیاست دان اور حکمران دوقومی نظریہ کے خلاف ہیں آج اس ملک میں اگر کوئی دوقومی نظریہ کا حامی ہے تو وہ صرف مساجد میں پانچ وقت حاضر ہونے والا نمازی ہی ہوگا۔

دوقومی نظریہ:

دوقومی نظریہ مولود فکر استعمار غربی ہے یعنی مغرب اپنی بالادستی قائم کرنے اور برتری قائم کرنے حکومت عثمانیہ جو کہ خار چشم یورپ وعالم مسیحیت بنے ہوئے تھے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کیلئے قومیات کا نعرہ اٹھایا تا کہ اعراب خلافت عثمانی سے الگ ہو جائیں یہاں سے دو بڑی جنگیں وجود میں آئی اس تناظر میں بہت سے مستعمرات آزاد مستقل ہو گئے تو ہندوستان جو ایک صدی سے زیر استعمار برطانیہ تھے آزادی کا علم بلند کیا اس آزادی میں ہندوؤں نے اپنے فراست کے ساتھ مسلمان ہندو۔ بھائی بھائی اتحاد کا نعرہ اٹھایا تھا جو کہ مسلمانوں کی سمجھ میں آیا۔

<u>مسلمانان ہندو پاک والوں کے نزدیک ایجاد ابہام واجبات اسلامی میں نہیں آتی ہے جہاں قرآن نے کفر وشرک کی بالادستی یا شراکت عملی سے منع کیا ہے محمد علی شاہ جو کہ سلطنت عثمانی کے والی محمود بادشاہ کی طرف سے بنتے تھے انہیں استعمار برطانیہ نے دولت اسلامیہ امپراطور اسلامیہ کے خلاف قومیت کی بنیاد پر ورغلایا انہوں نے دولۃ جامعہ عربیہ کا شعار بلند کیا یہاں سے امت اسلامیہ میں سب سے پہلے قومیت کا نعرہ اٹھانے والے محمد علی شاہ تھے</u>

اس نے یہیں سے اس ملک کو مغرب کے حوالے کیا تھا۔

۲۔ترکیہ میں ۱۹۲۲ء میں اتاترک نے جمہوریہ ترکیہ کا اعلان کیا۔

۳۔ ہندوستانیوں نے انگریز سے آزادی کے لئے ہندوستان کی بنیاد پر زوروار تحریک اٹھائی چنانچہ سول نافرمانی کی تحریک میں ہندو مسلم سب نے مل کر بحیثیت قوم ہندوستان کھڑے ہوگئے چونکہ ہندو اکثریت رکھتے تھے وہ مسلمان اقلیت کو دبا کر رکھنا چاہتے تھے اس سے مسلمانوں میں شعور آیا تو انہوں نے جداگانہ سلطنت کا مطالبہ کیا یہاں سے ہندوستان ایک بڑا ملک افرادی قوت کے حوالے سے اپنے لئے سنبھالنا ناممکن تھا تو انہوں نے اس کو ٹکڑا کرنے کی کوشش میں مسلمانوں کی تقسیم کی حمایت کیا ہو اس کا مطلب یہ نہیں ہم ایک طاقتور ہندوستان کے حامی ہیں یا نہیں ہم حکومت اسلامی کے حامی ہیں۔

دوقومی نظریہ کی قدر و قیمت:

آیا اس پاکستان میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے اس وقت یا آئندہ یا گزشتہ زمان میں یہ نظریہ جائز اہمیت کا حامل تھا یا نہیں۔ یہ نظریہ اپنے معرض وجود میں آتے وقت کیا پس منظر رکھتا تھا اور اسے کس شکم نے جنم دیا ہے، اس کے داعیات کون تھے ان کے مقاصد و عزائم کیا تھے۔

قومیت:

ایک متعصب متشدد فکری حرکت ہے جو انیسویں صدی کے آخر بیسویں صدی کے آغاز میں ایک مخفی پوشیدہ تحریک کی صورت میں دوران انحطاط و زوال خلافت عثمانیہ میں ترکیہ میں وجود میں آئی پھر رفتہ رفتہ اعلانیہ احزاب کی صورت میں دمشق بیروت میں وجود میں آئی باقاعدہ طور پر ایک حرکت قومی وسیع اہداف و مقاصد کی شکل میں ۱۹۱۲م کو ایک موتمر کے انعقاد سے ہوا یہ لیکن اس کی پوشیدہ تنظیم ۱۸۴۷ کو بطرس البستانی دیا صیف الیازجی مسیحی نے ہی رکھی اس کے بنیادی اہداف امت اسلامی میں رابطہ دین کی جگہ زبان کو رکھا جائے چنانچہ بعض دین کے بارے میں خاموش سکوت اختیار کرتے ہیں بعض اعلانیہ طور پر دین کو دور کنارے پر لگانے کی تلقین کرتے ہیں ان کے بقول دین قوم میں انتشار پھیلاتے ہیں۔ دین کو کنارے پر لگا کر قومیت کو جاگزین کرنے کیلئے انہوں نے ایسے دشوار نعرے مثلاً وضع کئے دین اللہ کیلئے جبکہ قوم سب کیلئے۔ ہم عیسیٰ و موسیٰ سے پہلے

عرب تھے موسیٰ وعیسیٰ بعد میں آئے ہیں۔قومیت وہی فکر الحاد وسیکولرالیزم ہے۔

قومیت:

پاکستان میں قومیت کی تحریک کب شروع ہوئی اس سوال کا کوئی جواب نہیں بنتا کیونکہ یہاں اقوام ہی بسی ہوئی تھیں لیکن پاکستان وجود میں آنے کے بعد کچھ دیر تک ایک قوم ایک ملت مسلمان کی حیثیت سے اکثر و بیشتر ترجیح دیتے تھے تاہم قومیت کی رگ ختم نہیں ہوئی تھی پاکستان میں قومیت کی تحریکوں میں سب سے زیادہ متحرک قدرت تحریک الطاف حسین نے ۱۸ مارچ ۱۹۸۴ کو کراچی میں ایم کیو ایم کے نام سے بنائی۔

صوفیوں کے مقاصد واہداف نسیم احمد باجوہ کالم نگار دنیا ۱۶ جمادی الاول ۱۴۳۵ مطابق ۱۸ مارچ ص ۱۱۲ پر لکھا ہے کہ البیرونی نے ۱۰۴۵ میلادی کو ہندوستان کہ ہندووں کی کئی مذہبی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا وہ ہندو مسلم مفاہمت کے علمبردار تھے ان کے یہاں دوسال بعد خواجہ معین چشتی نے ان سائیکلوپیڈیا جیسی بڑی کتاب اس موضوع پر لکھی ان کا موقف تھا ہندو مسلمان تصوف میں تصادم کے بجائے ہم آہنگی ہے اس وقت ہندوستان کے حکمران بھی سولہویں صدی میں یہی موقف رکھتے تھے۔

قومیت یورپ میں انقلاب صنعت کے نتیجے میں عبودیت الہ کلیسا مسترد کرنے کے بعد اپنی قوم کو متحد و یکجا کرنے کیلئے اختراع کردہ مثل اعلیٰ ہے لہٰذا یورپ میں قومیت بدیل وجاگزین الہ مسیحیت قرار پایا اس طرح یورپ والوں نے الہ کلیسا کو پس پشت کرکے الہ قومیت کی طرف رُخ کیا یہاں سے قوموں نے ایک دوسرے پر برتری ثابت کرنے کیلئے اپنی قوم کے فضائل گننا شروع کئے لہٰذا قومیت کی بدعت گزاری کا سہرا یورپ والوں کو جاتا ہے یہاں سے یہ کہنا درست ہے قومیت ہی محور وزینہ دو جنگ عظیم ہے انیسویں و بیسویں کی آگ کو قومیت نے روشن کیا۔قومیت مولود عنصریت نے جنگ وجدال کا بازار گرم کیا جنگ وجدال نے مہلکات ومولفات انسانیت تیار جہاں سے قابل ذری شروع ہے۔

قومی عصبیت جزیرۃ العرب کو طوائف الملوک تتر بتر اور انتشار کئے ہوئے تھی حتیٰ خادم بیت اللہ کا افتخار رکھنے والے بھی خاندانوں میں بٹ گئے تھے لیکن جب نبی کریم مبعوث برسالت ہوئے تو تنہا قریش کو نہیں بلکہ تمام عربوں بلکہ غیر عربوں کو ایک پرچم تلے جمع کیا تھا چنانچہ مسلمانوں نے چھ سو پچاس سال تک پورے ایشاء پر حکومت کی قومیت اس حکومت کے پاؤں تلے دفنائی گئی تھی یہاں تک عثمانیوں نے بھی اسلام کے نام سے حکمرانی

شروع کی لیکن ان حکمرانوں کی عیش طرف نے ان سے یہ عزت چھین لی یورپ نے ان کی حکومت کے زوال کیلئے قومیت کا نعرہ بلند کیا۔

موطن وتاریخ پیدائش قومیت:

قومیت شعار جاہلیت ہے جسے ابلیس نے نسل انسانی کو اپنے جال میں پھنسانے کیلئے اٹھایا ہے یہ نخوت تکبر غرور بے معنی حقائق سے عاری نعرہ ہے تا کہ انسان تفرقات انتشار بلا واقعہ اختیار کریں یہ ایک مرض اجتماعی ہے جس معاشرے میں یہ سرائیت کرتا ہے وہ روز افزون رشد ونمو کرتا ہے وہ اجتماعات کو تجزیہ وتقسیم کرتا ہے دونوں میں یہ حقد وکینہ نفرت بھرتا ہے عرب جاہلیت کے یہ فرسودہ شعار قبرستانوں تک سرائیت کئے ہوئے تھے چنانچہ اللہ سبحانہ نے ان مذہب کی رو میں سورہ تکاثر نازل کیا ہے اور انہیں اس کے برے نتائج سے آگاہ کیا تھا یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر اس کو شریعت اسلام کے پاؤں تلے دبانے اور دفانے کا اعلان کیا تھا شعار قومیت وحدت افراد کے لئے نہیں بلکہ افتراق امت کیلئے وجود میں آئی ہے کیونکہ ان کا گھونسلہ خون زمین زبان

ہے یہاں ان کا جائے جمع ہے دین اسلام کے مدفون ومعتور مردہ لاوارث دوبارہ کیسے زندہ ہوگئے پھر سے اس شعار کو بلند کب اور کس نے کیا ہے کہتے ہیں۔

اس کی جائے پیدائش یورپ ہے تاریخ پیدائش درست واضح مقرر نہیں کرسکتے ہیں بطور احتمال ۱۷۔۱۸۔۱۹م کو یہ نعرہ اس وقت بلند ہوا جب پورے ارباب فکر ودانش تحقیق نے کلیسا کی استبدادی حکمرانی سے بغاوت کی اور انہیں نفرت وکراہت سے دیکھنا شروع کیا تو وہ لوگوں کو جمع کرنے انہیں دعوت دینے متحد کرنے کے شعار سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اب لوگوں کو کس شعار سے بلائیں کس مرام ومقصود کے تحت جمع کریں یہاں سے وہ الہ کلیسا کے ایک بدیل کے نیازمند ہوگئے تھے تا کہ الہ مفہوم کلیساء دین خرافات واباطیلہ کلیساء کے بدلے ایک جامع جاندار جذاب کشش والے نمونے قوم کے سامنے پیش کریں یورپ بطور انسان زندگی گزارنے والے ارباب کلیساء اور ان کے تابع ملوک ہی کو مالک حاکم سمجھتے تھے تو انہوں نے اس کے مقابل میں یہ شعار اٹھایا یہ حق کلیساء نہیں بلکہ شعب بن حبث شعب کو حاصل ہے آزادی اخوت برادری مساوات برادری مساوات میں پورا لقب برابر ہے قومیت بلاد اسلامی خاص کر عرب ملکوں میں اس کو پھیلانے والے نصاریٰ ہیں انہوں نے عربوں کو یہ سمجھانے کی

بھرپور کوشش کی یہ جو ترقی تمدن یورپ والوں کو نصیب ہوا ہے وہ ان سفارات کی وجہ سے ہوا ہے جب کہ دین جامد غیر متحرک کو تھامے رہیں گے تو ترقی نہیں کر سکتے ہیں لیکن نصرانیوں کو بھی اس تحریک میں شامل کرنے کی غرض سے انہوں نے یورپ جیسا دین کو چھوڑ کر قومیت اور وطن کو اٹھایا ہے۔

سرسید احمد خان کے مذہبی نظریات کا خلاصہ:[تاریخ ادب اردو جمیل جالبی ص ۸۵۳]
اسلام کی بنیاد عقل اور فطرت (نیچر) پر قائم کر کے انہوں نے علم و فکر کی ایک نئی راہ بچھائی جس سے دُنیوی زندگی کو سنوار کر زندگی کو ہر سمت میں ترقی دی جا سکتی ہے ان سب مذہبی موضوعات کی تفصیل و خلاصہ، جنھیں سرسید نے اٹھایا ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

۱۔اللہ:۔سرسید ثابت کرتے ہیں کہ قرآن میں خدا اپنی ہستی نیچر کے ذریعہ ثابت کرتا ہے، ہم اس کی ہستی کو جان سکتے ہیں اس کی ماہیت کو نہیں، وہ واحد ہے، واجب الوجود ہے، ازلی ابدی خالق و قادر وغیرہ ہے وہ وحدت الوجود کی مخالفت کرتے ہیں اور وحدت الشہود کو مانتے ہیں اس سلسلے میں بھی وہ تجربی اصول کے حامی ہیں۔

۲۔نبوت:۔وہ نبوت کو ایک فطری ملکہ جانتے ہیں جو ترقی کرتا ہے اور بعثت کے وقت درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے، یہ عقل انسانی کا ایک غیر معمولی عالم ہے وحی اور الہام دونوں کو وہ ایک کہتے ہیں اور کسی واسطہ کے قائل نہیں ہیں۔ ختم نبوت کو پوری طرح مانتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ جب اسلام کے ساتھ مذہب کا ارتقاء پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو پھر آگے نبی کی کیا ضرورت باقی رہی ہے۔

۳۔معجزہ:اس موضوع پر ان کے مضامین موجود ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں کسی رسول کے معجزے کا ذکر نہیں ہے اور جن واقعات کو معجزہ بتایا جاتا ہے ان کی حقیقت وہ دلائل سے ثابت کرتے ہیں ابن رشد اور شاہ ولی اللہ سے بھی استفادہ کرتے ہیں اور معراج کو خاص طور پر روحانی مانتے ہیں۔حضرت عیسیٰ ؑ کے بن باپ پیدا ہونے کو نہیں مانتے اور نہ ان کے مصلوب ہونے کو۔

۴۔روح:وہ روح کو ایک جسم لطیف اور جوہر مستقل بالذات مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی جسم سے اس کا حشر ہوگا۔

۵۔قضا و قدر:سرسید احمد خان انسان کو مختار اور مکلّف مانتے ہیں اور قضا و قدر کو ان جسمانی و خارجی اور ارادی علل و

اسباب بتاتے ہیں جو اختیار سے باہر ہیں۔

۶۔حسن وقبح: ان کو وہ پورے طور پر عقل پر مبنی بتاتے ہیں۔

۷۔ملائکہ وشیاطین: وہ انسان کو قوائے ملکوتی اور قوائے بہمائی کا ایک مجموعہ بتاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان قوتوں کی بے انتہا شاخیں ہیں یہی ملائکہ اور شیاطین ہیں شیطان نفس امارہ کی شکل میں ہر فرد میں موجود ہیں لہٰذا ملائک تمثیلی چیز ٹھہرے۔قصہ آدمؑ بھی ان کے نزدیک تمثیل ہے۔

۸۔عالم غیب، عالم امثال ملاء اعلیٰ: انسانی تخیلات کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں۔

۹۔اجنہ: وہ قرآن سے انھیں ایک وحشی قوم ثابت کرتے ہیں۔

۱۰۔شفاعت نبویؐ سے وہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت میں ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق جزاء وسزا پائے گا، وہاں نہ کسی کی سفارش ہوگی اور نہ کوئی سفارش کرے گا۔

۱۱۔قرآن: سرسید کہتے ہیں کہ میں خدا کے کلام کو اس کی صفت سمجھتا ہوں اور تمام صفات کو قدیم مانتا ہوں اور اسی لئے خدا کے کلام کو بھی قدیم مانتا ہوں۔قرآن کے معجزہ کو وہ اس کی فصاحت و بلاغت نہیں بلکہ تعلیمات واحکامات بتاتے ہیں جو دائمی ہیں۔

۱۲۔تقلید واجتہاد: اس سلسلے میں وہ اجتماع امت اور اجتہاد آئمہ دونوں سے انکار کرتے ہیں اور ''حسبنا کتاب اللہ'' کے جملے کو بار بار استعمال کرتے ہیں وہ تقلید کے خلاف ہیں۔

۱۳۔اسلام کے معاشرتی مسائل جیسے غلامی، تعداد ازواج، ان دونوں سلسلوں میں وہ اسلام کو ان کا مخالف ثابت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ غلامی کو اسلام ہی نے روکا ہے اور تعداد ازواج کو بھی۔

۱۴۔جہاد کو وہ ملک گیری وغیرہ سے الگ چیز ثابت کرتے ہیں۔

تحریک پاکستان:

کب، کیسے اور کس نے شروع کی تو جواب فوراً محمد علی جناح علامہ اقبال یا مسلم لیگی رہنماؤں نے شروع کی۔ یہ تاریخ پڑھنے کا طریقہ نہیں، تاریخ پڑھنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اسباب وعوامل اور تاریخ پیدائش محرکین ومحرکات کا باقاعدہ تجزیہ وتحلیل کریں۔اس جگہ کو کب اور کس نے پاکستان نام رکھا ہے تو اس کا سہراء محمد علی جناح کو جاتا ہے، محمد علی جناح کے ذہن میں یہ بات کیسے اور کس نے ڈالی، تو اس کا سہراء مسلم لیگ کو جاتا ہے، کیونکہ محمد علی

جناح مسلم لیگ کا صدر تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلم لیگ کی بنیاد کا پس منظر کہاں سے ملتا ہے، تو اس کا جواب دوقومی نظریہ کو جاتا ہے، دوقومی نظریے کی بنیاد کس کو جاتی ہے تو اس کا سہراء ہندوستان میں موجود مسلمان پڑھے لکھے طبقے کو جاتا ہے۔

مسلم لیگ کا پس منظر:

محمد علی چراغ اپنی کتاب تاریخ پاکستان کے ص ۲۲۳ پر لکھتے ہیں آل انڈیا مسلم لیگ انیسویں صدی کے آخر میں جب ہندوستان میں ایک سیاسی بیداری آئی اور ہر شخص کو سیاست میں دلچسپی ہونے لگی تو مسلمان لیڈران کو بھی اس میں دلچسپی پیدا ہوئی یا احساس بیدار ہوا، چنانچہ اس وقت کے پڑھے لکھے سرگرم لیڈر جیسے سرسید احمد خان وغیر جنہوں نے محمڈن ایجوکیشنل قائم کی تھی بھی سیاست میں حصہ لینے لگے۔

تحریکوں کے پس منظر جاننے کے بعد تحریکوں کے قائدین کے عزائم ،منویات اور سرگرمیاں دیکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ حضرات کس کے کہنے پر کس کے لئے سرگرم تھے اور آخر میں انہوں نے تحریک کے خیموں کو کس کھمبے سے باندھا ہے، ان کے چہرے سے نقاب ہٹ جائیں گے اقتدار اسلام و مسلمین کے داعیان کے لئے ان کے مکروہ چہرے کھل جائیں گے۔ یہ لوگ نام نہاد روشن خیال وترقی پسند تھے ان میں کوئی بھی اسلام کے اقتدار اعلیٰ کا داعی نہیں تھا۔

پاکستان بننے کے مقاصد:

پاکستان بننے کے مقاصد کیا تھے یا بانیان کیا مقاصد رکھتے تھے۔ زبان خاص وعام یہ ہے کہ پاکستان کے بانی محمد علی جناح اور علامہ اقبال تھے یہ تفسیر جہاں اس ملک کے ہر دور میں آنے والی نسلوں سے خیانت و جفا کاری ہے وہاں یہ تفسیر خود تاریخ کے ساتھ بھی ایک ناروا زیادتی ناانصافی ہے جس کسی نے یہ تفسیر کی ہے وہ اس ملک اور دین اسلام کے علاوہ اس وقت کے بے صدا و بے شہرت سب اسلام و مسلمین کی خاطر قربانیاں دی ہیں جفاء و جنایت ہے ہندوستان کی دیرینہ تاریخ میں یہ واحد یادگار انقلاب ہے یہاں کی نسل خاص کر تاریخ شناسی سے شغف رکھنے والوں کو ادھورا سرگردان چھوڑنے تاکہ وہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے کے لئے گھڑی گئی ہے یہ تغیر بدنیتی پر مشتمل ہے ہم تاریخ کے نقل وشجرگیری میں کسی ملحد کا فرقوں سے سند نہیں لیتے ہیں ہم قرآن اور سیرت نبی کریم سے

ہی سند لیتے ہیں یہاں ہر پہلو ہر زاویہ سے بحث کرنے کی ضرورت ہے اس وقت کے منظر کیا تھے عوامی جذبات کیا تھے کتنے لوگ میدان سے ہٹ گئے تھے کتنے لوگ اس انقلاب کو دیکھنے سے پہلے وفات پا چکے تھے بیان کرنے کی ضرورت ہے

شملہ وفد: [تاریخ پاکستان ص ۲۳۲]

نواب محسن الملک نے مسلمان رہنماؤں سے مل کر مسلمانوں کو متحد کر کے ان کی حقوق کے حفاظت کے لئے اقدامات کیا کئے ستمبر ۱۹۰۶ لکھنو میں ایک خصوصی وفد کے ذریعہ ایک یادداشت ترتیب دی جو وائسرائے کو پیش کی گئی یہ وفد آغا خان کی قیادت میں شملہ گیا ان کی تعداد ۳۵ تھی اس کے یہ ممبران تھے ص ۲۳۲ کے نقل کریں یا دداشت کے نکات مشتمل تھا ص ۲۳۹ پر آیا ہے شملہ یاداشت پیش کرنے کے بعد ان کے اندر یہ احساس ہو گیا کہ مسلمانوں کی ایک نمائندہ جماعت ہونی چاہیے جو ان کے حقوق کو متعلقہ جگہوں سے مطالبہ کریں جناب نواب سلیم اللہ خان جو کہ مشرقی بنگال کے مقتدر رہنما تھے انہوں نے بھی سیاسی جماعت کے قیام پر زور دیا اس پر ہندوستان کے اخبارات نے تشویش کا اظہار کیا۔

ص ۲۳۴ میں اس اجلاس میں یہ اعلان کیا جو کہ ہندوستان کے تمام حصوں کے مسلمانوں پر مشتمل تھا جو ڈھاکہ میں منعقد ہوا ایک ایسی ایسوسی ایشن قائم کی جائے جس کا نام آل انڈیا مسلم لیگ ہو اسکے حصول کے مقاصد یہ ہوگا جن شخصیات نے اس میں شرکت کی ہے ان کے نام یہ ہے ص ۲۴۲، ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ آل انڈیا مسلم لیگ وجود میں آیا دسمبر کو کراچی میں منعقد ہوا جس کی صدارت پر آدم جی نے کی ہے۔

اس طرح سے انگریز نے حسب مؤتمر ہندی اتحادی اور عدم تقسیم کی فکر کو مسترد کیا یہ فکر مسٹر الن ھیوم نے ۱۳۰۳ھ میں پیش کی تھی جب اس نے یہ تنظیم بنائی اور اس نظریہ کو ہندوؤں کیلئے پیش کیا اور ہندو قائدین کے ساتھ مذاکرت کئے۔اس حوالے سے ایک کانفرنس بنگالی وکیل بترجیا کی ریاست میں منعقد ہوئی۔اس میں اشاروں سے ہندو کی عصبیت اور ہندو قومیت وبت پرستی کو زندہ کرنے اور اس میں برہمنیت کا رنگ چڑھانے اور سنسکرت زبان کو دوبارہ اٹھانے کا اعادہ کیا گیا، انہوں نے کہا اپنی تمام تر توجہ برطانیہ سے وابستگی اور محبت ولگاؤ کا مظاہرہ کرنے پر صرف کریں اور جو کچھ برطانیہ ہندوستان میں کر رہا ہے اس کی تعریف کریں، اس طرح ہندو کا مطالبہ شدت پکڑ نے لگا ۱۳۲۳ سے ۱۳۲۷ھ تک اس میں یہ قائدین غالیوں سے مل گئے ہندو غالی، متعصب، اس وقت کے

ہندوستان کے تعمیر کنندہ اور ہندوستان کے سر برآوردہ قائد تھے یہاں تک کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں جدائی کی فکر شروع ہوئی اور انگریز مفکرین نے بھی اس کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرنا شروع کیا۔

یہ مشہور کاتب تھا وہ ہندو لارڈ ربن کے دور میں دورہ کر چکا تھا اس نے کلکتہ میں ۱۳۰۱ھ کو جو اس وقت تمام حکومت اسلامی کے زیر پرچم تھا کے جنوب میں ہندوؤں کو حکومت قائم کرنے کی نئی فکر دی اس وقت جب انگریز پوری مملکت کو چلاتے تھے ہندوستان میں مسلمانوں کے ذہن نشین ہوا کہ ہندوستان کی تقسیم ہی واحد چارہ ہے اور مسلمانوں اور ہندوؤں کے مسئلہ کا یہی حل ہے۔

اس خاندان کا بانی غیاث الدین تھا جس نے بنگال پر چڑھائی کی اور مشرقی صوبوں کو از سر نو سلطنت میں شامل کیا پھر سادات خاندان اور پھر ایک مستقل اور مضبوط حکومت مغلیہ قائم کی۔

مسلم لیگ:[پاکستانیکا ص ۱۳۰]

جنگ آزادی کے موقعہ پر انگریزوں سے شکست کھانے کے بعد مسلمانوں نے اپنی ایک سیاسی جماعت بنانے کی ضرورت شدت سے محسوس کر لی تھی یہ ضرورت وقت فوقتاً تحریک و عمل کیلئے جوش مارتی رہی اس کے بعد مختلف نام سے مسلمانوں کی آزادی کے نام سے اجتماعات تنظیمیں منظّم ہوتی رہیں اور جہاں بھی کوئی تنظیم وجود میں آتی وہ وائسرائے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتی تھی، اگست ۱۹۰۶ میں نواب محسن الملک نے علی گڑھ کالج کے پرنسپل کے وساطت سے وائسرائے ہند سے رابطہ کیا ۱۹۰۶ کو ۳۵ مسلمان رہنماوں نے ایک باضابطہ وفد کی صورت میں جنرل لارڈ ماؤنٹ سے شملہ میں ملاقات کی باقاعدہ تاسیس کا اعلان شاد باغ ڈھاکہ میں کلکتہ ہائی کورٹ کے جسٹس شرف الدین کی صدارت میں منعقد ہوا۔

بانیان پاکستان:

کہتے ہیں پاکستان کی تخلیق وتصور کے مصور و معمار محمد علی جناح اور علامہ اقبال تھے مفکرین اور سائنسدانوں کا اصرار و تکرار ہے کہ ہر چیز کا سبب بنیاد یا ہوتی ہے بغیر سبب کے کوئی چیز وجود میں نہیں آتی ہے اس مسلمہ موصول کی روشنی میں یہ سوال آتا ہے ہندوستان لاکھوں نہیں تو کم از کم ہزاروں دانشوروں اعلیٰ اسناد علمی اور جذبہ رکنے والے مسلمانوں میں سے صرف ان دو ہستیوں کے ذہن میں یہ سوچ کیوں اور کیسے آئی اس سوچ کا بھی کوئی سبب ہوتا ہے بلکہ ایک چیز وجود میں آنے کے لئے خاص کر انقلابات اجتماعی کے لئے سینکڑوں اسباب

آمادہ ہونے کے بعد کوئی اور انقلاب بر پا ہوتا ہے تاریخ میں کوئی انقلاب نظر نہیں آئے گا جس کے بانی مبانی صرف ایک شخص پر منتہی ہوتا ہو مثلاً انقلاب عظیم اسلام سرزمین مکہ و مدینہ میں ذات گرامی حضرت محمد کے علاوہ مہاجرین مکہ انصار مدینہ کا بھی کردار رہا ہے لہٰذا اللہ ہمیشہ نبی کریم کے ساتھ مہاجرین و انصار کا بھی ذکر کرتا ہے۔ جب سبب ہوتا ہے تو اسباب کی بھی ایک طویل فہرست پیش کی جاتی ہے اسباب قریب اسباب بعید اسباب مثبت اسباب منفی بہت سے قریب بعید اسباب کارفرما ہوتے ہیں ہمیں ان کا بھی احاطہ کرنا ہوگا اس میں کوتاہی بہت سوں کے حقوق ضائع ہونے کی حد تک نہیں ہوتی ہے بلکہ خود معاشرہ کند محدود سوچ کا بھی عادی ہوتا ہے جو وہ سنتا ہے اس پر رکتا ہے جو دیکھتا یا سنتا ہے وہیں رُک جاتا ہے یہ بھی بدترین جمود رجعت ہوتی ہے۔ اس تناظر میں اگر ہم اس مسئلہ کا منظر تلاش کریں تو کہتے ہیں علامہ اقبال نے مغرب سے واپس آنے کے بعد پیشہ وکالت واستاد سے منسلک ہوئے تھے اور سماجیات سیاست کے میدان میں نہیں آتے تھے آپ ۱۹۳۰ کو الہٰ آباد کنوینشن کی صدارت کرنے کیلئے آئے تھے آپ نے اس پٹی کی طرف اشارہ کیا تھا کہ یہ علاقہ مسلمانوں کو دیا جائے اس کے علاوہ اور کوئی بات وزنی داعی ہو جو عام وخاص کے فہم وارادات میں آتا ہے نہیں ملتا ہے محمد علی جناح بھی اس وقت سیاست کے میدان میں نظر آنا شروع ہوا قریب آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر منتخب ہو گئے۔

عقل و شریعت کیا تقاضا کرتے ہیں ان تین سوالوں کو انتہائی غور وخوض سے ذہن نشین کرنے کے بعد پرندہ نشاندہی کے لئے چھوڑنا ہے اور دیکھنا ہے کہ وہ کہاں بیٹھتا ہے:

۱۔ بانیان کیا عزائم و مقاصد رکھتے تھے اس سلسلہ میں ہم ان لوگوں کے ساتھ نہیں کہ جو کہتے ہیں کہ بانیان کا مقصد قیام حکومت اسلام تھا اور وہ کلمہ لا الہ الا اللہ کی سربلندی چاہتے تھے۔ یا برائے نام اسلامی ریاست کے خواہاں تھے ان کے مقاصد وعزائم کیا تھے یہ جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی سوانح حیات کا مطالعہ کیا جائے جو سب کے سامنے ہے اس سے دیکھا جائے کہ انہوں نے ابتدائی تعلیم کہاں سے شروع کی اور انتہاء کہاں سے کی کس کے اخراجات سے پڑھے تھے یہ ممکن نہیں جن کے اخراجات ومصارف سے وہ پڑھے اور پڑھنے کے بعد وہ ان سے بے وفائی کریں اور وہ ان کو چھیڑ چھاڑ نہ کریں فی سبیل اللہ معاف کریں وہ کن سے متاثر تھے کن کے ساتھ ان کی رفت و آمد تھی۔ جو علم انہوں نے حاصل کیا ہے، جو مطالبات انہوں نے پیش کئے ہیں، جو سرگرمیاں وہ رکھتے تھے اور جس طرح کی وہ زندگی گزارتے تھے، ان میں کہیں بھی کوئی واضح مثال نظر نہیں آتی ہے

کہ وہ قیام حکومت الٰہی یا اسلامی حکومت کے خواہاں تھے آئیں دیکھتے ہیں یہ شخصیات کون کون تھیں ان کی سوانح حیات کا جائزہ لیتے ہیں۔

۲۔ان کے بعد آنے والے حکمران کیا چاہتے تھے۔وہ کس کے لئے اور کس کے کہنے پر کام کرتے تھے اور وہ جن قوانین کے مطابق ملک چلاتے تھے وہ قرآن وشریعت کے قوانین تھے یا ان کے اپنے بنائے ہوئے قوانین تھے آئیں دیکھتے ہیں۔

۳۔عوام الناس کیا چاہتے تھے۔عوام الناس اس وقت سے ابھی تک چاہے وہ انفرادی زندگی گزارنا چاہتے ہوں یا اجتماعی یا احزاب دینی میں ہوں۔وہ میدان عمل میں صرف اور صرف اس لئے آئے تھے کہ انہیں بتایا گیا تھا کہ یہ ان کا دینی ومذہبی فریضہ ہے کہ تم فلاں جماعت میں شامل ہو جاؤ گرچہ اس طرح ان کے قائدین انہیں کفر وشرک کے پرچم تلے لے جارہے ہوں، اُن سے ایسے جھوٹ بولا جاتا ہے کہ اس وقت مصلحت دین کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کا ساتھ دیں اور خود وہ اسلام مخالف قوتوں اور اسلام دشمنوں پر لعنت بھی بھیجتے ہیں لیکن عوام کو ان کی طرف لے کر بھی جاتے ہیں سوال یہ ہے کہ یہاں ایک مسلمان کا کیا فریضہ بنتا ہے۔

بنگلہ دیش کا الحاق وانفصال:

بنگلہ دیش کے شمال مشرق اور مغرب میں بھارت اور جنوب میں بنگال ہے اس کا رقبہ ۵۵۵۸۳ مربع میل یا ۱۴۳۹۹۸ کلومیٹر ہے آبادی ۱۲۹۱۹۴۲۲۴۔

یہاں اسلام بارہوں صدی میلادی کو مسلمان فاتحین کے توسط سے آیا، انگریزوں کے عہد میں اس علاقے کو مشرقی بنگال کہا جاتا تھا جب تحریک پاکستان شروع ہوئی تو یہاں کے مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو بنگال مسلمانوں کے حصے میں آیا اس کو مشرقی پاکستان کا نام دیا گیا ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں یہاں مجیب الرحمٰن سوائے دو کے تمام نشستوں میں جیت گئے تھے۔

جب پاک وہند کی علاقائی تقسیم ہوئی تو بنگلہ دیش پاکستان کے حصے میں آیا، قائدین اس تقسیم پہ کیوں راضی ہو گئے تھے وہ کون سے ناگزیر حالات تھے جس کی بنیاد پر اس علاقے کو جو اپنے سے زمینی راستے نہیں رکھتے تھے قبول کریں یہ کس کی خیانت کس کی ہٹ دھرمی کس کی چودھراہٹ یا کس کی بیوقوفی تھی۔یہ پہلا سوال ہے عقل ومنطق سیاست وفراست والوں کو اس سوال کا جواب دینا چاہیے، کیونکہ یہاں اپنی مرضی اپنے ہاتھ میں تھی وہ قبول

نہیں کرتے، لیکن اتصال کا سوال کہ یہ کیسے ہو گیا کیوں ہو گیا کس کا دخل تھا اس کی تحقیق ہونی چاہیے۔ یہ چنداں معمہٰ یا پیچیدہ مسئلہ نہیں کیونکہ اگر یہ علاقہ دوبارہ ہندوستان میں شامل ہونا چاہے تو پاکستان کیسے روک سکتا تھا خاص کر اگر پاکستان اس علاقے کو اپنے لیے چھٹی انگلی تصور کریں، طفیلی سمجھے وہ کیسے آپ کے ساتھ رہ سکتا ہے۔ اگر آپ اپنے علاقے سے دفاع کا دم رکھتے تو وہاں سامان دفاع و وسائل زندگی کیسے پہنچا سکتے ہیں؟ اگر ایثار وقربانی کی جگہ حریص اقتدار کے ہاتھ میں تقدیر لگ جائیں۔

الف۔ جغرافیائی حالت: اس دور میں پاکستان نے بہت مصیبت ومشکلات برداشت کیں پاکستان اپنی ابتدائی تقسیم کے دن سے دو حصوں میں تقسیم تھا مغربی پاکستان جس میں سندھ، پنجاب، بلوچستان شامل تھا جبکہ مشرقی پاکستان میں بنگال، سلہٹ وغرہ شامل تھے۔ ان دونوں کے درمیان تقریباً ۱۵۰۰ کلومیٹر کا فاصلہ تھا درمیان میں ہندوستان تھا جو ہمیشہ سے پاکستان کا دشمن تھا لہٰذا یہ اپنے دونوں ممالک کے درمیان میں زمینی راستہ نہیں رکھ سکتے تھے سوائے ہوائی راستہ کے اس کے علاوہ دونوں کی عوام کی طبیعت وحاجات ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھیں۔

ب۔ مہاجرین: مسئلہ مہاجرین نئی مولود حکومت کیلئے دوسری بڑی مشکل تھی نو ملین مسلمان ہندوؤں کے ظلم وستم سے تنگ ہو کر یہاں آئے۔ جہاں ان کیلئے کوئی پناہ گاہ نہیں تھی ان میں سے بہت سو کو راستہ میں ہندوؤں نے قتل کر دیا اور پھر کشمیر کا مسئلہ بھی اسی دوران پیش آیا وہاں سے بھی ہزاروں کی تعداد میں مہاجرین یہاں آئے ان مہاجرین کے مصارف واخراجات کو پورا کرنا حکومت کیلئے ایک بڑی مشکل کی گھڑی تھی۔

ج۔ اقتصادی مسائل: پاکستان جب تقسیم ہوا تو دونوں ممالک کے درمیان عادلانہ تقسیم نہیں کی گئی ہندوستان کے حصہ میں ۶۸ فیصد آباد زمین آئی جبکہ پاکستان کے حصہ میں ۳۲ فیصد آباد زمین آئی تھی ہندوستان کو زیادہ حصہ ملا تھا اس طرح حکومت کی ضروریات کے حوالے سے پاکستان کو کچھ بھی نہیں ملا تھا جو پاکستان سے فرار ہوئے وہ اپنی اساس واسباب لے کر گئے جبکہ وہاں سے آنے والے مسلمان بے سروسامانی، دست خالی، پریشان حال، پاپیادہ پاکستان پہنچے تھے۔

بنگلہ دیش کا انفصال: [کتاب گیتا شناسی ص ۱۸۷]

اس کا رقبہ ۱۴۳۹۹۸۱ کلومیٹر مربع ہے شمال شرق وغرب میں ہندوستان و برما ہے ۱۹۷۹ء میں اس کی

آبادی ۸۵۶۶۵۰۰۰۰ [[[تراکم جمیعت ۵۹۴/۸ نفر ایک کلومیٹر مربع میں رہے۔]]]

پارلیمان میں ۳۰۰ نشستیں ہیں ۳۰ نشستیں خواتین کی ہیں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب مسلمانوں کی الگ حکومت قائم ہوئی تو بنگلہ دیش اور حالیہ پاکستان مغرب و مشرق کے نام سے یاد کیئے جاتے تھے۔

مشرقی پاکستان و مغربی پاکستان کی آبادی کی نسبت ۵۵ فیصد اور ۴۵ فیصد تھی۔

آغاز اختلاف دونوں میں زبان تھا کہ بنگالی زبان کو بھی سرکاری زبان قرار دیں یہ اختلاف 1951 ـ 1952ء تک شدت اختیار کر گیا یہاں تک کہ حکومت نے سختی کی دوسرا اختلاف بحساب ۵۵ فیصد آبادی والے سربراہ مملکت کے مدعی تھے۔

۱۹۵۴ء کے انتخابات میں بنگال کے تمام احزاب قوم پرست، مسلمان، سوشلزم کیمونزم نے متحد ہو کر الیکشن لڑا اس میں ۲۳۷ نشستوں میں سے بنگال کو ۲۲۳ ملیں جبکہ مسلم لیگ کو صرف دس ملیں۔

قومی اسمبلی میں ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں ۱۶۹ میں سے ۱۶۷ نشستیں حاصل کیں کل ۳۱۳ نشستوں میں اکثریت بنگالیوں کو ملی۔ دونوں دفعہ اسلام و مسلمین کی مفاد و مصلحت کو دور پھینک کر اقتدار کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی۔

[[[صاحب کتاب اظہار الحق لکھتے ہیں ہند شبہ جزیرہ مثلثۃ الشکل ہے اس کی مسافت دو میلیون مربع سے زائد ہے تین ملیون کلومیٹر سے زائد ہے یہ جنوب قارۃ ایشا میں واقع ہے اس کی آبادی ۶۰۰ ملیون سے زائد ہے پاکستان سے علیحدگی کے بعد یہاں بنگلہ دیش میں اس وقت ستر میلون مسلمان بستے ہیں یہاں موجود ادیان براہمہ بوذیہ ہیں جو مظاہر طبیعت اور حیوانات کی پرستش کرتے ہیں ہندوستان بت پرستی میں دنیا بھر سے زیادہ ترقی یافتہ ملک ہے جہاں حیوانات مظاہر طبیعت سے لے کر علاقہ شہوانیات کی بھی پرستش ہوتی ہے اس کے مساوی یا برابر میں اس علاقے کی بدبختی نظام اجتماعی میں طبقات کے قائل ہے۔]]]

نظریہ پاکستان کے موجد: [اردو انسائیکلو پیڈیا ص ۱۶۰]

لکھتے ہیں علامہ محمد اقبال اس کے موجد فکری ہیں آپ حالیہ پاکستان کے شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے آپ کے والد نور محمد تھے۔ وہ صوفی مسلک سے متعارف تھے ابتدائی تعلیم سکاچ مشن سکول سیالکوٹ سے حاصل کی، گورمنٹ

کالج لاہور سے فلسفہ میں بی اے کرنے کے بعد ۱۸۹۹ء میں یونیورسٹی سے فلسفہ میں ایم اے کی ڈیگری لی ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ گئے۔ ۱۹۳۳ء میں سید سلیمان ندوی کے ساتھ نادرشاہ کی دعوت پر کابل گئے۔

بانیان پاکستان کو چند اشخاص میں مخصوص کر دینا اپنی جگہ تاریخ پاکستان سے خیانت ہے، پاکستان کے وجود میں آنے کا سبب دوقومی نظریہ تھا اس نظریہ کے داعی حامی کے بارے میں بہت سی شخصیات کا نام لیتے ہیں نیز بہت سی منظمات کا بھی مثلا نظریہ ترک مولات نظریہ تحریک خلافت، مسلم لیگ کے قائدین اس کے بانیوں میں بتائے جاتے ہیں۔

جب ہم پاکستان کے قائدین کے گزشتہ صفحات وحاضرین کے ختم نہ ہونے والے شکر گزار ہونگے ان کا ہمارے اوپر احسان ہے، وہ ہمارے محسن ہے، ہم ان کے احسان مند ہیں تو بہتر ہوگا کہ ہم کچھ لمحات کے لئے قائد وقیادت کے بارے میں عرائض پیش کریں۔

''**پاکستان**'' بنانے کا تصور کس نے دیا، کس نے اسے عملی جامہ پہنایا اور اسے حقیقت میں پیش کیا یا منحرف کر کے پیش کیا اسے دوام بخشنے کی کاوش میں کون پیش پیش رہے؟ یہ سب سوالات محافل واجتماعات اہل دین و لادین اور ذرائع ابلاغ کا ایک ختم نہ ہونے والے موضوعات قلم و بیان رہے ہیں اور رہنا چاہیں ہم اس کا استقبال کریں گے۔

اس نام سے ایک حکومت کا قیام کن کن اہداف ومقاصد کو نظر میں رکھ کر وجود میں لایا ہے، اس سلسلہ میں اقوال و نظریات مضطرب تذبذب کا شکار ہیں۔ غرب نوازوں اور ہندونوازوں اور اسلام سے عناد رکھنے والوں کا کہنا ہے یہاں اس نام سے حکومت قائم کرنے والوں کے اہداف میں ایک فلاحی حکومت کا قیام تھا نہ کہ اسلامی نظریات پر قائم حکومت کا قیام تھا۔

قیام پاکستان میں شامل بعض عمائدین کا کہنا ہے پاکستان بنانے کے اہداف ومقاصد ایک حکومت جس میں کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی حاکمیت ہوتھی جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ ایک فلاحی مملکت کے قیام کے خاطر بنی جو بھی ہو دلیل سے منوانے کا ذریعہ ہی اہل زوروالوں کے گلے میں پھنسنے والی ہڈی بن جاتی ہے نیز اہل دلیل کے دلوں کی کرب واضطراب کو سکون تسلی ہوتا ہے نیز اس کیلئے جلوس گھیراو گالی اور گولی چلانے مردہ باد کے نعروں سے

خفہ نہیں ہوتے ہیں۔کوئی بھی نظریہ کو تسلیم کرنے اس کو جامہ عمل پہنانے کے دو ہی طریقے ہیں ایک دلیل و برہان کے ذریعہ اپنے مقصود و مطلوب نظریہ کو ثابت کریں دوسرا طاقت وقدرت استعمال، زر وزور، گالی و گولی فریب ودھوکہ دہی سے اب تک یہی روش چل رہی ہے دوسرا دلیل و برہان کے ذریعہ تسلیم کروانا۔

کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنا ہے اوران کی اس امانت کوامانت داری کے ساتھ آئندہ نسلوں تک پہنچانا ہے، اس بات میں کوئی وزن نہیں ہے، یہ عقل و منطق سے مطابقت رکھنے والا کلمہ نہیں ہے یہ سوالات صرف مسلمانوں کو یا اسلام کے دردمندوں کوسوال و جواب کی جنگ میں الجھا کر رکھنے کی خاطر چھوڑے گئے ہیں یہ مملکت کسی نے دھوکا'فریب دینے کیلئے اپنے مضموم عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے حاصل کی یا اپنوں میں سے موجود مفاد پرست گروہ نے اپنے اقتدار اپنے حلقہ کی اقتصاد اجتماعی مقام بنانے کیلئے کیا ہے یا بعض دین دار حقیقی مسلمانوں نے جذبہ دین وایمان کے تحت اسے وجود بخشا، جوبھی ہو، جس نے بھی کیا ہو، وہ ماضی کی ایک کہانی ہے، قصہ ہے، یہ تاریخ ہے ان انسانوں کی۔کسی انسان کا احسان نہیں ہے۔

جوبھی عمل کردار جس میں مقصد کلمہ لا الہ الا اللہ کی سربلندی نہ ہو بلکہ ،قوم پرستی پر ہو چاہے وہ جغرافیائی زمینی حدود میں اضافے کی خاطر ہو یا کوئی ایک زبان بولنے والوں کی خاطر ہو، اس کا اثر کچھ عرصہ کیلئے ہوتا ہے وہ چند عرصہ کیلئے ہوتا ہے پھر ٹوٹنا شروع ہو جاتا ہے۔پاکستان بنا پھر ٹوٹنا شروع ہوا جس طرح عرب ٹوٹ پڑے افریقہ کوریہ وغیرہ ٹوٹنے سے بچنے کا واحد ذریعہ کلمہ اللہ کے پرچم تلے ہے۔

یہ انسان انسان مسلمان ہیں، اللہ کے بندے ہیں، وہ اپنے دین کے پابند ہیں، وہ جہاں بھی رہتے ہیں حالات وشرائط کے تحت ان کا دینی فرض وذمہ داری ہے کہ وہ اپنے حلقہ میں احکام الٰہی کو نافذ کریں، اللہ کے دئے ہوئے نظام شریعت کو اجراء کریں، سیاسیات' اجتماعیات' اقتصادیات اور اخلاقیات تمام کے تمام کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالنے کا عزم وارادہ اور تگ ودو کرنا ان کا دینی فرض ہے یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، یہاں مسلمانوں کی حکمرانی اسلام کی حاکمیت ہے۔

یہاں کوئی غیر مسلم رہنا پسند کرے تو اسے ویسے ہی حقوق حاصل ہونگے جو قرآن وسنت میں سیرت پیغمبرؐ میں غیر مسلموں کیلئے دئے گئے ہیں، اس وقت ہم ہیں، اللہ ہے، اس کا دیا ہوا نظام ہے، شریعت ہے، اس کے علاوہ ہم کسی چیز کے پابند نہیں ہیں نہ عقل کی رو سے نا ہمارے دین وشریعت اس کی اجازت دیتا ہے چاہے اس کا بانی

دشمن ہو مفاد پرست ہو لادین ہوں سیکولر افراد ہوں، چاہے وہ مخلصین کا ٹولہ ہو اخلاص مندوں کی کوششوں کا ثمرات ہو۔جس طرح ایک باپ کا بیٹا ایک خاندان کا وارث آباء واجداد کے مرنے کے بعد وہ اپنی زندگی اپنے حالات اور عقل کے تناظر میں بناتے ہیں اس طرح ہے اگر ہم اس بارے میں آباء واجداد خاص کو بنیاد بنائیں گے تو یہاں پہلے سب کفر وشرک تھا ہم سب کو کافر ومشرک ہونا چاہیے یا اس کے بعد یہاں پر چم اسلام بلند ہوا ہے، مسلمانوں نے اسلامی حکومت قائم کی ہے ان کی حکومت کے ہم وارث ہیں، یہ ان کی امانت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے لیکن فی زمانہ اس محبوب پسندیدہ کلمہ کی چھت کے نیچے چاہے سیکولر لادین طبقات ہوں یا دین دار نام نہاد مذہبی جماعتیں وہ سب کے سب ملک کو کفر کی طرف پلٹانے کی تک ودو میں مصروف ہیں۔

پاکستان کا تاریخی پس منظر اسلامی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے، ہندوستان میں مسلمان باقاعدہ طور پر ۹۳ ہجری میں داخل ہوا۔ یہاں اسلام محمد بن قاسم نے سندھ میں پھیلایا ہے گرچہ اس سے پہلے جنوب ہند کے ساحلوں پر بعض لوگ مسلمان ہو چکے تھے لیکن اس کا باقاعدہ آغاز سندھ سے ہوا ہے۔محمد بن قاسم کے بعد پانچویں صدی ہجری کو شمالی علاقوں پر جو ابھی موجودہ پاکستان ہے محمود غزنوی نے حملہ کیا اور اس علاقہ کو اپنے تسلط میں لائے اور یہاں پر انھوں نے مسلمانوں کی ایک حکومت قائم کی ہے اس کے بعد قطب الدین ایبک نے خاندان غلامان کی بنیاد رکھی جو ۸۰ سال تک قائم رہا بارہویں صدی عیسویں کے آخر چوتھائی میں محمود غوری کی قیادت میں ترکوں اور افغانوں نے سرحدوں پر حملے شروع کیے۔

ساتویں صدی ہجری میں اورنگ زیب نے پورے ہندوستان پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ان کے انتقال کے بعد ایرانی حکمران بادشاہ نے حملہ کر کے مغلوں کی صدیوں کی اکٹھی کی ہوئی دولت اور وقار کو نقصان پہنچایا، ان کی تہذیب کو خاک میں ملایا اور ان میں اخلاقی واسلامی اور معاشی کمزوریاں پیدا ہوئیں اور یہ قوم غلامی کی پستی میں جا گری۔ انگریز نے اس ملک پر قبضہ کیا اور ہندوستان کو اپنی تجارت منڈی بنائے رکھا۔ ۱۹۰۶ء میں آغا خان کی قیادت میں مسلمانوں کا ایک وفد وائسرئے ہند لارڈ منٹو سے ملا اور اپنے مطالبات پیش کئے جس میں انہوں نے مسلمانوں کے لئے جداگانہ طریقہ انتخاب کا مطالبہ کیا۔اسی سال نواب وقار ملک نے نواب سلیم اللہ ڈھاکہ کے ساتھ مل کر یہاں کے بہت سے مسلمانوں کو بلایا اور مسلمانان ہند کے حقوق کی حفاظت کیلئے آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔

۱۹۳۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک جلسہ آلہ آباد میں ہوا جس کی صدارت علامہ اقبال نے کی۔اس جلسے میں انہوں نے کہا میں پنجاب' صوبہ سرحد' سندھ' لاہور' بلوچستان کو ایک ہی مدغم ریاست دیکھ رہا ہوں۔یہاں سے ہندوستان کے مسلمان کیلئے ہندوؤں سے الگ ایک قوم جداگانہ کی ضرورت پر زور دیا گیا۔قیام پاکستان کا اعلان چودہ اور پندرہ اگست کی درمیانی شب میں کیا گیا۔پاکستان کے سب سے پہلے گورنر جنرل محمد علی جناح مقرر ہوئے۔

دنیا کا واحد اسلامی ملک' جو اسلام کے نام پر سرزمین ہندوستان پر قائم ہوا۔یہ ۱۴اگست ۱۹۴۷ء میں تحریک آزادی کی ایک طویل کش مکش کے بعد معرض وجود میں آیا قیام کے وقت اس کے دو حصے مشرقی اور مغربی پاکستان تھے۔مشرقی پاکستان سابق مشرقی بنگال تھا جس کے شمال مشرق اور مغرب میں بھارت، جنوب مشرق میں برما اور جنوب میں خلیج بنگال واقع ہے۔مغربی پاکستان سابق صوبہ جات' پنجاب' سندھ' بلوچستان' شمال مغربی سرحدی صوبہ اور کشمیر پر مشتمل تھا اس کے شمال میں چین' مشرق میں بھارت' جنوب میں بحیرہ عرب، مغرب میں ایران اور شمال مغرب میں افغانستان اور روس آباد ہیں۔

دسمبر ۱۹۷۱ء سے مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کے نام سے ایک الگ ملک کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور مغربی پاکستان ہی موجودہ پاکستان ہے ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو مغربی پاکستان کے تمام صوبوں کو ملا کر واحد صوبہ مغربی پاکستان بنا دیا گیا جسے یکم جولائی ۱۹۷۰ء کو توڑ کر پھر سے چار صوبے بنا دیئے گئے۔اب پنجاب میں سابقہ ریاست بہاولپور' سندھ میں کراچی اور لسبیلہ کے اضلاع اور سرحد میں تمام شمالی ریاستیں شامل کر دی گئی ہیں بلوجستان کو باقاعدہ صوبہ کی حیثیت دی گئی ہے، کشمیر ابھی تک بھارت کے غاصبانہ قبضے میں ہے، اس کا صرف ایک تہائی علاقہ آزاد ہے جو آزاد کشمیر کے نام سے نیم خودمختار حیثیت رکھتا ہے۔

برصغیر کی اسلامی تاریخ کا آغاز پاکستان سے ہوتا ہے کیونکہ مؤرخین کے مطابق اسلام یہاں سندھ کے دروازے سے داخل ہوا ہے اس کے علاوہ یہاں کے مسلمان اسلام و مسلمین کی اقتدار اعلیٰ کے خواب یہیں پر دیکھتے ہیں۔جہاں تک اسلام کے اس دروازے سے داخل ہونے کی بات ہے، اس سلسلہ میں حاضر عالم اسلامی تالیف ڈاکٹر جمیل عبداللہ محمد مصری ناشر ابیکان ص ۳۸۳ پر لکھتے ہیں سندھ کے خلیفہ اموی ولید بن عبدالملک کے دور میں حجاج بن یوسف کی عراق پر حکمرانی کے دور میں ان کی طرف سے مامور قائد لشکر محمد بن قاسم ثقفی نے سنہ ۹۳ ہجری کو

سندھ فتح کیا تھا، یہاں انھوں نے کراچی میں ایک جامع مسجد بنائی اور یہاں پر چار ہزار کا لشکر تعینات کیا۔اسی طرح ملتان کے شہر کو بنایا، وہاں بھی ایک مسجد بنائی اور خلق کثیر اسلام میں داخل ہوئے۔
عمر بن عبد العزیز کے دور ۸۹ھ اور ۱۰۱ھ کے دور میں بھی یہاں وفود آئے جن کو اسلام کی طرف دعوت دی اس طرح لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور درحقیقت سندھ ایک لشکر گاہ اسلام کی شکل اختیار کر گیا اور پھر ہشام بن عبد الملک کے دور میں ۱۰۵ھ میں منصورہ بنایا، یہاں سے اسلام پورے برصغیر میں پھیل گیا۔بدقسمتی سے چوتھی صدی کو یہاں بحرین فارس سے قرامطہ آ گئے انھوں نے ۳۷۵ھ کو ملتان میں قرامطہ کی حکومت قائم کی جسے ۴۰۲ھ میں غزنویوں نے ختم کیا۔

۱۔محمد علی جناح:[۱۰۰۱ شخصیات عالم ص ۷۰۶]

لکھتے ہیں کہ آپ کے والد جناح پونجا تھے والدہ کا نام میٹھی بائی تھا آپ کا ازواج اسماعیلی خواجہ کاٹھیاواڑ کے ایک تاجر کی بیٹی سے ہوا جس کا نام امر بائی تھا جو ایمی بائی کے نام سے مشہور تھیں۔آپ کی تعلیم ملک کی درسگاہوں کے بعد برطانیہ میں ہوئی، وہاں سے آپ نے وکالت میں بیرسٹری کی اور یہیں سے قانون سازی وغیرہ میں شرکت کی۔ ۱۹۱۸ء میں ممبئی کے ایک معروف پارسی نشاء کی صاحبزادی کی بیٹی رتن بائی سے ازدواج کیا۔۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ایک سال ایک ماہ گورنر جنرل کے عہدے پر رہنے کے بعد ۱۱ستمبر ۱۹۴۸ء کو ۷۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔آپ کی نماز جنازہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے پڑھائی۔

جناح کا مسلک:

محمد علی جناح صاحب اپنے دور کے سیاستمدار اور حکمران ہونے کے ناطے سے عام سیاست مداروں' حکمرانوں کی طرح ان کا مسلک واضح نہیں چونکہ وہ لوگ مراسم ومشاعر مذہبی کا مظاہرہ نہیں کرتے تاہم وہ خوجہ جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور خوجہ جماعت اسماعیلیہ سے تعلق رکھتے ہیں اثنا عشری ان کی چھتری ہے۔یہ نام خود اسماعیلیوں کا اختراع کردہ نام ہے جسے اسماعیلی صفوین نے گھڑا ہے لہٰذا وہ مسلکِ اسماعیلی سے تھے اس کی تائید اس سے بھی ملتی ہے کہ ان کی ایک اہلیہ اسماعیلیہ گھرانہ سے تھیں اور دوسرا یہ کہ مسلم لیگ کے بانی آقا خان ان کے بعد اس ملک کا سربراہ بنا اس سے بھی ان کے مسلک اسماعیلی کی تائید ہوتی ہے۔

۲۔محمد اقبال:[موسوعہ عربی میسرہ تالیف محمد شفیق غربال ج ۱ ص ۱۸۳]

علامہ اقبال پاکستان کے معروف شہر سیالکوٹ میں ۱۲۹۴ کو شیخ نور محمد کے ہاں پیدا ہوئے کہتے ہیں ان کے والدان پڑھ تھے، لیکن ان کا مزاج صوفیانہ تھا، ذریعہ معاش دستکاری تھا، وہ ایک ڈپٹی کے ہاں ملازم تھے۔ علامہ نے ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کی پھر سکاچ مشن سکول سیالکوٹ سے میٹرک کیا، پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور فلسفہ کو منتخب کیا، یہاں مشہور مستشرق مسٹر آرنلڈ پروفیسر فلسفہ سے علمی فوائد حاصل کئے، تمام امتحانوں میں وظیفہ حاصل کیا اور تمغہ حاصل کرتے رہے، فلسفہ میں ایم اے کیا اور اول آئے۔ اسلامیہ گورنمنٹ کالج میں انگریزی اور فلسفے کے استاد رہے۔

لکھتے ہیں محمد اقبال جب ۱۹۰۸ء کو برطانیہ سے واپس اپنے وطن آئے تو شعر گوئی اور وکالت میں مصروف ہوئے۔ ان کے ادب اور فلسفہ کے بہت مرید بنے انہوں نے اپنے شعر میں تصوف عجمی جو کہ امتوں کو سلا دیتی ہے اسے چھوڑ کر تصوف عملی کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی جو انسان کو عملی جدوجہد کی طرف رہنمائی کرتا ہے دعوت دیتا ہے انہوں نے تصوف عملی کے لئے نام گرامی محمدؐ ، عمرؓ، ابوبکرؓ کا ذکر کیا اور ان کو تصوف عملی کا بہترین نمونہ مثال پیش کیا، انہوں نے اپنے دور میں اپنی قوم کو دعوت بہ عمل دی۔

انہوں نے پاکستان بنانے کی آواز اٹھائی تاکہ مسلمان ظلم عصبیت سے نجات حاصل کریں، سب کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ وہ اپنے دور کو دور عمر کہتے تھے۔ وہ اجتماع میں شخصیات کو اٹھاتے تھے، حضرت عمرؓ علی بن ابی طالبؑ کی مثال دیتے تھے عدل و استقامت کی اور عورتوں کی ایمان میں زہراءؑ کی مثال دیتے تھے تربیت اولاد رعایت شوہر کی دعوت دیتے تھے وہ انسان کی فردیت کی تنقیص کرتے تھے یہ خالق سے دور ہونے کی دلیل ہے انسان کامل وہ ہے جو اللہ سے قریب ہو۔ اس قرب سے مراد یہ نہیں کہ انسان کا وجود اللہ میں گم ہو جائے جس طرح فلسفہ اشراق کہتے ہیں وحدت الوجود ابن عربی وغیرہ کہتے ہیں۔

انہوں نے شعر و شاعری طالب علمی سے ہی شروع کی تھی ۲۴ نومبر ۱۹۰۰ء میں انجمن حمایت اسلام کا جلسہ ہوا تو اس کیلئے آپ نے نظم کہی، لندن کیمبرج یونیورسٹی اور جرمنی میں میونخ یونیورسٹی سے فلسفے میں اعلیٰ ڈگری حاصل کی انگلینڈ میں مستشرق پروفیسر نکلسن اور [[شاولی]] سے استفادہ کیا انہی دنوں وہاں سے بیرسٹری لاء کے امتحانات پاس کئے جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اس میں انہوں نے ''ایران اور مابعد الطبیعت'' کے نام سے مقالہ پیش کیا اقبال تین سال یورپ میں رہنے کے بعد ۱۹۰۸ میلادی کو وطن واپس آئے اور وکالت کا آغاز کیا اور

ساتھ ہی گورنمنٹ کالج میں پروفیسر کے فرائض سرانجام دینے لگے، اسی دور میں آپ نے قومی نظموں کا آغاز کیا، شکوہ جواب شکوہ شمع اور شاعری اس دور کی یادگار ہیں۔

1915 میلادی میں آپ کی فارسی مثنوی ''اسرارخودی'' شائع ہوئی اور تین برس بعد ''رموزے بے خودی'' شائع ہوئی، پنجاب کی مجلس قانوساز کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں الہ آباد میں تاریخی خطبہ دیا اور مسلمانون کیلئے ایک علیحدہ مملکت کا مطالبہ کیا ۱۹۳۱ء میں گول میز کانفرنس کیلئے لندن تشریف لے گئے اور واپسی پر ہسپانیہ ترکی اور فلسطین وغیرہ کی سیاحت کی۔

علامہ اقبال کی سوانح حیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ زبان شناسی، جدید علوم، مغرب شناسی اور خاص کر مغربی فلسفہ آپ کا موضوع تھا آپ مغرب کی طرف سے مسلمانوں پر استعمار گری کی وجہ سے مشرق میں پیدا ہونے والی حالت زار سے نالاں و پریشان تھے اس کا ہمیں کہیں ذکر نہیں ملتا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک انسان جس کا موضوع تحقیق ہو اور دینی علوم کا وہ صرف فارغ اوقات میں مطالعہ کرتا ہو، وہ دینی علوم پر زیادہ تسلط حاصل نہیں کرسکتا گرچہ بہت سے لوگ انجانے اور بے وقوفی میں بڑے بڑے دعوے کر کے علمائے دین کو چیلنج کرتے ہیں اسی طرح جس نے علم دین پڑھا ہو، وہ ان نظریات سے مبارزہ طلبی کر کے صاحب نظریہ بنے، یہ بھی صحیح نہیں، کوئی عقلمند انسان ایسا دعویٰ نہیں کرے گا خاص کر کے دین میں اس کی ممانعت ہے۔

اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے تو علامہ اقبال کے بھی کچھ اشعار ہیں جنہیں ہمارے دانشور اور علماء حضرات کسی عقیدے یا تاریخ کیلئے بطور سند پیش کرتے ہیں اس کے بعد کسی کی مجال نہیں رہتی کے وہ چون وچرا کرے۔

ایک انسان عاقل کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ انسان دنیا میں جس نکتہ پر کھڑا ہو، اس کا وجود شش جہت میں آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اوپر نیچے تقسیم ہوتا ہے اس کے کان محدود شرائط میں سنتے ہیں، اسی طرح بصارت کے حوالے سے صرف ایک جانب دیکھتا ہے اور باقی پانچ جہات اس سے اندھیرے میں رہتی ہیں۔ اگر ہمارے بزرگ و فلسفی شاعر کو فلسفہ اور جدید علوم پر تسلط حاصل تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ انھیں قدیم تاریخ پر بھی تسلط حاصل ہو، روایت شناسی میں بھی عبور ہو تفسیر قرآن پر بھی عبور ہو، اس کی کوئی منطق نہیں بنتی ہے۔ ان کے چند اشعار ایسی روایت سے مستند ہیں جو عقل کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کے بھی خلاف ہیں اسی طرح علم روایت یا علم حدیث کے بھی منافی ہیں، ان میں سے دو تین شعر ہم بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ ہمارا مقصد کسی کے اشعار کا

نقاد بننا نہیں بلکہ ہمارا موضوع شعراء کے سراہے گئے وہ اشعار ہیں جو اسلامی اصول ومبانی کے منافی ہیں جیسے:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی!

مرسل حق کو کردنامش بوتراب حق ید اللہ خواند درام الکتاب

''یعنی رسول حق نے ان ہی (علی) کو بوتراب (مٹی کا باپ) کا نام دیا اور خود حق (اللہ) نے ام الکتاب (قرآن مجید) میں ان ہی کو یداللہ کا لقب دیا''۔

علامہ نے حضرت علی کے دو القاب کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس ضمن میں بوتراب کا فلسفہ بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن یا مخالف جسم یا مادہ ہے جسے علامہ نے خاک تاریک سے تعبیر فرمایا ہے یہ خاک تاریک تمام آفتوں کی جڑ ہے۔ نفس امارہ اسی کی منظّم صورت کا دوسرا نام ہے علامہ فرماتے ہیں حضرت نے ان کو بوتراب کا لقب دراصل اس لئے دیا تھا کہ انہوں نے مٹی یا مادہ پر کامل فتح حاصل کر لی تھی جسم اور جسمانی خواہشات کو مسخر کر لیا تھا علامہ فرماتے ہیں جو شخص جسم یا مادہ پر غالب آجاتا ہے وہ معجزات دکھا سکتا ہے۔

گفت احمد خود از سر تحقیق بو تراب است شاہ ہر دو سرا

مسلک علامہ:

علامہ اقبال کے مسلک کے بارے میں ہے کہ وہ ظاہری طور پر اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ ان کے والد اہل سنت کے پابند صوم وصلاۃ انسان تھے اس کے علاوہ ان کا کہیں دین ودیانت کے مظاہرے کا کوئی ذکر نہیں آتا ہے، ان کا علم پورے کا پورا جدید دور سے متعلق تھا، اس میں بھی وہ فلسفہ سے شغف رکھتے تھے۔ ان کے اشعار دیوان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ تصوف جامد کے سرسخت مخالف تھے اور تصوف مجدد اور انقلابی کے حامی و داعی تھے تصوف بذات خود اختراع باطنی ہے لہٰذا کہہ سکتے ہیں وہ باطنیہ سے تعلق رکھتے تھے، اس کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے تہران کو اپنے شعر میں جنیوا بنانے کی خواہش ظاہر کی ہے حالانکہ وہ خود کشمیری ہیں، وطن ان کا پاکستان ہے، مسلک اہل سنت ہے، تہران کو جنیوا بنانے کی خواہش کرنے کا مطلب کوئی اور چیز نہیں

ہوسکتی سوائے فکری اور ذہنی طور پر باطنیہ سے وابستہ رہتے تھے کیونکہ یہ جگہ اس وقت باطنیوں کی تھی اس کو تقویت اس سے بھی ملتی ہے وہ جدیدیت سے لبریز تھے اور مذہبیت میں فرسودگیات خرافات کے پرچار بھی کرتے تھے۔

۴۔نواب زادہ لیاقت علی خان: [اسلامی انسائیکلو پیڈیا ج ۲ ص ۱۴۰۷]

آپ ۱۸۷۵ کو ہندوستان کے ایک شہر کرنالہ میں پیدا ہوئے آپ خان رکن دولہ شمشیر جنگ نواب رستم علی خان مرحوم کے دوسرے صاحبزادے تھے۔آپ کے مورث اعلیٰ پانچ سو سال پہلے ایران سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ان کا سلسلہ نصب نوشیروان عادل سے ملتا ہے۔ان کی جاگیر کا کچھ حصہ یوپی میں تھا اور نواب صاحب اکثر وہیں رہتے تھے،اس لئے لیاقت علی خان نے اپنا بچپن یوپی میں گزارا ابتدائی تعلیم گھر میں پائی۔

۱۹۱۸ء میں آپ نے ایم اے او کالج علی گڑھ سے بی اے کیا۔

آپ کے بزرگوں کا خیال تھا کہ انڈین سول سروس میں شامل ہو جائیں مگر لیاقت علی خان نے اس کو قبول نہیں کیا، آپ اپنے بزرگوں کو قائل کر کے اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلستان چلے گئے،۱۹۲۳ء تک انگلستان میں مقیم رہے۔انگلستان میں قیام کے دوران آپ نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور انڈین سوسائٹی کے صدر منتخب ہوگئے انگلستان سے واپسی کے بعد یوپی میں رہائش اختیار کی اور تعلیمی،معاشرتی اصلاحی کاموں میں دلچسپی لی۔۱۹۲۵ء میں آپ نے یوپی اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لیا اور اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور ۶ سال تک اسمبلی کے نائب صدر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے ان دنوں آپ یوپی میں ڈیموکریٹک پارٹی کے رہنما تھے اس وقت مرکزی اسمبلی میں قائد محمد علی جناح ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈر تھے،اسی دوران قائد اعظم مسلم لیگ کے صدر بنے ان کی زیر قیادت مسلم لیگ نے ہندوستان میں تاریخی کردار ادا کرنے کے لئے مسلسل آگے بڑھنا شروع ہوئے۔

لیاقت علی نے مسلمانوں کے ساتھ اس جنگ میں حصہ لینے کیلئے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔

۱۹۴۰ء میں لیاقت علی خان مرکزی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ کو محمد علی جناح کی وفات کے بعد آپ نے قوم کی رہنمائی کی۔۱۶ اکتوبر کو راولپنڈی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرنا تھا ابھی آپ نے تقریر کا آغاز ہی کیا تھا ایک شقی القلب کی گولی سے آپ قتل ہو گئے۔لیاقت علی خان کی بیوی وہ پہلی خاتون اول ہے جس نے پاکستان میں مغربی خواتین کی شاخ کھولی ہے۔

۵۔شبلی نعمانی: [۱۰۰۱ شخصیات عالم ص ۵۹۳]

۱۸۵۷ء میں اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے فقہ وحدیث اور دیگر علوم عربی اور فارسی میں محمد فاروق ،فیض الحسن اور محمد علی جیسے علماء سے علم دین کو حاصل کیا، وکالت کا امتحان پاس کیا،علی گڑھ کالج میں مددگار پروفیسر مقرر ہوئے۔وہ سر سید احمد خان کے رفقاء میں شامل تھے۔اسلامی ممالک کی سیر وسیاحت کو گئے۔۱۸۹۵ میں سر سید احمد کی وفات کے بعد علی گڑھ سے مستعفی ہوکر ندوہ سے وابستہ ہوگئے اپنے دور کے معلم،مؤرخ ،فلسفی ،شاعر ،ماہر تعلیم جریدہ نگار تھے۔

انہوں نے مولانا حالی،سرسید اور اکبرالہ آبادی جو بڑے شاعر تھے کی طرح زیادہ تر قومی ،سیاسی اور اصلاحی نظمیں لکھی ہیں، فارسی میں مولانا رومی کے جواب میں غزلیں کہی ہیں، دستہ گل لکھی ہے، اردو کی قومی نظمیں اور شعراءعجم پانچ جلد لکھی ہے۔سیرت نعمان، مامون،غزالی، کلام مولانا روم،موازنہ انیس و دبیر مولانا بہت سے علوم میں عبور رکھتے تھے لیکن دینی طور پر سیکولر نظریات کے حامل تھے دین وشریعت کے پابند نہیں تھے سب سے گھل مل کے رہنے کی فکر رکھتے تھے اسلام کی باغی عطیہ سے مکالمہ مکاشفہ مکاتبہ مراسلہ رکھتے تھے وہ اسلامی علوم سے واقفیت اور احیاء اسلام کے خلاف تھے۔انہوں نے ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔

۶۔محمد علی جوہر:[۱۰۰۱شخصیات عالم ص۸۶۳]

مولانا محمد علی جوہر ۱۲۹۶ھ رام پور میں پیدا ہوئے مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی کا نام ذوالفقار علی گوہر تھا اور منجلے بھائی کا نام شوکت علی تھا والد کی وفات کے بعد قرآن ختم کرنے کے بعد گورنمنٹ ہائی اسکول بریلی میں انٹر کا امتحان پاس کیا،مولانا محمد علی نے علی گڑھ سے بی اے کیا۔چار برس تک آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور وہاں سے بی اے اونرز کی ڈگری لی اور وطن واپس آئے۔

۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں قرارداد پاکستان کی حمایت کی۔۱۹۰۴ء میں محکمہ افکاری میں نوکری کی۔۱۹۲۰ء میں آل انڈیا خلافت کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے انگلستان گئے اور وزیراعظم لارڈ جورج سے ملاقات کی۔۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کیلئے لندن گئے۔

[موسوعہ عربیہ میسرہ ج ۲ ص۱۶۶۲] میں لکھتے ہیں علی گڑھ سے بی اے کیا، پھر لندن گئے، آکسفورڈ میں داخل ہوئے، وہاں سے سند لینے کے بعد دوبارہ ہندوستان آئے،حکومت میں شامل ہوئے ،جلد ہی مستعفی ہونے کے بعد صحافی بنے، پھر جنگ آزادی میں شرکت کی، گاندھی سے ملے،۱۹۲۰ء میں اپنے بھائی شوکت علی کے ساتھ جیل

گئے پھر حرکت وطنی کے رئیس منتخب ہوئے ۱۹۲۱ء میں لندن میں وفات پائی۔

۷۔مولانا شوکت علی: [اسلامی انسائیکلوپیڈیا ج ۲ ص ۱۰۷۰]

مولانا شوکت علی تحریک پاکستان کے ایک قابل ذکر رہنما ہیں، وہ مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی تھے۔مولانا محمد علی نے سیاسی زندگی میں جو مقام وحیثیت حاصل کی ہے، وہ شوکت علی کے حصہ میں نہیں آئی لیکن بہرحال آپ جرات و بے باکی اور ایثار وقربانی میں اپنے بھائی سے پیچھے نہیں تھے ابتداء میں بریلی میں زیر تعلیم رہے۔۱۸۹۰ء میں علی گڑھ گئے، وہاں کھیلوں میں شرکت کی۔پہلی جنگِ عظیم کے آغاز میں ترکی کے حق میں اپنے رسالہ کامریڈ میں ایک طویل اور زوردار مضمون لکھا تو ان کے ساتھ مولانا محمد علی جوہر کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔رہا ہوئے تو تحریک خلافت میں نہایت جوش وخروج سے شامل ہوئے، ۱۹۲۱ء میں دوبارہ نظر بند ہوئے۔تحریک خلافت کے حوالہ سے علی برادران کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی اور وہ مسلمہ طور پر مسلمانوں کے رہنما تسلیم کئے جانے لگے۔کانگریس نے علی برادران کی شہرت سے فائدہ اٹھا کر انگریزوں کے خلاف اپنی کاروائیوں میں ان کو شامل کردیا۔برصغیر میں تحریک خلافت کے بعد جو صورتحال پیدا ہوئی اس کے تحت مسلمان ایک علیحدہ قوت کی حیثیت سے ابھر رہے تھے بعد میں کانگریس کی ہندی ذہنیت سامنے آجانے کے بعد مولانا شوکت علی نے مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کی، جب مسلم یونیورسٹی کی تحریک چلی تو مولانا شوکت علی زیادہ نمایاں طور پر قوم کے سامنے آئے، چندہ جمع کرنے کی مہم کا آغاز کیا اور اسی مقصد کے لئے آغا خان نے سارے برصغیر کا دورہ کیا، مولانا شوکت علی سیکرٹری کے طور پر آغا خان کے ساتھ اس مہم میں شامل ہوئے، یہ چندہ مہم بہت کامیاب رہی۔۱۹۳۸ء میں آپ کا انتقال ہوا۔علی برادران نے چالیس سال تک سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور برصغیر کی تاریخ میں اپنے لئے جگہ محفوظ کرلی۔

۸۔ابوالکلام آزاد: [پاکستان تاریخ وسیات تالیف ڈاکٹر صفدر محمود ص ۷۱]

مولانا ابوالکلام آزاد ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ میں مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ان کا اصل نام محی الدین احمد تھا کنیت ابوالکلام اور تخلص آزاد تھا، آبائی وطن دہلی اور مادری وطن مدینہ تھا۔آپ کے والد مولانا خیر الدین ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مکہ میں مقیم ہوئے تھے۔انہوں نے عرب خاتون سے ازدواج کیا جن سے ابوالکلام پیدا ہوئے۔مولانا خیر الدین ۱۸۵۸ء میں کلکتہ آئے، یہاں آکر مولانا ابوالکلام آزاد کی والدہ فوت ہوگئیں خیر الدین نے

آپ کو مشرقی علوم کی تعلیم دینا شروع کی، گھریلو ماحول دینی تھا ۱۵ سال کی عمر میں مولانا نے فاضل اساتذہ کے علاوہ عربی فارسی کی تعلیم دینا شروع کی۔ اسی زمانہ میں شاعری کا شوق ہوا، پہلے اردو پھر فارسی میں شعر کہنا شروع کیئے۔ عبدالواحد خان نے ان کا تخلص آزاد رکھا۔ اس کے علاوہ مختلف علوم کی کتابیں اکھٹی کرنا شروع کیں۔ وہ حکیم عبدالرحیم دہلوی اور مولوی کبیر الدین وغیرہ سے کتابیں لیتے تھے انہوں نے تحصیل علم کے ساتھ ساتھ تحریر و تقریر اور اردو ترجمہ کرنا بھی شروع کر دیا۔

کلکتہ سے ماہنامہ رسالہ صدق جاری کیا۔ ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۶ء تک شبلی نعمانی کے رسالہ کے فرائض انجام دیئے ۱۹۱۲ء میں اخبار الحلال جاری کیا، سانحہ مسجد کانپوری میں اس اخبار نے مسلمانوں کی صحیح ترجمانی کی۔ ۱۹۲۰ء میں آپ نظر بندی سے باہر آئے تو مہاتما گاندھی جی سے آپ کی عقیدت اور خلوص کا رشتہ قائم ہوا۔ حلال کے بعد البلاغ جاری کیا۔ قرآن حکیم کا درس دینے کے لئے دارالارشاد کا قیام عمل میں لائے۔ ۱۹۴۷ء میں دستور ساز اسمبلی کے منبر منتخب ہوئے۔ عبوری حکومت میں تعلیم وفنون کے وزیر منتخب ہوئے۔ تقسیم کے بعد آپ نے دہلی میں ہندو مسلم اتحاد کے لئے بہت کوشش کی۔ ۱۹۵۱ء میں پارلیمنٹ کے ڈپٹی لیڈر بنے اور تعلیم، قدرتی ذرائع اور سائنسی تحقیق کے وزیر بنے۔ ۱۹۵۸ء میں ستر برس کی عمر میں انتقال کیا آپ کو جامع مسجد دہلی کے سامنے دفن کیا گیا۔

محمد علی چودھری: [پاکستانیکا ص ۸۴۸]

۵ جولائی ۱۹۰۵ء کو تحصیل کودھر جالندھر میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ ہائی اسکول جالندھر سے میٹرک کیا۔ اسلامیہ کالج لاہور سے کیمیا میں ایم ایس سی کی ڈگری لی۔ کچھ عرصہ اسلامیہ کالج میں لیکچرر رہے۔ ۱۹۲۸ء میں انڈین اکاونٹ سروس میں ملازمت کی۔ ۱۹۳۱ء میں حکومت ہند نے انھیں ریاست بہاولپور کا اکاؤنٹنٹ جنرل بنایا۔ بہاولپور میں چار سال خدمت کے بعد واپس دہلی آئے اور وزارت خزانہ میں ترقی کی منازل طے کیں۔ وہ ذہنی طور پر مسلم لیگی تھے۔ مسلم لیگ نے پنڈت نہرو کی سربراہی میں عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا تو چودھری صاحب کو حکومت ہند کی جانب سے امور خزانہ اور مالیات کے سلسلہ میں وزیر خزانہ لیاقت علی خان کا مشیر اعلیٰ مقرر کر دیا گیا۔ قیام پاکستان کے وقت انہوں نے تحریک استحکام پاکستان کے نام سے ایک نئ تحریک چلائی جسے ۱۹۵۸ء میں نظام اسلام پارٹی میں ضم کر دیا گیا جس کے وہ صدر بھی تھے ۱۹۵۶ء کے آئین کی منسوخی اور

مارشل لاء کے نفاذ کے بعد ۱۹۵۸ء میں انھیں تجربہ کار سیاستدان کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ ۱۹۶۰ء میں ایوب خان نے نیا دستور وضع کرنے کیلئے ایک طویل سوال نامہ تمام سیاستدانوں، قانون دانوں اور دانشوروں کو بھیجا تو اس کا سب سے پہلے اور سب سے مثبت جواب چودھری صاحب نے دیا جس کی پورے پریس میں خوب تشہیر ہوئی اور صدر ایوب ان سے مزید خفاء ہوئے۔ ۱۹۶۵ء میں صدارتی انتخاب میں فاطمہ جناح کی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس سلسلہ میں انہوں نے متحدہ حزب اختلاف بنانے میں اہم اور بنیادی کردار ادا کیا۔ ۱۹۶۹ء میں راولپنڈی میں صدر ایوب اور حزب اختلاف میں منعقد ہونے والی گول میز کانفرنس میں آپ کو کلیدی حیثیت حاصل تھی۔ ۱۹۶۹ء میں جب صدر ایوب نے اقتدار یحیٰی خان کے حوالے کیا تو یوں ایک بار پھر مارشل لاء پاکستان پر مسلط کیا گیا تو اس وقت چودھری صاحب نے دل برداشتہ ہو کر سیاست سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کیا اور ایک کتاب انگریزی میں تصنیف کی جو ظہور پاکستان کے نام سے چھپ چکی ہے اس میں تحریک پاکستان کے آخری دو تین برسوں ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء کے سیاسی واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے معروف قانون دان خالد انور آپ کے فرزند ہیں۔
آپ نے ۱۹۸۰ء میں لاہور میں وفات پائی۔

ا۔ محمد اقبال: [موسوعہ عربی میسرہ تالیف محمد شفیق غربال ج ا ص ۱۸۳]

علامہ محمد اقبال پاکستان کے شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے کہتے ہیں ان کے والد شیخ نور محمد ان پڑھ تھے' لیکن ان کا مزاج صوفیانہ تھا' ذریعہ معاش دستکاری تھا' وہ ایک ڈپٹی کے ہاں ملازم تھے۔ علامہ نے ابتدائی تعلیم محلّہ کے مکتب میں حاصل کی پھر سکاچ مشن سکول سیالکوٹ سے میٹرک کیا، پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور فلسفہ کو منتخب کیا' یہاں مشہور مستشرق مسٹر آرنلڈ پروفیسر فلسفہ سے علمی فوائد حاصل کیے، تمام امتحانوں میں تمغہ حاصل کرتے رہے' فلسفہ میں ایم اے کیا اور اول آئے۔ گورنمنٹ اسلامیہ کالج میں انگریزی اور فلسفے کے استاد رہے۔

انہوں نے لندن کیمبرج یونیورسٹی اور جرمنی میں میونخ یونیورسٹی سے فلسفے میں اعلیٰ ڈگری حاصل کی انگلینڈ میں مستشرق پروفیسر نکلسن اور شاولی سے استفادہ کیا انہی دنوں وہاں سے بیرسٹری لاء کے امتحانات پاس کیے جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اس میں انہوں نے ''ایران اور مابعد الطبیعت'' کے نام سے مقالہ پیش کیا اقبال تین سال یورپ میں رہنے کے بعد ۱۹۰۸ میلادی کو وطن واپس آئے اور وکالت کا آغاز کیا اور ساتھ ہی گورنمنٹ کالج میں پروفیسر کے فرائض سرانجام دینے لگے۔

علامہ اقبال کی تین تعریف ہے:

۱۔شاعر مشرق ہے۔

۲۔فیلسوف مشرق ہے۔

۳۔مصور پاکستان ہے۔

علامہ اقبال کی سوانح حیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ زبان شناسی، جدید علوم، مغرب شناسی اور خاص کر مغربی فلسفہ آپ کا موضوع تھا آپ مغرب کی طرف سے مسلمانوں پر استعمار گری کی وجہ سے مشرق میں پیدا ہونے والی حالت زار سے نالاں و پریشان تھے اس کا ہمیں کہیں ذکر نہیں ملتا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک انسان جس کا موضوع تحقیق ہو اور دینی علوم کا وہ صرف فارغ اوقات میں مطالعہ کرتا ہو، وہ دینی علوم پر زیادہ تسلط حاصل نہیں کر سکتا گرچہ بہت سے لوگ انجانے اور بے وقوفی میں بڑے بڑے دعوے کر کے علمائے دین کو چیلنج کرتے ہیں اسی طرح جس نے علم دین پڑھا ہو، وہ ان نظریات سے مبارزہ طلبی کر کے صاحب نظریہ بنے، یہ بھی صحیح نہیں، کوئی عقلمند انسان ایسا دعویٰ نہیں کرے گا خاص کر کے دین میں اس کی ممانعت ہے۔

اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے تو علامہ اقبال کے بھی کچھ اشعار ہیں جنہیں ہمارے دانشور اور علماء حضرات کسی عقیدے یا تاریخ کیلئے بطور سند پیش کرتے ہیں اس کے بعد کسی کی مجال نہیں رہتی کے وہ چون و چرا کرے۔

ایک انسان عاقل کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ انسان دنیا میں جس نکتہ پر کھڑا ہو، اس کو وجود شش جہت میں آگے پیچھے، دائیں بائیں اور اوپر نیچے تقسیم ہوتا ہے اس کے کان محدود شرائط میں سنتے ہیں، اسی طرح بصارت کے حوالے سے صرف ایک جانب دیکھتا ہے اور باقی پانچ جہات اس سے اندھیرے میں رہتی ہیں۔ اگر ہمارے بزرگ و فلسفی شاعر کو فلسفہ اور جدید علوم پر تسلط حاصل تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ انھیں قدیم تاریخ پر بھی تسلط حاصل ہو، روایت شناسی میں بھی عبور ہو تفسیر قرآن پر بھی عبور ہو، اس کی کوئی منطق نہیں بنتی ہے۔ ان کے چند اشعار ایسی روایت سے مستند ہیں جو عقل کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن کے بھی خلاف ہیں اسی طرح علم روایت یا علم حدیث کے بھی منافی ہیں، ان میں سے دو تین شعر ہم بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ ہمارا مقصد علامہ اقبال کو چھوٹا دیکھانا نہیں شاید ان کی علمی درجات ہم سے کہیں گنا ہو لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں ہم ان کے مکتوبات پر یہ سوال نہیں اٹھا سکتے ہیں یہ فکر شاید علامہ کو توفی الزمان بلند کریں لیکن یہ قومی الخطاط علمی کا نتیجہ تنزل

کرنے کی پہلا دہلیز ہو ہم مسلمان ہے ہمارے پاس صرف وہ حقائق اعتراض واشکال سے بالا ہے جو وحی سے ملا ہو جیسے قرآن کریم فرمان رسول اللہ جیسا اگر ہم موضوع شعراء کے سراہے گئے وہ اشعار ہیں جو اسلامی اصول و مبانی کے منافی ہیں جیسے: علامہ کے ایک سلسلے اشعار کا نام خودی جیسے ہمارے قبلہ گرامی صاحب عروۃ الوثقیٰ نے مجلّہ شرف نامہ مسلسل ایک عنوان اسرار خود سے یاد کیا ہے خود سے متعلق اشعار شاید حدیث معروف ومشہور من عرف تفسیر سے دیا جاتا ہے جبکہ یہ حدیث اپنے مجہول السند ہونے کے علاوہ فاقد مصداق بھی ہے دنیا میں ۹۰ فیصد عرفان نفس رکھنے والے اللہ سے جاہل و نادان ہے خاص کر جو اس کو اٹھانے والی صوفیائے کرام انبیاء سے برتر اللہ کے برابر بلکہ اللہ سے ہیچ خود پیش کرتا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی!

مرسل حق کو کردنامش بوتراب حق ید اللہ خواند درام الکتاب

''یعنی رسول حق نے ان ہی (علی) کو بوتراب (مٹی کا باپ) کا نام دیا اور خود حق (اللہ) نے ام الکتاب (قرآن مجید) میں ان ہی کو ید اللہ کا لقب دیا''۔

علامہ نے حضرت علی کے دو القاب کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس ضمن میں بوتراب کا فلسفہ بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن یا مخالف جسم یا مادہ ہے جسے علامہ نے خاک تاریک سے تعبیر فرمایا ہے یہ خاک تاریک تمام آفتوں کی جڑ ہے۔ نفس امارہ اسی کی منظّم صورت کا دوسرا نام ہے علامہ فرماتے ہیں حضرت نے ان کو بوتراب کا لقب دراصل اس لئے دیا تھا کہ انہوں نے مٹی یا مادہ پر کامل فتح حاصل کر لی تھی جسم اور جسمانی خواہشات کو مسخر کر لیا تھا علامہ فرماتے ہیں جو شخص جسم یا مادہ پر غالب آجاتا ہے وہ معجزات دکھا سکتا ہے۔

گفت احمد خود از سر تحقیق بو تراب است شاہ ہر دو سرا

مسلک علامہ:

علامہ اقبال کے مسلک کے بارے میں ہے کہ وہ ظاہری طور پر اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ ان کے والد اہل سنت کے پابند صوم وصلاۃ انسان تھے اس کے علاوہ ان کا کہیں دین و دیانت کے مظاہرے کا کوئی ذکر نہیں آتا

ہے، ان کا علم پورے کا پورا جدید دور سے متعلق تھا، اس میں بھی وہ فلسفہ سے شغف رکھتے تھے۔ ان کے اشعار دیوان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ تصوف جامد کے سرسخت مخالف تھے اور تصوف مجدد اور انقلابی کے حامی و داعی تھے تصوف بذات خود اختراع باطنی ہے لہٰذا کہہ سکتے ہیں وہ باطنیہ سے تعلق رکھتے تھے، اس کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے تہران کو اپنے شعر میں جنیوا بنانے کی خواہش ظاہر کی ہے حالانکہ وہ خود کشمیری ہیں، وطن ان کا پاکستان ہے، مسلک اہل سنت ہے، تہران کو جنیوا بنانے کی خواہش کرنے کا مطلب کوئی اور چیز نہیں ہوسکتی سوائے فکری اور ذہنی طور پر باطنیہ سے وابستہ رہتے تھے کیونکہ یہ جگہ اس وقت باطنیوں کی تھی اس کو تقویت اس سے بھی ملتی ہے وہ جدیدیت سے لبریز تھے اور مذہبیت میں فرسودگیات وخرافات کا پرچار بھی کرتے تھے۔

۳۔ علامہ اقبال مصور پاکستان ہے ہمیں ان تینوں عناوین کے بارے میں وضاحت کرنی ہے جہاں تک آپ کی پہلی تعریف میں ہم آپ کو وہ مقام نہیں دے سکتے ہیں جو قرآن وسنت محمدی میں نہیں آیا ہو قرآن میں شعراور شاعر کو اچھی عبارت میں یاد نہیں کیا ہے لہٰذا اسلام قرآن ومحمد کی اصطلاح میں شعر وشعراء کا کوئی مقام نہیں ہے بلکہ تلمیحات طنزی آیا ہے خاص کر جہاں قرآن میں نبی کے بارے میں آیا ہے وما ھو بشر یا وما ھو بشاعر اور دوسری جگہ آیا ہے وماینبغی لہ جب شعر گوئی نبی کیلئے اچھی صفت نہیں ہے تو قطعاً علامہ جہاں وہ خود کو آپ ﷺ سے انتساب پر فخر کرتے ہیں شاعری آپ کے لئے کیسے فخر ہوسکتی ہے لہٰذا ہم آپ کے بارے میں آپ کے ہی اس شعر سے انتساب کرتے ہیں جہاں آپ نے کارل مارکس کے بارے میں کہا تھا نیست نبی لیکن در بغل دارد کتاب ہم علامہ کے بارے میں بھی یہی کہیں گے نبی نہیں لیکن شاعر است۔

۲۔ فیلسوف مشرق ہے ہمیں فیلسوف کے مقام والای یا ادنیٰ کا اندازہ اس کے تصور لغوی اور اصطلاحی سے ہی کرنا ہوگا فلسفہ کی لغوی تعریف یہ ہے فلسفہ یونانی زبان میں حکمت کو کہا جاتا ہے جو بات محکم اور واضح روشن نا قابل تردید تشکیک ہو اس کیلئے قرآن میں آیا ہے لوگوں کو اللہ کی طرف حکمت سے دعوت کرو یعنی طریقے حکمت سے دعوت دو لیکن اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے جس کی باتیں عام لوگوں بلکہ بعض خاص لوگوں کی سمجھ میں نہ آجائیں چنانچہ ابن سیناء کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ جب ان کو قبر میں لٹا کر دفنایا تو ملک سوال کنندہ آتا ہے ان سے سوال کیا من ربک ابن سینا نے جواب میں کہا اسقطس فوق اسقطسات ملک کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا کہتا ہے ملک نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا مالک یہ کیا کہتا ہے میرے سمجھ میں نہیں آتا ہے جواب ملا اس کو چھوڑ و

جب یہ دنیا میں تھے تو ان کی باتیں ہماری بھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں تو واضح ہو فیلسوف نے ہی دین کو معمی پیچیدہ نزاع وجدال والا دین بنایا اگر جس کسی نے علامہ کے اشعار کے بارے میں اعتراض کیا تو فوراً کہتے ہیں علامہ کی باتیں آپ کی سمجھ میں نہیں آتی ہیں جس طرح یہ دین ابولہب ابوجہل ابوسفیان اور مشرکین قریش کی سمجھ میں نہیں آتا تھا چونکہ ان کے مفادات کے خلاف تھا تو انہوں نے رد کیا اس طرح آج کل کے دانشور حضرات علماء کہتے ہیں ہماری سمجھ میں نہیں آیا نہیں سمجھ سکا اگر نہیں سمجھا تھا تو کہتے مزید وضاحت کریں جس طالب علم کو کلاس میں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی درخواست کرتا ہے مزید وضاحت کریں لہٰذا آج کل کی دنیا میں یا خاص ہمارے ملک میں فلسفہ والوں کی شناخت الگ ہے یہاں شعبہ فلسفہ کے اساتید وطلاب زیادہ ملحد نقاد دین ہیں دوسرا ان کی اسناد کی کوئی قدر و قیمت نظر نہیں آتی ہے سوائے اس کے کہ یہ نام اچھا شاید لغوی وجہ سے ہو۔

جہاں علامہ اقبال کی مصور پاکستان کی حوالے سے جو کتابیں تقسیم ہند یا قیام پاکستان یا مسلم لیگ سے متعلق ہیں ہم نے پڑھی ہیں ان میں پاکستان سے متعلق آپ کا ذکر صرف خطبہ صدارت آلہ آباد آتا ہے اس میں کوئی مصوری کا کردار فکر کا تصور گزشتہ اعضاء اراکین مسلم لیگ سے ہٹ کر امتیازی تشخیص نظر نہیں آتا ہے جہاں تک علامہ مفکر اسلامی کی بات ہے اس بارے میں اسلام کی بنیادی فکر واساس توحید کے بعد ایمان بہ نبوت خاتم النبین ہے۔

[[[اان ہر تعلیمی اداروں داخلہ بند کر دیا، ملازمتیں اور عہدے ومناصب مسلمانوں سے چھین کر ہندوؤں کو دے دیئے گئے، ان کا کوئی مقام نہ رہا، یہ حالت انیسویں صدی کے دوران میں پیدا ہوئی تھی]]]،

ہندوستان میں تحریک آزادی کے بعد مذہبی حقوق خواہی:

کتاب تحریک پاکستان تالیف محمد علی چراغ ص ۷۱ میں آیا ہے ہندوستان میں ۱۸۸۵ء میں نیشنل کانگریس معرض وجود میں آئی کانگریس کی سرگرمیوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ہندوستانیوں کی ترجمانی کے ساتھ ہندو مذہب کی بھی ترجمان ہے وہ قومی سیاسی جماعت نہیں بلکہ ہندو جماعت ہے۔

آئین دیوانی:

قانون دادستان قانون اقتصاد قانون جائداد قانون جرائم قانون تعزیرات آئین لشکری عسکری کہتے ہیں

۱۔ ملک میں انتخابات براہ راست ہو اس میں چون چرا نہیں کریں گے ولو اس بارے میں تحفظات ہو بھی۔

۲۔انتخابات بذریعہ نمایندگان لیکن ممبران کا ایمان باعمل باکردار کے علاوہ کسی بھی حیاتیات سے متعلق انجینیر ڈاکٹر سپیشل قانون سیاست اقتصادیات اجتماعیات تعلقات خارجی میں بن پڑا ہو۔

۳۔انتخابات پارٹی کی بنیاد پر ملک میں پارٹی بذات خود ناسور ہے انتخابات پارٹی کے ذریعے کرنا خیانت دھاندلی دھوکہ فریب ہے اس کی کوئی معقول جواز ابھی تک دیکھنے میں سننے میں نہیں آیا ہے یہ اپنی جگہ اقلیت کی اکثریت پر حکمرانی سازش ہے جو کہ ناجائز ہے۔

قیام پاکستان میں علماء دانشوروں کا کردار:

یہ ملک جس پر دنیا بھر کے کلمہ گو مسلمانوں کو فخر وناز ہے اس کے وجود میں آنے میں یہاں کے علماء دانشوروں کا کیا کردار رہا ہے اس حوالہ سے ہمیں علماء اور دانشوروں کے مفہوم کو جداگانہ واضح کرنے کی ضرورت ہے لیکن پہلے ہمیں ان دوگروہوں کے درستگاہوں کا تعارف کرانا ضروری ہے جن درستگاہوں میں یہ دوصنف معزز وموقروں نے علوم کے ساتھ اسناد دریافت کی ہیں دانشوروں کی درستگاہیں علی گڑھ سے گزارتا ہوا یہاں کے مجتہدین اعلی مرتضی فاطمیہ کے نظام درسی وتدریسی دونوں کو سامنے رکھنے کے بعد پتہ چلے گا کہ آپ کو امنگیں اور امیدیں کس سے وابستہ رکھنا درست ہے جہاں علماء اعلام کی درسگاہوں کے بارے میں معلوم کرنا ضروری ان کے ہاں کا نصاب اسلام کی حد تک اہمیت رکھتا ہے۔

اس عدم امتیاز کی وجہ سے ہر ایک نے دوسرے کے کردار میں دخل اندازی کی ہے جس کی وجہ سے یہاں کے نظام میں خلل واقع ہوا ہے اور وہ توقعات حاصل نہیں کر سکے ہیں:

ا۔علماء اصطلاح مسلمین میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے ایک طویل عرصہ ایک درسگاہ دینی میں علم دین عقائد فروع تشریعات اخلاق تاریخ کو پڑھا ہے اور پڑھنے کے بعد انہی چیزوں کی نشر واشاعت میں سرگرم رہے ہیں جس طرح معاشرہ کے دوسرے طبقات یا درسگاہوں کے فارغ تحصیل افراد اپنی دراست سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے موضوعات میں دوسروں کی مصروفیات میں مختصات میں دخالت نہیں کرتے علماء کو بھی دوسرے امور میں دخل نہ کر کے صرف اپنی دراست سے متعلق اپنی ذمہ داریوں میں سرگرم رہیں یہ ہے مفہوم علماء عند المسلمین۔

۲۔دانشور وہ ہے جو ابتداء سے ہی مروجہ علوم کو مروجہ درسگاہوں میں پڑھا ہو جہاں علوم انسان کو بہتر جینے اور زندگی

کی ضروریات لوازمات کو سہل آسان سستہ بنانے کے طور وطریقے سکھائے جاتے ہیں اور وہاں سے فارغ ہونے کے بعد انہی مسائل میں سرگرم رہتے ہیں وہ دینی امور میں مداخلت نہیں کرتے وہ دینی امور میں علماء کے نیاز رہتے ہیں علماء سے اخذ کرتے ہیں جہاں انہیں شکوک وشبہات جنم دیتے ہیں وہاں اس کے بارے میں گفتگو مذاکرات افہام وتفہیم کرتے ہیں بہتر سے بہتر علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں جس طرح معاشرے میں اطباء انسان کو لاحق بیماریوں کے علاج ومعالجہ میں مصروف رہتے ہیں بیماریوں کو ختم کرنے پر توجہ دیتے اور محدثین عمرانیات پر توجہ دیتے تو حیات بھی اچھی ہوتی اور انسان صحت مند بھی رہتے اسی طرح یہ ایک دوسرے میں مداخلت نہ کریں تو اس ملک کو جنت نظیر بننے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی ہے۔

لیکن بدقسمتی سے اس اصول پر یہاں عمل نہیں ہوا ہے یہاں دانش ورحضرات ابتداء سے ہی اس علوم میں رہے ہیں اس کو پڑھا ہے اسی میں مصروف رہے ہیں اسی میں مشغول رہے ہیں اور یہ درسگاہیں ایک تو مغرب دشمنان اسلام کی ایماء واشارہ پر بنی ہیں ان کا انتظام ان کی ہدایات کے مطابق چلتا ہے ساتھ ہی ان درسگاہوں میں جو ان کی پسند ہے اسے زیادہ توجہ عنایت کرتے ہیں اور اعلیٰ تعلیم کے اخراجات بھی برداشت کرتے ہیں پھر انھیں اپنے ملک میں لے جاتے ہیں وہاں انھیں علوم پڑھاتے ہیں جہاں انھیں علوم پڑھاتے ہیں وہاں ان کے دماغ سے اسلامی آثار کو محو کرتے ہیں جب واپس آتا ہے تو ایک جثہ بلا روح اسلام واپس آتے ہیں۔

جب یہ لوگ واپس آتے ہیں دوروئی دورخی دوشہری رویہ کو اپناتے ہوئے ایک پاوں وہ اپنے آقاوں کے لئے رکھتے ہیں اور ایک آگے رکھتے ہیں رکھ کر نظام کو معطل کرتے ہیں دنیاوی امور میں وہ قابض ہوتے ہیں دین میں وہ مداخلت کرتے ہیں برصغیر ہندوپاک اور خاص کر اس وقت ہمارے ملک میں جتنے دانشور آئے ہیں ان کا رویہ ان کا سلوک ایسا ہی تھا اس سے مختلف نہیں تھا ان کی تمام تعلیمات توجہات ہدایات مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہوتی تھی:

۱۔مغرب سے دوستی، مغرب سے گرائش، مغرب کی تقلید پہ زور دیا ہے۔

۲۔کہنہ پرستی قدامت پرستی کے نام سے چند بیہودہ مثال کے ساتھ اصول مبانی دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کے بارے میں تشکیک پھیلاتے ہیں۔

۳۔زندگی کو صرف تعیش، عیش وعشرت مقابلہ، مزاحمت خودنمائی کبریائی طور وطریقہ میں انجام دینے کی رغبت

دلاتے ہیں یہ ان کی سیرت وصورت رہی ہے اس سلسلہ میں ہم برائے نمونہ چند ایسے روشن فکر روشن خیال شخصیات جو اس ملک کے دونوں علاقوں میں معروف ومشہور پسندیدہ نامور گنے جاتے ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں:

جائے وقوع پاکستان: [اردو انسائیکلوپیڈیا ص ۳۹۰]

جنوب ایشیاء میں واقع ہے اس کے جنوب میں بحیرہ عرب' مغرب میں افغانستان اور ایران اور شمال میں چین اور مشرق اور جنوب مشرق میں بھارت ہے اس کا رقبہ ۳ لاکھ ۷ ہزار ۶ ۳۷ مربع میل ہے جو ۷ لاکھ ۹۶ ہزار ۹۶ مربع کلومیٹر بنتا ہے جس میں جموں کشمیر شامل نہیں ہے۔

پاکستان: [اردو دائرۃ العارف اسلامیہ دانشگاہ پنجاب ج ۵ ص ۳۶۲]

موجودہ پاکستان کے مشرق اور جنوب مشرق میں بھارت ہے شمال اور شمال مغرب میں افغانستان' مغرب میں ایران اور جنوب میں بحیرہ عرب ہے۔ گلگت ایجنسی میں اس کی سرحد چین سے ملتی ہے' روس اور پاکستان کی سرحدوں کے درمیان افغانستان کے علاقہ دخان کی تنگ سی پٹی واقع ہے پاکستان اپنے محل وقوع کے لحاظ سے ایشیاء کی تین بڑی طاقتوں روس، چین اور بھارت کا ہمسایہ ہے اس کا شمار بیک وقت مشرق اوسط اور مشرق بعید دونوں میں کیا جاسکتا ہے پاکستان کا مجموعی رقبہ ۳ لاکھ ۶۵ ہزار ۵ سو ۲۹ مربع میل ہے۔ اہل پاکستان کی غالب اکثریت (ص ۳۷۰) اسلام کے پیرو ہیں، دیگر مذاہب کے لوگ بھی موجود ہیں۔ پاکستان ایک علیحدہ مملکت کی حیثیت سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو وجود میں آیا۔ جن علاقوں پر یہ مشتمل ہے، ان کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ یہ علاقہ بعض قدیم تہذیبوں کا گہوارا ہے۔ مغربی پاکستان قدیم تہذیبی ثقافت رکھتا ہے۔

قائدین پاکستان:

ہم نے قیام پاکستان سے متعلق بہت سی کتابیں روزنامہ پڑھے ان تمام کتب وجرائد کے کالموں میں قائدین کو بے لوث اور زیادہ مخلص بتایا فرض کریں ہم تسلیم کریں اگرچہ ان کے بارے میں میسر مواد کی روشنی میں بحث کرنے کی ضرورت ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں بنتا کہ دین وشریعت کو ان سے حاصل کریں اور سال میں کئی دفعہ ان کے نام سے نظام کو معطل کریں اور انہیں رسول اللہ اور ان کے خلفاء راشدین سے اونچا لقب دیں۔

پاکستان کے قائدین:

قائد وقیادت قودہ سے ہے جس کے معنی کسی جماعت کے یا قوم وملت کے آگے ہونا ہے باقی ان کے پیچھے چلتے ہیں اگر پیچھے آنے والا گلہ گوسفند ہے تو آگے والے کو چوپان وچرواہا کہتے ہیں اگر پیچھے آنے والا انسان ہے تو اس کو قائد کہتے ہیں بہترین پسندیدہ قائد وہ ہوتا ہے جو اس قوم وملت کو اس کے منشور کے مطابق آگے بڑھائیں اگر غیر مسلم کفر والحاد والا معاشرہ ہے وہ خود بھی مومن نہیں ہے تو وہ انسانی زندگی سے متعلق ترقی وتمدن کی طرف رہنمائی کرے اگر جمہوری ہے تو جمہوری اقدار کی روشنی میں اس کی قیادت کرے۔

۱۔محمد علی جناح:

انہوں نے ۲۸ رمضان ۱۳۶۶ھ سے لے کر ۸ ذی القعدہ ۱۳۶۷ھ تک حکومت کی۔

الف۔جغرافیائی حالت: اس دور میں پاکستان نے بہت مصیبت ومشکلات برداشت کیں پاکستان اپنی ابتدائی تقسیم کے دن سے دو حصوں میں تقسیم تھا مغربی پاکستان جس میں سندھ، پنجاب، بلوچستان شامل تھا جبکہ مشرقی پاکستان میں بنگال، سیھلت وغرہ شامل تھے۔ان دونوں کے درمیان تقریباً ۱۵۰۰ کلومیٹر کا فاصلہ تھا درمیان میں ہندوستان تھا جو ہمیشہ سے پاکستان کا دشمن تھا لہٰذا یہ اپنے دونوں ممالک کے درمیان میں زمینی راستہ نہیں رکھ سکتے تھے سوائے ہوائی راستہ کے اس کے علاوہ دونوں کی عوام کی طبیعت وحاجات ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھیں۔

ب۔مہاجرین: مسئلہ مہاجرین نئی مولود حکومت کیلئے دوسری بڑی مشکل تھی نوملین مسلمان ہندؤوں کے ظلم وستم سے تنگ ہو کر یہاں آئے۔ جہاں ان کیلئے کوئی پناہ گاہ نہیں تھی ان میں سے بہت سوں کو راستہ میں ہندؤوں نے قتل کر دیا اور پھر کشمیر کا مسئلہ بھی اسی دوران پیش آیا وہاں سے بھی

ہزاروں کی تعداد میں مہاجرین یہاں آئے ان مہاجرین کے مصارف واخراجات کو پورا کرنا حکومت کیلئے ایک بڑی مشکل کی گھڑی تھی۔

ج۔اقتصادی مسائل: پاکستان جب تقسیم ہوا تو دونوں ممالک کے درمیان عادلانہ تقسیم نہیں کی گئی ہندوستان کے حصہ میں ۶۸ فیصد آباد زمین آئی جبکہ پاکستان کے حصہ میں ۳۲ فیصد آباد زمین آئی تھی ہندوستان کو زیادہ حصہ ملا تھا اس طرح حکومت کی ضروریات کے حوالے سے پاکستان کو کچھ بھی نہیں ملا تھا جو پاکستان سے فرار ہوئے وہ اپنی

اساس واسباب لے کر گئے جبکہ وہاں سے آنے والے مسلمان بے سروسامانی، دست خالی، پریشان حال باپیادہ پاکستان پہنچے تھے۔

۲۔خواجہ نظام الدین ۱۳۱۲ھ کو پیدا ہوئے انہوں نے درس قانون کی تعلیم حاصل کی وہ تحریک پاکستان میں رابطہ اسلامی میں شامل ہوئے۔محمد علی جناح نے ۸ ذی یعقدہ ۱۳۶۷ھ کو وفات پائی اور خواجہ نظام الدین کو ۱۱ ذیعقدہ ۱۳۶۷ھ کو حاکم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ابوالاعلی مودودی پاکستان میں نفاذ شریعت کے داعی تھے انہیں ان کے بعض ساتھیوں جن میں طفیل محمد، امین احسن اصلاحی وغیرہ شامل تھے کو ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ میں جیل میں بھیجا گیا اوران کے مجلّات واخبارات پر پابندی لگائی گئی۔انہوں نے قیام پاکستان تک اپنے مطالبات کو جاری رکھا ۱۳ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ کو ان کی رہائی ہوئی پھر پاکستان طبیعی حالت سے گزرتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔لوگوں نے اس کی بہتری کے لے کوششیں جاری رکھیں اور دیگر مما لک نے بھی اس کی ترقی میں ساتھ دیا یہاں تک کے جمادی الاول ۱۳۷۰ھ کو پاکستان میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس کا افتتاح لیاقت علی خان نے کیا۔

۳۔غلام محمد: رئیس وزراء لیاقت علی خان کو ۱۱ محرم ۱۳۷۱ھ کو قتل کیا گیا اور غلام محمد کو حاکم عام پاکستان منتخب کیا گیا وہ اس سے پہلے وزیر مالیات تھے۔خواجہ نظام الدین نے انھیں رئیس وزراء منتخب کیا حاکم عام خواجہ نظام مغربی پاکستان سے تعلق رکھتے تھے جبکہ رئیس وزراء بنگال سے تعلق رکھتے تھے چنانچہ ان دونوں میں کشمکش ہوتی رہتی ، بنگالی محرومیت کا شکار ہوتے رہے جبکہ وہ ۵۳ فیصد آبادی کے مالک تھے رئیس وزراء کو بنگال کی فکر تھی ان کی خواہش تھی کہ ہم چونکہ اکثریت میں ہیں اس لئے ملک میں بنگالی کو قومی زبان قرار دینا چاہیے جبکہ شرقی پاکستان کا خیال تھا اُردو زبان چلنی چاہیے تھی دونوں علاقہ کے لوگ جانتے ہیں زبان کے بارے میں مسئلہ ایک بڑی مشکل صورت میں سامنے آیا ۳ شعبان ۱۳۷۲ھ کو خواجہ نظام الدین نے ریاست سے استعفیٰ دیا اور ان کی جگہ محمد علی بوگرا کو پاکستان شرقی کا وزیر اعظم مقرر کیا گیا ۱۱ شعبان ۱۳۷۵ھ کو انتخابات ہوئے۔اس میں ایک دستوری کمیٹی کی تاسیس کی گئی وحدت پاکستان کے نام سے ایک جامع قانون بنایا گیا اس وقت یہ بیمار ہو گئے اور آپریشن کی وجہ سے معذور ہو گئے لہٰذا انہوں نے ۱۳ ذیعقدہ ۱۳۷۴ھ کو اپنا منصب چھوڑا۔اس وقت سکندر مرزا حکومت پر قابض ہوئے غلام محمد نے ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ کو منصب چھوڑا اور حکومت جنرل سکندر مرزا نے سنبھالی۔اس نے سختی کے ساتھ اس حکومت پر قبضہ کیا اور انتخابات ہوئے اور دستور بنایا گیا ۲۳ رجب ۱۳۷۵ھ کو رئیس جمہور کے طور پر منتخب

کیا گیا ۱۱ شعبان ۱۳۷۵ھ کو دستور کا اعلان کیا گیا دستور اسلامی اور ملک کا نام پہلے دستور کے تحت اسلامی رکھا گیا وراس میں خاص کر کے تعلیم اسلامی کا خیال رکھنے کی خاص سفارش کی گئی اس دور میں ۳ رئیس جمہور یہ بدلے غلام محمد کے بعد ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۷۴ ھ سکندر مرزا نے سنبھالی اور ۲۳ رجب ۱۳۷۵ ھ کو ہو رئیس جمہور منتخب ہوا [[[۱۱ شعبان کو رئیس جمہور یہ منتخب ہوئے]]]۔

۲۷ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ کو سکندر مرزا نے دستور کو معطل کیا اور مجلس کو تحلیل کیا۔اور ملک میں مارشل لا نافذ کیا۔ کابینہ اور صوبائی حکومت توڑ دی گئی اور تمام پارٹیوں کو ختم کیا گیا اور ایوب خان کو ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۸ ھ کو تمام افواج کا سربراہ بنایا۔دس دن کے بعد سکندر مرزا ملک سے باہر گیا اور ایوب خان نے حکومت پر قبضہ کرلیا، یقیناً! یہ سب ان بیرونی ممالک جن کی پاکستان میں مارشل لا آنے میں مصلحت تھی وہ لوگ یہی چاہتے تھے کہ حکومتی نظام عسکری رہے تاکہ مصالح استعمار کے خلاف کوئی مطالبات پیش نہ کیے جائیں۔ایوب خان نے ۳ دن حکومت سنبھالنے کے بعد ایک اعلانیہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ کو صادر کیا، اس میں اس نے ملک کا نام بدلنے کی کوشش کی اور جمہوریہ اسلامیہ کو جمہوری پاکستان میں تبدیل کرنے کا اعلان کیا پھر اس نے نئے دستور کو ۶ محرم ۱۳۸۲ھ کو نافذ کیا، پھر ایوب خان نے شعبان ۱۳۷۹ھ کو انتخابات کیلئے کہا اس میں ۷۵ فیصد ووٹ ڈالے گئے۔

ایوب خان نے ملک میں ملکیت کو محدود کرنے کی کوشش کی اور دارالخلافہ کو کراچی سے اسلام آباد منتقل کیا تاکہ دارالخلافہ جنگی محاذوں سے نزدیک ہو، پھر پاکستان اور ہندوستان کے درمیان دریائے سندھ کے بارے میں ۲۸ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ کو اتفاق ہوا جہلم، چناب، کو دیگر نہروں کا پانی دیا گیا لیکن دونوں ملکوں میں دریاؤں کے حوالے سے اختلاف جاری رہا کیونکہ پانی کی مقدار وہاں سے کم آتی تھی جہاں ہندوستان کا تسلط ہے ہندوستان نے جمادی الآخر ۱۳۶۷ھ میں چند ہفتہ پانی بند کیا۔۶ محرم ۱۳۸۲ھ کو ایک اعلان نامہ صادر ہوا جس میں مشرقی ا ورمغربی پاکستان کو تقسیم کیا، ۴۰ ہزار انتخابی مراکز قائم کئے گئے۔فیصلہ ہوا کہ ہر دائرے میں ایک ہزار منتخب کنندہ ہو ں گے، یہ لوگ پھر آگے نمائندہ منتخب کریں گے اور پھر دس دائروں سے ایک کا انتخاب ہوگا اور دستور میں یہ شرط رکھی کہ رئیس مسلمان ہوگا اور پانچ سال کیلئے رہے گا اور دوبارہ انتخابات بھی لڑ سکنے کا اہل ہوگا اگر وہ اپنے مقام پر باقی رہنا چاہتا ہے۔اسے یہ حق نہیں کہ وہ خود کو دوبارہ امیدوار کیلئے پیش کرے جب تک اتحادی مجالس اس کی تو ثیق نہ کریں، دوسرا فوج کا سربراہ خود قائد لشکر ہوگا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا تعارف:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تاریخ لکھتے وقت کن حقائق اور وقائع کو نظر میں رکھنا ضروری ہے اور کن نکات کو اٹھائے بغیر کتاب ادھوری و ناقص تصور ہوگی، ان کا جائزہ ناگزیر ہے:

۱۔ اسلامی یعنی اس کا قانون عین اسلام ہوگا کیونکہ یہاں بسنے والے مسلمان ہیں نیز خود اسلام کی حدود و ابعاد کیا ہیں اور وہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہیں یا نہیں اگر نہیں تو کیوں نہیں، کہیں اسلام دشمن طاقتوں کے خدمت گزار بیچ میں داخل تو نہیں ہوئے ہیں۔

۲۔ جمہوریت سے مراد کونسی جمہوریت ہے مغربی معاشرے کی طرح مادر پدر آزاد جمہوریت ہے یا جمہوریت مشین کے پرزے کی مانند ہے مسلوب الاختیار جمہوریتِ مشرق ہے، جمہوریت ملت ہے یا جمہوریت اشرافیت ہے یا یہ ہمیشہ دو خاندانوں کے گرد گردش کرتی ہے جمہوریت وائسرائے ہے۔

۳۔ پاکستان یعنی یہاں کی ثقافت، بود و باش، روایات و رسومات اور نظام پاک و پاکیزہ اور خالص اسلامی ہے یا اس میں شرک و کفر کی نجس آمیزش بھی ہے۔

۴۔ اس ملک کی ایک اہم سرحد زبان ہے جو ایک شہری کو دوسرے سے ملانے کا قوی وسیلہ ہے۔ یہ اپنی جگہ محفوظ و سالم ہے یا یہ بھی آمیزشوں اور ملاوٹوں سے کھچڑی بن گئی ہے بلکہ دشمنان اسلام و پاکستان کی زبان یہاں صاحب عزت اور تعلیم یافتہ ہونے کا نشان بن گئی ہے۔ کیا زبان بھی اس ملک میں نفرت و کدورت اور بغاوت اور علاقے کی آزادی و خود مختاری میں طوائف الملوک بنی ہے اس کا احاطہ ضروری ہے۔

پاکستان کے حدود و ابعاد کی وضاحت کرنے کی ضرورت ہے:

۱۔ نظریاتی عقائد کی حدود، اللہ کی وحدانیت، سلسلہ انبیاءؑ میں حضرت آدمؑ تا خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی رسالت و نبوت پر ایمان اور ایمان بہ ختم نبوت اور ایمان بہ آخرت یہاں کے شہری کی نظریاتی و اعتقادی حدود ہیں۔

۲۔ جغرافیائی حدود

۳۔تاریخی حدود

[اسلامی انسائیکلو پیڈیا قاسم محمود ج اص ۴۴۶] کہتے ہیں یہاں اسلام ترکستان کے راستہ سے آیا ہے اس علاقہ کے جنوب میں کشمیر آباد ہے شمال میں گلگت بلتستان آباد ہے کشمیر میں اسلام عبدالرحمٰن بلبل شاہ اور سید میر علی ہمدانی نے پھیلایا ہے۔سرحد کے لوگ اسلام کے شیدائی اور انتہائی غیور لوگ ہیں۔پنجاب میں ہر علاقہ اور نسل کے لوگ آباد ہیں پاکستان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے جن میں اہل سنت حنفی کثرت میں ہیں دیگر مذاہب کے پیروکار اقلیت شمار ہوتے ہیں یہاں مرزا غلام احمد کے پیروکار قادیانی یا مرزائی بھی ہیں جنہیں ۱۹۷۴ میلادی میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے پاکستان میں اقلیتوں کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔

پاکستان کا تاریخی پس منظر اسلامی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ ہندوستان میں مسلمان باقاعدہ طور پر ۹۳ھ ۷۱۲ء میں داخل ہوئے اور یہ داخلہ محمد بن قاسم کی زیر قیادت سندھ میں ہوا اگر چہ اس سے پہلے بھی مسلمان جنوبی ہند کے ساحلوں پر بس چکے تھے لیکن اسلام کی باقاعدہ اشاعت کا آغاز یہیں سے ہوا تھا۔

آئین پاکستان:

کتاب پاکستانیکا محمود قاسم ۱۴۷ پر آیا ہے ۱۰۔۱۱۔۱۴ اگست کو کراچی میں منعقد اس اسمبلی کا مسٹر جے ابن منڈل غیر مسلم تھا۔

آئین وشریعت:

ملک میں اس وقت آئین شریعت کے مطابق ہے یا خلاف شریعت ہے عنوان بحث ومجادلہ بین طالبان اوران کے ہمنواء مولانا عبدالعزیز کے نظر میں آئین پاکستان شریعت اسلام کے خلاف ہے۔

۲۔ایک گروہ جس میں مولانا کفایت اللہ، سمیع الحق، منیب الرحمٰن کے علاوہ پی پی کے خورشید شاہ شامل ہیں کے مطابق آئین پاکستان شریعت کے مطابق ہے۔جبکہ بلاول اور الطاف وغیرہ کو اس سے کوئی سروکار نہیں چنانچہ ۲۳ ربیع الثانی کو نشر ہونے والے روزنامہ دنیا میں آیا ہے الطاف نے اتوار کے اجتماع سے خطاب میں کہا کہ ملک میں طالبان رہیں گے یا لبرل رہیں گے۔دین وشریعت سے ان کو کوئی واسطہ نہیں ہے اگر ان کا بس چلے تو طالبان کے ساتھ شریعت کو بھی مسترد کریں گے۔روزنامہ دنیا ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ کو کالم صفحات میں ایک عنوان ”آئین وشریعت“ کے عنوان سے مولانا منیب الرحمٰن نے لکھا ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین وشریعت میں

کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ یہ آئین آپ نے دستور کے آرٹیکل ۱۔۲۔۳۔۔۲۲۷ ۲۲۸۔۲۳۱ سے کا حوالہ دیا ہے۔۔لیکن آپ کا یہ اعتراض ہے کہ اس پر عمل نہیں ہوا ہے۔

نیز مولانا منیب الرحمٰن کا یہ بھی کہنا ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین پر تمام علماء مکاتب فکر کے دستخط مہر تصدیق ہے۔

مولانا منیب الرحمٰن کا یہ بھی کہنا ہے ۱۹۷۳ء کے آئین کی اسمبلی کے ممبران کی تعداد ۲۱۷ تھی اس میں غیر مسلموں اور خواتین کی نشست میں بعد میں اضافہ کیا ہے۔

یہ سب سترہویں اور اٹھارہویں ترمیم کے تحت شامل کیا گیا ہے

منیب الرحمٰن کا یہ بھی کہنا ہے اسلامی نظریات کی سفارشات موجود ہیں اس پر عمل کریں نیز ملک میں پبلک لاء میں مسالک میں چنداں اختلاف نہیں جبکہ احوال متصور۔

ملک میں موجود آئین جس شکل وصورت میں ہو اس کی اپنی اصلی شکل میں موجود ہو یا ترامیم اور بے عملی سے مسخ شدہ ہو جو بھی ہو اس میں حقیقت کا اعتراف کرنا ضروری ہے کہ یہ دستور قرآن نہیں ہے جس میں غلطی نہ ہو لہٰذا یہ مقدس نہیں بن سکتا ہے۔

دوسرا میدان جنگ میں رہتے ہوئے نبرد آزمائی کرتے ہوئے اس آئین کو مسترد کرنا درست نہیں بلکہ سر بستہ اس کو تسلیم کرنا ہوگا جو بھی ہو۔لیکن طالبان کا نام لے کر جو بھی اس آئین میں اصلاح کی بات کرے ان کو طالبان کہنے والے بھی خود طالبان بنتے ہیں کیونکہ وہ بغیر کسی دلیل ومنطق کے ہنگامہ آرائی میں بات کرتے ہیں۔

آئین: [روزنامہ دنیا بروز پیر ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ ق میں]

صاحب امتیاز جریدہ میاں عامر محمود پنڈورا بکس نہ کھولیں کے عنوان سے موجودہ آئین کی بحث پر اپنا نظریہ پیش کیا ہے اس میں آیا ہے پاکستان اور ہندوستان برطانیہ کی استعمار گری سے جب ۱۹۴۷ کو آزاد وخود مختار اور مستقل ہو گئے تو بھارت کے آئین کا مسودہ تیار کرنے والے آئین سازوں نے مختصر عرصے میں مسودہ تیار کر کے آئین کمیٹی کے حوالے کر دیا جس پر بھارت پارلیمان نے ۲ سال ۱۱ مہینے ۱۸ دن اس میں بحث کی پھر اس کو آرٹسٹوں نے آرائش وزیبائش کر کے پیش کیا پھر ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ کو منظور کیا چند ماہ اس میں ترامیم میں لگ گئے یہ ۱۹۵۶ء کو مکمل ہو گیا وہ مقدس آئین جڑ پکڑ گیا بھارت میں آئین اتنا مقدس ہے کہ دو تہائی بھی آئین میں ترمیم کی ہمت نہیں کرتی ہے اب بھارت برطانیہ کی مانند آئین کے تقدس کا پاس رکھتا ہے۔

جبکہ پاکستان ۲۔۳ سال تک عبوری آئین چلاتا رہا قومی اسمبلی کو آئینی حیثیت دے گئے لیکن مذہبی حلقوں کی طرف سے ملک کے آئین کو اسلامی بنانے کا دباؤ بڑھتا گیا یہاں تک کہ تلخی محاذ آرائی کی شکل اختیار کر کے اس وقت تین محاذ کھولے گئے:

۱۔ مذہبی گروہوں کا آئین اسلامی بنانے کا مطالبہ

۲۔ گورنر محمد علی جناح اور وزیراعظم لیاقت علی خان کے درمیان بنا

۳۔ مشرقی اور مغربی نمائندوں کے درمیان مساوی حقوق کی جنگ کی نذر ہو گیا اس صورت حال کی پیش نظر گورنر نے آئین ساز اسمبلی کو تحلیل کر دیا تو مولوی تمیز الدین جو کہ قومی اسمبلی کے اسپیکر تھے اپنے گھر کے محاصرے سے بچتے ہوئے گھر کے پچھلے دروازے سے رکشہ پکڑ کر اسمبلی پہنچے اور اس نے ہائی کورٹ میں مقدمہ درج کرایا دوسری طرف تمام مفاد پرست طاقتور گروہوں نے گورنر کو بچایا اور گورنر کی اس من مانی میں اضافہ کر کے آئین کو بحال کیا دریں اثنا گورنر غلام محمد ۱۶ اگست ۱۹۵۵ کو رخصت لے کر علاج کیلئے گئے اور جنرل سکندر مرزا کو قائم مقام گورنر بنایا چودھری محمد علی نے علماء سے ہدایات لے کر ۱۹۵۶ء کو اس آئین کو نافذ کیا جس پر تمام مذہبی جماعتوں نے اظہار مسرت کیا۔ پھر سکندر نے اس آئین کو معطل کر کے مارشل لاء لگایا ایوب خان کو مامارشل لاء ایڈمنسٹر لگایا ایوب خان نے ۱۹۶۲ میں اپنی مرضی کا آئین نافذ کیا ۱۹۷۰ میں انتخابات ہوئے نئے آئین سازی میں اختلاف ہوا تو یحییٰ خان نے اسمبلی کو برطرف کر کے اپنے اقتدار کو طول دیا اس حال میں ملک تقسیم ہو گیا۔

۱۹۷۳ء میں تمام فریقوں نے متفقہ طور پر آئین منظور کیا پھر ضیاء الحق نے اٹھارہویں ترمیم کر کے ۲۴۵ نکات جو آئین کی تمہید کا حصہ تھیں آئین میں شامل کیا اور ۲۰۱۲ میں ۲۰ ترمیم کر کے آئین کی جنگ ختم کی ہو گئی۔

آئین کی حیثیت:

کسی بھی ملک کی خوبیاں اس کے آئین کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ آئین اپنی جگہ کئی مراتب و درجات رکھتا ہے اس کا ایک نقطہ آغاز ہوتا ہے ایک نقطہ انتہا نقطہ آغاز ملت کے منتخب نمائندگان آئین کو بناتے ہیں اس پر ملت نے مہر تصدیق و توثیق لگائی وہ آئین ہے جو گذشتہ تصویب شدہ آئین کے آئینے میں اور اس کے دائرے میں رہتے ہوئے اراکین اسمبلی بناتے ہیں اس اسمبلی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اصل قانون سے متصادم متصارص قانون بنائیں کہ وہ آئین جو حکومت اسمبلی اور صدر کے ذریعے بناتے ہیں۔ یہ بھی شاہد محدود اور ہنگامی صورت حال سے نمٹنے

کیلئے بنانے کی مجاز رکھتا ہو وہ کوئی بنیادی اصولی قانون بنانے کی مجاز نہیں رکھتا ہے جس طرح اسمبلی میں حاضر نہیں رکھتا ہے اسی تمہید کے بعد ہم آئینگے اس وقت جو کرکٹ باشمول اداکاروں رقاصوں کے ذریعے ملت کی تقدیر پر کھیل رہے ہیں اور آئین سے بھی کھیل رہے ہیں۔

ملک میں مسلسل بدعنوانی، کرپشن اور لوٹ مار کرنے والوں نے اپنی سابقہ لوٹ مار پر معاف کردہ سزاؤں کو بحالی سے روکنے اور آئندہ برسر اقتدار آنے والے وزرائے اعظم اور اعلیٰ وادنیٰ سب کو اس سلسلہ میں تحفظ دینے کے لئے ایک بل ۱۹ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ کو قومی اسمبلی میں منظوری کے لئے پیش کیا جسے نام نہاد حزب اختلاف کی مخالفت واحتجاج کے باوجود بھاری اکثریت سے منظور کروالیا گیا۔ ایسا آئین وقانون کہ جو ایک حکمران کو ہر قسم کی باز پرس اور ہر قسم کے سوال واستفسار اور عقاب وتعزیرات سے مستثنیٰ ہونے کا تصور دے، اسے کیسے تقدس حاصل ہوسکتا ہے؟ یہ وہی تصور ہے جو سابق زمانہ میں فرقہ باطنیہ کے حکمرانوں نے عصمتِ ارباب اقتدار کے نام سے پیش کیا تھا۔

ہمارے ملک میں قانون ساز ادارے میں شامل مقتدر ومخالف دونوں ملک کے غدار، دین کے غدار اور دوہری شہریت والے افراد ہیں ان کے بنائے ہوئے وہ قوانین جو قرآن وسنت سے متصادم ہیں، انہیں قانون کہنا درحقیقت قانون کی اہانت وتوہین ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو نہ صرف فرقوں کو برداشت نہیں کرتا بلکہ فرقے بنانے سے سختی سے روکتا ہے قرآن ومحمدؐ کے بعد کتنے ہی عظیم المرتبت اور محترم عندالمسلمین انسان کیوں نہ ہوں، وہ اسلام کی جگہ پر، اسلام کے مقابل اور برابر میں جگہ لینے کے کسی بھی صورت میں مجاز نہیں جہاں کوئی فرقہ ہے وہ ایک پیوند ہے ایک عضو نا مطلوب ہے وہ اپنی جگہ اسلام کے لئے ایک ناسور ہے جیسا کہ تاریخِ فرق پڑھنے والوں کیلئے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے یہ کشمس فی راعیۃ النہار جیسا ہے آئیں دیکھتے ہیں:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین یا دستور:

پاکستانیکا ص ۱۴۶ پر آیا ہے آئین یا دستور ملک میں قانون سازی کیلئے رہنما اصل اور بنیادی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔ طرز حکومت کے تعین کے علاوہ آئین قومی اُمنگوں، نظریہ حیات اور مقاصد کی عکاسی کرتا ہے۔ پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کا افتتاحی اجلاس ۱۰ تا ۱۴ اگست کراچی میں منعقد ہوا، پاکستانیکا ص ۱۴۷ پر لکھتے ہیں پہلے روز شرقی پاکستان کی اقلیت سے تعلق رکھنے والے مسٹر جے این منڈل کو عارضی طور پر صدر مقرر کیا گیا۔ ۱۲ مارچ

۱۹۴۹ء کو دستور ساز اسمبلی کی تاریخ کا ایک اہم دن ہے جس میں قرارداد مقاصد کا اعلان ہوا، یہی آئین کا بنیادی ڈھانچہ ہے۔

آئین ہمیشہ تین مراحل سے گزرتا ہے:

۱۔ وہ حقوق ہیں جو قبل از شریعت عقل بشر نے ایک دوسرے کے ذمہ عائد کئے ہیں یہ مادر حقوق ہیں۔

۲۔ ان حقوق میں اصلی، ناگزیر حقوق کو عملی جامہ پہنانا، ان کا تعین کرنا ہے اس کو آئین دستور یا ضابطہ ءحیات کہا جاتا ہے۔

۳۔ گزشت زمان کے ساتھ کسی قانون کا اضافہ کرنا ہے۔

پاکستان کا ۱۹۵۶ کا آئین: [تاریخ پاکستان محمد علی چراغ ص ۵۰۸]

پاکستان کے آئین کے ابتدائیہ میں بیان کیا گیا تھا پاکستان جو ایک خودمختار عوامی ریاست ہے اس کو اسلامی اصولوں اور معاشرتی انصاف کی نبیاد پر پروان چڑھایا جائے گا۔ اس میں ہر شہری کو آزادی ومساوات اور رواداری اسلام کی تعلیمات کے مطابق حاصل ہوگی یہ آئین تصور پاکستان سے متصادم آئین ہے کیونکہ تصور پاکستان بناء نام نہاد مدنظر ہے اسلامی ریاست کے تحت ہو غلط ملے اس کے تحت یہاں مسلمانوں کی حاکمیت کے لئے بنائے گئے ملت میں غیر مسلمانوں کے برابر حقوق نہیں ہوسکتے اللہ تبارک وتعالیٰ مقتدر اعلیٰ ہے، عوام کو جو اقتدار حاصل ہوگا وہ اسی کا بخشا ہوا ایک عطیہ ہوگا، اس آئین کے تحت پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان قرار پائے گا۔

اس آئین کے تحت گورنر جنرل کی بجائے صدر کا عہدہ بنایا گیا تھا۔ وفاق پاکستان میں پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان، دونوں کو مساوی حیثیت دی گئی۔ اس آئین میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ملک کی سرحدوں میں اضافہ تو کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا کوئی حصہ دوسرے کو نہیں دیا جاسکتا ہے۔

۱۹۵۸ء میں سکندر مرزا نے دوسرا مارشل لاء لگایا یہ مارشل لاء حالات کو قابو میں رکھنے کیلئے لگایا گیا تھا اس کے باوجود مارشل لاء اپنے نتائج برآمد نہیں کرسکا۔ اس وجہ سے ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو بری فوج کے کمانڈران چیف محمد ایوب خان جو صدر مرزا کی مارشل لاء حکومت میں ایڈمنسٹریٹر تھے انہوں نے سکندر مرزا کو صدارت سے علیحدہ کرکے حکومت کی باگ ڈور خود سنبھال لی ایوب خان نے ۱۹۵۶ء کا آئین منسوخ کرکے فوجی قانون نافذ کردیا۔

اس نے مارشل لاء کے تحت صدارت کا عہدہ سنبھالتے ہی فوجی جرنلوں اور سول نمائندوں کی مشترکہ کابینہ بنائی۔

امور دنیا سے متعلق نظام:

اس کے بانی مبتکر سر سید احمد خان جو پہلے دربار سلاطین مستبد مغلیوں کے خدمتگزار تھے ان کے زوال کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی میں نمک حلالی کرنے پر انہیں 'سر' کا لقب دیا گیا۔ انہوں نے اپنے گرد و پیش دوست واحباب کو انگریز کے زیر اثر جمع کیا۔ لوگوں پر زور دیا ہماری نجات ملکہ الزبتھ کی حکومت میں پائی جاتی ہے جس کے لئے زبان رہن سہن بود و باش سب میں انگریزوں کے نقش قدم پر چلنا ضروری ہے۔ جتنا اپنے آپ کو ان کا وفادار دوست پیش کریں گے اتنا ہی ہم ترقی پائیں گے جس میں ہمیں اپنی ناموس کی بھی قربانی کرنا پڑے تو کریں۔

آج جو ملک کو بدبختی پسماندگی فقر و جہالت فتنہ وفساد غیرت ناموس کا فقدان عزت نفس کا فقدان پسند کی شادیاں غرض دین سے جداء رکھنے کے تمام پروگرام چل رہا ہے ان کا سہرا سر سید کو جاتا ہے۔ آج جھوٹے امام زمانہ کے نام سے بنائی جانے والی درسگاہوں میں بھی انہی کی تقلید بالوسیلہ انگریزی چلتی ہے۔ ملک میں تعلیم لینے اور دینے والوں سب گرز راعت گرسب کا یہی واویلاء ہے یہ سب تقلید غیر ہے دنیا میں کوئی قوم نہیں ملتی جس نے تقلید سے ترقی کی ہو خود کچھ نہ کیا ہو۔

کیا آئین مقدس ہے:

۱۔ یہ سوال وقتاً فوقتاً ارباب اقتدار کے ہمنوا یا نام نہاد غیر جانب دار حق گو کہتے رہتے ہیں جبکہ خود ہر موقع محل پر اس کی دھجیاں اڑاتے رہتے ہیں، جبکہ حزب مخالف اس سے عدم تقدس، بے حیثیت بے اعتباری کا مظاہر کرتے ہیں۔ ۱۴۳۵ھ کو طالبان اور حکومت کے درمیان مصالحت کی کاوشوں کے درمیان پھر یہ سوال اٹھایا گیا طالبان تو اس کو سرے سے غیر اسلامی کہتے آرہے ہیں طالبان چونکہ ایک عسکری تنظیم ہے انہیں زیادہ تر غرور اپنی طاقت توانائی پر ہے ان کے ہاں آئین طاقت ہی کو گردانا جاتا ہے لہٰذا ہم ان کے قول کو معیار یا عنوان نہیں بنائیں گے لیکن علماء دانشوران ملت جو حق آئین سازی رکھتے ہیں ان کے بیانات کو یہاں نقل کرتے ہیں جو مولانا عبد العزیز خطیب و امام جمعہ و جماعت مسجد مسمار کردہ پرویز مشرف کا کہنا تھا کہ ہم ۷۳ کے آئین کو اسلامی نہیں سمجھتے ہیں لہذا اس کی تبدیلی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

۲۔ اس کے بالمقابل میں مفتی اعظم رفیع العثمانی کا ۱۰ ربیع الثانی کو ایک بیان آیا ہے جسکے تحت اس آئین کو اسلامی قرار دیا گیا ہے انہوں نے فرمایا ہے موجودہ آئین تمام مکاتب فکر کے بزرگ جید علماء مکاتب فکر

نے تشکیل دیا ہے۔ پاکستان کا آئین قرارداد مقاصد کے ۲۲ نکات پر مشتمل ہے۔ ملک کا موجودہ آئین بنیادی طور پر اسلامی ہے۔

۳۔ چوھدری شجاعت حسین نے کہا ہے آئین قرآن وسنت کے مطابق ہے اس پر بحث نہ کی جائے۔

۴۔ خورشید ندیم کالم نگار نے ۹ ربیع الثانی کے اخبار میں لکھا ہے پاکستان میں بسنے والوں نے ایک ساتھ رہنے کے لئے ایک عہد کیا تھا اسے ہم آئین کہتے ہیں یہ شرعی اعتبار سے مقدس ہے خورشید ندیم نے اس کے تقدس کے بارے میں استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلمان جو بھی عہد کریں اس عہد کا نبھانا ضروری ہے انہوں نے اس بارے میں انفال ۷۲ سے استدلال کیا ہے اور مولانا مودودی کے فتوائی سے استناد کیا ہے لیکن کسی عہد پر عمل کرنا وفادار ہونا اپنی جگہ مشروط حالات میں درست ہے لیکن اس کو مقدس کہنے کیلئے ہمیں پہلے مقدس اور مقدسات کی تعریف کو سمجھنا ضروری ہے۔

جناب برادر گرامی اسلامی دانشور آپ نے روزنامہ دنیا بروز بدھ ۷ ربیع الثانی بندوں اور اللہ کے درمیان طے پانے والے عہد کو عہد عالم ارواح کہا ہے اس کو بعض عہد عالم زر بھی کہتے ہیں اس عہد کا ذکر سورہ اعراف ۱۷۲ میں آیا ہے اس آیت کی تفسیر دیگر آیات سے صرف نظر کرتے

ہوئے اس بارے میں وارد روایت سے استناد کر کے کہتے ہیں اللہ نے آدم کی پشت سے قیام قیامت تک آنے والے انسانوں کے ذرات نکال کر ان سے خطاب کیا تھا گویا اس خطاب کے ماجرا کو اگر تشبیہ دیں تو آج کل کی اسمبلی ہوسکتی ہے جہاں حزب مخالف ہر جگہ چیخ وپکار سے اس مسودے کو پھاڑ کر پھینکتے دکھائی دیتے ہیں کیا وہاں بھی ایسا ہو گیا تھا بہت سوں نے اس عہد کو مسترد کیا تھا قلیل تعداد نے قبول کیا تھا اللہ تعالی نے ان کو قانع مطلع نہیں کیا لیکن قیامت کے دن انہیں سخت دردناک سلاخوں جیلوں میں ڈالیں گے۔

۵۔ تقدیس کسی چیز کے ظاہر و باطن دونوں حوالہ سے پاک گردانئے کو کہتے ہیں، ہر قسم کی انجاس اور ارجاس سے پاک کرنے کو کہتے ہیں لہٰذا یہ صفت پہلے مرحلہ میں مختص بذات اللہ ہے اس کے بعد وحی کے ذریعے بھیجی گئی مقدس کتاب کو کہا ہے۔ جسے جبرئیل، ملائکہ، شریعت اسلام جو قرآن اور سنت سے ماخوذ ومستنبط ہے مقدس ہے۔ لیکن بشری ساخت کا آئین مقدس ہو یہ کہاں سے آیا ہے۔ ملک کے موجودہ آئین کو غیر اسلامی گردانئے والوں کی چندین تفسیر ہوسکتی ہے۔:

۱۔ پاکستان کے موجودہ آئین کا ڈھانچہ انگریزوں کا دیا ہوا ڈھانچہ ہے۔

۲۔ یہ نظام شریعت سے متصادم، اسلام کے منافی ہے ڈاکٹر رشید احمد خان روزنامہ دنیا ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ میں اپنے کالم میں لکھا ہے اس میں کوئی شک نہیں پاکستان کا ۷۳ کا آئین بھی سابقہ آئینوں جیسا ۱۹۳۵ء گورنمنٹ انڈیا کے تحت بنا ہے وفاق کا نظام اور آزاد عدلیہ کا جو تصور ہے وہ گورنمنٹ انڈیا ۱۹۳۵ء کے دفعات کے تحت بنایا ہوا ہے یہ آئین برطانیہ اور ہندوستان کے قائدین کا تیار کردہ آئین ہے جیسے ہی پاکستان وجود میں آیا تو تھوڑی ترامیم کر کے قبول کیا ہے۔

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ اوریا مقبول کہتے ہیں برطانیہ کا کوئی قانون نہیں اس طرح اسرائیل کا بھی ابھی تک کوئی قانون نہیں ہے ان کا کہنا ہے کہ ہمارا آئین تورات ہے جبکہ مسلمانوں کا کہنا ہے ضد قرآن اور سنت پر مبنی قانون کو مقدس آئین کہیں۔

۳۔ ۷۳ سے اب تک آنے والی اسمبلیوں میں منکر شریعت کی وارث اور استہزاء شریعت کرنے والے ان کے شوہر اور ان کے سیکرٹری گیلانی اور پرویز مشرف کے تراجم خاص اپنے ارادہ کے تحت مجرمین کو معافی اور کابینہ میں شہریت دھری والوں کی حکمرانی ملکی ارباب اقتدار کے لئے انگریزی میں حلف نامہ مسلمان ملک میں انگریزی زبان کی حکومت کے بعد اسلام کہاں باقی رہا ہے۔

۴۔ ملک میں جاری آئین کی عکاسی ملک میں ہر وقت جاری رہتی ہے یہیں سے بود و باش بڑھتی ہے لیکن عیاشی فحاشی پھیلانے والی ایوانوں میں چور دروازے سے آنے والی نمائندہ خواتین اسلامی نہیں ہیں۔

۵۔ آئین جو معطل ہے اس میں میں قتل، فساد فی الاض محارب اللہ و رسول اور رسالت کے مرتدین کی سزا موت ہے اس کو معطل رکھنے والے اس آئین کے تحت حکمرانی کر رہے ہیں۔

۶۔ بقول مفتی عثمانی کتاب اللہ کے تحت تمام مکاتب فکر کا متفق آئین ہے جبکہ تمام مشترکہ مکاتب کے مرتب شدہ آئین کو آئین اسلامی نہیں کہا جاسکتا ہے۔

آئین کو مقدس گردانے کا فلسفہ خود جمہوریت کو مقدس گردانے جیسا ہے چونکہ عوام نے یا منتخب نمائندوں نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا عوام کی اکثریت کا منتخب کیا ہوا آئین بھی مقدس ہے تاکہ اس کو شریعت کے برابر میں کھڑا کیا جائے۔ ۷۳ کے آئین کو مقدس گردانے والوں کے مقابل میں اس کو غیر اسلامی گردانے والوں

کا کہنا ہے:؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟

دین اور حکومت میں تضاد:

جہاں حکومتی مشنری کی نظروں میں فکر دین ایک فرسودہ جامد اور حکومت کے راستوں میں رکاوٹ حکومت کیلئے اجنبیت کا تصور ہو اس کے مقابل میں دینی بینش رکھنے والوں کی نظر میں حکومت ظالم جابر طاغوت ہو خاص کر جہاں دین دار طبقہ اکثریت میں ہو تو باہم تعاون دور کی بات ہوگی بلکہ آپس میں ایک دوسرے کے بارے میں عداوت نفرت کنارے پر لگانے کیلئے موقع کی تلاش میں ہی رہتے ہیں چنانچہ یہاں ۹۸ فیصد مسلمان اسلام پر یقین محکم رکھنے والے ہیں لیکن ملک میں ایک عرصے سے صاحبان اقتدار دین کو کنارے پر لگانے کی مہم میں مصروف ہیں، چنانچہ حقوق خواتین آزادی خواتین کے نام سے جو زیادتیاں اسلام کے خلاف فروغ دے رہے ہیں شراب جوئے کے اڈے کھلے عام کام کر رہے ہیں لہٰذا یہاں کے شہری حکومت کو ضد دین ضد ملت تصور کرتے ہیں لہٰذا عوام تو دور کی بات حکومت کے اندر ملازمتیں کرنے والے ادارے حکومت کو گھٹنے پر بیٹھانے کیلئے کوئی موقع محل ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ہیں۔

اس کی بہت سی مثالیں ہیں: روز نامہ دنیا بروز اتوار ۲۴ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ ق ۲۶ جنوری ۲۰۱۴ کے ص ۱۲ پر آیا ہے حکمرانوں کی کوتاہی کے بارے میں ذیشان احمد نے لکھا ہے سابقہ پی پی کی حکومت کی وزارت داخلہ نے دہشت گردی روکنے کیلئے ۵۰ کروڑ بھی دہشت گردی کیلئے خرچ نہیں کیا۔۔

ا۔بجلی بلنگ ہے روز نامہ دنیا بروز ہفتہ ۱۶ ربیع الاول بمطابق ۱۸ جنوری ۲۰۱۴ ص ۱۲ ادارہ اور کالم صفحہ بجلی کے نادہندہ سرکار محکمے کے بارے میں آیا ہے۔اس وقت ۱۸۰ ارب روپیے سے زائد رقم سرکاری محکموں پر واجب الاداء ہے اس میں اگر شادی حال اور کنڈے ڈال کر بجلی چوری کرنے والوں اور دیگر تقریبات کو شامل کریں تو کتنے ہزار ارب روپے بنے گا۔

فرقہ واریت کی سرپرستی اور مذمتی بیان مسلمان ملکوں میں جہاں سیکولرزم یا ضد دین حکومت چلتی ہے وہاں حکومت کی دوغلی پالیسی ہوتی ہے ایک طرف سے جہاں کہیں جب بھی ضرورت پڑتی ہے خود جلتی ہوئی آگ میں پیڑول پھینکتے ہیں جب آتشزدگی بڑھ جاتی ہے تو ان کی طرف سے مذمتی بیان آجاتا ہے بھائی چارے کی بات کرتے ہیں اور فرقے کو بنیاد بنا کر دین کی مذمت کرتے ہیں۔

تمام گذشتہ حکومتوں کے بارے میں شواہد پیش کرتے وقت ضیاء الحق کا سواد اعظم کی تشکیل و سرپرستی اور پی پی کی شیعہ سرپرستی کسی سے چھپی ہوئی چیز نہیں ہے۔فتویٰ میں حکومتی دخل اندازی کی واضح مثال شوال کا چاند ہے، جسے فرقوں نے ایک ریموٹ کنٹرول بم جیسا بنا کر پیش کیا ہے، ہمیشہ حکومتیں ہی اعلان کرتی آئی ہیں لیکن مخالفت پراُکسانے والوں سے بھی حکومتی فتنہ بڑھ جاتا ہے،خاموش کرنے کیلئے ان سے متوسل ہوجاتے ہیں ان کو بنانے والی یہی حکومتیں ہیں حدیث من حضر بئرً لاخیہ فقد وقع فیہ کا مثال بنتا ہے۔

سیکولر حکومتوں کا کوئی آئین نہیں۔وہ جہاں دین وشریعت کو نہیں مانتے ہیں بلکہ اس سے شدید کراہت بھی رکھتے ہیں وہ اپنے بنے ہوئے آئین کو بھی نہیں مانتے ہیں چنانچہ روزنامہ دنیا بروز ہفتہ ۱۶ ربیع الاول ۱۴۳۵ء بمطابق ۱۸ جنوری ۲۰۱۴ کو دستور پاکستان کے عنوان پر چند حقائق کنور دلشاد نے لکھا ہے ص۱۲ ملاحظہ کریں۔چنانچہ پرویز مشرف کے وکلاء ڈاکٹر خالد رانجھا، صاحب زادہ احمد رضا قصوری بیرسٹر محمد علی سیف، راجہ محمد ابراہیم ستی اور سید ظفر عباس نقوی نے ایک درخواست پیش کی۔

پرویز مشرف اور ان کے وکلاء مدافعین نے درخواست میں لکھا ہے ۱۹۷۳ء کا جو آئین ہے وہ صدر یحییٰ خان کی زیر صدارت تشکیل پانے والی اسمبلی نے بنایا ہے چونکہ ممبران کا انتخاب ان کے حکم سے ہوا ہے لہٰذا یہ آئین نہیں بنتا ہے بلکہ ان ممبران کا ایک ایکٹ ہوگا نیز کالم نگار نے یہ بھی لکھا ہے اس انتخاب میں مشرقی اور مغربی دونوں طرف افراد دھاندلی سے انتخاب ہوئے تھے۔

آئین اسلامی ہونے کی دلیل:

کتاب آئین کی تمہید چونکہ حاکمیت اعلیٰ پوری کائنات کی طرف واحد ذات بلاشریک غیر اللہ تعالیٰ میں کرتی ہے اور جو اختیار قانونی اللہ نے مملکت پاکستان کو تفویض کیا ہے تاکہ عوام کے نمائندگان کے ذریعے مقرر کردہ اسلامی حدود میں استعمال کریں وہ ایک مقدس امانت ہے یہ بات وہی منطق ہے جو پولیس راجع عشر فرنسا نے اپنے مذاکرت میں کہی تھی انہوں نے کہا تھا کتاب طرق انتہاء حکومت ص ۳۶ پر لیا ہے وہ بھی یہی کہتے تھے ہم نے یہ کتاب اللہ سے لی ہے اس میں طفرہ پھینکا ہے جہاں آپ نے لکھا ہے حاکمیت اعلیٰ پوری کائنات میں صرف واحد ذات اللہ تعالیٰ سے کی ہے اور جو اختیار قانونی اللہ تعالیٰ مملکت پاکستان کو تفویض کیا ہے یہ بات غلط ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی حاکمیت مملکت کو نہیں دی ہے نہ اس میں عوامی نمائندگان کا ذکر ہے۔نہ عوامی نمائندگان کا بنا ہوا

قانون اللہ نے مرضی ہے یہی بات تتار نے کہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب کیا ہے ص ۱۳۷ اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ نے یہ حق حاکمیت مملکت پاکستان کو دیا ہے کیا مملکت پاکستان عاقل بالغ ہے۔

مملکت کا مذہب اسلام ہوگا:

اس شق میں کلمہ مذہب کا استعمال غلط ہے کیونکہ کلمہ مذہب اسم مفعول مادہ ذھاب سے ہے جس کے معنی ہیں جس چیز کی طرف انسان رخ کرتے ہیں چاہے مادی ہو یا فکری چاہے آسمانی ہو یا زمینی بشری سب کے لئے استعمال ہوتا ہے بوذی مذہب ہندو مارکسی یہ لفظ عام ہے اس میں ضروری نہیں صحیح ہو غلط بھی ہو سکتا ہے جس کے لئے قرآن نے کلمہ طرائق استعمال کیا ہے جبکہ اسلام دین وحی ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں لہٰذا یہ غلط ہے یہاں دین مملکت اسلام ہوگا۔

مذہب مادہ ذھاب سے ہے جس کے معنی عدم استقرار کے ہیں لہٰذا سونے کو ذھب اس لئے کہتے ہیں اس کی جائے قرار نہیں یہ ایک بے استقرار اصطلاح کو اسلام کے لئے استعمال کیا ہے۔

۱۔اسلامی نظریاتی کونسل ایک قسم کا قانون ساز ادارہ ہے جبکہ صدر مملکت ایک قوۃ مجریہ ہے قوۃ مقنّنہ کے انتخاب کو قوۃ مجریہ کے ہاتھ میں دینا ایک دور باطل ہے۔

۲۔صدر جو چاہے کرائے اس کو آپ غیر جانب دار کہتے ہیں لیکن وہ ہمیشہ سے انہی پارٹیوں سے منتخب ہو تے ہیں ظاہری طور پر پارٹی سے الگ ہوتے ہیں لیکن اندورنی طور پر ہوتے ہیں چنانچہ زرداری اس کا واضح ثبوت ہے۔

۳۔اس میں ممبران کی جو شرائط رکھی ہیں ان میں اسلام شناسی کی کسی سند علمی کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ عام نوکری جیسی شرائط ہیں

کیا یہی جمہوریت ہے؟[آفتاب احمد نصیر اشرفی]

پوری دنیا میں پاکستان واحد ریاست ہے جہاں الیکشن کے دوران جمہوریت کی حسین ساحرہ چند لمحوں کے لئے نمودار ہوتی ہے اور پھر الیکشن کے نتیجے میں منتخب ہونے والی حکومت اس ساحرہ کو یرغمال بنا کر عام آدمی کی نظروں سے اوجھل کر دیتی ہے۔اپنی ناک سے آگے نہ دیکھنے کی روش اور آمرانہ طرز عمل اس حسین دیوی کے خدوخال بری طرح مسخ کر دیتے ہیں اور وہ بھی آمریت کے جن کی طرح بدصورت و بدنما دکھائی دینے لگتی

ہے۔رہی سہی کسر اپوزیشن جماعتیں اپنے اپنے مفاد کے تیزاب سے اس کے وجود کو داغدار کر کے پوری کر دیتی ہیں۔

ایسا صرف اس لئے ہوتا ہے کہ سیاسی و مذہبی جماعتوں میں جمہوری انداز فکر کا فقدان ہے۔اکثر سیاسی اور مذہبی جماعتیں مختلف دھڑوں میں بٹی ہوئی ہیں اور پیروکار اپنے اپنے قائد کے نام کے اسیر ہیں اوران کے ہر قول وفعل پران کے ماننے والے آنکھیں بند کر کے یقین کرتے ہیں جس سے ان کے اندر آمرانہ جراثیم نمو پا کر مزید طاقتور ہوجاتے ہیں' لہٰذا وہ عوام کو استحصال اور جبر کی چکی میں پیس کر رکھ دینا اپنا حق سمجھتے ہیں میرا خیال ہے کہ جب تک سیاسی جماعتوں کے اندر جمہوریت داخل نہیں ہوتی' وطن اور اہل وطن اس کے ثمرات سے محروم رہیں گے۔اس کی ترقی محدود رہے گی۔

آئین کا نفاذ:[محمد شاہ خان کراچی]

ہمارا آئین غیر اسلامی نہیں کیونکہ اس کی تیاری میں جید علماء نے حصہ لیا تھا۔مگر کسی بھی حکومت نے اس کے عملی نفاذ پر زور نہیں دیا۔مثال کے طور پر اسلام' اخوت' بھائی چارے اور اتحاد کا درس دیتا ہے' جبکہ یہاں فرقہ وارانہ منافرت اس حد تک ہے کہ ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا اسلام مساوات کا داعی ہے ہمارے یہاں کوئی اتنا امیر ہے کہ اسے اپنی دولت کا اندازہ ہی نہیں اور دوسری طرف اتنی غربت کے ماں باپ اپنے بچے کو مار ڈالنے پر مجبور ہیں اسلام ملاوٹ کی اجازت نہیں دیتا اور ہمارے ہاں اشیاء خوردنی اور زندگی بچانے والی ادویات تک جعلی ہیں۔اسلام میں چور اور ڈاکوؤں کی سزا مقرر ہے ہمارے ہاں چوری ڈاکہ کاروبار بن چکا ہے اسلام پردے کا حکم دیتا ہے ہمارے ہاں اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا ہے۔اسلام پاکیزگی پر زور دیتا ہے ہمارے ہاں بھارتی فلم اور ڈرامے عام دیکھائے جارہے ہیں جن میں فحاشی اور بیہودگی کی انتہا ہوتی ہے اور مرد خواتین مل کر انجوائے کرتے ہیں اسلامی منظر نامہ میں دجلہ کے کنارے کتا بھی بھوک سے مرجائے تو قیامت کے روز حکمران کو جواب دینا ہوگا یہاں انسان بھوک سے مر رہے ہیں تو کسی کو پروا نہیں اور اس قسم کی بے شمار باتیں ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم اور متضاد ہیں اس لئے حکام کو سوچنا چاہیے کے آئین محض کتابی صورت میں اسمبلی کی الماری میں سجا کر رکھنے کے لئے تو نہیں بنایا گیا تھا خدارا اس کا مکمل نفاذ کر کے اس کی برکات کو عام کیجئے اگر حکمران اس میں کامیاب ہوگئے تو دہشت گردی اپنی موت آپ مرجائے گی۔

جمہوریت اکثریت آبادی

پاکستان کی کل آبادی دس کروڑ ہے اس میں بچے نابالغان کو پانچ کڑور رکھیں تو پانچ کڑور بمعہ چار ۹ کروڑ رخارج ہوں گے۔

جمہوریت نام ہے عوام پر عوام کی حکومت عوام کے ذریعے:

اس تعریف کے علاوہ اور بھی اضافہ کر کے کہا ہے بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بہتر ہے لیکن تاریخ میں الٹا بھی ہوا ہے بدترین آمریت بہترین جمہوریت سے بہتر ہوئی ذرا نظر ڈالیں اس وقت دنیا میں رائج جمہوریت پوری جمہوریت ہے جس جمہوریت کے پرچمدار بھٹو نے اپنے حزب مخالف سے کیا سلوک رکھا ہے جیسا ہٹلر نے جرمن سے رکھا تھا بے نظیر بھٹو نے اپنے باپ کے بنے آئین میں ترمیم کرنے کی ناکام کوشش کی اس حد تک پہنچنے کے لئے اس نے پرویز مشرف کی صدارت کو بھی قبول کیا اپنے اوپر لوٹ مار کے تمام مقدمات کو ان کے ذریعے معاف کروایا ہے نواز شریف نے صرف اپنے اقتدار کے خاطر آئین میں ترمیم کی ہے جمہوریت اشراف شرفاء کی حکمرانی کو کہتے تھے بادشاہان انتہا محدودئی وزراء رکھتے تھے لیکن آج کل جمہوریت کے داعی کتنے وزراء کتنے مشیر اپنے لئے بناتے ہیں ساڑھے تین کروڑ جعلی ووٹرز اندراج کیئے گئے ایکسپریس ۱۹ مئی امجد اسلام امجد نے لکھا ہے ساڑھے تین کروڑ جعلی ووٹ اندراج ہوئے۔

جمہوریت نام ہے عوام پر عوامی حکومت عوام کے ذریعے:

کسی بھی اصطلاح کو رائے عامہ میں عام کرنے کے لئے ضروری ہے اس کے لغوی معنی کا رشتہ بیان کریں پھر اس کے تناسب میں معنی واصطلاح منتقل کرنے کی مناسبت کو واضح کرنے کے بعد اس کی ضرورت کے بارے میں دلائل عقلی یا نقول کو بھی پیش کریں بطور مثال ایک اصطلاح شرعی سے مثال پیش کرتے ہیں حج اس وقت تمام مسلمانوں میں یہ مراد ہے اطراف واکناف عالم میں رہنے والے ماہ ذی الحجہ کے نویں دسویں سے لے کر تیرہویں تک خود کو مکہ مکرمہ پہنچائیں لیکن اس کے لغوی معنی قصد الوراء ہے یہاں وہ معنی سے استعارہ کرتے ہوئے مخصوص یعنی کعبہ مکرمہ کی طرف قصد کریں یعنی لغوی معنی سے اصطلاحی کی طرف منتقل کیا جائے لیکن اطراف عالم سے اس طرف قصد کرنے کی دلیل شرعی کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں حکم دیا ہے وہ مالک و رب ہے اس کی اطاعت واجب ہے اب آتے ہیں جمہوریت کے معنی کیا ہے اس کے معنی کثیر ہے آپ نے لغوی

معنی کی تناسب سے دیکھے بغیر عوام پر عوام کی حکومت عوام کے ذریعے کے معنیٰ مین استعمال کیا ہے یہاں لغت اور اصطلاح میں رابطہ نظر نہیں آتا ہے۔

عوام پر عوام کی حکومت عوام کے ذریعے اس کی تحلیل وتجزیہ کیا ہے طریقہ کار کیا ہے یہ کیسے ممکن ہے اس میں کیا خوبی ہے یہ فارمولا کس نے دیا ہے کس کا حکم ہے جس نے حکم دیا ہے وہ کس حد تک واجب الاطاعت ہے ماننا پڑے گا بصورت دیگر مذموم قرار پائے گا مستحق عقاب وسزا قرار پائے گا اس کا طریقہ کار کیا ہے ان سوالات کے جواب میں مبہم مجمل وگنگ اقنوم نما ہے کوئی واضح وروشن منطق کسی نے پیش نہیں کیا سوائے مغرب اور مغرب پرستوں کی شور وشرابہ غوغا چیخ وپکار گھراؤ وجلاو کے۔

مقدس اسمبلی مقدس جمہوریت مقدس آئین:

مقدس انتخابات:

۱۔ ۱۹۷۷ء کے انتخابات کی روئیداد کون کیسے گیا مرتضیٰ انجم اپنے مخالفین سے کیا سلوک کیا ہے۔ ص ۱۷۵

۲۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء کے بارے میں اسلم بیک کا اظہار خیال کون کیسے گیا مرتضیٰ انجم ص ۲۶۵

۳۔ فروری ۱۹۹۷ء کتاب کون کیسے گیا ص ۳۶۳ سے نقل کریں

۴۔ ۲۰۰۴ء ایک سو ۱۹۱ ووٹ لیکر شوکت عزیز وزیر اعظم

تاریخ اسلامی عسکریوں کا شہر انتظام وانصرام سنبھالنے کی تاریخ خلیفہ عباسی واثق بن معتصم عباسی کو جاتی ہے یہ ۲۲۷ھ کو خلیفہ بنا نالائق خلیفہ نے اپنے لشکری سربراہ اشناس ترکی کو سلطان مرضع ذھب پہنایا ہے اور شہر کا داخلی انتظام اس کے سپرد کیا اور خود سربراہ بطور تبرک واثق باللہ رہے حقیقت میں ملکی نظام کی ڈوری اب اشناس ترکی کے ہاتھ میں تھی جب اشناس جو سربراہ لشکر قائد تصور وسرحدات تھے ہزاروں کا لشکر ان کی قیادت میں چاک وجوبند رہتا تھا وہ بھی اس کابینہ کا حصہ بنے مزید مقام ومنصب سے لطف اندوز ہوئے جو پہلے صرف خلیفہ کو حاصل تھا اب ان کے دربار میں یا ردیف میں اشناس ترکی بھی قرار پایا یہاں تک جمعہ کے خطبوں میں بھی ان کا نام لیا جاتا تھا واثق باللہ نے ایسا کیوں کیا اس سوال کا مختصر خلاصہ جواب یہ ہے اب نظام بیت خلافت کثرت عیش وتعیش اسراف وتبذیر طرب وشتاب وکباب کی وجہ سے انتہائی ضعیف اور کمزور ہو چکا تھا شہر کا نظم ونسق سنبھالنے کی صلاحیت کھو چکے تھے لہٰذا ایک نائب کا انتخاب ناگزیر تھا فکر نائب بذات خود ایک رمز اشارہ ہے کہ نظام خلافت سنبھالنے کی

طاقت وقدرت کھو چکے ہیں اب جو کچھ ہے وہ خود ہے۔ یہاں سے لشکر میں جوش وخروش جنگ و جہاد کی جہات بدل گئیں اب ان کا نفس اس آیت کریمہ کا مصداق بن گیا۔

''إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَى (٦) أَن رَّآهُ اسْتَغْنَى (٧)'' (العلق)

یہاں سے سلسلہ شروع ہوا اور آخر کار جب بغداد میں ہلاکو داخل ہوا تو سوچا بھی نہیں کہ اس ملک سے دفاع کریں دور نہ جائیں عراق افغانستان میں جب آمریکا آیا تو کسی نے مزاحمت نہیں کی اللہ نہ کرے ہمیں ایسے دن کا سامنا کرنا پڑے ہمارے عسکریوں کے بارے میں یہاں اس ملک کے دردمند خاص کر اسلام عزیز کے چاہنے والے شعبہ مقنّنہ مظلموں کے خدشات خود اسرار خانے میں محفوظ رکھتے ہیں کیونکہ زبان سے اظہار موجب گناہ ناقابل بخشش بنتے ہیں ۱۔فوج جسے مولا علی نے جند اللہ کہا قرآن نے ناصر اللہ کہا ہے۔رعیت نے اسے اپنے ناموس کا محافظ کہا ہے وہ عیاش ونواشی بن گئی ہے وہ حکمرانوں جیسی زینت مہمان خصوصی مجالس رقص وشباب وشراب بن گئی ہے۔

۲۔جو عارضہ بادشاہان کی ضعف وکمزور بزدلی میں تھا وہ ان میں منتقل ہو گیا ہے لہٰذا دشمن ہمیں بار بار طعنہ دیتے ہیں۔

۳۔یہ ملک کی سربراہی کے اندر ایک ادارہ تھا وہ اب ردیف بن گیا ہے۔

۴۔کثرت جرم وجنایت استبدادیت کی وجہ سے منفور عام وخاص ہے قہر وغضب کی وجہ سے نقاب عصمت پہنا ہوا ہے یہ ذوات نقد واعتراض سے مافوق ہیں جس انسان کے بارے میں وہ خود یا قوم نقد و اعتراض نہیں کریں گے ان کا زوال خاتمہ یقینی ہے جس طرح خلفاء بنی عباس تقدس کے لباس میں تین صدی گزرنے کے بعد دنیا سے قصہ ماضی بن گئے بلکہ افسانہ الف لیلہ بن گئے ہیں۔

مقدس آئین مقدس ایوانوں میں:

پاکستان میں پائمال ہونے والے حقائق میں سے ایک کلمہ مقدس ہے جو زیادہ تر نامقدس جھوٹ کا پھندا دین وشریعت کے خلاف مواقع پر استعمال ہوتا ہے قرآن اور سنت سیرت نبی کریم سے متصادم آئین کو مقدس کہا جاتا ہے اس طرح اس کو پاس کرنے والے کو بھی مقدس کہا جاتا ہے یہاں کسی سے چھپا ہوا حقیقت نہیں پیش کر رہا ہوں بلکہ جو عیان حقائق پیش کرتا ہو ملک کی سب سے زیادہ نشر ہونے والی اخباروں جرائد میں آیا ہے:

۱۔اس ایوان میں منتخب ہونے والے بہت سوں کو شائید کلمہ پڑھنے والے جھوٹا نعرہ بھی نہیں آتا وہ یہاں منتخب ہو کر آتے ہیں چنانچہ ۱۴۱۳ھ بمطابق ۲۰۱۳ء کے انتخابات میں اس سوال کو رکھنا ان پر بڑا ناگوار گزرا تھا۔

۲۔گزشتہ اسمبلی میں چندین افراد جعلی خود ساختہ علمی اسناد دیکھا کر منتخب ہو کے آئے تھے ان پر مقدمے چلائے گئے نمی دانم آخر کیا ہوا۔

۳۔دوسرا اس ملک کی دولت کو دوسرے ملک میں منتقل کر کے وہاں کی شہریت لینے والے اس اسمبلی میں منتخب ہوتے رہے ہیں۔

۴۔ایوانوں میں آنے والے براہ راست ووٹ سے ہی آتے ہیں جن کو انتخابات میں عوام مسترد کرتی ہے وہی دوبارہ حکومت میں ٹکنو کریٹ کے نام سے لاتے ہیں۔خواتین کا ایک ووٹ ہے جو استعمال کیا گیا لیکن ہارنے کے بعد انہیں خواتین کی نشست کے نام سے دوبارہ لاتے ہیں وہ بھی قرآن وسنت کو چیلنج کرنے والی اداکارائیں ۔

۵۔اسمبلی میں آنے والے اپنے فارغ اوقات میں اس اسمبلی کی قیام گاہوں میں شراب وشباب جوئے رقص گانے میں مصروف رہتے ہیں چنانچہ اس سال ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق یکم مارچ کو اس اسمبلی کے ایک رکن بنام جمشید دستی منتخب شدہ از مظفر گڑھ نے اس ماجرائے قمار خانہ بننے والے ایوان کی فحاشی وعریانی کی روائیداد اس اسمبلی میں ایوان والوں کو متوجہ ومتنبہ کیا تھا چنانچہ انہوں نے یکم جمادی الاول ۱۴۳۵ھ کو دوسی ڈیز اس کے متعلق ایوان کے سیکٹریٹ میں جمع کیا تھا اس کے باوجود ان کا اصرار وتکرار ہے یہ مقدس ایوان ہے یہاں سے پاس ہونے والی نقول مقدس ہے جمشید دستی کے اس اقدام کے بارے میں حکومتی صحافتی حلقے والوں نے ناپسندگی کا مظاہر کیا چودھری نثار نے کیا اس سے غلط پیغام پھیلے گا سب بحثیت بے بنیاد ہے یہاں جب تک ہو کے آئے ہیں کیا چودھری شجاعت نے بھی نفرت ناراضگی کا مظاہرہ کیا۔۔۔۔نے خود اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں گے۔

بعض صحافیوں نے کہا وہ بہت پاک انسان ہے جعلی سند سے یہاں آیا ہے بعض نے کہا پورا ملک شراب و شباب میں چل رہا تھا اس کو پتہ نہیں کسی نے کہا دوسروں کے بارے میں کیوں نہیں کہا صرف اسمبلی کے لئے کہا کسی نے کہا جو بھی مسئلہ ہے صاف ہونا چاہیے ہم اتنا کہیں گے جھوٹ باطل ایک دن کھل جاتا چاہے صحیح آدمی کے توسط

سے ہو یا غلط انتقام ان سے لیا جائے گا چاہے مختصر سا ہی کیوں نہ ہو۔

مقدس ایوان:

بروائیت جمشید دستی ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ کی جریدہ دنیا بمطابق یکم مارچ ۲۰۱۴ء کے ص اول پر مشرب و شباب کے الزامات جمشید دستی نے گزشتہ روز اسمبلی میں پارلیمنٹ لاجز میں شراب وشباب کی محفلوں کی شکایت کی اس پر ایوان میں ہل چل مچ گئی فوری طور پر ڈالرکیٹر لاجز و تبدیل کیا گیا وزیر داخلہ چوھدری نثار نے الزام کو بے بنیاد قرار دیا اس سے غلط پیغام جائے گا اسپیکر نے جمشید دستی کو ثبوت پیش کرنے کی دعوت دی نائب سپیکر مرتضیٰ جاوید نے ثبوت دینے تک بات کرنے پر پابندی لگائی۔

نذیر ناجی صاحب کو بہت غصہ آیا تھا کہ اس نے کہا دوسرے لوگ قومی مسائل پر بات کرتے ہیں لیکن دستی صاحب اپنی بات کرتے ہیں ۲ مارچ دنیا میں علامہ احتسام الٰہی ظہیر نے اس پر کالم لکھا ہے۔

جمشید دستی کے انکشاف سے اس ایوان کی تقدس کا پول کھل گیا ہے جہاں غیر شرعی غیر اخلاقی سرگرمیاں چلتا ہو کیسے تقدس کے لئے تنہا لائق وسزاوار نہیں بلکہ کلمہ تقدس مثل کلمہ مسید بدنام ہو گیا۔ جمشید دستی نے یکم جمادی الاول ۳ مارچ کو سی ڈیز اس ڈیز پر مشتمل ثبوت قومی اسمبلی میں پیش کیا ہے جن میں ایک وزیر مملکت بھی دیکھا گیا ہے کسی نے کہا جمشید دستی کو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کسی نے کہا سب پتا ہے کون نہیں پیتا ہے

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا تعارف وتوضیحات:

اسلامی منسوب اسلام مادہ ''س۔ل۔م'' سے ماخوذ ہے سلم کے تین حروف س ل م مبتکر صنعت اشتقاق اکبر فیلسوف علم لغۃ عرب بن جنی متوفی ۳۹۲ھ نے شش گانہ تقلبات میں ایک معنی جامع کے بارے میں اپنی کتاب خصائص ج ا ص ۴۹۲ میں لکھتے ہیں: ''س۔م۔ل'' ''س۔ ل۔ م'''' م۔س۔ل'' ''م۔ل۔ س'' ''ل۔م۔س'' ہیں سب کے معنی جامع مصاحبت وملائمت پر مشتمل ہیں۔ اس کی ساخت میں کہیں بھی کسی بھی جگہ خشونت ونفرت نہیں ہے۔ اس کے معنی صلاح کے ہیں سلم ضد فساد بھی ہے۔ جہاں صلاح ہے وہاں فساد نہیں ہوگا اور جہاں فساد ہوگا وہاں صلاح نہیں ہوگی۔ اس کے تمام مشتقات کا مفہوم صلاح سے قریب اور فساد سے بعید ہے۔ اسلام انسان کو اپنے نفس اور رب اور دیگر تمام انسانوں کے ساتھ ملائمات ومصاحبت کا طالب ہے انسانِ مسلمان کسی کے ساتھ بھی فساد نہیں چاہتا۔ مسلمان اپنے مسلمان برادران کے ساتھ فساد کے خلاف ہے وہ ہر جگہ

صلاح ہی صلاح چاہتا ہے اور فساد سے دور ہے۔

اسلامی۔

یعنی یہاں کے باشندوں کا نظام انفرادی و اجتماعی و اقتصادی اسلام ہوگا۔ اسلام وہ دین فطرت ہے جو انسان کی فطرت وخلقت سے ہم آہنگ وملائم ہے اس حوالہ سے یہ کہنا درست ہے یہ دین، دین بشریت ہے اور دین عالمی ہے اس حوالے سے دنیا میں تدوین وتنظیم شدہ آئین زندگی میں سے کوئی بھی آئین وقانون تمام کرۂ ارضی کا نظام چلانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس دین کو دین عالمی اور بشریت کہنا جذباتی و احساساتی نہیں ہے بلکہ اس دین کے اصول وشریعت کی تمام شقیں عقل کے مطابق ہیں۔ ہر مکان و ہر زمان اور ہر تغیر وتبدیل اس کے سامنے خاضع ہے۔ اس دین کا نظام انسانی معاشرہ کے احوال کو منظّم کرتا ہے اور انسانی نفس کے تمام تقاضوں کو تحفظ دیتا ہے۔

دین اسلام دیگر ادیان سے ممتاز وجدا ہے۔ دین اسلام اپنے نظام میں تبدیلی قبول نہیں کرتا ہے۔

اسلام محکم عقائد اور محکم شریعت کا حامل ہے دونوں تغیر وتبدل میں تغیر ناپذیر ہیں۔ اللہ کی وحدانیت اور محمدؐ کی رسالت کا عقیدہ بمعہ گزشتہ انبیاءؑ کی رسالت پر ایمان، حیات دنیا کے بعد ایک اور حیات پر ایمان، اقامہ صلاۃ، ایتاء زکوۃ، صوم رمضان، حج بیت اللہ اس کی شریعت ہے اسلام اپنی وسعت اور آفاقیت کے حوالہ سے تمام مسلمانوں سے بلکہ تمام انسانوں کے ضمیر ووجدان سے خطاب کرتا ہے۔

اسلام وہ دین ہے جو اپنے جیسی اور اپنے سے کمتر کسی مخلوق کے سامنے خاضع نہیں ہے ادیان سماوی سب کے سب اسلام ہیں۔ گرچہ ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ ﴾ (آل عمران ۱۹) اللہ کے پاس دین صرف اسلام ہے ﴿ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ (آل عمران ۸۵) لیکن یہود نے کبھی خود کو اسلام سے متعارف نہیں کروایا ہے، ہمیشہ کہا ہم یہود ہیں، ہم موسوی ہیں۔ دین نصاریٰ دین اسلام ہے لیکن مسیحی کبھی نہیں کہتے کہ ہم مسلمان ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ ہم مسیحی ہیں لیکن اُمت محمدؐ کا افتخار ہے کہ قرآن حکیم کے تحت اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا نام مسلمان رکھا اور وہ خود کو مسلمان کہنے میں بے حد فخر محسوس کرتے ہیں لیکن اگر کسی کو مسلمان سے چڑ ہے تو وہ امت کے حکمرانوں اور ان کے ماتحت افسران اور فرقوں کو ہے ﴿ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ﴾ (حج ۷۸) کے تحت ہمارا نام مسلمان ہی رکھا گیا ہے مسلمان ہونے کی وجہ سے ہم اپنے آپ کو محمدی نہیں کہتے ہیں قرآنی نہیں کہتے ہیں بلکہ مسلمان کہتے ہیں اور مسلمان کہلانا باعثِ فخر سمجھتے ہیں

کیونکہ بندے اور اللہ کے درمیان نبیؐ واسطہ ہیں اور جو بھی واسطہ میں یا واسطے تک پہنچ کر رک جائے گا وہ مشرک ہوگا لہٰذا ہم اپنے آپ کو محمدی نہیں کہتے ہیں چہ جائیکہ جعفری، چشتی، سنّی، حدیثی، بریلوی یا دیوبندی کہیں۔ ہمیں خود کو مسلمان کہنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا ہمیں حکم ہے اسلام پر رہیں اور مرتے وقت بھی مسلمان مریں۔

مسلمان وہ نہیں جو زندگی کے ایک شعبہ میں مسلمان ہو اور دوسرے شعبہ یا دوسرے شعبوں میں کفر کا پیرو ہو جس طرح سیکولر اور روشن خیال افراد کہتے ہیں ہمارا کل کا کل دین اسلام ہے لہٰذا ہماری تاریخ بھی اسلامی ہے جو بھی اسلامی تاریخ سے منہ موڑ کر غیر اسلامی تاریخ کو اپناتا ہے وہ اتنی مقدار میں شرک کا مرتکب ہوتا ہے جو علماء عظام اپنی مہر و دستخط شریف کے نیچے میلادی تاریخ لکھتے ہیں وہ اتنی مقدار میں مشرک ہیں۔

مسلمان اس انسان کو کہتے ہیں جو قرآن و سنت محمدؐ کو اپنا آئین حیات ہونے پر فخر وافتخار و اعزاز کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی عملی زندگی میں کسی اور آئین کو اس آئین پر ترجیح و فوقیت نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ قرآن کے مقابلہ میں کوئی کتاب نہیں اور محمدؐ کے مقابلہ میں کوئی ہادی نہیں۔

۲۔ جمہوریت:

جمہوریہ یعنی ضد استبداد، ضد آمریت ہے۔ جمہوریت مقبول عام نظام ہے لیکن جمہوریت آپ کو اس نظام کا نام نہیں بتاتی ہے جو نظام اسلام ہے اور نہ جمہوریت یہ بتاتی ہے کہ نظام اسلام کو لاگو کرنے کیلئے اسلام شناس، اسلام پیرا، اسلام گرائش مومن بالاسلام افراد کو منتخب کریں جس پر اس ملک کی اکثر و بیشتر ملت راضی ہے۔

یہاں جمہوریت سے مراد ملک میں موجود ہم وطنوں کو ملک کا نظام اور آئین بنانے میں شریک کرنا نہیں ہے بلکہ جمہوریت سے مراد یہ ہے:

ا۔ ایک دو پارٹیوں کا اقتدار پر آ کر لوٹ مار کرنا اور دوسروں سے انتقام لینا اور خصوصاً غریب عوام کا استحصال کرنا۔

مگر بدقسمتی سے جمہوریت بھی ایک مقدس گائے یا بچھڑا بن گئی ہے۔ جمہوریت ایک مسلمات اور ناقابل نقاش تصور بن گئی ہے، جمہوریت نے جو تحفہ یہاں کے لوگوں کو دیا ہے وہ بدعنوانی، بداعتمادی، مغرب پرستی، بلکہ دین میں الحادی اور لادینی فکر کو رواج دینا ہے ایک ایسی جمہوریت جو اسلام کی رو سے تمام معائب و قبائح کا مجموعہ ہو، جو عوام کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ نہ کرسکے اور جو نظام قرآن و شریعت کے احیاء و اجراء کی بجائے اسلامی نظام کو پامال کرتی نظر آئے تو اس جمہوریت کیلئے جان دینا اور اس پر فخر کرنا حقیقت میں ہمارے اوپر ایک

آمریت اور استبداد تصور ہوگا نہ تو اس جمہوریت کو عوام کی مرضی کے مطابق کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے عوام کی پسندیدہ حکومت کہا جاسکتا ہے۔

جمہوری نظام کو اکثریت کی حکومت کہنا ایک ڈھونگ اور دھوکہ وفریب ہے۔ یہ دراصل آمریت واستبدایت کا وہی چہرہ اور ظالمانہ نظام کا ایک ایسا نام ہے جس نام کو عوام پسند کرتے ہیں جمہوریت سے سیاسی احزاب بنا کر اس کی بنیاد پر انتخابات میں ملت کی اکثریت کی حکومت لانا ایک ناممکن تصور ہے اس سلسلے میں ہم تمام ریاضی دانوں کو تحدی اور دعوت مبارزہ دیتے ہیں۔

۲۔ یہ خواتین کے نام سے مردوں پر ظلم ہے۔ خواتین سے ہمدردی کے بہانے انھیں اس نام سے دگنے حقوق دینا ہے کہ وہ ایک دفعہ عام لوگوں کے ساتھ مل کر نمائندہ بنانے میں شریک ہوجاتی ہیں دوسری دفعہ انہی نمائندوں کے ووٹوں سے مخصوص نشستوں کے نام پر دوبارہ ان کو انتخاب کرتے ہیں اب تو خاصی بڑی تعداد میں خواتین عام نشستوں پر بھی مردوں کے مقابلے میں انتخاب جیت کر اسمبلی میں پہنچ جاتی ہیں، یہ ظلم ان کی نظر میں جمہوریت ہے۔

۳۔ اس جمہوریت میں توہین رسالت مآبؐ کی اجازت ہے۔ یہاں قائداعظم کی اہانت جائز نہیں ہے، اس کے لئے سخت ترین سزا ہے لیکن رسول اللہؐ کی اہانت کیلئے جو سزا مقرر ہوئی ہے وہ اس جرم کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے، یہ انصاف کے خلاف ہے آیا یہاں کے رہنے والے ہندوؤں، مسیحیوں، ارمنیوں، بت پرستوں اور سکھوں سب کو اجازت ہونی چاہیے کہ رسول اللہؐ کی اہانت و جسارت کریں جبکہ خود ان کی تنظیم کے آئین ودستور کی اہانت وجسارت جائز نہیں ہے۔ ۱۹۷۳ء کا آئین مقدس ہے اس کے خلاف بات کرنے والوں اور اس کی توہین کرنے والوں پر بغاوت کا مقدمہ چلایا جاتا ہے اور انہیں سخت ترین سزا دی جاتی ہے لیکن یہاں قرآن کی اہانت و جسارت کرنے والے کسی سزا کے مستحق نہیں کیونکہ یہ جمہوریت پسندوں، جمہوری حکومت چاہنے والوں اور یہاں کے حکمرانوں کی نظر میں مقدس نہیں ہے۔ یہ اسلام ومسلمین کے ساتھ خیانت ہے۔

تیسرا جملہ پاکستان ہے۔ **کلمہ پاکستان:** [پاکستانیکا ص ۳۴۰]

کلمہ پاکستان پورے عالم اسلام میں بہت دلکش اور پسندیدہ نام ہے اور یہ نام کسی بھی ملک کو نصیب نہیں ہوا ہے۔ دنیا میں رائج مسلمان ملکوں کے نام یا تو شخصیات سے منسوب ہیں یا رنگ ونسل سے منسوب ہیں یا جغرافیہ وغیرہ

سے لیکن نام پاکستان اہل طہارت ونزافت والوں کی جائے سکونت کا مفہوم ومعنی بیان کرتا ہے۔صرف یہ علاقہ و منطقہ مسلمان نشینوں کو نصیب ہوا ہے یہ اہل نجس کی جائے سکونت نہیں ہے جس کسی نے بھی اس نام کو اختراع کیا ہے یا یہ نام بطور تعارف اللہ نے کسی کی زبان سے جاری کیا ہے، یہ نام بہت پسندیدہ نام ہے۔

پاکستان کا لفظ ایک علیحدہ مسلم وطن کے لئے سب سے پہلے چودھری رحمت علی نے ۱۹۳۳ء میں استعمال کیا، اس وقت چودھری صاحب کیمبرج یونیورسٹی کے ایک طالب علم تھے۔انہوں نے ۲۸ جنوری ۱۹۳۳ کو ''اب یا کبھی نہیں'' کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں نہ صرف ایک علیحدہ مسلم وطن کے قیام کی تجویز پیش کی گئی بلکہ مجوزہ مسلم وطن کو پاکستان کے نام سے موسوم کیا گیا۔ چودھری صاحب نے اپنی تجویز میں پنجاب سے پ، صوبہ سرحد کے افغان سے الف، کشمیر سے کاف، سندھ سے سین اور بلوجستان سے تان لے کران کو آپس میں جوڑ کر پاکستان بنایا ہے۔اس کے بعد یہ لفظ تیزی سے مقبول ہوتا چلا گیا، ہندوستان کے مختلف علاقوں میں نہ صرف پاکستان کے نام سے تنظیمیں قائم ہوئیں بلکہ پاکستان کے نام سے اخبار وجرائد بھی جاری کئے گئے۔

''پاک'' یہ عربی کلمہ کے لفظ طہارت کا ترجمہ ہے قرآن کریم میں پاک ونجس واضح انداز ہ میں بیان ہوا ہے۔ قرآن میں مشرکین کو نجس کہا گیا ہے قرآن میں بعض چیزوں کو نجس کہا گیا ہے۔ جو افراد دین اسلام قرآن ومحمدؐ کا مذاق اڑاتے ہیں، جو مرتد از اسلام ہیں وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ نجس ہیں۔ٹھیک ہے اگر وہ یہاں رہنا چاہیں یا رہنا پسند کریں تو یہاں کی شرائط سے اتفاق کریں، یہاں کی مقررہ مالیات دینے پر تیار ہوں، اس ملک و ملت سے خیانت نہ کریں تو یہاں انہیں حق حیات ہے لیکن ان کے مسلمانوں کی طرح برابر کے حقوق ہونگے، یہ انہوں نے کہاں سے لیا ہے، کیا غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے حقوق وہاں کے غیر مسلموں کے برابر ہیں۔لہٰذا ہر آئے دن اقلیت کی شرط کو ہٹانے کی جو مہم چل رہی ہے، کیا وہ قیام پاکستان کے مقاصد کے خلاف نہیں ہے؟ کیا وہ اسلام کے خلاف نہیں ہے؟

آپ کونسی جمہوریت کو پسند کریں گے:

۱۔جمہوریت برطانیہ کو پسند کرتے ہیں تو ایک شخص کو بطور رمزی بادشاہ یا صدر دائم انتخاب کریں اس کو مادام العمر رکھیں۔

۲۔جمہوریت آمریکا پسند ہے تو صدارتی نظام برقرار رکھیں۔

۳۔جمہوریت عقابی پسند ہے مملکت کے تمام امور کو عقلی بنیاد پر چلائیں عوام کی خواہشات کے مطابق نہیں۔

۴۔عوام الناس کی خواہشات کے مطابق چلاتے ہیں تو مسلمانوں کی خواہشات کا بھی پاس رکھیں۔

۵۔جمہوریت شرعی پسند ہے تو مجلس شوریٰ انتخاب کریں جو امور شریعت سے آگاہ ہو۔

دین وحکومت میں رشتہ:

دین وحکومت دونوں میں تاریخ بشریت میں قدیم رشتہ ہے جب سے بشر کی اس زمین میں سکونت کی تعداد نے اجتماعی شکل اختیار کی ہے وہاں دین اور حکومت دونوں کا مقام بن گیا ہے۔دین اور حکومت میں کون سا رشتہ پایا جاتا ہے،ایک دوسرے کے درمیان ضد ونقیض یا دین کوئی دیگر چیز ہے یا ترادف معنوی رکھتا ہے یا بعض جگہ وحدت اور بعض جگہ افتراق پایا جاتا ہے۔

اس کے بعد جب طلوع اسلام ہوا یہ دونوں میں رشتہ کیسے آیا ہے یہ مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ انسان اس بارے میں اپنے دینی نقطہ نظر کو جان لیں۔

بین المذاہب ہم آہنگی بڑھانے کی ضرورت:

[روزنامہ دنیا پیر ۲۳ دسمبر ۲۰۱۳ بمطابق ۱۹ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ ق]

وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے گورنر ہاؤس لاہور میں کرسمس کے حوالے سے منعقدہ ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ بعض عناصر مذہب کو دنیاوی مقاصد کیلئے استعمال کرتے ہیں اسی سے ان کی دکان چلتی ہے، لیکن مذہبی منافرت پھیلانے والوں کا راستہ روکنا ہوگا انہوں نے کہا کہ پاکستان میں اقلیتوں کی خدمات کسی طرح بھی دوسرے شہریوں سے کم نہیں اور پاکستان کی اکثریت ان کی معترف اور قدردان ہے لیکن چندہ گمراہ لوگ فساد برپا کرتے ہیں اور اس کیلئے وہ مذہب جیسے پاکیزہ جذبے کا استعمال کرتے ہیں۔

وحدت الادیان: [مدرسۃ العصرانیون ص ۳۰۴]

۱۔موتمر تالیف بین الاسلام والنصرانیہ بیروت ۱۹۵۳۔۱۹۵۴ اسکندریہ۔

۲۔۲۶۔۲۸۔۱۹۹۵ منظمہ بوسنکیل۔

وحدت الادیان:

وحدت ادیان کے پرچم تلے وحدت قوم وملت وحدت اللغات وحدت وطن ان اہداف ومقاصد کے شعار جن افراد اور گروہوں نے اٹھائے ہیں وہ نوائے جنایات خبیثہ ونجسیہ کے حامل ہیں یہ ان کے اقوال وکردار کی بدبو سے ظاہر ہوتا ہے ان کا مقصد تمام ادیان کو ختم کر کے اپنے اختراع کردہ دین کو نافذ کرنا ہے ورنہ ان کے دین کو انہوں نے پہلے سے ذلیل وخوار کر کے کلیسا کے اندر دفنایا ہے۔

اس کے منادی کرنے والے قدیم دور سے عصر حاضر تک یہ گروہ آتا ہے۔

۱۔الحاد افکار کے حامل والوں کی طرف سے ہوا ہے۔

۲۔صوفیوں کی طرف سے ہوا ہے۔

۳۔یہودیوں کی خواب رہا ہے۔

۴۔نصرانیوں کی طرف سے شروع ہوا ہے۔

۵۔مھدیون کی سوچ رہا ہے۔

۶۔کمینوسٹیوں کی فکر ہے لیکن اس فکر کو کیسے جامہ عمل پہنچایا جائے یہ نا قابل ذکر شرم آور ہے۔

اتحاد کی تحریکیں:

۱۹۵۰ء کے دورانیہ میں برطانیہ اور امریکا نے ادیان سماویوں کی اتحاد کی تحریک شروع کی جس وقت ایک طرف سے اشترا کی کمیونزم اپنے عروج کی طرف جا رہے تھے دوسری طرف سے اسلامی تحریکیں بھی چل رہی تھیں۔ جب مسلمانوں کو بیدار ہوتے دیکھا تو انہوں نے اتحاد کی تحریکیں شروع کیں ان کی تحریک کا منشور واتفاق فرق اسلام ہے، اس سے مراد بچے کھچے اسلام سے بھی ان کی خاطر دست بردار ہونا تھا۔ چنانچہ ان کے اس مذموم عزائم کو فقیہ عالی شیخ محمد حسین کاشف الغطاء نے درک کر کے اپنے پیغام میں ''مثل علیانی الاسلام لا ہمدون'' اعلیٰ وارفع اقدار اسلام میں ہیں ''ہمدون'' میں نہیں۔اسی طرح ایران میں انقلاب اسلامی کی کامیابی کے بعد دوبارہ تقاہم ادیان کے عنوان کو دوبارہ اٹھایا۔

عالمی حکومت کا قیام:

یہودیوں کا عالمی یہودی حکومت کے قیام کا منصوبہ جس میں تمام امتیازات اختلافات کو ختم یا وحدت میں مدغم کریں بطور تسلسل جاری ہے جس میں پوری دنیا کی ایک زبان ایک قوم ایک حکومت ایک ثقافت ایک ہی دین

یعنی لا دینی کا دین جسے مختلف انداز سے بیان کرتے ہیں تفسیرات توجہات حکومت کمیونزم یا مفاد پرستوں کی حکومت مہدی ازم ہے اس کاوش کومختلف نام سے چلا رہے ہیں بعض اوقات تفاہم ادیان بعض اتحاد وطن بعض کفر وشرک حق و باطل بھائی بھائی وغیرہ چل رہاہے سب یہ آیاتِ متحدی قرآن سنت الٰہی سے متصادم ہے نظام اجتماعی انسان دگرگون نہیں کرسکتے ہیں حق و باطل ظالم ومظلوم خیر وشر کی جنگ استبعاد وآزادی خواہوں کے حق اور خواہشات کی جنگ چلتی رہے گی لہٰذا ان اقتوماتی اصطلاحات اتحادی کے دھوکہ میں کوئی نہ آئیں حج ۳۸۔۴۰ یونس ۹۹

سیکولرزم اور اسلام میں موازنہ ومقارنہ:

انسان موجود دو بعدی ہے یعنی وہ دو عناصر ممتاز سے بنا ہے ہر ایک کے تقاضے جدا اعمال وکردار ایک دوسرے سے مختلف متفاوت ہیں:

۱۔جسم وجسمانیت رکھتا ہے یعنی ایک بعد جسمانی ہے اس کے اپنے تقاضے ہیں کھانے پینے گرمی سردی آندھی گرد وغبار خوشبو بدبو سے متاثر رہتا ہے۔اور نیاز رکھتا ہے۔

۲۔روحانی روحانیت علم آگاہی قدرت توانائی خوشی مسرت حزن واندوہ پریشانی دکھ مصائب اس کی اتار وچڑھاؤ رکھتا ہے جہاں روح افسردہ محزون ہو جہل ونادانی ہوا جسم کوئی کام وحرکت کیلئے آمادہ نہیں ہوتا ہے۔

نظام سیکولرزم واسلام میں فرق:

متمدن ترین سیکولرزم حکومتوں کی تمام تر کوشش یہ رہتی ہے کہ معاشرے کے وسائل زندگی فروزاں کرنے امن وامان بحال کرنے تعدی تجاوز نہ کرنے باہمی تعلقات استوار کرنے کے قوانین بنائیں پھر اس کو نفاذ کرنے کے لئے قابل لائق افراد پیدا کریں جب کہ نظام میں یہ شق پہلے سے بطور آمادہ موجود ہے۔

نظام اسلام کے چہرے:

پاکستان کے سیکولر پاکستان کو اسلام سے دور رکھنے کیلئے مختلف متعدد انداز استعمال کرتے ہیں ان میں منافقانہ دھوکہ اغفال والے انداز ہیں۔

۱۔پاکستان کو آئیڈیل اسلامی ملک بنانا ہر پاکستانی کا خواب ہے وہ ایک ایسا اسلامی معاشرہ تشکیل دینا چاہتے ہیں جو دنیا میں اچھوت بن کر نہ رہ جائے بلکہ لوگ تقلید کریں ایک ایسا اسلامی معاشرہ شرم وحیاء احترام آدمیت جس کا

امتیازی وصف ہو خواتین کو مردوں کے مساوی حقوق حاصل ہوں انہیں زندگی کے ہر شعبے میں آگے بڑھنے کے مساوی حقوق ہوں نظام اقتصاد اسلامی ہو نظام عدل بے مثال ہو برتری اور فضیلت کا معیار دولت اور اثر رسوخ کے بجائے اخلاق جہاں ویکسین لگانے والی ٹیموں پر حملہ نہ لڑکیوں پر تعلیم اور عورتوں پر ڈرائیونگ کی پابندی نہ ہو جہاں عورت کے محرم چند افراد نہیں بلکہ پورا معاشرہ ہو ایسا مثالی امن و امان ہو کہ زیورات سے لدی عورت کراچی سے خیبر تک سفر کرے کوئی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے یہ ہے حقیقی اسلامی معاشرہ کے خدوخال۔

یہ شکل وہی اسلامی معاشرے کی ہے جس کے فروغ و اشاعت کیلئے مغرب این جی اوز اور دوہری شر یعت والے دن رات سرگرم عمل ہیں، لڑکیاں زیورات سے لدی آسائش زیبائش تحسنیات سے بھری نکل رہی ہیں، باپ سے باغی پسند کی شادیاں کر رہی ہیں۔ البتہ اسلام پسند سوات وزیرستان والے ہوں یا اندرون سندھ پنجاب بلوچستان والے ہوں اپنی بہن بیٹیوں کو ایسے حالات میں جب دیکھتے ہیں تو مزاحمت کر رتے ہیں ان مزاحمتوں کے خلاف اسمبلیوں میں مذمتی قرارداد بھی دیتے رہتے ہیں۔ محرم کا تصور تو ختم ہو چکا ہے اچھے خاصے صوم وصلاۃ والے گھرانے اپنی بیٹیوں بہنوں کو دفتروں میں دوسروں کے شانہ بشانہ یا آمنے سامنے بیٹھنے کو قباحت محسوس نہیں کر رہے ہیں۔

۱۔ آمریت:

آمریت، مادہ آمر سے ہے یہ مصدر یت جعلی کا معنی دیتا ہے کسی عمل کو کسی شخص پر بغیر کسی سند کے ٹھونسنے کو کہتے ہیں۔

آمریت کے چند مصادیق ہیں:

۱۔ شخصی حکومت یعنی بادشاہت جہاں ملکی نظم و نسق بادشاہ کی صوابدید وامر و نہی سے چلتا ہے وہاں کوئی آئین مدون نہیں ہوتا۔

۲۔ عسکری حکومت میں ملک عسکری نظام کے تحت چلتا ہے یہاں کسی شخص کی حکومت نہیں بلکہ ایک گروہ اور ایک طبقہ کی حکومت ہوتی ہے ہمارے ہاں آمریت کا واویلا، داد و فریاد اور جسکے مرثیے پڑھے جاتے ہیں اس سے مراد عسکری حکومت ہے۔

۳۔ نام نہاد جمہوریت جہاں ملک جمہوریت کے نام سے چلتا ہے لیکن واقعاً اور حقیقت میں یہ بدترین آمریت و استبدادیت کے نظام کی ہی ایک شکل ہوتی ہے جیسے کمیونزم اور اشترا کی جمہوریت جسے گزشتہ دور میں لیبیا و عراق و سوریا میں چلایا گیا ہے سب سے بدترین استبدادیت و آمریت امریکا و یورپ کا نظام ہے جو مسلمان ملکوں پر نافذ ہے۔

۴۔ احزاب سیاسی کی اپنے داخلی اور حکمرانی دور دونوں میں آمریت و استبدادیت ہے یہ فوجی آمریت سے بہتر نہیں تو کمتر بھی نہیں ہے۔

مناسب ہوگا ہم یہاں پر فوجی نظام حکومت کے حسن وقبح کے بارے میں کچھ گزارشات کریں۔

علامہ مہدی شمس الدین مرحوم اپنی کتاب دراسات فی نہج البلاغہ ص ۶۳ پر لکھتے ہیں عسکریون ایک ہی وقت میں خطرہ بھی ہے اور ضرورت بھی۔ خطرہ اس لئے ہے کہ یہ طبقہ اور یہ گروہِ اجتماعی تمام طبقات میں سب سے زیادہ طاقت ور وقدرتمند گروہ ہے۔ اس میں پورا لشکر ایک شخص کی اطاعت میں ہوتا ہے جدید ترین اسلحہ ان کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، اگر وہ کسی پر ٹوٹ پڑیں، انقلاب لائیں تو کوئی ان کو روک نہیں سکتا، اگر وہ ظلم پر اُتر آئیں تو انھیں روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ اللہ نہ کرے کہ ایسا تصور وخواہشات ان کے سینوں میں جنم لے، یہ اس طبقہ کا تقاضا ہے ان کے وجدان، تصورات و ذہنیت میں غلبہ پانا، دوسرے کو چیرنا اور دوسرے کو جان سے مارنا، حیات سے محروم کرنا اِس جیسے متکبرانہ و آمرانہ تصورات ان کے وجود کا حصہ ہیں، یہ اپنی جگہ اس وقت مذموم و ناپسند ہے جب یہ طاقت وقدرت ضعیف و ناتواں امت پر پڑے ورنہ جس مقصد کے لئے یہ گروہ بنایا گیا ہے یہ اس کا بنیادی تقاضا ہے اس کے بغیر یہ مذموم و ناقص گروہ ہوگا، ان کے لئے جو مشاکل ہیں انھیں سختی و جبر وتشدد کے راستہ سے ہی گزرنا ہے، یہ صفات ان کے لئے ضروری ہیں، اگر یہ صفات ان میں نہ ہوں تو یہ عسکر نہیں کہلائیں گے، فوج نہیں کہلائیں گے، ان سے خطرہ بھی ہے لیکن یہ ضرورت بھی ہے کیونکہ ان سے ہی امن مملکت برپا ہوتا ہے ان سے ہی امن وسکون سے حاکم حکومت کرسکتا ہے، انہی سے ہی سفیہ و پاگل اور احمقوں کی حرکتوں سے حکمران بچ سکتے ہیں۔

قائد عسکری ضروری ہے کہ صاحب نفوذ و ہیبت ہو، اس کے اوامر و ہدایات کو نفوذ ہو، اس میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ لشکر کی طبیعت یہ ہو کہ وہ ہمہ وقت اطاعت کیلئے آمادہ ہو، اس کے بغیر کوئی عسکر نہیں چل سکتا ہے۔ رئیس قائد لشکر

صاحب نفوذ وہیبت ہو، اطاعت اس کے لئے ضروری ہو، وہ اپنے ماتحتوں کے تمام مسائل اور ضعف وکمزوریوں سے واقف وآگاہ ہو، ان کی امکانیات سے واقف وآگاہ ہو اور نقص وعیب سے بھی آگاہ ہو۔

فوج کا ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے ساتھ داخلی نظام کا سنبھالنا کچھ اس طرح سے ہے جس طرح کوئی اور ملک آکر اس ملک کو چلائے تھوڑے سے فرق کے ساتھ ایک انسان اپنے گھر کے پالے حیوان کے گلے میں چھری چلا رہا ہے۔ فوج اس ملک کے تمام طبقات سے زیادہ بلند مقام والا اور محترم ومعزز طبقہ ہے یہ اس ملک کے باشندوں کی جان ومال اور غیرت وآبرو وناموس کو اغیار کے نرغے سے بچاتے ہیں لہٰذا اسلام میں فوج کی بہت فضیلت ہے۔

فوج جند اللہ ہے یہی طبقہ حکومت وملک ومعاشرے کے حامی ومحافظ ہیں۔ اسی گروہ سے سرحدیں محفوظ رہتی ہیں اعراض ونوامیس کی عزت محفوظ رہتی ہے، معاشرہ ان سے محفوظ رہتا ہے اسی وجہ سے امیر المومنین نے اپنے مالک اشتر کے نام لکھے گئے اس دستور نامہ میں فرمایا ہے جنود اذن اللہ سے رعیت کی دیوار ہے یا قلعہ رعیت ہے، والیوں کی، حکمران کی زینت ہے، دین کی عزت ہے، امن کا راستہ ہے، رعیت قائم نہیں رہ سکتی مگر بغیر فوج کے، اجتماع کا یہ ستون ہے پھر امام علیؑ فرماتے ہیں یہ جو اتنی ذی مقام وذی قدر ذی القاب جسیمہ اپنی جگہ قائم نہیں ہوسکتا مگر جب تک ان کے سرپرست کو سب سے زیادہ اللہ ورسولؐ اور وقت کے راعی امام کے لئے نصیحت کنندہ تابع دار نہ ہو۔ اور جب تک اس کا دامن ہر برائی سے پاک نہ ہو اور جب تک یہ حلم وبردباری میں سب سے افضل نہ ہو۔

پھر فرماتے ہیں یہ شخص غصہ وغضب میں دوسروں سے دیر سے غضب میں آتا ہو اور غلطیوں میں عذر خواہی میں جلدی کرتا ہو، ضعیفوں پر مہربان اور اشقیاء پر سخت ہو، ہو ضعیف وناتواں ان کو زمین گیر نہ کرتا ہو، ایسے افراد کو اچھے اور صالح گھرانوں سے منتخب کریں جن کے سوابق بہتر ہوں صاحبان شجاعت وسخاوت وسماعت ہوں۔

میں عرصہ بارہ سال سے اپنی تالیفات کی وجہ سے اپنے فرقے کے اکابرین وعمائدین کے حکم مجازات کے مطابق گھر میں نظر بندی کی زندگی گزار رہا ہوں۔ آنکھ کی بینائی میں بھی کمزوری آئی ہوئی ہے، اخبار کے کالم نہیں پڑھ سکتا ہوں لہٰذا ہماری نظام عسکری کے بارے میں معلومات صفر ہیں جب چھوٹے تھے تو سنا تھا کہ پاکستان نے اسلامی بم بنایا ہے، خوشی ہوتی تھی، پاکستان کا نام بلند ہوگا، اسلام کا نام بلند ہو جائے گا، یہ تنہائی نظر نہیں بلکہ اندرون اور بیرون ملک ہم جیسے ضعیف وناتوان کا ارمان وآرزو ہے۔ کبھی ہمیں تاریخ اسلام لکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ملک و

ملت، غیور وصبور مجاہدین کی وجہ سے محفوظ رہتے ہیں اسلحہ کے کثرت استعمال یا فلک بوس عمارتوں اور عیاشیوں اور سہولتوں کی کثرت سے نہیں جس طرح بلند و بالا اور وسیع وعریض عاد وارم جیسی دینی درسگاہوں سے علم کو فروغ نہیں ملتا ہے بلکہ تنہا کاوش والے طالب علم اور علماء سے فروغ ہوتا ہے۔ اسی طرح ملک وملت بھی فوج باایمان یا ضمیر وعزت وغیرت وناموس رکھنے والے جوانوں کی وجہ سے محفوظ ہوتا ہے۔ ہمیشہ اس فوجی سپاہی یا افسر کو انعام یا تمغہ دیا جاتا ہے جو محاذ جنگ میں زخم کھاتا ہے تسلیم دشمن نہیں ہوتا ہے، عیاش افسران کو تمغے نہیں ملتے۔ تاریخ میں دیکھا ہے کہ سلطنت عباسی اور صفوی کا عسکری نظام میں خلل اور بے پروائی سے اور دولت بچانے کیلئے فوجیوں پر تشدد اور عوام پر تشدد سے زوال ہوا ہے۔

ملک میں قائم عسکری طبقہ کی اصلاح وتقویت کی بجائے ایک طرف سے ان کو یہ کہنا کہ وہ اب زیادہ عیش ونوش کے عادی ہوگئے ہیں اور دوسری طرف سیاسی طبقات کی جانب سے آمریت آمریت کہہ کر ان کی زیادہ تذلیل وتحقیر کروائی جاتی ہے اور ان کو زیادہ رام کرنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے یہ روش نہ بدلی تو سب کا حشر خلیفہ مستعصم باللہ، عباس شاہ، سلیمان صفوی اور صدام حسین واہل عراق وافغان جیسا ہوگا، سب ذلیل وخوار ہونگے، ہر ایک کو اپنی حدود میں رہ کر اپنے فرائض کو احسن طریقے سے ادا کرنا چاہیے، ایک اگر ملک کے محاذوں پر جانیں داؤ پر لگا کر جان ہتھیلی میں رکھے گرمی سردی اور طوفان بادوباراں کی پرواہ کئے بغیر ملک کی حفاظت میں مصروف ہے اور دوسرا جب ملک کی دولت لوٹ کر صندوق بھر کے اس کے خلاف حکم صادر فرمائے گا تو اسلام کے نام سے بنائے گئے ملک پر کفر والحاد، سوشلزم اور کمیونزم کا رائج قائم ہوگا تو یقیناً فوج کے واپس شہروں میں آنے کی نوبت بھی آسکتی ہے اور حکمرانی کی لذت اٹھانے کے بعد بار بار آنے کا دل بھی چاہے گا، یہ تعیش ونوش وہاں کہاں ملے گا۔ یہاں پر رخت رقابت کریں، بہتر ہوگا۔ فوج وسیاسی قیادت جو بھی فیصلہ کرے اس میں اسلام ومسلمین کے مفاد اور ملک کی بقاء اور سالمیت واستحکام کو ہر چیز پر مقدم وترجیح دے۔

آمریت جسے استبدادیت بھی کہتے ہیں اس کا ارتکاز ہمیشہ دوسروں پر ظلم، ان کے حقوق کی پامالی اور حقوق کا اعتراف کرنے سے گریز سے ہوتا ہے شخص آمر ومستبد لوگوں میں اپنی من مانی خواہشات وارادہ کے مطابق حکومت کرتے ہیں، وہ کسی اور چیز کا خیال نہیں رکھتے، وہ کسی دین وشریعت کے پابند نہیں ہوتے وہ ہمیشہ طاقت کے استعمال کی طرف نظر رکھتے ہیں یا وہ طاقت کو استعمال کرتے ہیں یا وہ ضمیروں کو خریدنے پر تلے رہتے ہیں دونوں

صورت میں یہ استبداد ہی ہے یا لوگوں کے حقوق تلف ہوتے ہیں یا بیت المال مسلمین ایسے لوگوں کو دینا پڑتا ہے جو مستحق نہیں ہوتے۔

مخالف وموافق سب نظام آمریت کی مذمت کرتے آئے ہیں، آمریت سے مراد نظام عسکریت اور فوجی و عسکری اقتدار ہے۔ چاہے لوگوں کو کتنی ہی آزادی کیوں نہ دے دی جائے، استصواب رائے نہ کرانے، فوج کے ملک کو چلانے اور منصب پر بیٹھنے کو آمریت کہتے ہیں۔ آمریت واستبدایت جہاں کہیں بھی ہوحتیٰ جہاں شفقت ومحبت پدری اور بچوں کی ناچاقی کی بنیاد پر ہو یا زوجات کی طرف سے نافرمانی وسرکشی یا دین کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز ہو یا اس پر تعزیرات کے غلط استعمال سے ہو یا عسکری قیادت کی طرف سے اس مملکت کی خاطر تدبیرات میں استعمال ہونے والی آمریت واستبدادیت ہو، اسے مذموم ہی گردانا جائے گا۔

اس نظام کے تسلسل میں دو شخص تاریخ پاکستان میں اعلیٰ مثالِ آمریت بنے ہیں ایک ضیاء الحق کی اسلام پسندی و دین داری کا احترام وغیرہ ہے اس کے باوجود ان کی حکومت بدترین نظام آمریت کا نمونہ ومثال کہی جاتی ہے کیونکہ انہوں نے عرصہ دراز اس ملک پر حکمرانی کی ہے بلکہ ان کے بعد والی جمہوری حکومت کے نظام کو زندہ پروردہ ضیاء کہا جاتا ہے دوسری شخصیت پرویز مشرف کی الحادی وعسکری حکومت ہے جس نے اقتدار پر آنے کے بعد دین کا مسخرہ کیا اور کوڑے مارنے کی بجائے افراد ہی کو لاپتہ کیا اور ملک کو دوسروں کے ہاتھوں میں دے دیا بہر حال یہ نظام نظام عسکری ہے جس طرح گوسفند کو ذبح کی جگہ پر پہنچانے کے لئے سبز ٹہنی دکھائی جاتی ہے اسی طرح یہاں کے لوگوں کو نظام عسکری وآمریت سے بچانے کیلئے یہ مقولہ مشہور کیا گیا ہے کہ بدترین جمہوریت اعلیٰ ترین آمریت سے بہتر ہے لیکن اس کی سند ومنطق کیا ہے؟ اس کو کبھی بھی کسی نے نہیں کھولا۔ بہت سے الفاظ اور اصطلاحات اپنی طاقت یا زیادہ استعمال کی وجہ سے مشہور ہو جاتے ہیں ان کو من عن قبول کیا جاتا ہے اور ان کی سند ودلیل نہیں پوچھی جاتی جیسا کہ ملک کے اعلیٰ وارفع قانون دان وقانون شناس اور قانون اجراء کرنے والے بھی کہتے ہیں ملک کفر سے چل سکتا ہے ظلم سے نہیں حالانکہ کفر بھی ظلم کا موجد وبانی ومربی ہے ملک ظلم سے نہیں چل سکتا ہے اس کی دوسری متبادل اصطلاح کے طور پر یہ جملہ لایا گیا ہے کہ بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے بہتر ہے۔

آمریت واستبدادیت ضد بشریت اور ضد عدل وانصاف ہے، آمریت مولود انانیت وفرعونیت ہے قرآن کریم

نے آمریت کو ضد اسلام گردانا ہے لہٰذا ہم آپ کے لئے اسلام اور آمریت کے درمیان فرق کو واضح کرنا چاہیں گے اور دیکھیں گے کہ آمریت کی کیا کیا شناخت ہے اور اس کی کیا پہچان ہے

مارشل لاء قیام پاکستان کے بعد:

پہلا مارشل لاء جو لگا ہے وہ حسب پاکستانیکا گورنر جنرل غلام محمد نے لگایا۔ انہوں نے میجر جنرل اعظم خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نامزد کیا یہ مارشل لاء ۶۹ دن تک رہا اور ۱۹۵۳ء میں اٹھایا گیا، دوسرا مارشل لاء ۱۹۵۸ کو سکندر مرزاء نے لگایا، انہوں نے ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نامزد کیا، انہوں نے ۱۹۵۶ء کے آئین کو منسوخ کیا۔ اسمبلیاں برخاست کی گئیں اور سیاسی جماعتوں پر پابندیاں لگائی گئیں۔ تیسرا مارشل لاء ۱۹۶۹ء میں ایوب خان کے استعفیٰ کے بعد یحییٰ خان نے لگایا ہے، انہوں نے ۱۹۶۲ء کے آئین کو منسوخ کیا، اسمبلیاں توڑ دیں اور سیاسی جماعتوں پر پابندیاں لگائیں چوتھا مارشل لاء ستمبر ۱۹۷۱ کو یحییٰ خان کے استعفیٰ کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے لگایا اور وہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنے یہ مارشل لاء ۲۱ اپریل ۱۹۷۲ کو ہٹایا گیا۔

۵۔ پانچواں مارشل لاء ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل ضیاء الحق نے لگایا اور سیاسی سرگرمیوں پر پابندیاں لگائیں۔

۶۔ چھٹا مارشل لاء جنرل پرویز مشرف نے لگایا ہے۔

ملک میں مارشل لاء پروفیسر عبدالغفور نائب امیر جماعت اسلامی اپنی کتاب پھر مارشل لاء کے ابتدائی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ دستور کی تدوین کے بعد عام لوگوں کا خیال یا تاثر یہ تھا کہ اب حالات صحیح رخ پر گامزن ہوئے ہیں یا ہو جائیں گے اس دستور کی روشنی میں الیکشن کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر دیا اور بنائے ہوئے دستور کو منسوخ کیا، سیاسی جماعتوں اور رہنماؤں پر پابندیاں لگائیں اور جمہوریت کی بساط لپیٹ دی گئی اور جمہوریت کا بڑا ڈھونگ رچایا گیا پھر ۱۹۶۲ء کا دستور مسلط کر دیا گیا اس دستور کی روشنی میں بالواسطہ انتخابات کرائے گئے ۱۹۶۹ء میں ایک بار پھر مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور ۱۹۶۲ء کا دستور منسوخ کیا گیا، اسمبلیوں کو برخاست کیا گیا اور وعدہ کیا گیا کہ جلد ہی قومی نمائندوں کو حکومت سونپ دی جائے گی چنانچہ انتخابات کرائے گئے جس کے نتیجہ میں ملک تقسیم ہو گیا۔

مارشل لاء کے اقدامات: [ص ۵۲۳]

ایوب خان کی قیادت میں مارشل لاء انتظامیہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی ملکی نظم و نسق کو بہتر بنانے پر

خصوصی توجہ دینا شروع کردی، سب سے پہلے تو مارشل لاء کے زور سے امن وامان کی صورت پیدا کردی اور اس کے ساتھ ہی ان جرائم کا خاتمہ کرنے کے اقدامات اٹھائے گئے جن کے باعث سابقہ حکومت کو ناکامی اور انتشار کا شکار ہونا پڑا تھا مارشل لاء کے فوری ضوابط کے تحت متعدد اخلاقی اور سماجی جرائم کے خاتمہ کے انتظامات بھی کئے گئے۔آغاز کار میں مارشل لاء حکومت نے اسمگلنگ رشوت ستانی کی لعنت کے خاتمہ کے اقدامات کئے پھر قیمتوں کو کنٹرول کرنے پر توجہ دی۔ایوب خان کی فوجی حکومت نے تعلیمی' قانونی' مالیتی' زرعی اصلاحات پر توجہ مرکوز کی اسی طرح بنیادی جمہوریت کے نظام کی بنیاد رکھی ۱۹۵۸ء میں تعلیمی کمیشن قائم کیا گیا اور اس قومی تعلیمی کمیشن نے ۱۹۵۹ء کو اپنی رپوٹ پیش کی تھی۔

آفات سربراہان:

سب سے بڑی اور لاعلاج ناقابل تعدیل آفت مصیبت عیب کثرت ماکولات ومشروبات ہے انواع ماکولات ومشروبات میں غرق سربراہ عوام الناس کی نظروں میں سے گرجاتا ہے نیز وہ خود معتدل صحت ومزاج سے گر کر مرضی بطن وجسم میں مبتلاء ہوجاتے ہیں تاریخ سربراہان میں اس آفت میں مبتلاؤں میں سلیمان بن عبد الملک بن مروان کا ذکر کرتے ہیں ان کی مقدار اکل وشرب کے بارے میں شاید مبالغہ کیا ہوگا یہاں تک یقین نہیں آتا ہے کہ ایک شخص اتنا کیسے کھاسکتے ہیں وہ کثرت اکل وشرب میں معروف ومشہور تھے وہ اس کی وجہ سے بیمار وعلیل ہوگئے نوعمری میں ہی جان دے دی اسی طرح واثق بن معتصم خلیفہ عباسی کے بارے میں ذکر ہے کتاب اداب الملوک ص ۱۵۵۔ان کی آفتوں میں سے ایک آفت کثرت غلام وکنیز وخدم تھے متگزار اس سلسلہ میں ہارون رشید کا نام لیتے ہیں ان کے کتنے خدام وحشم تھے اس کو چھوڑتے ہیں مربی زوجہ یحیٰی برمکی مادر جعفر کے خداموں کا ذکر سنا ہے۔مملکت کی صلاح وفساد کا انحصار معاشرے کے دو طبقات سے وابستہ ہے ایک حکمران دوسرا علماء جب تک حکمران قانون کو اس طرح سے بغیر کسی لچک وتردد وتامل کے نفاذ کرتے ہیں جہاں جرم میں وارد مجرم کو سزا ملی ہو وہ کوئی جرم کا ارتکاب نہ کرے۔

ھندوستان میں مسلمانوں پر کیسے آفت پڑی کیسے ان کو دین سے جدا کیا گیا۔

حکمران گریز کریں:

۱۔ایسے وعدے وعید نہ دیں جو کرنا نہیں ہے یا کر نہیں سکتے۔

۲۔بادشاہ یا حکمران غصہ نہ کرئے کیونکہ قدرت اس کے ہاتھ میں ہے بخل و کنجوسی نہ کرے کیونکہ وہ ناداری کے جواز کا بہانہ نہیں کر سکتا ہے وہ کسی سے حسد و کینہ نہ کرے وہ مجازات سے مافوق ہے وہ کسی سے حسد نہ کریں کیونکہ خود اس سے مافوق کوئی نہیں ہے وہ جھوٹ نہ بولیں کیونکہ کوئی ان کو جبری نہیں منوا سکتا ہے۔

۳۔حکمرانوں کا استغراق در شراب لھو و لعب ان کو بڑی بڑی ذمہ داریوں یا ان کے خلاف ہونے والی سازشوں سے غافل کرتا ہے۔

۴۔خواہشات کو پورا کرنے کی عادت نہ بنائیں دوسروں کے آراء نصائح سے روگردانی نہ کریں۔

۵۔اپنے امورات کو اصول و موازین غیر مستقر غیر مسلمہ غیر مطمئن پر اصرار نہ کریں۔

۶۔مصیبتوں اور حوادث کے مواقع پر عام اوباشوں سے مدد نہ لیں۔

۷۔نچلے لوگوں کو ممبران نہ بنائیں۔

۸۔چھوٹے چھوٹے امورات پر نظر نہ دوڑائیں وہ بڑے مسائل سے باز رکھیں۔

۹۔چغلبازیوں پر کان نہ دھریں۔

۱۰۔اپنے دیوان دفتر میں کوئی ایسا بازار نہ رکھیں جہاں مراتب و منازل حکمرانی کی بولی لگتی ہو۔

۱۱۔حکمرانوں کے مصائب و نقائص میں سے عیش و نوش میں اسراف و تبذیر کرنا ہے یہ چیز ان کے لئے وبال جان بن جاتی ہے اس سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں بہت سے حکمران کثرت اکل و شرب اور جنسیات کی وجہ سے جوانی میں ہی قریب المرگ ہوئے ہیں۔

۱۲۔کثرت ملازمین وزراء ان کی ناکامی کا سبب بنتا ہے۔

عیاش حکمران:

روزنامہ دنیا بروز جمعرات ۶ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ ق ۷ فروری ۲۰۱۴ کو اظہار الحق نے ایک کالم ظاہر کی آنکھ پر لکھا ہے اس میں اپنے ملک کے بعض حکمرانوں کی عیاشی کا ذکر کیا ہے۔

۱۔یوسف رضا گیلانی ایک سوٹ دوسری بار نہیں پہنتے تھے اس میں مبالغہ بھی ہو حقیقت بہر طور یہ ہے کہ ٹرکوں کے ٹرک اور کاٹنوں کے کاٹن ملبوسات سے بھرے باہر سے آتے تھے اور ان کے ڈیفنس لاہور والے محلے میں

اتارے جاتے تھے خلیج کے اخبار نے پوری کہانی چھاپی تھی۔۔

۲۔ پرویز مشرف کنالی کے سوٹ پہننے لگے جس کی قیمت شروع ہی ڈیڑھ لاکھ سے ہوتی ہے۔

۳۔ پاکستانی حکمرانوں کا دوسرا گھر دبئی جدہ لندن میں ہوتا ہے۔

۴۔ایک پاکستانی افسر ٹریننگ کیلئے امریکا گیا ہر کلاس میں سوٹ بدلتا تھا یہاں کے کسی ذمہ دار نے سمجھایا جناب کسی کارپوریشن کی میٹنگ میں نہیں آئے ہیں یہاں کلاس اٹینڈ کرنے آئے ہو ہم جیسے لباس جوتے پہنا کرو۔

۵۔ ۱۹۸۸ کے قریب پہلی بار قانون ساز اسمبلی میں جناب غلام محمد سلیم کے سوٹ کیلئے پینتیس ہزار روپے مساجد سے گئے تھے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نظام تعلیم:

کہا جاتا ہے آٹھارویں صدی کو ہندوستان میں مسلمانوں نے انگریزی نظام تعلیم سے بغاوت کی تھی لیکن اس بغاوت ونافرمانی اور ناراضگی و سرسید احمد خان نے دوسرے کیپسول میں ڈال کر اپنے ہی وطن کے اخراجات سے اُسی نظام تعلیم کو احیاء کیا' آج بہت سے اسلام پسند عناصر کا یہ کہنا ہے کہ سرسید احمد خان وہ پہلا شخص ہے جس نے برصغیر میں انگریزی نظام تعلیم کو لاگو کیا ہے۔غلامی سے آزادی چاہنے والے سرکار کی زبان کو سیکھ کر سرکار سے بغاوت کریں گے،مقابلہ کریں گے برابری کریں گے یہ تصور بیہودہ دھوکہ بازی میں سرسید احمد خان نے دیا' ملک تقسیم ہونے کے بعد اسلامی جمہوریہ بننے کے بعد بھی انگریزی نظام تعلیم کو اپنے دینی' نام مرتضیٰ فاطمہ محمد علی کے نام سے گوشہ وکنار میں جاری رکھا ہوا ہے اور اس تعلیم سے بے بہرہ اور عاری لوگوں کو دقیانوسی کہا جاتا ہے رجعت پسند کہا جاتا ہے لے دے کر اس نظام تعلیم میں قرآن وسنت کے کچھ ابواب اور تاریخ اسلام کے کچھ صفحات موجود تھے، بچے کچھے اسلام کا نام جو تھا اسے پرویز مشرف نے نکال کر اداکاروں، رقاصوں، ادیبوں اور صوفی پیروں کو دے کر اسلام سے خالی کرایا ہے۔اور اس ملک میں اس نظام تعلیم کیلئے آج بھی مغرب اخراجات دے رہا ہے ۔اور پھر یہی سود اسلام نوبل انعام یافتہ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے سڑکوں پر آکر امریکہ مردہ باد کا نعرہ بھی لگاتے ہیں۔

موبائل اور معاشرتی بربادی: [مجید احمد ملتانی]

موبائل نے جہاں ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے وہاں معاشرے میں برائی کو بھی فروغ دیا ہے برائی کو پھیلانے میں بلاواسطہ یا بالواسطہ موبائل کا ہاتھ ہے اب تو جدھر نظر اٹھے برائی ہی برائی نظر آتی ہے کالج ہو یا یونیورسٹی باہر ہزاروں عاشق موبائل تھامے نظر آتے ہیں کوئی تصویریں بنا رہا ہے کوئی ویڈیو بنا رہا ہے پڑھائی کم اور عیش زیادہ ہو رہی ہے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں جب سے پاکستان میں موبائل آیا ہے سرکاری اسکول کے رزلٹ پر بھی برا اثر پڑا ہے ناخواندگی بڑھنے لگی ہے اور دشمن کامیاب ہو رہا ہے سردیوں کا موسم نئی نسل کے لئے بہار ہے شام ڈھلتے ہی رضائی میں گھس کر باتیں شروع ہو جاتی ہے میسج اور کال کا سلسلہ تو ساری رات جاری رہتا ہے صبح کو سر درد کا بہانا بنا کر کالج یونیورسٹی سے چھٹی لی جاتی ہے یوں لگتا ہے نئی نسل ترقی کے بجائے اپنے آپ کو برباد کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

ماں باپ کی قدر جاتی رہی لڑکیوں کے سروں سے دوپٹہ یوں غائب ہوا جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔اسمگل شدہ فلمیں چند روپوں میں جگہ جگہ دستیاب ہیں۔حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض میموری کارڈ میں پہلے سے ہی غیر اخلاقی ویڈیوز شامل کر دی گئی ہیں جو موبائل آن کرتے ہی دیکھی جاتی ہیں دوسری بات یہ کہ بعض دکانوں پر کسٹمرز کو بیس روپے پر تین چار گھنٹوں پر مشتمل ویڈیوز مہیا کی جاتی ہے جس سے نئی نسل تباہ ہو رہی ہے فحاشی بڑھانے میں موبائل شاپ والوں کا بھی بڑا کردار ہے نہ جانے اب تک ان پر پابندی کیوں نہیں لگائی گئی سرکار کی طرف سے کوئی اقدام نظر نہیں آتا آخر قانون بنانے اور لاگو کرنے والے کہاں سو رہے ہیں ایک جائزہ کے مطابق غیرت کے نام پر قتل بڑھ رہے ہیں اور لڑکیاں گھروں سے فرار ہو رہی ہیں جدھر دیکھو لو میرج کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ایسی شادیاں کامیاب کم اور ناکام زیادہ ہوتی ہیں۔اسی طرح پاکستان میں طلاق کی شرح میں بھی اضافہ ہو گیا ہے معاشرہ میں قتل و غارت خونریزی فساد لڑائی جھگڑے عام ہو گئے ہیں آخر انتظامیہ اپنے فرائض کب ادا کرے گی کیا قدرت کی بے آواز لاٹھی کا انتظار ہے؟

۱۔کرکٹ والوں کیلئے مختص بجٹ

۲بجٹ: جمعرات ۱۰شعبان بمطابق ۲۰جون زبیر رحمٰن

ہماری آمدنی وسائل پیداوار کے مطابق سال بھر کی مقدار فی آدمی فی گھرانہ تقسیم کریں رائج نظام سرمایہ داری میں اس کے برعکس ہے کہ آپ کو اس سال کتنا خرچ کرنا ہے اس خرچ کو کہاں کہاں سے پورا کیا جاتا ہے اس میں کمی کو

اضافی ٹیکس اور قرض وغیرہ سے پورا کیا جاتا ہے جس کو خسارہ کہتے ہیں مثلاً پاکستان میں ۲۰۱۳ کے لئے ۳۵ کھرب ۱۹۱ ارب کا حجم وفاق نے بنایا ہے مالیاتی خسارے کا تخمینہ ۱۶ کھرب ۱۵۱ ارب قرضوں کے سود کے لئے ۱۱ کھرب ۵۴ ارب۔

۱۔روزنامہ دنیا بروز بدھ ۶ ربیع الاول ۱۴۳۵ بمطابق ۸ جنوری ۲۰۱۴ کو ص ۱۱۲ اس وقت کے وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے اپنے بیٹے کو ۴۴ کروڑ روپے قرضہ حسنہ دیا ہے۔

وزیروں کے سفری اخراجاتی بجٹ:

روزنامہ دنیا بروز منگل ۵ ربیع الاول ۱۴۳۵ بمطابق ۷ جنوری ۲۰۱۴ میں آیا ہے۔نامہ نگار سہیل خان نے این اے ۲۵۸ سے منتخب ہونے والے وزیر مملکت برائے ریلوے عبدالحلیم بلوچ موجودہ کابینہ میں وہ ابھی تک صرف ایک دفعہ اپنے وزارت خانے میں گئے ہیں پولینڈ میں بارہ روزہ قیام کیا ہے وزیر مملکت کا سفری الاونس ایک لاکھ ۳۴ ہزار روپے روزانہ الاونس ۳ لاکھ ۲۳ ہزار وزارت ریلوے نے اپنے محکمہ کو بھی دیا ہے تقریباً اس وفد پر ۲ کروڑ روپے خرچ ہوئے ہیں۔جبکہ آپ دوسرے اوزیر ریلوے ہیں۔

سیکولروں کا نظریاتی بجٹ:

ملک کے سیکولروں نے یہاں کے مسلمانوں کے جذبات احساسات کو لجام دینے اور خود سکون اور آرام سے ملک کو سیکولر نظام کے انتہائی دہانے پر پہنچانے کیلئے ایک نام نہاد ادارہ بنام اسلامی نظریاتی کونسل قائم کیا ہے جس میں ان افراد کو اس ادارے تک رسائی کی خاطر فتنہ وفساد،فرقہ واریت،خرافات،اختلافات ایک دوسرے کو دشنام کرنے،نیم قدیم نیم جدید چاہنے والوں کو خاموش کرنے کی خاطر یہاں لاکر رکھتے ہیں،ان کو وزیروں کے برابر سہولتیں دیتے ہیں۔ان کی تجاویز کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ ان کا مسخرہ کرتے ہیں،اس کیلئے بھی ایک خسارہ بجٹ ہوتا ہے۔

تعلیم سے دور رکھنے کا بجٹ:

ہمارے بجٹ خسارے میں سے ایک بجٹ قوم وملت کو تعلیم سے محروم رکھنے کی سکیم پر خرچ ہونے والا بجٹ ہے،روزنامہ دنیا بروز بدھ ۴ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۵ فروری ۲۰۱۴ کو نشر ہونے والی روزنامہ دنیا ص ۱۱ پر عنوان ہے صوبہ سندھ میں ۸ ہزار سکولوں کی عمارتیں نہیں ہیں،ستر لاکھ بچے تعلیم سے محروم ہیں،۱۹ ہزار اسکولوں

کی چاردیواری نہیں ہے۔

جیالوں کا بجٹ:

پارٹی بنیادوں پر حکومت میں آنے کے بعد وہ عوام کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتے ہیں اگر انہیں جواب دینے کی ضرورت محسوس ہو تو انھیں اپنے پارٹی کے جیالوں کے ذریعے جواب دیتے ہیں۔ پارٹی والی حکومت عوام وملک سے زیادہ اپنی پارٹی کا خیال رکھتی ہے۔ پارٹی کو جواب دینا ان کیلئے آسان نہیں ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے جیالوں کو نوکریاں دینے کا وعدہ دے کر انتخابات جیتے ہوتے ہیں لہٰذا وہ پاتی اپنے کارکنوں کو سرکاری اداروں میں جبری بھرتی کرتی ہے، چنانچہ ان دو پارٹیوں نے انتخاب میں آنے کے بعد پی آئی اے، اسٹیل مل ، واپڈا اودیگر وزارتوں میں جبری لوگوں کو ٹھونسا ہے، یہاں تک کہ یہ ملکی ادارے گھٹنے پر بیٹھ گئے۔ ان کی تنخواہیں قومی بجٹ سے دی جاتی ہیں لہٰذا یہ ملک کو فائدے پہنچانے کے بجائے بجٹ کو خسارے میں مبتلاء کئے ہوئے ہیں۔

سینٹ بجٹ:

اس کے منتخب ممبران اوران کی عدم افادیت دونوں قانون کی رو سے بے فائدہ ہے:

۱۔اس اسمبلی کی پارٹی سے منتخب ہو گا وہ پارٹی ہو۔

۲۔آئندہ آنے والی اسمبلی کے لئے رکاوٹ بنے گا۔

۳۔اس کی اپنی قرارداد کی کوئی حیثیت نہیں۔

۴۔اس کے اکثریت منتخب نمائندے جمہوری نہیں۔

۵۔اس میں خواتین کی نشست استبدادی ہے۔

قانون معاہدہ یا قرارداد نہیں جو سب مل کر اتفاق سے پاس کریں جس طرح وزیراعظم یا صدر مملکت انتخاب کرتے ہیں یہ انتخاب ایک محدود وقت کیلئے ہوتا ہے دوسرا وہ ہمیشہ نمائندگان مجلس کی زد میں رہتا ہے مظاہرہ وغیرہ سے سیدھا یا فارغ کیا جاسکتا ہے لیکن قانون آسانی سے ختم نہیں کیا جاسکتا ہے لہٰذا قانون ایک فلسفہ کے تحت مملکت کیلئے ایک مسلمہ ضرورت ناگزیر نا قابل انکار حقیقت کی روشنی میں بنایا جاتا ہے لہٰذا قانون کی مخالفت کو صرف اس وقت اہمیت دی جائے گی جب کوئی معقول وجہ ہو گی حکمت سے متصادم ہونے کی سند ہو اس صورت

میں اس قانون کی تنسیخ کر سکتے ہیں دوسرے ممالک کی مثال دینا کافی نہیں خواتین کو چور دروازے سے اسمبلی لانے کا بجٹ خسارہ بجٹ ہے آپ کا یہ قانون کہ غیر محرم کے ساتھ خواتین کو ملک کے ہر شعبے میں بھر پور شمولیت دی جائے اسکی کوئی منطق نہیں تنہا مستحسن عمل نہیں بلکہ شریعت اسلام کے خلاف ہے شریعت اسلام نے خواتین کو دفتروں میں غیر محرم کے ساتھ مکالمہ کی اجازت نہیں دیتی بلکہ یہ تشیع فاحشہ کا سبب بنتا ہے بعض جگہوں میں آپ کھیل کود اور دور دراز مظاہروں میں نامحرم مردوں کے ساتھ ان کو بھی بھر پور شامل کرتے ہیں پھر کہتے ہیں اسلام کے خلاف سلام کے خلاف نہیں والینہیں اقانون کی سنگ ہوتا با دمشق ۲۲۸ص ۱۱۶۹ اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام۔

محکمہ تعلیم سندھ میں ۱۵۰۰ آسامیوں کی جگہ ۲۳ ہزار آدمی بھرتی کیا ہے روز نامہ دنیا روز بدھ ۱۰ جمادی الاول ۱۴۳۵ مطابق ۱۲ مارچ۔

میکاولی ۱۴۶۹۔۱۵۲۷ ام کو ہوئے تھے۔

ڈیموکریسی یونانی زبان میں دعویٰ عوام کو کہتے ہیں یا اس حکومت کو کہتے ہیں جو عوامی حکومت ہو افلاطون جو کہ ۳۴۷ء سے ۶۲۷ قبل از مسیح ہوتا تھا اس نے ایک مقامی ریاست اور فلسفی بادشاہ کا تصور پیش کیا تھا اس نے اس بارے میں ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی جس کا نام جمہوریہ افلاطون تھا اس نظام میں عدل وانصاف کو مرکزی حیثیت حاصل تھی وہ اس عمل کے لئے ایک حاکم فلسفی کو ترجیح دیتے تھے لیکن گزشتہ زمان کے ساتھ اس کے معانی اور مراد میں تغیر وتبدل آتے رہے یہاں تک کہ اس کا معنی یہ بنا کہ مملکت کے تمام امور میں تمام افراد ملت برابر کے شریک ہوں جن کو عربی زبان میں سیادت سعب کہتے ہیں۔

روٹی کپڑا کا بجٹ سندھ پنجاب کی ثقافت میں منتقل:

سال ۱۴۳۵ ابمطابق ۲۰۱۴ میں سندھ پنجاب میں ثقافت کے نام سے پدر و مادر آزاد پروگراموں کا اہتمام کیا گیا ہے جو کئی اربوں روپوں کا تخمینہ سے منائے گئے جبکہ اسی سال سندھ پنجاب مرکز کے ہزاروں اسکول بغیر پڑھائی کے رہے روز نامہ جمعہ ۵ جمادی ۱۴۳۵ کو آیا تھا کہ بجرانی علاقہ میں ۱۲۱ بچے بھوک سے مر چکے ہیں اس طرح اخباروں میں آتا رہتا ہے۔

۔تعمیر وتزین مزارات کا بجٹ قومی خسارے کا بجٹ ہے۔

۳۔انتخابات میں ہارنے والوں کو دوبارہ ایوان میں لانے والوں کے اخراجات کا بجٹ۔

۴۔این جی اوز کیلئے کام کرنے والی قوم وملت کی نظروں سے گرنے والی خواتین کو اسمبلی میں لانے کے اخراجات کا بجٹ ہے۔

پاکستان میں ملک کو اقتصادی بحرانوں میں مبتلاء کرنے کشکول قرضہ اٹھانے اقتصادی دھمکیاں وصول کرنے شکست فاش کے بعد حکمرانوں سے شاباش لینے قوم وملت کو دنیا کے روزگار سے نظر چرا کر عالم اموات کی طرف توجہ مرکوز کے مومن پختیں:

۳۔نظام اسلام:

اس نظام کا داعی گرچہ پورا عالم اسلام اور ہر کلمہ گو مسلمان کو ہونا چاہیے لیکن بدقسمتی سے اہل تشیع اس نظام کے خلاف رہے ہیں ان کے جرائد ومجلّات میں وہ اس نظام کا مسخرہ اڑاتے اور اہانت وجسارت کرتے نظر آتے ہیں اور انتخابات کے موقع پر سیکولر لا دینوں کا ساتھ دیتے ہیں ان کے علما کے بقول ان کیلئے اسلامی نظام سے زیادہ سیکولرازم کا نظام بہتر ہے یہ بات ان کے ادنیٰ دانشور اور طالب علم سے لے کر اعلیٰ مقتدر شخصیت تک کی بات ہے، پھر یہی لوگ داعی اتحاد مسلمین بن جاتے ہیں، یہاں اہل سنت بھائیوں کا سب سے زیادہ مذاق اڑانے والے ان کے قائدین بن جاتے ہیں اور وحدت مسلمین کے نعرے بلند کرتے ہیں۔یہی لوگ فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے والے ہیں یہی لوگ کہتے ہیں آقائے ساجد کی اتحاد مسلمین کی کاوشیں قابل قدر ہیں ناصر صاحب نے وحدت مسلمین کا جھنڈا لہرایا ہے جبکہ زبانی حد تک دیگر فرقے دیوبندی و بریلوی احزاب و جماعات نظام مصطفیؐ کے داعی بنے ہوئے ہیں جب کہ وہ بھی شیعوں کی طرح کفر وشرک کے جھنڈے کے نیچے چلے جاتے ہیں چنانچہ نظام اسلام کی بڑی داعی جماعت جماعت اسلامی وجمیعت علمائے اسلام نے دس سال تک بیان بازی کے ذریعے پرویز کی کفر نواز حکومت کو کاندھا دے کر زندہ رکھا ہے نظام مصطفیؐ کے داعی ایک مولانا جو حج کرپشن میں مجرم بن گئے ہیں نے کہا ہے کہ جس ملک کے قائد گیلانی جیسے ہوں وہاں توہین رسالتؐ ممکن نہیں حالانکہ سید

یوسف رضا گیلانی نے اپنی چار رسالہ حکمرانی میں کبھی بھی نام محمدﷺ کو نہیں اٹھایا۔ یہی لوگ اُس سزا یافتہ عورت کی رہائی کے لئے بے تاب ہیں جو توہین رسالت مآبﷺ کی مجرم ہے۔

علماء ومشائخ اسلامی نظام کے داعی ہیں کہتے ہیں لیکن سیکولر نظام کا دفاع ان کی ترجیحات میں سے ہے اور ہمیشہ سے وہ الحادیوں کی پشت پناہی میں رہے ہیں اور غیر اسلامی آئین کے نفاذ کرنے میں ان کا تعاون رہا ہے اور انہوں نے اسلام کی بجائے اپنے اقتدار کو بحال کرنے کیلئے ملت کو یاحتیٰ خود اپنی تنظیم کو تتر بتر کیا ہے حتیٰ انہوں نے خود اپنے حلقہ اور گروہوں میں بھی اسلام کو خیر باد کر رکھا ہے جو نظام اسلام کے داعی ہیں ان کے گھروں میں عموماً حجاب نہیں ہے، بہر حال ہمیں اس موضوع پر کچھ زبان وقلم چلاتے وقت تمام مفروضوں کو سامنے رکھتے ہوئے طاقت وقدرت اور پروپیگنڈا استعمال کرنے سے گریز کرتے ہوئے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

کہتے ہیں ۱۹۷۳ء کا آئین قانون ساز اسمبلی نے تیار کیا ہے اس کا سہرا ذوالفقار علی بھٹو کو دیا جاتا ہے آئین کا مطلب یہ ہے کہ اس مملکت پاک کے حدود اربعہ میں ساکن لوگ حاکم ومحکوم، مقنّنہ، انتظامیہ، عدلیہ ایک دوسرے کی حدود کے تعین کے بعد ان کے لئے مختص حقوق، ان کے عوام پر حقوق، عوام کے اُن پر حقوق اور غرض آجر و مستاجر کے حقوق، حقوق شخصی، خانہ داری، میاں بیوی کے حقوق اولاد ووالدین اور پڑوس کے حقوق، جنگ وسلم سے متعلق تمام آئینی دفعات قانون ساز ممبران نے متعین کئے ہیں۔

بھٹو تو ایک سیکولر اور لادین انسان تھا لیکن اسمبلی میں موجود مسلمانوں کے اصرار کی وجہ سے اس نے یہ قید اور پابندی لگائی ہے کہ اس ملک کے آئین میں کوئی شق ایسی نہیں ہوگی جو قرآن وسنت سے متصادم ہو لیکن اسی اسمبلی میں رہنے والے اور اسلام پر عمل سے زیادہ فرقہ پرستی کرنے والوں نے ایک اور ترمیم کے ذریعہ قرآن اور سنت دونوں کو معطل کیا اور فرقوں کی خواہشوں کو یا ان کی تاویلات کو حقوق کا درجہ دے دیا ہے۔

کون سا اسلام اور کون سی جمہوریت:

طالبان کا ایک جامع شامل وکامل تعارف ابھی تک دیکھنے سننے میں نہیں آیا ہے اگر ملک کے علماء دانشمندان کے تاثرات، اظہارات وتماثیلات کی روشنی میں پہچاننا اور جاننا چاہیں تو علماء دانشوران اپنی جگہ دو مثبت ومنفی گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ علماء دانشوران جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام کی نظر میں مجاہدین اسلام، سرفروشان اسلام اور ان کے مرنے والوں کو شہیدان اسلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جبکہ اس

کے مقابل میں علمائے بریلوی، شیعہ اور اکثر وبیشتر صحافی ،کالم نگار، تجزیہ نگاروں کی نظر میں دہشت گرد اورمفسدین فی الارض ہیں۔ جب افکار ونظریات مختلف ہو جاتے ہیں تو حق وحقیقت مخفی اور مشتبہ ہو جاتی ہے، مطلب یہ کہ جب بھی نظام اسلام نفاذ شریعت کا ذکر آتا ہے تو حسب آیت سورہ منافقین سیکولروں کے سروں پر مثل آسمانی بجلی گرتی ہے مختلف عناوین سے کالم آنے پر ان کی بھی شناخت ہو جاتی ہے۔

جمعرات ۵ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۶ فروری ۲۰۱۴ کو نفاذ اسلام فقط آرزو نہیں کالم نگار بلال رشید ہفتہ ۷ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۸ فروری نفاذ شریعت کی دھمکی کا کالم نگار خورشید ندیم نے اسلام کا مذاق و استہزاء طالبان کے ذریعے آرزو کیا۔ ہمیشہ اسلام کو کنارے پر لگانے کیلئے ایسی مثالوں سے ٹرخایا گیا، مثلاً صوفی محمد کا ایک دن پہلے روزہ رکھنے اور کھولنے کا عمل کبھی مولوی فضل اللہ کا کسی لڑکی کو کوڑے مارنے کی مثال، کبھی سعودی اسلام یا وہابی اسلام کبھی ایرانی اسلام کا نام دیا جاتا ہے۔ جس طرح بچہ کو کہا جاتا ہے آپ کو کون سا سوٹ چاہیے۔

آیا اگر نواز شریف صاحب کی نظر میں جدید دور میں اسلام کی صحیح مثال سعودی عرب پیش کرتا ہے تو بہت سے نفاذ اسلام کی بات کرنے والوں کو بات کھٹکتی ہے جہاں پرویز مشرف کو بچانے کی سرتوڑ کوشش کرنے والے بھی ہیں جہاں مزارات کو مسمار کرنے کے منتظر بھی نظر آتے ہیں جب کہ آقای ساجد نقوی راجہ ناصر جواد نقوی ولایت فقیہ ایران کی مثال دیتے ہیں یہ بھی شام میں بشار الاسد کو بچانے والے عراق میں امریکا کا ساتھ دینے والے افغانستان میں شمالی اتحاد کا ساتھ دینے والے اسلام کا مسخرہ کر کے مشرف کی تائید کرنے والے بھٹو خاندان کی قبروں کی زیارت کرنے والے سیون شریف بٹ شاہ داتا دربار کو سونے کے دروازوے دینے والے کہہ کر خاموش کراتے ہیں۔ اس کی ایک مثال تاریخ اسلام میں ملتی ہے جس میں کسی نے امام علی سے کہا تھا کہ آپ ہمیں دونوں میں سے ایک کا ساتھ دینے کیلئے کہتے ہیں کیا ہم طلحہ وزبیر اور عائشہ کو آپ کے کہنے پر گمراہ سمجھیں تو ان کے کہنے پر آپ کو گمراہ، ہم کہاں جائیں۔ حضرت نے فرمایا تم نے غلط سمجھا حق وحقیقت کو شخصیات کے توسط نہیں پہنچانا جاتا ہے، حق سے لوگوں کو پہچانا جاتا ہے نہ کہ لوگوں سے حق کو۔ اسلام کو سعودی، ایرانی، ملائیشیای ،طالبانی یا جماعت اسلامی سے نہیں حق کو قرآن وسنت سے پہچانا جاتا ہے۔

<u>اسی طرح مسلمان قرآن وسنت کو مصدر نظام سمجھنے والے مسلمان بھی یہی کہتے ہیں سوئٹزرلینڈ کی فرانس کی</u>

جمہوری دنیا کو دینے نوآباد بنانے والی برطانیہ امریکا کی جمہوری قتل و کشتار املاک کو ضبط کرنے عمر بھر سیاسی ساتھ سال کدی نہ چھوڑنے والی روس کی جمہوری ملک کو دولتمند کرنے والی احمد جمہوری اسلام کو کہنے کہنے والے بے نظیر کی جمہوری سے منصدہ ۱۰ فیصد تک آنے والی زرداری کی جمہوری مسیحی اقتدار کی خواب دیکھنے والی بلاول کی جمہوری شیرین وملالہ کی جمہوری شرمیلا فاروقی وکشمالہ وشازیہ کی جمہوری پسند کے جمہوری فیسٹیول میں گناہ گانے والی جمہوری خرانہ حکومت کو خالی کرنے والی جمہوری۔

فرقہ:

کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے جانے کے طویل عرصہ بعد حتیٰ جنگ صفین کے بعد شیعہ فرقہ ظہور میں آیا۔ اس نام کو اختیار کرنے کی قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہیں ملتی ہے۔ جعفری خود کو جعفری کہنے والوں کے مطابق یہ فرقہ ۱۲۵ھ تا ۱۲۸ھ کے دور میں پیدا ہوا ہے۔ اہل سنت کے داعیوں کے مطابق وہ سنہ میں پیدا ہوئے ہیں۔

اس کے باوجود بریلویوں، دیوبندیوں، صوفیوں، شیعوں اور وہابیوں کو کیوں فرقے پسند آتے ہیں، وہ اسلام سے کیوں چڑتے ہیں اور وہ اسلام کے پرچم تلے چلنے کیلئے کیوں تیار نہیں جبکہ فرقوں کی تاریخ تشدد اور وحشت و درندگی سے پُر ہے۔ اہل سنت والجماعت موسوعۃ میسرۃ ج ۲ ص ۹۷۹ ساتویں صدی میں ظہور میں آئے۔ بعض نے اس فرقے کو احمد بن حنبل، بعض نے ابوالحسن اشعری، بعض نے اسے ابن تیمیہ بعض نے محمد بن وہاب سے منسوب کیا اور بعض نے کہا یہ مذہب اصحابؓ ہے۔

اہل حدیث موسوعۃ میسرۃ ج ا ص ۱۷۰ اظہر اہل حدیث فی عصر شیخ احمد سرہندی ۱۰۳۴ بریلویہ موسوعۃ میسرۃ ج ا ص ۲۹۸ یہ فرقہ مدینہ اربیل ولایہ اتر پردیش موسس فرقہ احمد رضا خان ۱۲۷۲۔ دیوبند تاسست ۱۲۸۳ اسماعیلیہ موسوعۃ میسرۃ ج ا ص ۳۸۲ تاسست ۳۶۶۔

بریلوی گیارہویں صدی میں، دیوبندی بارہویں صدی میں اور اہل حدیث گیارہویں صدی میں وجود میں آئے ہیں۔ اس مناسبت سے ۱۹ویں صدی میں آنے والے قادینوں کو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد میں وجود میں آئے ہیں البتہ یہ حقیقت ہے کہ وہ حضرت محمدؐ کو آخری نبی نہ ماننے کی وجہ سے خارج از اسلام ہیں لیکن

باقی مسلمان فرقوں میں اور قادیونیوں میں اس حوالے سے کوئی فرق نہیں ہے کہ یہ سب پیغمبر اکرمؐ کے بعد بلکہ بہت بعد کے زمانے میں وجود میں آئے ہیں۔ الغرض کسی بھی مسلمان کا خود کو کسی فرقے سے منسوب کرنا یا کسی کا خود کو سنّی، شیعہ، وہابی، یا اہل حدیث وغیرہ کہنا قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

جس طرح فرقہ دین کے لئے ناسور ہے اسی طرح احزاب سیاسی بھی جسم امت کیلئے ایک ناسور ہے یہاں ایک حکومت ہے یہاں ایک حاکم ہے، یہاں ایک ملت ہے حاکم ملت سے اطاعت فرمانبرداری کے خواہاں ہیں ملت حکومت سے سہولت آسانی بہتر وسائل زندگی کے خواہاں ہے امن کی طالب ہے لہٰذا یہاں جو احزاب وجود میں آئی ہیں اور ان کو اب ایک مقدس چیز سمجھا جاتا ہے اور چنانچہ آپ اس ملک کی تاریخ میں ہیں کہ اسمبلی ہال میں دانش ور عالم دین جنہوں نے بحالی جمہوریت کے نعرے لگائے ہیں اور اس سلسلہ میں کفر کے ساتھ اشتراک کیا ہے اور یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں سنتے آئے کہ احزاب کو زندہ کریں، لیکن احزاب کو آزادی دینا درحقیقت امت میں شگاف اور امت میں ایک غیر امت گروہ پیدا کرنا ہے جو افراد حکومت سے کثرت وزراء کی شکایت کرتے ہیں ملک کا بجٹ ان وزراء کے اخراجات کے متحمل نہیں ہے یہ بات اپنی جگہ درست ہے اور یہ حقیقت سے مطابقت رکھتی ہے لیکن جہاں وزراء ان کو گراں لگتے ہیں ان کو دو ایوان کیسے برداشت ہوئے ہیں۔ ایوان دو ہوں یا مختلف احزاب پر مشتمل ایک ایوان ہو۔ یہ سب کورانہ وجاہلانہ تقلید مغرب ہے۔

فرقہ اور احزاب دو ناسور:

فرقہ اور احزاب اس ملک کے دو ناسور ہیں کسی بھی جسم معتدل وطبیعی میں کوئی جزء یا حصہ مافوق طبیعت اضافہ پایا جائے تو وہ اس جسم کیلئے معیوب گردانا جاتا ہے جیسے انگلیوں میں اضافہ یا جسم کے کسی حصہ پر کوئی بڑی غدود نمایاں ہو، اگر وہ خدانخواستہ اپنی جگہ ناسور ہو، ضرر رساں ہو تو وہ رفتہ رفتہ اس جسم میں سرایت کر جاتی ہے اور جسم کو نابود کر دیتی ہے دین اسلام ایک دین معتدل وفطری ہے اس کی طبیعت ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک ومنزہ ہے کیونکہ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے جب کہ فرقے اسلام کے ساتھ پیدا نہیں ہوئے تھے اُمت اسلام نے ایک طویل عرصہ دین پر بغیر فرقہ کے دور گزارا تھا اس کے عقائد آسان، سادہ اور واضح تھے ان میں کسی بھی قسم کا کوئی

اجمال وابہام نہیں تھا نیز یہ دین بہت مختصر تھا۔

تین چار سو سال گزرنے کے بعد باطنیہ نے دین میں فرقوں کی بھرمار کردی پھر ہر آئے دن اُن فرقوں نے بچے جنم دینا شروع کئے، اس طرح فرقوں کا اضافہ ہوتا گیا نیز فرقہ نے فرقہ جنم دیا فرقہ نے دین کو پس پشت ڈال دیا اور فرد مسلمان دین اسلام کی بجائے اپنے فرقے کا ترجمان اور اس فرقے کا مدافع بن گیا۔ چنانچہ اس طرح اس ملک کو جو پہلے دن سے اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا فرقوں نے اس کو اسلام کا نام دینے سے باز رکھا اور اب ہر فرقے کے لوگ ہر موقعہ پر اپنے فرقے ہی کو آگے کرتے ہیں چنانچہ تحریک جعفریہ کا نعرہ اس کا واضح ثبوت ہے تو یہ اسمبلی ہال، یہ حکومتی ایوان فرقوں کی آماج گاہ ہے اور اس نومولود پر کاری ضربت لگائی اور آئین اسلام کی جگہ پر آئین کفر کو ترجیح دی، قرآن وسنت کو پس پشت ڈالا لہٰذا یہ فرقہ جو کہ بیان کریں گے کہ یہ ایک ناسور تھا اب بھی اگر مسلمان اس ملک میں کفر و شرک و بت پرستی اور لات منات پرستوں سے علیحدہ جینا چاہتے ہیں تو ان لات و منات کو دوبارہ یہاں سر اٹھانے نہیں دینا چاہئے ہر ایک کو فرقہ کے بجائے اسلام کے نام پر اٹھنا چاہئے اور ہر ایک کو اسلام سے ہی دفاع کرنا چاہئے لہٰذا اس ملک کا رعب ودبدبہ اسلام میں ہے علاج اسلام میں ہے فرقہ انحراف اور گمراہی کا راستہ ہے۔

آئیں دیکھتے ہیں:

قرآن کریم میں دین، صرف اسلام ہی کو گردانا گیا ہے اور غیر اسلام کو مردود گردانا گیا ہے۔ دین اسلام کے اصول وفروع قابل تقسیم نہیں۔ کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ یہ کہے کہ نومن ببعض و نکفر ببعض اسی طرح اصول ان کے ہیں فرع ہماری ہے یا بعض اصول یا بعض فروع کو اپنا کر باقی کو ترک کردیں اللہ یہ تجزیہ قبول نہیں کرتا ہے اگر ایک حصہ اسلام سے لے کر اور ایک حصہ اپنی طرف سے اضافہ کریں گے تو وہ مردود من عند اللہ قرار پائے گا۔

فرقہ یعنی اسلام سے ایک چیز کو حذف کر کے اپنی طرف سے ایک چیز اضافہ کر کے پیش کرنے کو فرقہ کہتے ہیں فرقہ کے اپنی جگہ مذموم ومکروہ ہونے کی وجہ سے اُسے بدشگونی سے بچانے کی ناکام کوشش کرنے والے فرقوں کو کم دکھانے کی سعی لاحاصل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں صرف دو ہی فرقے ہیں ایک اہل سنت دوسرا اہل تشیع، یہی دو کفر وشرک کی بجائے خود آپس میں دست وگریبان ہو کے رہ گئے ہیں نیز اہل سنت والجماعت کا لفظ ان کے بقول کثرت فرق عقائد وفقہ کو یکجا ایک دکھانے کیلئے بعد میں وضع کیا گیا ہے لیکن یہ ظاہری دکھاوا ہے

اندر سے یہ بھی متفرق ہیں ان کے اندر کا تضاد نا قابل حل ہو چکا ہے نیز یہ نامِ اسلام کے عظیم و کبیر مصدر قرآن سے بے نیازی دکھانے کے مترادف ہے جو کہ اپنی جگہ منحرف ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اہل سنت دین کے مصدر میں قرآن سے رخ موڑ کر سنت کی طرف گرائش کرنے کے بعد خود بہت سے سینکڑوں متضاد فرقوں میں بٹ گئے ہیں یہ عقائد میں معتزلی، اشعری، جبریہ، جھمیہ و مرجعہ اور فقہ میں حنفی، مالکی، شافعی ،حنبلی، اوزاعی اور ظاہری ہیں اس کے بعد صوفیوں کا فرقہ ہے جو نرم اور متشدد میں بٹے ہوئے ہیں۔بغیر کسی استثناء کے تمام فرقے چاہے وہ عقائد کی بنیاد پر ہوں یا فقہی یا عقلائی سب کے سب لنگڑے ہیں، انہیں اسلام عزیز کو دوبارہ دامن شرک کی طرف پلٹانے کی خاطر باطنیہ خبیثہ نے اختراع کیا ہے ممکن ہے بہت سے سادہ لوح مسلمان ان کے جال و دام میں پھنس گئے ہوں جو اُمت اسلامی کو اور دین اسلام کو باطنیوں کا عقیقہ بنانا چاہتے ہیں۔

اعیاد، ماتم یا تہوار:

جتنے اعیاد جنھیں چاہے دینی کہیں یا قومی، ماتم کہیں یا برسی یا تہوار چنداں فرق نہیں پڑتا ہے کیونکہ قومی تہوار اسے کہتے ہیں جسے ہمارے گذشتہ آباؤ واجداد بزرگوں نے کیا تھا نسبت آباؤ واجداد کو دینے سے مستند نہیں ہوتے اعیاد و ماتم کی اسناد احادیث علماء سے دیتے ہیں اگر احادیث کی اسناد رسول سے نہیں ملیں گی تو یہ بھی آباؤ واجداد تک محدود ہوگا اخبار و جرائد روز ناموں میں علمائے اعلام نے جن احادیث کی طرف نسبت دی ہے وہ اپنی سند اور متن دونوں کے حوالے سے غیر مستند ہیں اور یہ علماءِ کی نتیجہ گری ہیت جو کہ طویل عرصے سے خیر و برکت سے عاری شجرہ غیر مثمر ہے بلکہ قوم وملت کیلئے یہ تہوار وبال جان بن رہے ہیں۔اب خود ان تہواروں پر ہونے والے اخراجات اور فوائد مزعومہ بھی درکنار بلکہ ان کی حفاظت کیلئے مزید بجٹ بنانے کی ضرورت ہے۔

اہل حدیث:[اسلامی انسائیکلو پیڈیا ج ا ص ۳۰۸]

لکھتے ہیں یہ تیرہویں صدی ہجری کی ابتداء میں وجود میں آئے ہیں۔انہیں نام سے تیرہویں صدی کے بعد پہچانا جاتا ہے۔پاک و ہند میں یہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی مخالفت میں وجود میں آیا ہے اس کے بانی سید نذر حسین محدث دہلوی ہیں انہوں نے ۱۳۲۰ ہجری میں اس کو پھیلایا ہے۔

بریلوی:[اسلامی انسائیکلو پیڈیا ج ا ص ۳۸۰]

یہ ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے ایک گاؤں کا نام ہے سید احمد نے اپنے جہاد کا آغاز یہیں سے کیا تھا بعض

کے مطابق یہاں احمد رضا خان بریلوی نے اپنے مدرسہ جامعہ منظر الاسلام کی بنیاد ڈالی، یہاں کی فکر سے وابستہ افراد کو بریلوی کہتے ہیں اس تحریک کا آغاز ۱۳۳۹ ہجری کو ہوا جب گاندھی جی نے تحریک ترک موالات کے ذریعہ ہندو مسلم اتحاد کی بات کی تھی تو احمد رضا خان نے اس سے اختلاف کیا اور مسلمانوں کو اس اتحاد کے خلاف اُٹھایا۔

دیوبندی:

دیوبند بھارت کے صوبہ اتر پردیش کے ایک گاؤں کا نام ہے یہاں ایک دار العلوم ہے کہ جس کی بنیاد ۱۲۸۳ھ میں مشہور عالم دین مولانا محمد قاسم نانوتوی نے چند اہل فضل وتقویٰ بزرگوں کے ہمراہ رکھی ہے جن میں مولانا فضل الرحمٰن عثمانی اور شبیر احمد عثمانی وغیرہ شامل تھے۔

یہ فرقے ایک دوسرے سے نفرت و بیزاری رکھتے ہیں اور موقعہ محل پر ایک دوسرے کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی پوری کوشش کرتے ہیں لہذا کبھی بھی وہ ایک نہیں ہوئے اور نہ ہی یہ متحد ہو کر خالص اہل سنت کی کوئی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو سکے ہیں یہ بھی ہمیشہ سیکولر لوگوں کے داعی اور حامی رہے ہیں۔

دیوبند میں درسگاہ دین:

تاریخ مدارس میں دینی تاسیس وعوامل اربعہ میں دنیا کی دیگر درسگاہوں میں سے کچھ مختلف ہے خاص کر جب سے علوم میں وسعت آئی ایک شخص کے لئے تمام علوم میں احاطہ کرنا ممکن ہے نہ اس کیلئے افادیت رکھتا ہے جتنا بھی علم انسان سیکھے اس نے تو ایک ہی علم میں مصروف ومشغول ہونا ہے کلی طور پر علم دو حصوں میں بٹ گئے ہیں ایک علم انسانی دنیوی ہے جو بھی اپنی جگہ دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے ایک شخصی ضروریات زندگی سے متعلق اور دوسرا دوسروں کو بھی بتانا سیکھانا ہوتا ہے کچھ نہ کچھ ایک دوسرے سے تھوڑا سا اشتراک رکھتا ہے مثلا علم الغۃ جس کو دونوں کو پڑھنا ضروری ہے بنیادی دینی مسائل ان دونوں کو بھی پڑھنا ہے علم الحساب دونوں کو سیکھنا ہے لیکن وہ مقدار جو خود پڑھنے کے بعد بناتے ہیں اس کی عمارت اس کے انتظامیہ اس کے اساتید اس کے طلاب کا الگ ہونا ضروری ہے علم دین سیکھنے کے لئے صرف ونحو معانی وبیان منطق کی کچھ مقدار تک سیکھنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ دین کے پست سے مسائل ان پر متوقف ہیں۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو ہمارے دینی مدارس جامع افراد و مانع اغیار نہیں کیونکہ ان کے نصاب میں

تاریخ اسلام کا نصاب نہیں حالانکہ علم دین کا ایک اہم ستون تاریخ اسلام ہے خاص کر روایت شناسی اس علم سے وابستہ ہے علم عقائد نصاب میں نہیں علم کلام فلسفہ کے نام سے پڑھتے ہیں لیکن باقاعدہ عقائد کو ایک نصاب کی صورت میں پہلے دوسرے تیسرے چوتھے سال کے عنوان سے نہیں رکھتا ہے دین کا دوسرا مصدر علم حدیث ہے جن مدارس میں علم حدیث پڑھایا جاتا ہے اس میں بخاری شریف صحیح مسلم پڑھاتے ہیں لیکن علم حدیث اپنی جگہ سند و متن دونوں رکھتا ہے اس حوالے سے نہیں پڑھایا جاتا ہے ہر عالم کے علم کے بارے میں کہا جاتا ہے انہوں نے قرآن پڑھا تفسیر پڑھا لیکن کونسی تفسیر پڑھی کتنے سال پڑھی کونسے موضوع کے بارے میں پڑھا ہے اس کا ذکر نہیں آتا ہے۔

مسلمان علماء کی کھوپڑی دین و دنیا دونوں کیلئے کھلی ہے ہمارے علاقائی علماء کی کھوپڑیوں میں یہ چیز ہے کہ یہاں کے پورے نظم و نسق سنبھالنے والے وزیر کمیشنر تحصیل دار پٹواری پولیس زمین دار سب کے دین و دنیا کے ٹھیکدار یہی لوگ ہیں انہیں دین سیکھانے دین دار بنانے کے ساتھ ساتھ دنیوی عیش و عشرت کا بندوبست بھی انہی کو کرنا ہے گویا ایک ہاتھ سے دین اور دوسرے ہاتھ سے پیسہ بھی دینا ہے ورنہ لوگ خالی دین کو قبول نہیں کرتے چنانچہ ہمارے بلتستان کے گزشتہ مرحومین و حاضرین علماء کا نقطہ نظر یہی ہے۔

شیعہ:

گرچہ کہتے ہیں کہ یہ چھوٹا فرقہ ہے اور اقلیت میں ہے لیکن اس چھوٹے فرقے کے بھی پچاس سے زیادہ فرقے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے متضاد عقائد رکھتے ہیں۔ یہ بھی اندرون خانہ ایک دوسرے سے ضد اور ایک دوسرے سے نفرت و بیزاری رکھنے والے فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، آئیں پہلے دونوں کی تعریف و توضیح سنتے ہیں شیعہ کی تفسیر و تعریف میں بھی اختلاف ہے:

شیعہ:

شیعہ کے لغوی و اصطلاحی دونوں معنی انتشار کے ہیں فرق شناسان کا کہنا ہے اس کے لغوی معنی کے ساتھ اصطلاحی معنی کی طبیعت انتشار و افتراق ہے یہ انتشار و افتراق اپنی جگہ غیر متوازن غیر طبیعی انتشار و افتراق ہے کہتے ہیں اس کے ابتدائی مراحل میں حضرت علیؑ اور ان کے بعد ان کی اولاد کی خاص حمایت و نصرت کرنے والوں کے لئے لفظ مخصوص تھا۔

۱۔حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ اکثریت پر مبنی تھا وہ حامی و داعی امامت وریاست علیؑ بن ابی طالب تھا یہاں سے اس لفظ میں وسعت آتی گئی یہاں تک کہ علیؑ اوراولادعلیؑ اور دیگر فرزندان علیؑ کی امامت وریاست کے داعی کو بھی شیعہ کہا جانے لگا۔

۲۔اس کے بعد علی کے پیروکاروں اور اُن کے حامیوں کی عقیدت میں شدت آگئی گویا کہ امامت صرف انہی کے لئے مختص ہے اور دیگران اس کے غاصب ہیں۔

۳۔اس عقیدت یا مناصرت و معاونت نے آخر میں ایک اعتقاد کی شکل اختیار کر لی بلکہ فروعات میں بھی خود ساختہ دوئیت بنائی یہاں تک کہ خود ان کے اندر شگاف پیدا ہوا اور فرقوں میں بٹ گئے اور ہر ایک کے عقائد کی بنیاد دوسرے سے مختلف ہو گئی یہاں سے وہ میانہ رو و معتدل اور غالی وضال میں تقسیم ہوئے، غالی وضال کا سلسلہ عبداللہ بن سباء سے شروع ہوتا ہوا علیؑ کی الوہیت کا اعلان کرنے تک جا پہنچا، اس کے مرنے کے بعد یہ گروہ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گروہ میں شامل ہوا، اس کے بعد یہ سلسلہ دور امام صادق میں پہنچنے کے بعد مغیرہ بن سعید عجلی تک پہنچا، اس نے محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ کی امامت کا اعلان کیا اور بعد میں اس نے خود اپنی امامت کا اعلان کیا۔اس سلسلہ میں کتب فرق جو خود شیعوں نے لکھی ہیں ان میں نوبختی لکھتے ہیں اس خرمدینیہ آتا ہے جو آئمہ کو اللہ مانتے ہیں اسی طرح ہاشمیہ، بیانیہ اور ناووسیہ آتا ہے۔

۲۔یہ لفظ حضرت علیؓ کے بعد آپ کی اولادوں مخصوص از حضرت زہراء کے اقتدار کے حامیوں کیلئے کہا گیا۔بعد میں مخصوص کو ہٹا کر ہر اولاد علی و فاطمہ کو اس کا لائق وسزاوار وحقدار گردانا گیا ہے اس مفہوم میں شیعہ کی تعداد بہت کم اور نہ ہونے کے برابر رہی ہے یہاں تک کہ امام سجاد فرماتے تھے مکہ و مدینہ میں مل کر ہمیں چاہنے والے بیس بھی نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اسی خاندان سے وابستہ بڑی بڑی شخصیات بنی امیہ کے خلفاء سے دوستانہ تعلقات قائم کئے ہوئے تھیں جن میں سرفہرست عبداللہ جعفر اور اس کا گھرانہ ہے۔

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شیعوں نے اپنے عقائد، فقہ، اخلاق وسلوک اور تاریخ کو اسلام کے متوازی اور برابری میں لا کھڑا کیا جہاں سے ہر میدان میں وہ اپنا ہی تشخص قائم کرنے پر تلے ہوئے ہیں، وہ ایسے کسی بھی میدان میں حاضر نہیں کہ جہاں وہ عام مسلمانوں کے ساتھ یکجہتی دکھائیں گرچہ بعض شیعہ از روئے تملق ومنافقانہ انداز میں وحدت واتحاد کے داعی بننے کی کوشش کرتے ہیں شیعت کا آغاز علیؑ سے محبت سے ہوا پھر یہ علیؓ کی محبت

وحمایت علی کی نصرت سے گزرتے گزرتے علیؑ کی الوہیت، پھران کی اولاد کی الوہیت، پھران کے چاہنے والوں کی الوہیت تک پہنچی ہے۔

۲۔محبت اہل بیت کا دعویٰ کرنے والا جو کوئی بھی اقتدار میں آجائے چاہے وہ فرعونی و یزیدی کردار کا حامل ہی کیوں نہ ہوانہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن محبت اہل بیت کا جھوٹا یا سچا دعویٰ ضروری اور ناگزیر ہے ' جیسا کہ کسانیہ نے اتباع مختار ثقفی کو شیعہ کہا ہے جس نے شریعت اسلام کے مقرر کردہ اصول جنگ النفس بالنفس فلاسرخ فی العقل کے خلاف اپنا اصول انتقام وضع کیا ہے۔

۳۔زیدیہ نکلے ہیں جو خلافت خلفاء ثلاثہ کو اپنی جگہ قبیح گردانتے ہیں لیکن ان سے نکلنے والے مزید فرقے اس فکر سے منحرف ہوئے ، وہ بعض خلفاء کے داعی بنے ہیں لہٰذا وہ لوگ خلفائے راشدینؓ کی بھی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور خلافت کو اسی تسلسل میں مانتے ہیں لیکن اہل بیت کی محبت وولایت کا بھی اعلان کرتے ہیں چنانچہ صوفیانہ مزاج رکھنے والے بعض مشائخ آج کل اس کا مظاہرہ کررہے ہیں یہ محبت میں بھی حدود سے تجاوز کرکے کہتے ہیں محبت اہل بیت کے بغیر دین ناقص ہے یا محبت اہل بیت ہی دین ہے اور محبت اہل بیت کے بغیر زندگی زندگی نہیں ہے بعض صوفی حضرات اپنے مخصوص مقاصد کے لئے اسی طرح کی لفاظی کرتے ہیں وہ جس کے ذریعے سنی شیعہ کا ایک متحدہ محاذ قائم کرکے اقتدار لینے کے خواہش مند ہیں وہ محبت ہے، وہ محبت کو ہی کل دین سمجھتے ہیں چنانچہ اس ملک میں طویل عرصے سے اور پرویز مشرف کے دور سے اب تک شیعہ سنی متحدہ صوفیوں کی سرگرمیاں اسی نام سے چل رہی ہیں بقول افتخار نقوی اس معنی میں شیعہ یہاں اکثریتی فرقہ ہے کیونکہ شیعوں کی محبت اہل بیت کی فکر سنیوں میں بھی پائی جاتی ہے چنانچہ یہ لوگ محبت اہل بیت کی چھتری کے نیچے ملدین وکافرین اور دین وشریعت سے لاتعلق انسانوں اوران کے احزاب کی حمایت کورواج دینا چاہتے ہیں اور جو چیز اساس دین ہے اسے وہ غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

صوفی:[قاموس ادیان ص ۳۳۹]

صوفی ظاہری اور بادی النظر یا سطح میں عام طور پر زاہد، تائب اور عبادت گزاروں کو کہا جاتا ہے لیکن یہ تصور دوسری صدی میں چند اشخاص کے لئے لقب بن گیا جن میں جابر بن حیان اور ابو ہاشم بغدادی وغیرہ شامل ہیں علمائے محققین کا کہنا ہے کہ یہ تصور اسلام میں باہر سے داخل کیا گیا ہے یہ فکر درحقیقت مسیحیت زردشتیت

، یہود، فارس، ہند اور یونان کے مشرکین سے ماخوذ ہے۔ صوفی اپنی جگہ انتشار کا شکار اور تفرقہ پسند ہیں اور ایک دوسرے کو مرتد و بے دین اور منحرف گردانتے والے ہیں۔ بعد میں بعض نے ان کی برگشت کو اصل قرآن وسنت کی طرف پلٹانے یا خود ان کو مجتہد و بے قصور اور مخلص گردانتے کی مذموم اور ناکام کوشش کی ہے اس کے لئے انہوں نے چند ایسی شخصیات کو بطور مثال پیش کیا ہے کہ جن کے کردار کو لوگ آسانی سے مسترد نہ کرسکیں، بعض نے قوم کو ان کی وجہ تسمیہ کی بحث میں مبتلا کر کے رکھا ہے۔

اسماعیلیہ:

اسماعیلیہ کو بھی دیگر فرق و مذاہب منحرفہ، منحطہ کی طرح متعدد ناموں سے یاد کیا جاتا ہے کبھی ان کو باطنیہ کہتے ہیں کیونکہ وہ ہر چیز کا ایک باطن اور اس میں بھی باطن ہی کو مراد و مخصوص گردانتے ہیں اور ظاہر کو ملغا و معطل چھوڑنے کی دعوت دیتے ہیں اس وجہ سے اس فرقہ کو باطنیہ کہتے ہیں اس کی ابتداء وآغاز اور دعوت سب مخفی چلتی ہے، وہ اپنا چہرہ سامنے نہیں لاتے ہیں سوائے مخصوص افراد کے، ان کو سبعیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ امامت کو سات ادوار میں تقسیم کرتے ہیں ان کو حشیشیہ اور خشبیہ بھی کہتے ہیں۔ جس طرح ان کے مختلف نام ہیں اسی طرح یہ فرقوں میں بھی بٹ گئے ہیں اس لئے ان کے بھی بہت سے فرقے ہیں مشہور مورخ محدث شیعی سعد قمی اپنی کتاب مقالات وفرق میں لکھتے ہیں اسماعیلیہ کے تین فرقے ہیں:

۱۔ ان میں سے ایک کے مطابق جعفر بن صادق کے بعد امامت ان کے بیٹے اسماعیل میں منتقل ہوئی اور وہ اسماعیل ہی کو مہدی موعود قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ مرے نہیں ہیں، وہ غیبت میں گئے ہیں، وہ واپس آکر زمین کو عدل وانصاف اور امن سے پر کریں گے۔

۲۔ امامت جعفر بن صادق کے بعد اسماعیل کے بیٹے محمد میں منتقل ہوئی ہے اسماعیل کی وفات کے بعد امامت کا ان کے بیٹے میں منتقل ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان کے عقیدے کے تحت امام صادق اپنی حیات میں امامت سے معزول ومحروم اور مسلوب الاختیار ہو جاتے ہیں۔

۳۔ اصلی اور خالص اسماعیلی محمد بن ابی زینب اسدی اور میمون دیصانی کے پیروکاروں کو کہتے ہیں حقیقت میں یہی اسماعیلی ہیں جنہوں نے شریعت کو معطل کیا ہے اور ہر چیز کو مباح گردانا ہے وہ ابی الاسد کی نبوت کے داعی بنے ہیں ابوالحسن اشعری اپنے مقالات میں اسماعیلیہ ابی زینب کے بارے میں لکھتے ہیں یہ خود پانچ فرقوں میں تقسیم

ہوئے ہیں، ان کا کہنا ہے ائمہ بھی محدث ہیں، وہ خلائق پر حجت ہیں اور اس وجہ سے ان سے رسولوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے ایک ناطق اور دوسرا اسامت ہوتا ہے ناطق محمد ہے سامت علی۔

صاحب موسوعہ ادیان لکھتے ہیں خطابیہ سے مبارکیہ نکلے ہیں اور ان سے قرامطہ نکلے ہیں جو تابع ہمدان قرامط ہیں یہ اہل عراق تھے وہ آئمہ کو امام ورسول دونوں سمجھتے ہیں۔

۴۔اسماعیلیہ کا چوتھا فرقہ فاطمیہ ہے جو عبداللہ مہدی سے شروع ہوتا ہے اور حاضر باللہ پر ختم ہوتا ہے۔

۵۔اسماعیلیہ کا پانچواں فرقہ نذاریہ ہے جسے حسن صباح نے ایران میں چلایا ہے۔

آغا خانی:[اسلام بلا مذاہب ص۲۵۴]

ایران میں اسماعیلیہ کی حکومت کا خاتمہ اوران کی تشطط اور پراگندگی کے بعد اسماعیلیوں کی کثیر تعداد نے ہندوستان کی طرف ہجرت کی، وہاں انہوں نے جلاوطنوں جیسی سیاسی زندگی گزاری ان کا کوئی سیاسی اور سلطنتی مقام نہیں تھا گرچہ بعض اپنے مذہب کو ہندوؤں میں فروغ دینے کی سعی کرتے تھے خاص کر کے پست طبقہ میں۔ بوزیوں میں انھیں بہت کچھ کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں لیکن ان کے اپنے عقیدہ میں بھی تغیر وتبدیلی آئی اور اسماعیلیوں کے عقیدہ میں ہندی تقالید سرایت کر گئیں اسماعیلی نذاری ہندوستان میں اس طرح سے گزرتے رہے یہاں تک کہ ایک شخص حسن علی شاہ نامی اسماعیلی انیسویں صدی کے پہلے پچاس سالوں میں وہاں نمودار ہوا، اس کے ساتھ بہت سے اسماعیلی وغیر اسماعیلی اس کے حلقہ میں جمع ہوتے رہے۔اس نے مملکت کے امن کو خطرے میں ڈالا۔وہ راستوں میں ڈاکہ ڈالتے اور مسافروں کو لوٹنے میں مصروف ہوئے یہاں تک کہ ان کی شہرت ایران میں بھی پھیل گئی اور ان کے یہ کام لوگوں میں زبان زدعام ہوگئے جس پر ایرانیوں کو ان کی شجاعت اور جرات پر تعجب ہوا اور وہ ان کے گرویدہ ہوئے کہ وہ ان کے ذریعہ مال غنیمت حاصل کریں۔

حسن علی شاہ خود کو اسماعیلی ظاہر کرنے سے گریز کرتا تھا تاکہ لوگ ان سے دور نہ ہو جائیں جس وقت انگریز کی توجہ ایران کی طرف مرکوز تھی تو انھوں نے اس شخص کو استعمال کیا تاکہ وہ ایران کے امن کو تباہ کرے لیکن حسن علی شاہ اپنے اس کام میں ناکام ہوا اور آخر میں وہ گرفتار ہوا انگریز بیچ میں آئے، واسطہ بنے اور اسے ایران کی حکومت سے رہائی دلائی اور وہ ایران سے جلاوطنی پر راضی ہوگیا۔حسن علی شاہ وہاں سے افغانستان گیا انگریز کے کہنے پر یا ان کی حمایت میں لیکن وہ افغانستان میں کچھ نہ کر سکا، وہاں سے وہ دوبارہ ہندوستان آیا اور ممبئی میں انگریز نے

اسے اسماعیلیوں کا امام بنایا اور اسے لقب آغا خانی دیا اور خود اپنے آپ کو منسوب کیا کہ وہ امام نذار ابن مستنصر فاطمی کا فرزند ہے وہ اس طریقہ سے اسماعیلیوں کے سلسلہ نذاری کا امام بنا۔

یہاں تک کہ وہ ۱۸۸۱ء میں فوت ہوا، اپنی جگہ آغا علی شاہ کو امام بنایا اور اسے آغا خان ثانی کا لقب دیا، اس نے پہلے ہی سے اس کو امامت کے لئے آمادہ و تیار کیا تھا۔ وہ چندین لغات جانتا تھا سوائے عربی کے فارسی، اردو اور گجراتی میں شعر بھی انشاء کرتا تھا اس نے علاقہ میں تعلیم کو فروغ دینے کا کام کیا اور بغیر مذہبی امتیاز کے سب کے لئے تعلیم کو فروغ دیا، اس طرح اس کی عام مسلمانوں میں ایک شہرت پیدا ہوئی، اس نے ایک ایرانی عورت بی بی خان سے ازدواج کیا جو فتح علی شاہ کی بیٹی تھی، اس سے محمد حسینی پیدا ہوا جسے آغا خان سوم کہا جاتا ہے۔ محمد حسینی شاہ آغا خان سوم ۱۸۷۷ء میں کراچی میں پیدا ہوا، جب اس کا باپ ۱۸۸۵ء میں مرا تو اس وقت اسکی عمر ۸ سال کی تھی، وہ بچپن میں امام بنا، اس کی والدہ اس کی جگہ اپنے فرقہ کی رہبری کرتی رہی، ایک طرف سے وہ فرقہ کی رہبری کرتی اور دوسری طرف سے اپنے بچے کو امامت کے لئے آمادہ کرتی تھی جب اس کی عمر سولہ سال ہوئی تو امور فرقہ اس کے سپرد کئے۔

آغا خان سوم حسن بن محمد بن بزرگ کے عقائد پر تھا جس نے دنیا میں قیامت صغریٰ قائم ہونے کا اعلان کیا تھا، وہ اس عقیدے کو اپنے پیروکاروں میں نفوذ دے رہا تھا اور ساتھ ہی اسلامی مسائل میں بھی بھرپور حصہ لیتا رہا وہ صرف اپنی جماعت تک محدود نہیں رہتا تھا، وہ زیادہ تر مسلمانوں کو علم جدید سیکھنے پر اصرار رکھتا تھا، اس نے جامعہ علی گڑھ بنانے میں بڑا کردار ادا کیا، ساتھ ہی دوسرے ملکوں میں بھی یہ طائفہ سرگرم ہوا۔ ۱۹۴۸ء میں افریقہ میں تین مراکز کھولے دارالسلام تنزانیہ میں، نیروبی اور کمبالہ اور زنجبار مڈغاسکر ہنجو بیلجک میں، یہ دارالسلام سے ملحق تھے، ہر جگہ کے رئیس کو خود آغا خان معین کرتا تھا۔ اس نے جوا، قمار اور تمام محرمات کو حلال قرار دیا تھا۔ کسی بھی عرفیات میں جو چیز ممنوع ہے، اس نے اسے ان کے لئے مباح قرار دیا۔

بوہرہ:

اسماعیلیہ خلیفہ مستنصر فاطمی ۴۸۷ھ میں ختم ہوا ہے، وہ دو گروہوں میں تقسیم ہوئے ایک نزاریہ اور دوسرا مستعلیہ نزاریہ جو شام و ایران میں رہے پھر ہندوستان آگئے امّا مستعلی بن مستنصر کی وفات کے بعد ان میں بہت اضطرابات آئے کیونکہ اس کا بیٹا ابھی بہت چھوٹا تھا، ابھی اس کی عمر پانچ سال نہیں ہوئی تھی، جب وہ بڑا ہو گیا تو وہ

کھیل کود میں مستغرق ہوا، اس کی اس بارے میں بہت کہانیاں ہیں اس وجہ سے نذاریوں نے اس کو اختیار کیا جب ان کے لئے کوئی نسل نہیں رہی تو امام کے لئے ان کے چچا عبدالمجید جسے حافظ کہتے ہیں کو مصریوں نے پسند نہیں کیا ان کو حقیر سمجھا، یہاں سے ان کی امامت گرتی گئی۔

یہاں تک کہ ۵۶۷ھ میں صلاح الدین ایوبی نے ان کا خاتمہ کیا لیکن یمن میں موجود مستعلی صلاح الدین کے زمانہ میں اپنی ایک حکومت علی بن محمد سلیحی کے نام سے مستنصر مستعلیٰ کے لئے چلا رہے تھے انہوں نے حافظ کے علاوہ اپنا ایک امام بنایا۔ مستعلیٰ کو جب صلاح الدین نے مصر میں ختم کیا اس وقت یمن میں عروۃ بنت احمد سلحیہ حکومت کر رہی تھی وہ مکار اور صاحب فراست عورت تھی اس نے حافظ کی امامت کو مسترد کیا۔ ایک عورت کا ان کے خیال میں ایک بچہ ہوا، اس نے اس کا نام طیب رکھا، اس کو اٹھا کر سلحیہ یمن لے کر گئی اور سلحیہ اس کی پرورش کرنے لگی، پھر یہ لوگ دور تستر میں گئے جب ۵۱۱ھ میں اس کی حکومت ختم ہوگئی تو یہ یمن سے ہندوستان آئے اور ان کا کاروبار اچھا چلا تو انہوں نے اپنا فرقہ بنایا، اس کا نام بوہرہ رکھا، یہ بھی اپنی جگہ دو حصوں میں تقسیم ہوا، بوہرہ داؤدی منسوب ہے قطب شاہ داؤد سے جس نے ۱۰۲۱ھ میں وفات پائی اور بوہرہ سلیمانی یہ سلیمان بن حسین سے منسوب ہے جس نے ۹۹۷ھ میں وفات پائی۔ بوہرہ سلیمانی یمن میں ہے بوہرہ داؤدی ہندوستان میں ہے۔

جن عوامل واسباب وافکار ونظریات وکردار نے شیعوں کو زندہ رکھا ہے، ان کا جاننا بھی ضروری ہے یہ ضرورت صرف شیعہ فرقہ سے مختص نہیں تمام فرقوں کو بغیر کسی استثناء کے ان کی طاقت وقدرت کے علاوہ کچھ عوامل واسباب نے زندہ رکھا ہوا ہے یہ عوامل یہ ہیں:

۱۔ سرمایہ دار طبقہ ہے چاہے کسی بھی نژاد سے ہو لیکن اصل کردار خوجہ وخوجگان کا ہے۔

۲۔ حکمران خاص کر کے پاکستان کی حکومت

۳۔ ان کے عقائد وافکار ونظریات میں ہیں یہاں ہم چاہیں گے کہ عزاداری کے بارے میں کچھ وضاحت کریں کیونکہ یہ ان کے علماء اعلام کے نزدیک اصولِ عقائد میں شمار ہوتی ہے لیکن اگر ان سے پوچھا جائے کہ کسی بھی شق دینی کو اصول وفروع دین میں رکھنے کا اصول ومعیار کیا ہے تو وہ بجائے اس کے معیار بتائیں چند قصے کہانیاں نقل کرتے ہیں مزید اصرار کریں تو کہتے ہیں اچھا آپ نہیں مانتے نہ مانیں۔ یہ علماء کا نقطہ نظر ہے بعض مدارس دینی سے کچھ حاصل کئے بغیر فارغ ہونے والوں کا خیال ہے کہ عزاداری اصول عقائد میں سے تو نہیں لیکن دین کے

مسلمات میں سے ہے اس سے دین زندہ و تابندہ رہتا ہے امر بالمعروف و نہی از منکر کی اہمیت، مقام دین اور حلال وحرام بتانے کا موقعہ ملتا ہے لہٰذا اس کو بہتر انداز میں منانا چاہیے۔

اس سلسلہ میں علامہ جعفری نے میرے روزگار کو سیاہ کیا ہے میرے خلاف وہ میدان جنگ میں اتر آئے ہیں جس کی وجہ سے میں اپنے عقائد و نظریات میں تجدید نظر کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ کہیں ہماری غلطی تو نہیں شاید عزاداری اصول دین میں سے ہو اور میں اس کو فروع دین سمجھ رہا ہوں؟ شاید عزاداری میں خرافات نہ ہوں جیسا کہ ہمارے مرحوم آغا سید علی موسوی صاحب فرماتے تھے کوئی بھی خرافات نہیں جبکہ ہم کہتے ہیں کہ عزاداری میں خرافات ہی خرافات ہیں جبکہ بعض کے مطابق انہی خرافات سے ہی دین زندہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ عزاداری میں خرافات ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کب داخل ہوئی ہیں اور اس وقت کے علماء نے انہیں کیوں نہیں روکا ہے؟

خوجہ و خوجگان: [انسائیکلوپیڈیا فیروز ص ۶۶۲]

کسی بھی ملک میں اس کی سیاسی، اجتماعی، سماجی گردش کا ایک ستون سرمائے کو گردانا جاتا ہے ہمارے ملک میں اس ستون کے گروہ کو خوجہ و خوجگان کہتے ہیں برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کا ایک فرقہ خوجوں کا ہے، ان کا تعلق پہلے ہندوؤں کی لوہانہ سے تھا یہ چودھویں صدی عیسوی میں اسماعیلی مبلغ پیر صدرالدین کے توسط سے مسلمان ہوئے ہیں، انھیں یہ لقب انھوں نے دیا ہے اس لفظ کی اصل خوجہ ہے ہندی میں اسے ٹھاکر یا سردار کہتے ہیں خوجہ تین مسلکوں میں ملتے ہیں اسماعیلی خوجہ، جو آقا خان کو اپنا مذہبی رہنما مانتے ہیں سنی خوجہ اور تیسرا اثنا عشری خوجہ۔ یہ یہی لوگ بہت متمول و مالدار اور تجارت پیشہ قوم ہیں دائرۃ المعارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی جلد ۹ ص ۴۰ یہاں بھی خوجہ کے عقائد کو اسماعیلی نزاری کی طرف برگشت کی ہے جو اس وقت آغا خان کے پیرو ہیں وہ پاکستان میں پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ گجرات وغیرہ میں ہیں۔ ہندوستان کے خوجہ اپنا حساب کتاب ہندی میں کرتے ہیں اور ہندوانہ رسم و رواج کے پابند ہیں۔

ان کی ابتداء سید صدرالدین سے ہوئی ہے ان کے عقائد کی ترویج اسماعیلی مبلغ کے توسط سے ہوئی ہے انھوں نے اپنے عقائد ہندوؤں کے سامنے ایسی شکل میں پیش کئے ہیں جو ان کی ہندوانہ روایت سے مناسبت رکھتے تھے ہندوؤں کا عقیدہ ہے ان کا ظہور آئندہ کسی زمانے میں ہوگا اسماعیلیوں کا امام غائب ہے۔ پنجابی خوجہ برصغیر میں آغا خان کے پیرو ہیں۔ مالی میں ان کی تنظیم کے آقا خان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے ہر جماعت کا اپنا علیحدہ

جماعت خانہ ہوتا ہے۔ وہ اس کو مجلس اور مسجد دونوں کا نام دیتے ہیں۔ خوجہ وخوجگان اسلام کی رو سے دوہری شناخت رکھتے ہیں وہ نجی سرگرمیوں میں بھرپور انداز میں جدیدیت کی حمایت میں اسلام و مسلمین کا مسخرہ کرتے ہیں ہم عام مسلمان نہیں ہیں اسی حوالہ سے انہیں جہاں جہاں اسلام کی سربلندی کیلئے کوئی شخص یا ادارہ کھڑا ہوتے نظر آئے، وہاں وہ تھیلی اور لفافے کی صورت میں حصہ ڈال کر رفتہ رفتہ اس کو یرغمال بناتے ہیں اور غیر شعوری طور پر اُن کو اسماعیلی گردانتے ہیں یہ ایک اور دوہری شناخت بھی رکھتے ہیں اندر سے اسماعیلی ہیں اور باہر سے اثنا عشری ہیں۔

ان کی تمام ترجیحات مال و دولت بنانا ہوتا ہے۔ یہاں یا جس جگہ بھی ہو ملک میں ان کی انسان دوستی اور خدمتِ خلق کے مظاہر نظر آتے ہیں یا کہیں اسلام گرائی کے تو اس سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کہ یہاں دین ان سے قائم ہوگا بلکہ یہاں کفر والحاد کا اقتدار لانے والے یہی لوگ ہیں منافقین کو لانے والے بھی یہی لوگ ہیں اگر یہ کسی وقت دینی جماعتوں کے ساتھ تعاون کرتے دکھائی دیں تو وہاں بھی ان کا مطمع نظر اسلام نہیں بلکہ اپنے وقتی مفادات ہوتے ہیں۔ کوئی مسلمان اور خاص کر کوئی عالم دین ان کے جال میں نہ پھنسے، وہ چہرہ نفاق لے کر تواضع وانکساری کا دکھاوا کرتے آئے ہیں جہاں مولوی مریض مفلوج الحال ہوتا ہے تو اس کے علاج کے لئے آنے والے طبیب ہوتے ہیں، ان کی تمام سرگرمیاں نفاق پر ہی مبنی ہیں، یہ کسی بھی وقت اسلام کی سربلندی نہیں چاہتے ہیں، لہٰذا وہ مولویوں کو عمارتیں بنانے میں مصروف رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں عمارتیں ہمارے مفادات کے خلاف نہیں اٹھیں گی، لوگوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بطور مسکن کچھ دینا پڑتا ہے اگر اسلام آجائے تو ہماری حرام خوری کی دکان کا دیوالیہ ہو جائے گا۔

خوجہ وخوجگان اپنی تمام بود و باش میں تابع انگریز ہیں، ان کا سب کچھ انگریزی ہی ہے وہ عندالضرورت اسلام کا نام لیتے ہیں، دین اسلام اور مسلمین پر ان کی وارداتوں کی مثال انگریز کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی مثال ہے، وہ اداروں اور گھروں میں اپنا مقام بناتے ہیں پھر ان پر قبضہ کرتے ہیں۔

۴۔ اثنا عشری اپنے مظاہر وجودی کے حوالے سے کوئی گروہ نہیں ہے ان کے عقائد، ان کا سلوک، ان کا اخلاق اور ان کے اجتماعیات سب اسی اسماعیلی فرقہ کے زیر سایہ پروان چڑھے ہیں یوں سمجھیں کہ وہ اسماعیلیوں کے دائیں بازو ہیں اور مسلمانوں میں دینی تظاہر کر رہے ہیں جب ان کو دین کی ضرورت پڑتی ہے تو ان سے دین کا تظاہر

کرتے ہیں جب دین کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے تو اپنی شکل میں تنسیخ وتعطیل شریعت کی طرف برگشت کرتے ہیں ۔وہ اثنا عشری شیعوں سے بھی لا دینوں کی حمایت کراتے ہیں اور نظام اسلام کی مزاحمت کراتے ہیں اس کے بہت سے دلائل ہیں:

۱۔ان کے عقائد ویسے ہی ہیں جیسے اسماعیلیوں کے عقائد جو وقتاً فوقتاً ایسے پہاڑوں سے ٹکرا کر سرگردان وحیران رہ جاتے ہیں۔

۲۔جیسے فرزند اکبر کی تنصیص ناممکن ہو جاتی ہے اسماعیلیوں میں اس کی چندین مثالیں ہیں اثنا عشریوں میں امام صادقؑ کے بعد عبداللہ فتح کے ہوتے ہوئے موسیٰ بن جعفر کا انتخاب۔

۳۔اسماعیل کے بعد ان کی وفات سید محمد کی منصوصیت کے بعد حسن عسکری کی امامت۔

۴۔نابالغوں کی امامت کے اعلان۔

۵۔بار بار امام غائب کے اعلان نے ان کو پریشان کیا ہوا ہے مدارس وحوزات علمیہ کے درس خوانوں کے لئے ایسے سوالات بم دھماکوں جیسے ہوتے ہیں۔

[کتاب اسلام بلا مذاہب ص ۱۷۱] لکھتے ہیں:

فرقہ جعفری:

اس نام سے چندین فرقے ہیں،بعض کا کہنا ہے یہ امام جعفر صادق کے نام جعفر سے منسوب ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امام جعفر صادق کو قرآن اور سنت محمد کے مقابل میں ایک مذہب کے بانی کے طور پر متعارف کرانا قرآن و سنت اور خود امام صادق سے خیانت پر مبنی ہے۔

قرآن کریم میں بعض ایسی آیات ہیں جس میں اللہ قیامت کے دن اپنے بعض انبیاء سے سوال کریں گے کہ آپ نے لوگوں کو اپنی طرف اور اپنی پرستش کی دعوت دی ہے تو نبی فرمائیں گے حاشا وکلاء ہم نے ایسی کوئی دعوت نہیں دی ہے اگر ہم نے دعوت دی ہوتی تو آپ کو پتہ چلتا جب ہماری وفات آئی تو آپ جانتے ہیں کہ کب وفات آئی ہے اور ہماری وفات کے بعد آپ خود شاہد وگواہ ہیں آئندہ قیامت کے دن نبی سے باز پرس ہونے والے اس سوال کو قرآن میں لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ بندوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ بندہ کتنا ہی بزرگی والا مقام کیوں نہ رکھتے ہوں وہ معبود نہیں بن سکتے،وہ بانی مذہب نہیں بن سکتے اگر حتیٰ خود محمد بھی نہیں بن سکتے حضرت محمد کی مدح و

ثناء بانی مذہب گردانناان کی پرستش کرنا جائز نہیں تو ان سے وابستہ شخصیات کو یہ مقام کیسے حاصل ہوگا؟

اثناعشری:

اس فرقہ کو دیگر فرقوں کی بنسبت معتدل گردانا جاتا ہے لیکن یہ صرف نام کی حدتک ایک الگ فرقہ ہے حقیقت میں جتنے بھی فرقے آئے ہیں ان سب کے بدنام زمانہ ہوکر مٹنے کی دعویٰ کیا جاتا ہے لیکن، یہ دعویٰ بے بنیاد ہے وہ فرقہ نہ عیسیٰ بن کر آسمان پر گیا نہ قارون بن کر زمین کے شکم میں دفن ہوا نہ شکم ماہی میں گیا بلکہ نام بدل کر دوسرے نام سے باقی ہے، چنانچہ سبائیہ اگر ختم ہوا ہے تو کیسانیہ میں داخل ہوا، زیدیہ نے اپنا نام باقی رکھا لیکن عقائد بدل کر کیسانیہ کو اپنایا ہے اور بعض فرقوں نے اسماعیلیوں کے عقائد اپنا لئے ہیں ان کی چھتری میں ہیں اسماعیلی اثنا عشری ہی کی چھتری میں ہیں اس کی دلیل اثناعشریوں کے موجودہ عقائد گواہ صدق بنتے ہیں۔

سکھ: [کتاب رجال الفکر دعوۃ ابوالحسن ندوی ج۴ص۲۵۴]

سکھ ایک فرقہ ہے جسکی بنیاد ۱۴۶۹ھ کو پنجاب میں گرونانک نے ڈالی ہے اس نے صداقت اور تہذیب نفس پر زور دیا ہے گرونانک نے ابتدائی تعلیم زبان فارسی میں سید حسن کے علاوہ بہت سے درویش صوفیوں سے حاصل کی ہے اور ان کی صحبت میں رہا ہے منجملہ میاں متھا شیخ شرف الدین شیخ فرید الدین شیخ ابراہیم پاک وپتن میں مقبرہ فرید الدین سنا ہے اکبر بادشاہ بھی ان کی زیارت کے لئے ان کے گھر گئے ان کے مرنے کے بعد ان کی زوجہ کو ۱۵۱۸ کو اکبر بادشاہ نے وسیع الارض ان کے نام کی تھی تھا انہوں نے اکبر بادشاہ کو ملک صادق کا نام دیا تھا آخر میں یہ فرقہ سیاسی تشدد کے طور پر ظاہر ہوا۔

نصرانیت:

نصرانیت کے مراحل تنزلی از توحید مگرداب شرک وثنی روم سر دیونان وایجاد عقائد نا قابل تحلیل وفہم کے بارے میں نیم تفصیل ہماری کتاب تحفہ منورین میں ملاحظہ کرسکتے ہیں یہاں ان کے بنیادی اور مرکزی عقیدہ اقنوم کے بارے میں اشارہ کرتے ہیں کلمہ قنوم یونانی لفظ ہے جس کے معنیٰ وہ یہ کرتے ہیں کہ اللہ واحد نہیں بلکہ مرکب از ثلاثہ واحد ہے اس توحید کو توحید نوعی یا شخصی کہتے ہیں جیسے انسان واحد نوع ہے زاہد واحد شخص ہے جبکہ انسان میں ملائیں افراد ہوتا ہے زید میں ملائیں اجزاء ہوتا ہے لیکن مسیحی اس کو نہیں مانتے ہیں وہ کہتے ابن، قدس، اللہ مل کر

اللہ ہے لیکن واحد حقیقی ہے اگران سے تو نہ کرئے کہیں اس کو سمجھائیں تو کہتے ہیں تو تم سمجھ نہیں سکتے ہو یہیں سے استبداد کلیسا شروع ہوا ہے وہ کہتے ہیں مانیں عقل تسلیم نہیں کرتی تو جو ہم کہتے ہیں اس کو ماننا پڑے گا۔

احزاب جماعت پاکستان:

علمانیہ:

علمانیہ کی دو تفسیریں ہیں دونوں تفسیروں سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ علمانیہ الحاد کا منافقانہ چہرہ ہے اس چہرے سے وہ موحدین میں گھل مل جاتے ہیں موحدین سے پیار و محبت دلسوزی دردمندی کر کے غیر شعوری طور پر الحاد کی راہ پر گامزن کرتے ہیں:

ا۔علمانیہ سے مراد عالمی حکومت تمام اختلافات اختراعات کو ختم کر کے حکومت قائم کریں بین المذاہب سے جنگ ختم کریں جسے عرف عام میں وحدت مسلمین کہا جاتا ہے۔

ہم جب کہتے ہیں ہماری تاریخ اسلامی ہے جو کہ مصاحبت ملائمت' محبت والفت اور سلامتی اور آشتی کی تاریخ ہے اس سے مراد صرف بدایت تاریخ نہیں یعنی جہاں سے تاریخ شروع ہوئی ہے بلکہ ہماری روزمرہ تاریخ بھی اسلامی ہے لہذا ہمارا دن رات سے شروع ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کا ترجمہ ہے جمہوریت یعنی عوام کی اکثریت کی حکومت ہے۔ کہتے ہیں جمہوریت عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے حکومت، عوام پر حکومت یہ سب اپنی جگہ مخدوس مطعون اور ناقابل تطبیق کلمات ہیں یہ الفاظ عوام کو دھوکے میں رکھنے کا ایک ڈھونگ ہے۔ جمہوریت کا معنی اکثریت نہیں ہے نہ دنیا میں اکثریت کی حکومت قائم ہوسکتی ہے اور نہ ایسا کبھی ہوا ہے نہ اس حکومت کی کوئی قانونی و شرعی حیثیت ہے۔ یہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے رٹے رٹائے نعرے ہیں۔

جمہوریت کا مطلب ہے آزاد و خود مختار رائے کے ذریعے منتخب ہونے والی حکومت۔ یہ تصور ماضی میں ہوگا لیکن اس زمانے میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس وقت ایک پارٹی اقتدار میں آنے کیلئے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر برسراقتدار نہیں آسکتی بلکہ یہاں ملک کے سرمایہ کار، سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر بھی سرمایہ کاری ہوتی ہے لیکن یہاں جمہوریت کا رٹہ لگاتے ہیں۔ ہندوستان، انگلینڈ اپنے انتخابات میں کتنا خرچ کرتے ہیں

اوریہی ممالک ہمارے ملک کے انتخابات پر کتنا خرچ کراتے ہیں یا امیدوار خود کتنا خرچ کرتے ہیں۔ یہ ووٹ بازار میں بکنے والا ووٹ ہے۔

اتحادیات:

قرآن وسنت میں امت مسلمہ کوامت واحدہ کہا گیاہے اسلام میں آئین ایک مستقل آئین ہے جوقرآن وسنت کی صورت میں موجود ہے قرآن کریم کی آیات متشابہ کومحکمات کی طرف پلٹانے اور بے سند احادیث کی چھان بین کرکے مستند احادیث کو سامنے رکھنا یہ ذمہ داری علماء کی ہے لیکن زندگی کے لئے درپیش مشکلات پیچیدگیاں اورضروریات کوخوش اسلوبی سے احسن طریقہ سے قرآن وسنت کے مطابق خاضع کرنا علماء اوردانش ور مسلمین کا کام ہے۔ یہاں اکثریت کی بات کومقبول گردانا جاتا ہےاوراقلیت کومردود گردانا جاتا ہے یہ ہوتے ہوئے امت امت واحدہ ہے دونوں اس نظام کے حامی وداعی ہیں' لیکن تعدد یا کثرت منظمات بذات خودقرآن وسنت سے متصادم ہے' تنظیم درحقیقت وحدت امت میں شگاف کاعمل ہے' یہاں سے ایک مسلمان مومن بہ قرآن وسنت کہہ سکتا ہے جس جس نے یہاں احزاب کی بنیاد رکھی ہے یا مطالبہ کیاہے یا اجزت دی ہے وہ سب کہ سب اسلام مخالف ہیں، اسلام سے متصادم ہیں، مسلمانوں کے خائن ہیں گرچہ پوری اسمبلی قانون ساز ادارہ نے اسے قبول کروایا گیا ہو کیونکہ اس اسمبلی میں آنے والوں کومصیبتوں کی نشان دہی کرنے حل کرنے کی اجازت دی ہے نہ اینکہ قرآن وسنت سے متصادم آئین وضع کریں لہٰذا ملک میں تعدد تنظیمات واحزاب اپنی جگہ باطل ہیں۔

۲۔تعدد ضد وحدت ہےاس سے تعدد ہی پیدا ہوتا ہے تعدد کبھی وحدت کی طرف نہیں لے جاتا ہے لیکن جب مسائل کبھی وہ نیازمند ہوتے ہیں تو وحدت کی طرف آتے ہیں تو یہ کہ یہاں سے اتحادیات وجود میں آتے ہیں تو پہلے تعداد میں تقسیم ہونے والے کوئی نقطہ اشتراک اپنے لئے بناتے ہیں جو پھروقتی اس پر متحد ہوتے ہیں چنانچہ ۱۹۸۸ء میں مسلمانوں کے منتشر مدعیان احزاب اسلامی کی نو،۹ پارٹیاں بے نظیر بھٹو کی پارٹی کے مقابلہ میں متحد ہوئی تھیں' اس اتحا کواسلامی جمہوری اتحاد کا نام دیا گیاہے۔

کتاب تاریخ پاکستان تالیف <u>آئین تالپورص</u> ۵۵۸ میں آیا ہے اسلامی جمہوری اتحاد ستمبر ۱۹۸۸ء میں وجود میں آیا، اس اتحاد میں عوامی نیشنل پارٹی' مسلم لیگ' جماعت اسلامی' جیسے متضاد مزاج ونظریات رکھنے والی پارٹیاں شامل تھیں لیکن انھیں اس کے باوجود شکست کا سامنا ہوا۔

ایک طویل عرصہ سے مسلمانوں میں اتحاد مذاہب کے نام سے اجتماعات کانفرنسیں اور لا حاصل اجتماعات ہو رہے ہیں۔ بہت سے سادہ عوام جنہیں پس مناظر کا علم نہیں ہوتا، وہ خوش فہمی میں رہتے ہیں کہ ان اجتماعات کے ذریعہ ہمارے معاشرے میں بھڑکتی ہوئی شعلہ ورفرقہ واریت کی آگ بجھ جائے گی، یہ ایک وہم اور خام خیال ہے، فرقے کبھی متحد نہیں ہو سکتے ہیں، ان کی فرقہ کی دیوار ہی ان کی راہ میں رکاوٹ ہے۔فرقوں میں اتحاد کی دعوت صوفیوں اور مغربیوں کی اختراع وایجاد ہے کیونکہ ان کا مقصد فرقوں کو ختم کرنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد اس نام سے لا دینیوں کے لئے راہ ہموار کرنا ہے اگر انسان اسلام سے مخلص ہو تو اسے چاہیے کہ وہ خود اسلام کی اساس قرآن وسنت کو سامنے لائیں، خود کو تابع قرآن وسنت بنائیں تو خود بخود دین کی سر بلندی ہو جائے گی لہٰذا سمجھ لیں کہ فرقہ واریت ہی ہمارے ملک وملت اور دین کے لئے ایک ناسور ہے۔

احزاب سیاسیہ: [قاموس سیاسی ص ۲۴]

حزب سیاسی ایک جماعت منظمہ مرتبہ از مواطنین کو کہتے ہیں یہ حزب یہ گروہ آپس میں متفق ہوتے ہیں یعنی بعض بنیادی مسائل پر اتفاق کرتے ہیں اگر وہ برسر اقتدار آئیں گے تو ان نکات پر عمل کریں گے اس کا وعدہ کرتے ہیں 'لہٰذا وہ اپنا منشور دیتے ہیں جس میں اپنے اقتدار پر آنے کے بعد عمل ہونے والی یا عمل پیرا کرنے کے پر عزم ہو نے کا وعدہ دلاتے ہیں' یہ منشور، یہ وعدہ وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی آئین نہ ہو، دستور نہ ہو ملک میں ایک شخصی حکومت ہو ایک ملک مملکت ملت بغیر آئین ودستور زندگی گزار رہا ہو وہ آکر اس کے لئے نیا منشور دیتے ہیں اگر ہم آئیں گے تو اس پر عمل کریں گے لیکن جس ملک میں حاکم کی ذمہ داریاں واضح انداز میں موجود ہوں اور آپ دعویٰ کرتے ہوں کہ ہمارے پاس آئین موجود ہے آپ کا حلف اس آئین منشور پر عمل کرنے کا ہے تو لہٰذا یہ منشور غلط ہے یہ ضد آئین ہے منشور پیش کرنا دلیل ہے کہ یہ گروہ منحرف منشور پیش کر رہے ہیں اور اس پر کوئی چیز اضافہ وضاحت کرنا بھی عقل ومنطق کے خلاف ہے چنانچہ حضرت علیؑ کے بعد لوگوں نے امام حسنؑ کی بیعت کرتے وقت کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں اس شرط پر کہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ پر عمل کریں گے اور دشمنان سے جہاد کریں گے امام حسنؑ اس سے ناراض ہوئے کہ تم نے یہ شرط اضافہ کیوں کی جبکہ یہ شرط کتاب وسنت میں پہلے سے موجود ہے تو یہ منشور جو آپ کو کبھی پی پی اور کبھی غیر پی پی والے پیش کرتے ہیں یہ کھلا دھوکہ ہے۔

یقیناً جب شوریٰ کے تحت کوئی اقتدار میں آتا ہے تو ناراض گروہ اس کا مخالف بنتا ہے اور حزب مخالف اپنی جگہ حاکم

کو کنٹرول کرتا ہے یہ اپنی جگہ درست ہے لیکن یہاں یہ کہنا کہ ہم اس کو کرسی سے ہٹا کر چھوڑیں گے یہ ایک بغاوت ہے خانہ جنگی والی بات ہے۔

احزاب کے قیام کا سلسلہ حزب کے نام ہوا سب سے پہلے مصر میں ۱۸۷۹ء کو محمد شریف بادشاہ اسماعیل وغیرہ نے شروع کیا ہے ۱۸۸۰ میں ایک جماعت مصرفتات کے نام سے وجود میں آئی اور ایک رسالہ چھاپنے لگی اور یہاں سے خواتین کا گروہ آیا اور خواتین نے آزادی نسواں کا مطالبہ کیا۔ ۱۹۲۲ء کو حزب احرار دستوری وجود میں آئی ۱۹۲۵ء کو حزب اتحاد وجود میں آئی، ۱۹۳۰ء کو حزب شاہ وجود میں آئی حزب وفد وجود میں آئی پھر ۱۹۴۲ء کو حزب اخوان المسلمین وجود میں آئی اور ۱۹۵۳ء کو احزاب سیاسی کو تحلیل کرنے کا حکم وجود میں آیا۔

احزاب دینی ولا دینی:

پاکستان کے وجود میں آنے کے ساتھ ساتھ احزاب دینی اور لادینی بھی وجود میں آئیں گویا جس دن یہ نظریہ وجود میں آیا تھا اس دن اس کے شکم میں فرزند صالح کے جوڑواں فرزند ناخلف بھی حاملہ ہو چکا تھا پاکستان کے وجود میں آنے کے اعلیٰ وارفع مقاصد کے حصول میں ناکامی کے اسباب وعلل کو تلاش کریں تو شخص تجزیہ نگار و تحلیل گر قاری کو اس ملک کے احزاب دینی ولا دینی کی طرف رہنمائی کرنا ہوگی لیکن پہلے حزب کے معنی واضح کرنا ضروری ہیں حزب گروہ متشدد و مغلط کو کہتے ہیں حزب قرآن میں دو گرہوں کو کہا گیا ہے مجادلہ ۱۹ حزب مومنین احزاب ۲۳ مائدہ ۵۶ قرآن کریم میں دو ہی حزب بیان کئے گئے ہیں جن میں سے ایک کو حزب اللہ اور دوسرے کو حزب شیاطین کہتے ہیں اس کے تحت کثرت احزاب گرچہ دینی ہی کیوں نہ ہوں، وہ حزب شیاطین میں شمار ہونگے۔

احزاب دینی ہوں یا لادینی، دونوں اپنی جگہ دو قسم کے ہیں:

۱۔ یکتائی یعنی استقلال خاص اہداف ومقاصد لے کر حزب کی بنیاد رکھی ہو۔

۲۔ دوسرا وقت وحالات کے تحت متعدد احزاب کو ایک پرچم تلے جمع کرنے کی خواہش میں ایک نئے حزب کا نام وجود میں آئی ہے۔

ہم یہاں پر ان دونوں بلکہ چاروں احزاب کا ذکر بیان کرتے ہے جو پاکستان کی سیاسی، ثقافتی، اقتصادی تقدیر کو بدلنے میں کردار رکھتے ہیں۔

تفاہم ادیان کے مقاصد ومظاہر:

۱۔کسی دوسرے مذہب کے دین عقائدوشرائع کونہ چھیڑیں
۲۔مشترکہ عقائدکوردکریں۔
۳۔بین الاقوامی ہمہ گیریک جہت اورایک دین پرمتحدہوجائیں۔
یہ فارمولا پہلے دن سے مستردہوگیاتھا۔

احزاب سیاسی:[موسوعہ عالمیہ ص۲۵۱]

بعض شہری یا بعض مواطنین سیاسی اہداف کے تحت جمع ہوجاتے ہیں اوروہ سیاسی نظریات کے حامل ہوتے ہیں جو نظریات انہوں نے اپنائے ہوتے ہیں ان کونفاذ دینے کے طریقہ کار پر غوروخوض کرتے ہیں احزاب دوقسم کے ہیں ایک احزاب ہیں جن کا مقصد جمع ہوکر حکومتوں پر دباو ڈالنا ہے جیسے یونین نقابات اور صنعتوں حرفتوں سے وابستہ افراد کا منظّم ہونا جن کا مقصد صرف اپنی متعلقہ وزراتوں پر دباؤڈالناہےاوراپنے مطالبات منظورکرانا ہے وہ ملک میں سلطنت اقتدارطلبی کے خواہاں نہیں ہوتے ہیں گرچہ ممکن ہے وہ سیاسی احزاب کے اشاروں پر چلتے ہوں یاان کے حامی ہوں جب کہ احزاب سیاسی ان سے مختلف ہیں احزاب سیاسی یورپ وغیرہ میں یابلادعرب میں جہاں ہیں وہ حکومت تک رسائی کی خاطر ہوتے ہیں۔

سیاسی احزاب جوکہ پوری دنیامیں وجودمیں آئی ہیں وہ تین حصوں میں تقسیم ہوتی ہیں احزاب برجوازی یہ خاص خاص افرادپرمشتمل ہوتی ہیں وہاں عام لوگوں کے لئے اجازت نہیں ہوتی اس میں برجستہ شخصیات کوشامل کیا جاتا ہے۔

احزاب اشتراکی سوشلزاحزاب جن کی خواہش ہے جتناممکن ہوسکےعوامی افراداس میں شامل ہوں یہاں حزب منظّم طریقہ سے چلتی ہےاما احزاب سیاسی عالم عربی میں بیسویں صدی کی ابتداء سےشروع ہوئیں ہیں سب سے پہلی حزب ۱۹۰۶ء میں مصرمیں وجودمیں آئی ہے

سیاسی پارٹیوں کی شاخیں:

سیاست دان زیادہ سے زیادہ تنظیمیں، پارٹیاں، جماعتیں اورگروہ بنانے اوران کی حوصلہ افزائی کرنے اوران کوصرف اورصرف اپنی تنظیم کے منشوراوران کے سربراہ کے سامنے خاضع وخاشع ہونے کی تلقین کرتے ہیں، اس طرح سے اس میں آنے والوں کی اوراپنی خواہشات وشہوات ومنویات کوغیرمحدوداورغیرمقیدانداز میں

آزادی دیتے ہیں لیکن ساتھ شامل ہونے والوں کو اپنے سامنے خاضع وخاشع رکھتے ہیں وہ اس طرح سے لوگوں کے ضمیر وایمان کو خریدتے ہیں اور حقد وکینہ وحسد کو فروغ دیتے ہیں۔

کفر والحاد کو پرورش دیتے ہیں اور دین وایمان کی جڑوں کو اندر سے کھوکھلا کرتے اور اکھاڑ دیتے ہیں۔اس چیز کی اس ملک میں آنے والے ارباب اقتدار نے حوصلہ افزائی کی ہے، یہ سب پر عیاں ہے جہاں ان سے بے تحاشا ولا محدود سیاسی وسماجی واقتصادی برائیوں کا عروج نظر آتا ہے دوسری طرف انہوں نے مساجد ومنابر تک کے انتظامات کو بھی اپنے کنٹرول میں لے لیا ہوتا ہے، ان تنظیموں کے سامنے بے چارے دیندار بے بس ومجبور ہو کر رہ گئے ہیں۔

۲۔وہ زیادہ سے زیادہ اپنے اہداف تک رسائی کے لئے اور نظام کو درہم برہم کرنے اور خود اس پر مسلط ہونے کے لئے ہر قسم کی جنایت وقتل وکشتار اور غارت گری کی پشت پناہی کرتے ہیں، یقیناً یہ بات آپ سب کے مشاہدے اور دیکھنے میں آئی ہوگی کہ وہ اپنے ہر مطالبے کو منوانے کے لئے بہت سے لوگوں کی املاک کو جلا دیتے ہیں، توڑ پھوڑ کرتے ہیں اور بے قصور انسانوں کو لقمہء اجل بناتے ہیں۔

۳۔یہ اقتدار پر آنے کے بعد یکے بعد دیگر پہلے مرحلہ میں اپنے مخالفین کو، پھر اپنی حمایت نہ کرنے والوں کو اور پھر آئندہ ان کے مقابلہ پر مزاحمت میں آنے کے متحمل افراد کا خاتمہ کرتے ہیں، انہیں دیار عدم بھیجتے ہیں۔ان کے دلوں میں رحمت وانسانیت نامی کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔وہ کسی کے لئے ہمدردی نہیں رکھتے۔

۴۔تمام ادیان کا مسخرہ کرتے ہیں۔ان سے مزاحمت کرتے ہیں ہر جگہ ان کے ساتھ اور خاص کر اسلام کے ساتھ نبرد آزما رہتے ہیں۔

۵۔دین ودیانت سے وابستہ علماء اور مولویوں کا خاتمہ کرتے ہیں۔انہیں قتل، زندان یا ملک بدر کرتے ہیں۔

۶۔ملک میں عام وخاص کے لئے نا قابل برداشت ٹیکس لاگو کرتے ہیں اور ہر آئے دن انہیں اس سلسلہ میں پریشان کرتے ہیں۔

۷۔لوگوں کی املاک کو حکومت کی تحویل میں لیتے ہیں یا حکومتی تحویل میں موجود املاک کو فروخت کر کے ملک کو فقر و فاقہ میں مبتلا کرتے ہیں اور تجارت وکاروبار پر خود مسلط ہو جاتے ہے۔

۸۔تمام محرمات کو مباح گردانتے ہیں اور ہر قسم کے دین واخلاق سے آزادی کی دعوت دیتے ہیں۔

۹۔تعلیمی مراکز پر اپنا قبضہ جماتے ہیں۔
۱۰۔دینی مراکز کو اپنی تحویل میں لیتے ہیں۔
۱۱۔ملک میں جاسوسی کے نظام کو اتنی وسعت دیتے ہیں کہ ملک میں قوم وملت آزادی سے بات کرنے کی اجازت کھو دیتی ہے اور لوگ حق بات کو آگے پہنچانے سے ڈرنے لگتے ہیں۔
۱۲۔وہ اس پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ دنیا کو ایک نظام کی طرف حکومت بائیدہ کی طرف لے جانے یا حکومت واحدہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں سرگرم رہتے ہیں۔

احزاب لادینی:

یہ ایک لمحہ المیہ ہے جس ملک کو مسلمانوں کے تشخص کو برقرار رکھنے کی خاطر وجود میں لایا گیا ہے اسے ٹکڑے کرنے تتر بتر بنانے اسے اس کی اصلی منزل سے باز رکھنے کیلئے الحادی احزاب وجود میں آئی ہیں جنہیں مسلمانوں نے دور سے تف کر کے مسترد کرنے کے بجائے اپنے دامن آغوش میں بلایا اور بسایا ہے ان میں سے بعض قوم پرستی کی بنیاد پر ہیں جسے قرآن وسنت نے واضح واشگاف الفاظ میں مسترد کیا ہے کیونکہ یہ الحاد پر مبنی اور الحاد سے آمیزش رکھتی ہے جیسے:

۱۔بلوجستان نیشنل پارٹی:

بلوجستان کے ایک سابق وزیر عطاء اللہ مینگل نے ۱۹۵۶ میلادی کو اس کی بنیاد رکھی ہے۔

۲۔پاکستان تحریک انصاف:

یہ پاکستان کے ایک کھلاڑی عمران خان نے ۱۹۹۶ء میں اس کی بنیاد رکھی ہے۔[پاکستانیکا ص ۶۸۹] لکھا ہے عمران خان ۱۹۵۲ میں لاہور میں پیدا ہوئے تعلیم کے بعد ۱۹۷۹ کو کرکٹ میں شامل ہوئے ملک وغیر ملک میں اس گروہ میں سرگرم رہے یعنی بہت سے انعامات حاصل کئے پھر اس عہدے سے مستعفی ہوئے اپنی والدہ شوکت خانم کے نام پر ہسپتال قائم کیا اس میں مصروف ہوئے ۱۹۹۶ کو تحریک انصاف کی بنیاد رکھی اور پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ دونوں جماعتوں کو بدعنوان قرار دیا عمران خان کا کھیلوں کے کپتان سے میدان سیاست میں اترنا اس بات کی دلیل ہے کے اس ملک میں اقتدار اعلیٰ کے لئے کوئی علم مہارت دیانت تجربہ کی کوئی شرط نہیں ہے۔

عمران خان نے اس کے بعد انگلستان میں ایک یہودی متول مالدار عورت سے ازدواج کیا جو اس بات کی دلیل

ہے کہ وہ اسلام دشمن سے رشتہ رکھنے کوکوئی قباحت نہیں سمجھتے ہیں عمران خان کی پارٹی میں اسلام کا تو نام نہیں ملکی نظم ونسق کے لئے بھی اس کے پاس پیپلز پارٹی جیسا الحادی منشور بھی نہیں لہذا وہ ان جیسا الحاد کا مظاہر کر سکتے ہیں ان کی بے دینی پہلے سے معروف ہو چکی ہے کہ انہوں نے یہودیت سے رشتہ قائم کیا ہے لہٰذا دین و دیانت اور علم و فراست سے عاری و خالی ہونے والے اس ملک کے اقتدار کے امیدوار بننے کو بدشگونی سے ملک کے نظام پر حیرت وافسوس سے دیکھا جائے گا۔تعجب اس بات پر ہے کہ سیکولر لادین پارٹی سے ایک دینی جماعت اسلامی نظام کی داعی کے سربراہ قاضی حسین احمد صاحب بھی ان کے پروگراموں میں شرکت کرتے رہے اور ان کی غیر اسلامی حرکات کو بھی اسلام کی رو سے بے حرج قرار دیتے رہے جہاں انہوں نے اس اجتماع میں بے حجابوں کی شرکت کو اپنے لئے سوال بننے سے بچنے کے لئے کہا کہ آنحضرت کی سیرت میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی ہے کہ جہاں آپ نے کسی بے حجاب کو یہ کہا ہو کہ تم حجاب کر کے آجاؤ۔یا حجاب کرواتے تنے لوگوں کو احمق بنانا تعجب کی بات ہے پیغمبر کا طاقت وقدرت میں آنے کے بعد مدینہ میں اسلامی نظام قائم کرنے کے بعد کوئی عورت بے حجاب آئی ہو اور پیغمبر نے منع نہ کیا ہو اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہماری وحدت مسلمین کی نئی تنظیم کے سربراہان علامہ امین شہیدی اور راجہ ناصر صاحب نے ان سے اتحاد کیا ہے اس بنیاد پر اتحاد کیا ہے کہ ملک میں افواہ پھیلی ہے امریکہ ان کو حکومت میں لا رہا ہے۔یہ دوغلے ہیں ایک طرف سے مردہ باد امریکہ کا نعرہ لگاتے ہیں دوسری طرف سے امریکہ کس کو لا رہا ہے وہاں شامل ہو رہے ہیں۔

۳۔پاکستان پیپلز پارٹی:

اس پارٹی کی بنیاد ۱۹۶۷ کو ذوالفقار علی بھٹو نے رکھی اس کا تعارف یوں پیش کیا کہ اسلام ہمارا دین، جمہوریت ہماری سیاست، سوشلزم ہماری معیشت، عوام قوت کا سرچشمہ ہے یہ تعارف مارکسیزم کے فروغ واشاعت کی خاطر اٹھایا کیونکہ بہت سے ملکوں میں اس کا تسلط ہو گیا تھا اور دنیا میں رائج سرمایہ دارانہ استعماری سیاست اقتصادی کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کو ہر جگہ حتیٰ حلقہ دینی میں بھی اسلامی مساوات کے نام سے اس کو رواج دیا گیا پاکستان میں ۱۹۶۵ کی جنگ میں ہنگامی حالات میں اس پارٹی کو پذیرائی ملی ہے۔

اس کے بانی بھٹو گرچہ داعی جمہوریت تھے لیکن اندر سے مطلق العنانی اور آمریت کے داعی تھے اس طرح ان کی بیٹی کی بھی یہی سیرت رہی ان کی اقتدار میں عوام کو جمہوریت ملنا بعد کی بات ہے اپنے کارکن لوگوں کو بھی چوں و

چراں کی اجازت نہیں تھی ان کے ہاں جمہوریت دو چیزوں یا مقاصد کی خاطر استعمال ہوتی رہی ایک حزب مخالف کو دبانے کیلئے دوسرا اقتدار اسلام سے بغاوت کرنے کیلئے استعمال ہوتی رہی۔ان کی من مانی اور جمہوریت کے نام سے خاندانی حکومت کے عزائم لوگوں میں شناخت ہونے کے بعد اس کی محبوبیت مرغوبیت گرگئی لوگ اس سے بدظن ہوگئے ان کے وعدوں کو دھوکہ فریب ساحرابیان قرار دیا گیا اور حتیٰ یہاں تک کہ وہ اپنی پارٹی کے اندر قابل لوگوں کو اپنا حریف ورقیب سمجھتے تھے جس کی وجہ سے وہ کبھی بھی استقلالی طور پر ۱۹۷۱ کے بعد حکومت قائم نہیں کرسکے وہ ہمیشہ دیگر احزاب کی معاونت ومددگاری کے دست نگر رہے۔رفتہ رفتہ اس پارٹی میں بھی شگاف آتا گیا لیکن مرکزی نقطہ امریکہ سے وفاداری یا امریکہ کی نظر میں یہ پارٹی دین سے نفرت وبیزاری میں پیش پیش ہونے کی وجہ سے امریکہ کی مرکز توجہ وعنایت رہی ہے۔

اس کا پروگرام روٹی کپڑا اور مکان کے نعروں پر مشتمل تھا روٹی کپڑا اور مکان اسلامی مساوات پر مشتمل نہیں تھا بھاری صنعتوں اور زمینوں کو قومیت میں لینے کیلئے جدید انداز کے موثر پروپیگنڈے سے سیاسی مہم کا آغاز کیا تھوڑے ہی عرصہ میں پیپلز پارٹی باقی پارٹیوں کو پیچھے چھوڑ گئی یہ پارٹی ڈاکٹر مبشر حسن جۓ رحیم میر رسول بخش بزنجو شیخ محمد رشید خورشید حسن میر میراج محمد خان ملک نوید احمد ملک حامد سرفراز کامریڈ غلام محمد اور بیگم احمد خان پر مشتمل تھی۔اس پارٹی کی قوت کا سرچشمہ طالب علم مزدور کارکن اور محروم لوگ تھے پیپلز پارٹی کی مقبولیت کا راز اس کے انقلابی انداز اور اس کے اقتصادی پروگرام میں مضمر تھا پاکستان کے دولخت ہونے کے بعد جب پارٹی ۱۹۷۲ میں اقتدار میں آئی تو بہت جلد موقعہ پرست عناصر اور روایتی سیاستدان خاص طور پر جاگیردار پارٹی کی صفوں میں گھس آئے ان طبقوں سے بغاوت نے پارٹی کو عوامی سطح پر مقبولیت بخشی۔اسی لئے وہی عناصر پارٹی پر غالب آئے تو پارٹی کے مخلص کارکنوں پر مایوسی اور بددلی کے بادل چھاگئے اس صورت حال سے پارٹی کی انقلابی روح بہت مجروح ہوئی۔

۴۔پاکستان مسلم لیگ:

اس پارٹی کی ۱۹۶۳ء میں چودھری خلیق زمان نے بنیاد رکھی اور ایوب خان اس کے صدر بنے اس کے بعد یہ ہمیشہ اقتدار میں آنے والی اقتداری پارٹی رہی ہے اب تک اس کی بہت سی چھوٹی چھوٹی پارٹیاں وجود میں آئی ہیں۔

[پاکستان تاریخ وسیاست تالیف ڈاکٹر صفدر محمود ص ۱۱۷] مسلم لیگ پاکستان کی خالق جماعت ہے یہ ۳۰ دسمبر

۱۹۰۶ کو ڈھاکہ میں قائم ہوئی قیام پاکستان سے قبل مسلم لیگ ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی جدوجہد آزادی میں ہراول دستہ کی حیثیت رکھتی تھی بالآخر اس نے پاکستان قائم کر کے ہندوستان کا جغرافیہ بدل دیا اس حوالہ سے اس جماعت کی ہماری تاریخ میں نمایاں حیثیت ہے اس وجہ سے قیام پاکستان کے بعد حکومت کی صحیح وارث بھی ٹھہری ہے پاک و ہند کے مسلمان اس کے ساتھ جذباتی وابستگی رکھتے تھے کیونکہ اس کا نام جدوجہد آزادی کی یاد دلاتا ہے یہی وجہ ہے بہت سی سیاسی جماعتیں جو پاکستان میں تشکیل پائیں اپنے ساتھ لیگ کا لفظ استعمال کرتی ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگ نے مرکز اور صوبہ میں وزارتیں تشکیل دی ہیں ۱۹۴۷ سے ۱۹۵۴ تک کے عرصہ میں اسے ملک بھر میں مکمل سیاسی برتری حاصل رہی لیکن اس کے پاس عوام کی بہبود کیلئے نہ کوئی مسلمہ پروگرام تھا اور نہ یہ عوام کے سامنے کوئی واضح نصب العین رکھ سکی اس کے بہت سے زعماء قوم کی خدمت کے بجائے حصول اقتدار اور عہدوں کے خواہان تھے مسلم لیگ پر عام طور پر جاگیرداروں زمینداروں کا قبضہ رہا ہے جو کہ ایک دوسرے کے خلاف گھٹیا سازشیں کرنے میں مبتلا رہے اس وجہ سے عوام کی نگاہوں میں مسلم لیگ کے وقار میں کمی اور پاکستان کی جمہوریت میں ناکامی کی ذمہ دار قرار پائی ان کے اندرونی اختلافات اور حریفانہ اختلافات نے تنظیم کی وحدت کو برباد کیا اسی وجہ سے کئی جماعتیں وجود میں آئیں جنہوں نے مسلم لیگ کی برتری کو چیلنج کیا۔

۱۹۴۸ میں آل انڈیا مسلم لیگ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا چنانچہ ہندوستان کے لئے انڈیا مسلم لیگ اور پاکستان کے لئے آل پاکستان مسلم لیگ وجود میں آئی اس وقت قائداعظم مسلم لیگ کے صدر تھے ۱۹۴۸ میں اس کا نام آل پاکستان مسلم لیگ کی صدارت کے لئے تجویز کیا گیا لیکن انہوں نے ملک کا سربراہ ہونے کے ناطے کسی بھی سیاسی پارٹی کے عہدے کو قبول کرنے سے انکار کیا۔

اس کے بعد چودھری خلیق الزمان کو جماعت کا چیف آرگنائزر منتخب کیا گیا اس کے بعد لیاقت علی خان کو مسلم لیگ کا صدر بنانے کی راہ ہموار کی گئی ان کے قتل کے بعد خواجہ ناظم الدین مسلم لیگ کے صدر بنے اس طرح یہ پارٹی ٹوٹتی گئی۔

[پاکستان تاریخ وسیاست ڈاکٹر صفدر محمود ص ۱۱۷] مسلم لیگ پاکستان کی خالق جماعت ہے قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگ کو مرکز اور صوبوں میں ۴۷ء سے ۵۴ء تک مکمل سیاسی برتری حاصل رہی لیکن ان کے پاس عوام کی

بہبود کے لئے مسلمہ پروگرام یا واضح نصب العین نہیں تھا ان کے زعماء قوم کی خدمت کی بجائے اصول اقتدار اور اہم عہدوں کے خواہاں تھے مسلم لیگ پر عام طور پر جاگیرداروں زمین داروں کا قبضہ تھا ایک دوسرے کے خلاف گھٹیا سازشیں کرنے میں مصروف رہتے تھے لہٰذا عوام کی نگاہوں میں ان کا وقار گر گیا تھا۔۱۹۴۸ میں آل انڈیا مسلم لیگ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہندوستان کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ اور پاکستان کے لئے آل پاکستان مسلم لیگ کا نام رکھا گیا پاکستان مسلم لیگ کے صدر محمد علی جناح تھے گورنر بننے کے بعد ان کی صدارت نہیں رہی ۔اس وقت سے یہ تنظیم بغیر صدر چل رہی ہے۔

۱۹۸۵ میں محمد خان جونیجو نے ایک مسلم لیگ بنائی ۔۱۹۹۳ کے آئینی بحران کے دوران پاکستان مسلم لیگ دو دھڑوں میں تقسیم ہوئی مسلم لیگ نون اور مسلم لیگ جیم ۔مسلم لیگ جیم کی قیادت حامد ناصر چٹھہ نے کی انہوں نے ۹۳ اور ۹۷ میں پیپلز پارٹی کا ساتھ دیا مسلم لیگ نون کا تاسیسی اجلاس صدر غلام اسحاق خان کے ہاتھوں نواز شریف کی برطرفی کے ایک روز بعد ہوا اسی بنیاد پر اس کے حامی کہتے ہیں پاکستان کے بننے کے بعد تمام مسلم لیگوں کے برعکس یہ اسٹبلشمنٹ کے خلاف تھے ۱۹۵۷ کے انتخابات تک مسلم لیگ عوامی حمایت کی حامل رہی لیکن ۱۹۹۷ میں پیپلز پارٹی اور دیگر نے مسلم لیگ کو پیچھے کیا۔ مسلم لیگ کا ایک گروپ ملک قاسم کی سربراہی میں وجود میں آیا۔

۵۔پاکستان قومی اتحاد:

یہ پارٹی دینی اور لادینیوں کی آمیزش کی پارٹی ہے اس میں جماعت اسلامی، جمعیت علماء اسلام، جمعیت علماء پاکستان، مسلم لیگ تحریک استقلال، خاکسار تحریک غرض دین ولادین کی آمیزش والی پارٹی تنظیم ہے ۱۹۷۷ کو پیپلز پارٹی کو میدان سے ہٹانے کیلئے مذہبی اور لادینی احزاب کے اتحاد سے وجود میں آئی۔

[تاریخ پاکستان ص ۶۰۶] پاکستان قومی اتحاد ۱۹۷۷ کو پاکستان پیپلز پارٹی کے مقابلہ میں قائم ہوئی اس میں جماعت اسلامی، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، مسلم لیگ، تحریک استقلال، پی ڈی پی، این ڈی پی، خاکسار تحریک، مسلم کانفرنس شامل ہیں انتخابی جلسوں میں بڑے بڑے ہجوم ہوئے لیکن انتخاب کے موقعہ پر پیپلز پارٹی کو ۱۵۵ نشستیں ملیں اس کے مقابل میں نو اتحادی جماعتوں کو صرف ۳۶ نشستیں ملیں اس پر اس اتحاد نے انتخابات میں دھاندلی کے الزامات عائد کر کے دوبارہ انتخابات کرنے کی تحریک چلائی، ان سے دوبارہ

انتخابات کا مطالبہ کیا ملک میں نظم ونسق بحال کرنے کیلئے بڑے شہروں میں فوج کو تعینات کرنا پڑا۔
پاکستان قومی اتحاد اور ذوالفقار علی بھٹو کے درمیان مذاکرات کا آخری مرحلہ ۵ جولائی ۱۹۷۷ کو بھٹو حکومت کا تختہ الٹنے پر، تمام ہوا بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد اس اتحاد میں ٹوٹ پھوٹ شروع ہوئی اور صرف جماعت اسلامی مارشل لاء کے حق میں باقی رہی۔

کنونشن مسلم لیگ:

یہ جماعت صدر ایوب خان کی اختراع ہے ایوب خان ۱۹۷۰ تک اس کے صدر رہے۔

کونسل مسلم لیگ:

ان کا ۱۹۶۲ کو ڈھاکہ میں اجلاس ہوا۔

۶۔پشتون خواہ ملی عوامی پارٹی:

اس پارٹی کی ۱۹۶۰ء کے آخری دنوں میں بلوچ لیڈر عبدالصمد خان اچکزئی نے نیشنل عوامی پارٹی سے علیحدگی کے بعد اسکی بنیاد رکھی۔ وہ خود ایک بم دھماکہ میں مرگئے ان کے بیٹے محمود خان اچکزئی نے پارٹی کی قیادت سنبھالی ۱۹۸۳ء کو وہ خود اپنی طرف سے جلاوطنی اختیار کرکے افغانستان چلے گئے پھر بے نظیر کے دور حکومت میں واپس آئے اس پارٹی کو بلوجستان کے پشتونوں کی حمایت حاصل رہی اور یہ مطالبہ کرتی رہی بلوجستان کے پشتون علاقوں کو صوبہ سرحد میں شامل کرکے اسے پختونستان کا نام دیا جائے ۱۹۹۷ء کے انتخابات میں بلوجستان اسمبلی میں دو نشستیں حاصل کیں۔

۷۔تحریک استقلال:

یہ پارٹی ایوب خان کے خلاف ۱۹۷۹ء کو اصغر خان نے بنائی۔ پارٹی کے مزاج اور منشور میں اعتدال پسندی دکھانے کی وجہ سے متوسط طبقہ سے غیر معمولی افراد متاثر ہوئے ۱۹۷۰ء میں اصغر خان کو پیپلز پارٹی کے خورشید حسن میر نے شکست دی اس طرح انہیں ۱۹۷۷ میں ایک نشست بھی نہیں ملی اصغر خان بھٹو کے دور اقتدار میں حزب اختلاف میں رہے پاکستان قومی اتحاد کی تحریک کے دوران لوگوں کی توجہ کا مرکز رہے ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں بھی ان کی پارٹی کا کوئی بھی امیدوار کامیاب نہ ہوا ضیاء الحق نے اقتدار سنبھالا تو وہ اس پارٹی سے الگ ہوئے انہوں نے ۱۹۸۱ء میں اس تحریک کو ایم آر ڈی میں مدغم کیا گیا لیکن پیپلز پارٹی کا غلبہ رکھنے والے اتحاد میں اصغر

خان کو کام کرنا مشکل محسوس ہوا۔

۱۹۸۸ میں وہ ایم آر ڈی سے بھی الگ ہوئے ۱۹۸۷ میں انہوں نے کابل کمیونسٹ حکمرانوں سے ملاقات کی تو بلوچستان اور سرحد سے تعلق رکھنے والے بہت سے سیاسی لیڈروں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اس پس منظر میں ۱۹۸۸ کے انتخابات میں تحریک استقلال کو ایک دفعہ پھر ناکامی ہوئی بے نظیر کی پہلی حکومت برطرف کی گئی تو اصغر خان نے پیپلز پارٹی سے مل کر پی ڈی اے کے اتحاد کے تحت ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں حصہ لیا ۱۹۹۳ء میں پیپلز پارٹی اقتدار میں واپس آئی تو تحریک استقلال ایک دفعہ پھر حکومت مخالف صفوں میں چلی گئی۔ ۱۹۹۷ء کے انتخابات میں بائیکاٹ کرنے میں تحریک استقلال نے جماعت اسلامی کا ساتھ دیا۔

۸۔ پاکستان جمہوری پارٹی: (تاریخ پاکستان ص ۶۰۵)

۱۹۶۹ء کو حکومت مخالف سیاستدان نواب زادہ نصر اللہ خان نے ایک پارٹی بنام پاکستان جمہوری پارٹی بنائی ،جسٹس پارٹی، نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ اور مغربی پاکستان عوامی لیگ۔

جمہوری وطن پارٹی:

یہ بلوچ قوم پرست پارٹی ہے جس کی بنیاد ۱۹۹۰ء میں اکبر بگٹی نے بے نظیر بھٹو کی حکومت برطرف ہونے کے بعد رکھی نومبر کے انتخابات میں اس نے بلوچستان کی ۴۳ نشستوں میں سے ۱۳ پر کامیابی حاصل کی لیکن وزارت تشکیل دینے میں ناکام رہی ۱۹۹۷ء کے انتخابات میں انہوں نے انتخابی مہم کے دوران مطالبہ کیا کہ صوبائی خودمختاری میں اضافہ صوبوں کی سرحدوں کا تعین از سرنو ضروری ہے ان انتخابات میں اسے قومی اسمبلی کی دو اور صوبائی اسمبلی کی آٹھ نشستیں ملیں۔

ڈیموکریٹک ایکشن کمیٹی:

یہ کمیٹی ۱۹۶۸ء کو نواب زادہ نصر اللہ خان نے ایوب حکومت کے خلاف بنائی اس میں شامل بڑی جماعتوں میں عوامی لیگ کونسل، مسلم لیگ اور این ڈی پی شامل ہے۔ ۱۹۶۲ کے آئین کی جگہ ایک وفاقی نظام حکومت کا مطالبہ کیا تھا اس نے ۱۹۷۹ء کو مذاکرات میں شرکت کی لیکن مذاکرات ناکام رہے ایوب خان اقتدار یحییٰ خان کو سونپ کر مستعفی ہو گئے تو یہ پارٹی خود بخود ختم ہو گئی بعد میں بننے والے اتحادوں کے برعکس اس کے سامنے کوئی نظریاتی ہدف یا مثبت لائحہ عمل نہیں تھا۔

عوامی تحریک:

[[[کورسول بخش پلیجو نے صوبہ سندھ میں قائم کی ۱۹۸۹ کو رسول بخش کو گرفتار کیا عوامی تحریک ۱۹۸۴ کو ایم آر ڈی میں شامل ہوئی اور ۱۹۸۶ میں اسے عوامی نیشنل پارٹی میں ضم کر دیا گیا۔۔ربط نہیں ہے]]]]

۱۹۵۰ء کو حسین سہروردی نے ڈھاکہ میں قائم کی اس کو بنگالی عوام میں بہت پذیرائی ملی ۱۹۵۲ء کو بنگالی زبان پر شورش پھیلی ۱۹۵۴ء کو اور حمایت ملی اور مشرقی پاکستان میں حکومت بنانے میں کامیاب ہوئے ایوب دور حکومت میں یہ مخالف حکومت مین شامل تھی سہروردی کے انتقال کے بعد مجیب رحمٰن اس پارٹی کے قائد بنے ۷۰ کے انتخابات میں اس پارٹی کو حیرت انگیز کامیابی ملی اس نے ۱۶۲ نشستوں میں سے ۱۶۰ نشستیں قومی اسمبلی میں حاصل کیں مغربی پاکستان کی اکثریتی پارٹی پیپلز پارٹی سے کوئی مفاہمت نہ ہونے کی وجہ سے ۱۹۷۱ء میں آپریشن ہوا جس نے بنگلہ دیش کے قیام کا راستہ ہموار کیا۔

۹۔ایم آر ڈی:(تاریخ پاکستان ص ۶۱۷)

بحالی جمہوریت اس تحریک کا ہدف ۷۳ء کے آئین کے تحت آزادانہ غیر جانبدارانہ انتخابات کا انعقاد کرنے پر مجبور کرنا تھا سابقہ قومی اتحاد کی طرح یہ اتحاد بھی سیاسی پارٹیوں پر مشتمل تھا گیارہ پارٹیوں کے اس اتحاد کے درمیان کوئی نظریاتی اشتراک موجود نہیں تھا پیپلز پارٹی سے اتحاد کرنے والی چار جماعتیں جمعیت علمائے اسلام این ڈی پی، تحریک استقلال جو بھٹو کے مخالف تھے اب پی پی کے ساتھ متحد ہوئے۔انہوں نے ۱۹۸۴ء اور ۸۵۳ میں عام انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور پھر یہ اتحاد ٹوٹ گیا۔

عوامی نیشنل پارٹی:[پاکستانیکا ص ۶۹۴]

اے این پی یہ جماعت ۱۹۸۶ میں چند سیکولر بائیں بازو کی جماعتوں کے اتحاد وانضمام سے وجود میں آئی تھی اس میں عوامی تحریک نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی مزدور کسان پارٹی پاکستان نیشنل پارٹی شامل تھی خان عبدالولی خان اس پارٹی کے صدر منتخب کئے گئے پاکستان کے سیاسی ماحول میں اس نئی جماعت کو سیکولر لادینوں کی ایک طاقت قدرت خیال کیا جاتا تھا لیکن یہ اتحاد بعد میں بہت کمزور ثابت ہوا یکے بعد دیگرے منتشر ہوئے خود سرحد میں ایک

گروپ نے علیحدگی اختیار کی اور ایک دوسرے نے بھی اپنی نئی پارٹی بنائی۔
بائیں بازو کا نظریہ رکھنے والی یہ سیکولر لادین جماعت ۱۹۸۶ء میں بلوچ قوم پرست میر غوث بخش بزنجو اور سندھ کے قوم پرست رسول بخش بزنجو کی عوامی تحریک کے ادغام کے نتیجہ میں قائم ہوئی عبدالغفار خان نظریہ اسلام اور نظریہ پاکستان کے مخالف کے بیٹے خان عبدالولی خان اس کے پہلے صدر بنے کچھ عرصہ کے بعد یہ اتحاد خود ختم ہوگیا اور ان کا حلقہ اثر صرف سرحد تک محدود رہا اور بہت سے سیاسی کارکنوں نے ان سے علیحدگی اختیار کی اور انہوں نے پختون لبریشن کے نام سے نئی پارٹی بنائی ۱۹۹۰ میں عوامی نیشنل پارٹی نے مسلم لیگ اور جماعت اسلامی جیسی مخالف جماعتوں کے ساتھ آئی جے آئی میں اتحاد کرلیا آئی جے آئی اقتدار میں آئی تو اجمل خٹک نواز کابینہ میں وفاقی وزیر تھے عوامی نیشنل پارٹی نے پیپلز پارٹی مخالف اتحاد آئی جے آئی کا ساتھ دیا ۱۹۹۳ء میں صوبہ سرحد میں اپنی طاقت ہونے کے باوجود مسلم لیگ کے وزیراعلیٰ صابر شاہ کی پشت پناہی کی پیپلز پارٹی کے آفتاب شیر پاؤ نے سرحد حکومت گرادی تو عوامی نیشنل پارٹی حزب اختلاف میں چلی گئی ۱۹۹۷ء میں نواز شریف کا ساتھ دیا۔

ایم کیو ایم: [تاریخ پاکستان ص ۶۱۵]

۱۹۸۴ء کو الطاف حسین اور مہاجر سٹوڈنٹ آرگنائزشن کے سابقہ اراکین نے مل کر اس کی بنیاد رکھی صوبہ سندھ میں مہاجر برادری کے ساتھ امتیازی سلوک یعنی سیاسی رویوں ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں مشکلات کی بنیاد پر یہ تنظیم وجود میں آئی کراچی اور حیدرآباد میں تیزی سے اس کو پذیرائی ملی اس کی مقبولیت سے زیادہ نقصان جماعت اسلامی کو ہوا ۱۹۸۰ء کے عشرہ میں پٹھانوں اور مہاجروں کے درمیان نسلی فسادات کے نتیجہ میں ایم کیو ایم کو استحکام ملا الطاف حسین کی شخصیت اور مہاجروں کی پانچویں قومیت بنانے کی تحریک نے ایم کیو ایم کو بلدیاتی انتخابات میں زبردست کامیابی سے ہمکنار کیا۔
ایم کیو ایم نے دوسروں کو خوفزدہ کر کے سماجی تنظیم بہبودی میں خود کو وقف کیا رفاعی کام میں حصہ لیا ۱۹۸۸ء میں قومی اسمبلی میں ۱۳ نشستیں حاصل کیں ۱۹۸۹ء میں نواز شریف کا ساتھ دیا اور بے نظیر کی مخالفت کی۔

سیاسی پارٹیوں پر پابندی: [تاریخ پاکستان ص ۵۳۰]

ملک میں سیاسی ریشہ دوانیوں جوڑ توڑ کے باعث سیاستدانوں کے عزائم ایک حد تک ملکی سالمیت اور استحکام پر بھی اثر انداز ہونے لگے تھے اس لئے انقلابی فوجی حکومت نے مارشل لاء کے نفاذ کے ساتھ ہی تمام سیاسی جماعتوں کو

غیر قانونی اور کلعدم قرار دے دیا تھا ان کے دفاتر سر بمہر کردیئے تھے ان کی املاک کو ضبط کرلیا تھا یہی نہیں بلکہ سیاستدانوں کی بدعنوانیوں اور ان کی ملک دشمن سرگرمیوں کے باعث انھیں سزا بھی دی گئی اسی طرح سابقہ وزیروں سیاسی جماعتوں کی تحقیق کے لئے خصوصی عدالتیں قائم کی گئی تھیں۔اس لئے جن لوگوں پر بدعنوانیاں ثابت ہوئیں تو انھیں چھ سال کے لئے سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے محروم کردیا گیا تھا۔پہلی حکومت کے دوران چونکہ افسر شاہی نے بھی اپنی من مانیوں سے مختلف محکموں اور ان کی کارکردگی کو بری طرح سے متاثر کیا تھا اس لئے ایسے افسران کے خلاف شدید کاروائیاں کی گئیں۔

اسلام اور بہتر زندگی:

یہ ایک پروپیگنڈا ہے کہ دین اسلام انسان کی آسائش وراحت کی اجازت نہیں دیتا ہے یہ بہت سی آیات سے متصادم الزام اور افتراء ہے لیکن یہ بھی نا قابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام فردی آسائش وراحت کی خاطر اجتماع کو داؤ پر لگانے تحقیر وتذلیل کرنے ان کے دلوں میں نفرت وعداوت و جسارت بھرنے کا بھی مخالف ہے ۔اسلام اسراف وتبذیر کا بھی مخالف ہے، اسلام فتنہ وفساد پھیلانے والے عوامل کا بھی مخالف ہے، اسلام جہل ونادانی کا بھی مخالف ہے۔آپ ایک سرسری نظر مندرجہ بالا مکروہ وشنیع اعمال کے عوامل کو دیکھیں تو یہ اعمال عند العقلاء مذموم ومقبوح ہیں اگر یہ اعمال مقبوح ہیں تو ایک نظر ملک کے بجٹ پر ڈالیں کیا ان میں یہ عوامل پائے جاتے ہیں یا نہیں۔

اسلام نفاذ کیلئے نازل ہوا ہے نفاذ انسان نے کرنا ہے انسان پر نفس امارہ مسلط ہے اس کے اندر طغیان وسرکشی چھپی ہے وہ سر اٹھاتی ہے اس سر کو نیچے کرنے کیلئے ایک احکام نافذ کرنے والی طاقت چاہیے اس حوالے سے حکمرانوں کو تولا جائیگا کہ وہ نفاذ اسلام کے خیر خواہ ہیں یا نہیں آیا وہ مخلص ہیں اگر کرسی اقتدار پر آنے سے پہلے نہیں جانتے تو آنے کے بعد جان لیں گے آیئے دیکھتے ہیں یہ سلاطین کیسے تھے۔

اسلام لانا ہے تو سب کو بحال کرنا ہوگا:

جناب ظفر اقبال صاحب کا مجوزہ صلح نامہ کا مسودہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ ق ۱۵ فروری ۲۰۱۴۔

۱۔دیار مغرب سے آئی جملہ شیطانی اشیاء کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے جس میں تھرمامیٹر سے لے کر موٹر

سائیکل کار ریل گاڑی ہوائی جہاز پر سفر ممنوع قرار دیا جائے سفر و بار برداری کیلئے اونٹ گاڑی گدھا بلکہ تمام سائنسی ایجاد کو ممنوع کیا جائے۔

۲۔ باربرشاپس کو بند کیا جائے اور استرا پر کلی طور پر پابندی لگائی جائے۔

۳۔ ہر قسم کا ہتھیار بندوق پستول بند کیا جائے اس کے متبادل دیسی ہتھیار استعمال کریں۔

۴۔ ڈاکٹر پیشہ بالکل ممنوع قرار دیا جائے حکیموں سے علاج کرایا جائے۔

۵۔ ٹیلیویژن پر صرف سرکار بیٹھے اور صرف دینی پروگرام نشر کریں۔

۶۔ اونٹوں کی آبادی میں اضافہ کیا جائے، گدھوں کی نسل کی افزائش کی جائے۔

۷۔ پولیو کے قطرے پلانے کو سختی سے منع کیا جائے۔

۸۔ قانون کو ہاتھ میں لینے والوں کو چوکوں پر لٹکایا جائے۔ جس کیلئے ہر شہر میں مخصوص عدالت بنائی جائے۔

۹۔ لڑکیوں کے تمام اسکول دینی مدرسوں میں تبدیل کئے جائیں۔

۱۰۔ سینما گھروں کو فوراً بند کیا جائے اداکاروں کے سر قلم کئے جائیں۔

۱۱۔ شادیوں پر ون ڈش وہ بھی حلوہ رکھیں اگر کھجور رکھیں تو زیادہ بہتر ہے۔

۱۲۔ کرکٹ فٹ بال چونکہ مغرب سے آیا ہے فوراً بند کیا جائے۔

۱۳۔ کتوں کی لڑائی کو ختم کر کے اونٹوں کی لڑائی کو رواج دیا جائے۔

۱۴۔ چائے کا استعمال بند کیا جائے اسے بھی ایسٹ انڈیا والوں نے متعارف کیا تھا۔

۱۵۔ ڈبل روٹی کو بند کیا جائے اسے بھی مغرب سے لایا گیا ہے۔

۱۷۔ شلواریں بھی چھوٹی کرائی جائیں ٹخنوں تک رکھیں۔

گویا ہمارے آباؤ اجداد نے انتھک جان کی بازی لگا کر اسلام کو کنارے پر لگا کر انسان سوز، غیرت سوز، شرافت کش ملک فروش، ناموس فروش جرائم اور کارنامے رواج دیئے جس کی وجہ سے آج طالبان جیسی خودکش مصیبت ہمارے گلے پڑی ہے، ان کو ختم کرنا چاہیے۔

طلباء اور خواتین کی تنظیمیں:

یہ کمزوروں بزدلوں اور بے غیرتوں کا اسلحہ جنگ ہے وہ افراد اور جماعتیں جو اپنے مطالبات کو دلیل و منطق کی طا

قت سے نہیں منوا سکتے تو وہ ان دو صنفوں کو اپنے آگے لگا کر مطالبات منوانا چاہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں صنف جہاں جسمانی طور پر کمزور ہیں وہاں معاشرے کی نظر میں مستحق رحم و کرم بھی ہیں اسلئے ان کو آگے لاتے ہیں ان کے جسم پر ذرا سی خراش بھی ظلم و زیادتی قرار پاتی ہے جہاں کہیں کسی جلوس مظاہرے یا دھرنے میں یہ دو صنف آگے دیکھیں تو سمجھ لیں ان کو آگ لانے والے بدنیت برے عزائم کے حامل بے غیرت انسان ہیں قدیم زمانے سے عصر حاضر تک میدان جنگ میں خواتین اور بچوں کو پیچھے رکھا جاتا ہے یہ عقلی بھی ہے اور شرعی بھی ہے طلبہ تنظیموں اور خواتین کی تنظیموں کی سرگرمیوں کے بارے میں ہمارے علماء اعلام اور قائدین اقتدار خواہان دانشوران صحافی نیز ارباب اقتدار ایک دوسرے کے خلاف ہیں ہر برسر اقتدار پارٹی کی حکومت ان پر پابندی لگانے پر مصر رہتی ہے احزاب مخالف کے قائدین ان کی حمایت میں حکومتی توجیہات کو حسن نیت پر نہیں سمجھتے حکومت کہتی ہے طلبہ تنظیموں پر پابندی لگائیں کیونکہ تنظیمی سرگرمیاں ان کی تعلیم میں خلل کا باعث بنتی ہیں کیونکہ ان کی کم سے کم مشکلات روزگار طلبی ہے صاحبان اقتدار یا تو ان کو روزگار نہیں دے سکتے ہیں یا نہیں دینا چاہتے ہیں دوسرا وہ اپنی حق گوئی میں کوئی بھی جھوٹ اور منافقانہ رویہ اختیار کر سکتے ہیں اس وقت کے حکمرانوں کا نظریہ میکاوٗلی یا تقیہ داروں پر چلتا ہے لیکن ان کے حامیوں کا کہنا ہے اس سے ان کی سیاسی تربیت ہوتی ہے اسباق ملتے ہیں آخر یہ بھی اس معاشرے کا حصہ ہیں ان کو سیاست سے جدا نہیں رکھ سکتے ہیں تحریک چلانا جلوس نکالنا بھی اپنی جگہ ایک نصاب ہے۔

یہ بات بھی اپنی جگہ منافقت پر مبنی ہے جہاں تک قائدین تنظیم سازوں کا تعلق ہے اگر یہ جوان ان کے آگے قائد کے فرمان پر جان بھی قربان ہے کا نعرہ لگائیں تو یہ قیادت کیسے بھولے گی جہاں تک دانشمندان صحافت کا تعلق ہے تو ان کے کالم ریٹ پر چلتے ہیں اگر کوئی محبّ وطن بن کر یا حق و صداقت کے علمبردار ہونا چاہتے ہیں ان کی سرگرمیوں کو خلاف وطن خلاف اسلام قتل و کشتار خاص کر طلبہ و طالبات کو بغیر پڑھائی کے نمبر لگانے پر پابندی کی بات کریں تو وہ کونسا مائی کا لال ہے جو ان کی نظروں اور قہروں سے جان سالم رکھ سکے۔

اصولاً یہاں ایک وطن یا ایک قوم پاکستانی ہے اس میں جوان بوڑھے بچے مرد و عورت سب شامل ہیں سب کا نقصان فائدہ ایک ہے اگر احتجاج کرنا ہے تو سب مل کر کریں یہ کس عقل و منطق کی بات ہے کہ اپنے ہی شہریوں کی سواریوں کو توڑیں جلائیں انہیں کو تھپڑ ماریں ان کی دکانوں کو جلائیں حتیٰ حکومت کی املاک کو جلائیں حکومت کی

املاک کوجلانے سے صدروزیراعظم پارلیمان والوں کوخارش بھی نہیں آتی بلکہ یہ ان کے لئے نئے ذرائع آمدن بنتے ہیں کرپشن کے نئے مواقع پیدا ہوتے ہیں یہ ان جوانوں نے اپنے ہی سرمایہ کوآگ لگائی ہے اگر آگ لگانے سے ترقی آتی تو اب تک ہمیں ترقی میں آمریکا برطانیہ کوسالوں پیچھے چھوڑناچاہیے تھا اگر شہادتوں سے ترقی ملتی ہے تو ترقی پذیرنہیں ترقی یافتہ قوم میں شامل ہوتے کیونکہ بیس سال میں بہت جلایا ہے بہت مروایا ہے ان تنظیموں کواپنے مزموم عزائم کیلئے پہلی دفعہ استعمال مارکسز منے کیا۔ ہمارے ملک میں بھٹو نے شروع کیا جوایک سنت کے طور پر جاری کی ہے۔ جوکہ ایک بے عقلی ہے۔ طلبہ تنظیم اگر ملک سے جرم وجرائم کا صفایا چاہتے ہیں تو پہلے اپنی درسگاہوں مراکز علمی کوفحشاء ومنکرات اور جرائم کی آلودگیوں سے صاف کریں اگر حکومت مخالفت کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں اپنے احاطہ میں ذرائع ابلاغ بلائیں احتجاج ریکاڈ کروائیں نہ کے درسگاہوں کوبار بار غیر معینہ مدت کے لئے بند کریں۔ حکومت مخالف طلبہ کوملک کے نظام میں خلل ڈالنے کی ذمہ داری عائد کرتے ہیں اورانہیں روزگار نہیں دیتے دوسری طرف خواتین تنظیمیں جواس مملکت اسلامی میں اسلام کے خلاف بغاوت کرتی ہیں انہیں چوردروازے سے اسمبلی میں نہ لاتے ہیں۔

نقابہ یونین:۔

نقابہ عمالی یعنی مزدوروں کا اتحاد، کسی بھی شغل محنت صنعت وحرفت سے تعلق رکھنے والے گروہوں کاارباب صنعت وحرفت یاحکومت سے اپنے مطالبات منوانے کے لئے منظّم ہونے کونقابہ کہتے ہیں جسے اردوزبان میں یہاں کے محاورہ میں یونین کہتے ہیں سب سے پہلے جونقابہ مصرمیں وجود میں آئی وہ نقابہ سگار ہے یعنی سگریٹ فلٹریوں کے مزدوروں کے حقوق کے لئے یہ ۱۸۹۹ء کووجود میں آئی، پھرریلوے ملازمین کی نقابہ ۱۹۰۸ء میں وجود میں آئی اور دستکاری والوں کی تنظیم ۱۹۰۹ء میں وجود میں آئی ۱۹۳۱ء تک ۳۸ یونینز وجود میں آئی تھیں یہاں تک کہ حکومت کوایک ادارہ کھولنا پڑا جوان سے مذاکرات کرے۔ چنانچہ ۱۹۴۲ء کوتنظیم نقابی کا قانون صادر ہوااور ۱۹۵۲ء کو زراعت اور عام خدمات کی تنظیمیں وجود میں آئیں۔

تاریخ قیام پاکستان گرچہ ۱۹۴۷ کوکہا جاتا ہے لیکن حقیقت میں اس وقت پاکستان کا کوئی سربراہ نہیں تھا محمد علی جناح حکومت برطانیہ کی طرف سے گورنر جنزل تھے قیادت عسکری ۱۹۵۰ کومسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا ہے۔

پاک فوج کے سربراہان روزنامہ دنیا میں ۲۹ نومبر ۲۰۱۳ص ۱۶ پر آیا ہے پاکستان کے پہلے آرمی چیف برطانیہ کے سر فرنگ والٹر سودی اگست ۱۹۴۷ سے ۱۹۴۸ تک رہی ۲۔ جنرل اگلس ڈیوی گریس فروری ۱۹۴۸ سے 1951 تک رہے یہ دونوں جنرل گورے تھے برٹش آرمی۔

۳۔ آرمی چیف نیلو مارشل محمد ایوب خان ۱۷ جنوری ص ۱۹۵۱ سے اکتوبر ۱۹۵۸ تک رہے۔

اما استبداد عسکری بقول رئیسانی استبداد ہونا چاہیے چاہے ممکن ہو یا۔۔۔۔

ا۔ عسکری استبداد استبداد ہی لیکن خود استبدادیت کی کیا حسب ونسب ہے اس سلسلہ میں بعض حکماء نے استبداد سے اپنے حسب ونسب پوچھا تھا تو انہوں نے اس طرح بیان کیا ہے۔

احزاب دینی:

دینی جماعتوں سے مراد عرف عام وخاص میں گروہ دینی ہے جو اس ملک کی لادین احزاب کے مقابلہ ومزاحمت میں وجود میں آئیں۔ ان کے اہداف ومقاصد لادین جماعتوں سے بالکل مختلف ہیں، یہ دو متصادم جماعتیں ہیں۔ لادینی جماعت جن کو سیکولر جماعت بھی کہتے ہیں ان کے مقاصد یہ ہیں کہ پاکستان کی حدود کے اندر رہنے والوں کو ایک ایسے سیاسی نظام کی ضرورت ہے جو یہاں کہ ہر شہری کو قبول ہو چونکہ یہاں ہندو، سکھ، کمیونسٹ، مسیحی، یہودی، بوزی، مجوسی، مسلمان سب رہتے ہیں لہذا نظام بھی سب کی پسند کا ہونا چاہیے یعنی اس پاک سرزمین پر کوئی الگ نظام ہونا چاہیے جو دین اسلام سے مربوط نہ ہو۔

جبکہ دینی جماعتوں کے اہداف ومقاصد اس سے مختلف ہیں وہ نظریہ پاکستان کے تحت مسلمانوں کے لئے ایک جداگانہ مملکت سمجھتے ہیں تو یہاں کا نظام بھی نظام اسلام پر ہونا چاہیے یعنی نظام کے تمام خدوخال کلیات وجزئیات سیاسیات واجتماعیات، اقتصادیات ومعاشیات، ماحولیات دفاع تجارت تمام کے تمام امور قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے یہی وہ نام نہاد جمہوریت کا تقاضا ہے جو اس مملکت کے لئے نام رکھا گیا ہے اسلامی جمہوریہ، جمہوریت کا مطلب اکثریت کے چاہنے والے اور یہاں کی اکثریت مسلمان ہیں لہذا نظام کو اسلامی ہونے چاہیں پاکستان کو ایک اسلامی جمہوریہ کے نام سے پکارنے والے سیکولر افراد لادینی احزاب درحقیقت بدترین آمریت کے مرتکب ہیں ان سے بڑھ کر کوئی آمر نہیں دنیا میں یہ لوگ جو نظام عسکری کو آمریت کہتے ہیں یہ خود ان

سے بدترین استبداد کے داعی ہیں کیونکہ یہ لوگ اقلیت کی خواہش کو اکثریت پر ٹھونستے ہیں اگر اس ملک کا نام اسلامی جمہوریہ ہے تو اس کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ یہاں حکومت اسلامی ہونا چاہیے، نظام اسلامی ہونا چاہیے۔

اس حوالہ سے یہاں اس نظام کو قائم کرنے والی جماعتوں کو دینی کہتے ہیں لیکن وہ کسی بھی حوالہ سے دینی جماعت کہلائے کہ مستحق لائق وسزاوار نہیں ہیں کیونکہ یہاں قائم دینی جماعتیں اپنا اپنا ایک ڈھانچہ بنائے ہوئے ہیں، ایک علیٰحدہ علیٰحدہ منشور بنائے ہوئے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں دوسرے کو قبول نہیں کرتے ہیں۔ مثلاً اس ملک کی دینی جماعتوں میں سے ایک جماعت جماعت اسلامی ہے ان کا دعویٰ ہے ہمارا منشور ہمارا ڈھانچہ اسلامی ڈھانچہ ہے ہم اسلامی نظام کے خواہاں ہیں لہٰذا یہاں کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہمیں منتخب کریں وہ کسی طریقہ سے اس حکومت نظم ونسق میں کسی غیر جماعت کو شامل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، وہ اس معاملہ میں بہت شریف لوگ ہیں وہ اسی فیصد مسلمانوں کو کہتے ہیں ہماری خاطر آپ حقوق سیاسی اجتماعی سے دستبردار ہو جائیں ہمارے کارکنوں کو لطف اندوز ہونے کا موقعہ بخشیں، جس طرح ہر سیاسی کشکولِ لے کر ووٹ مانگنے کے لئے ہر پیرو سجادہ نشین اور عمر رسیدہ شخص کے گھر پہنچ جاتا ہے، یہ بھی اسی طریقے کو اپناتے ہیں۔

جماعت اسلامی تمام جماعت دینی جماعتوں میں چھوٹی جماعت ہے وہ اپنے ساتھ بریلویوں کو شامل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کیونکہ یہ ان کے منشور کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے ہیں یہ اتفاق نہ کرنا ان کا حق ہے تاہم بریلوی بھی نعت ومنقبت کی خاطر اور احمد رضا خان کی خاطر جماعت اسلامی کو قبول نہیں کرتے نیز کسی بھی دیوبند کو برداشت نہیں کرتے ان دو کے بالمقابل میں یا ان دو کے ردیف میں ایک اور جماعت ہے جو خود کو دینی جماعت کہتے ہیں اور بار بار قائد جعفریہ فرمان دے چکے ہیں ہم یہاں اسلامی حکومت کے خواہاں نہیں ہیں ہم یہاں انقلاب اسلامی کے داعی نہیں بلکہ ہم بحالی جمہوریت کے داعی ہیں ہم جمہوریت کو بحال کرنا چاہتے ہیں ان کی جمہوریت کی بحالی سے مراد انہی سیکولر لادین جماعتوں کی جمہوریت ہے گرچہ وہ خود دینی جماعتوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں ان کی وفاداری ان کے پیروکاروں کی وفاداری پہلے سے فروخت ہو چکی ہے اور وہ سیکولر و لادینی اور اسلام اور نفاذ اسلام کی مخالف جماعتوں کے حامی و وفادار ہیں۔ وہ ان سے کوئی رعایت لینے کے لئے مراعات لینے کے لئے اپنا ہاتھ پیر مار رہے ہیں اور ان کا فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ دراصل بحالی جمہوریت چاہنے والے اسی فیصد مسلمانوں پر پندرہ بیس فیصد کے فقہ کو نافذ کرنا یہ بھی بدترین جمہوریت کے داعی ہیں۔ ان میں سے کسی کا

بھی منشور جمہوریت سے مطابقت نہیں رکھتا، یہ لوگ ضد جمہوریت ہیں لہٰذا جب یہ آپس میں متصادم ومتضاد ہیں تو ان جماعتوں کا اجتماع بھی منافقانہ اتحاد ہوگا۔

ان جماعتوں کے حامی و داعی یہ ضرور کہیں گے اور کہتے بھی ہیں اگر کوئی نام یہاں اس ملک میں اسلام کا موجود ہے تو ہماری وجہ سے ہے یہ بات بالکل بے بنیاد بے سروپا ہے یہ اپنا حصہ خود وصول کئے ہوئے ہیں، اس دینی جماعت کے نام سے فطرہ، کھالیں، زکوٰۃ وصول کررہے ہیں اس سے زیادہ ان کو کیا چاہیے اسلام بذات خود ایک معجزہ ہے اس کا نام لئے بغیر یہ خود چل نہیں سکتے۔ اس کا جو یہ نام لیتے ہیں وہ ان کی مجبوری ہے یہ اسلام کا معجزہ ہے اس سلسلہ میں آپ کو اللہ و رسولؐ کے سامنے اجر حسنات درجات نہیں ملیں گے کیونکہ اسلام میں عمل کے لئے دو شرطیں ہیں جن میں سے ایک حسن نیت ہے اور دوسری حسن عمل۔ آپ حسن نیت نہیں رکھتے تو اجر نیت کے ساتھ ملتا ہے حسن عمل جب نیت والا نہیں ہے تو اس کا اجر کسی کو نہیں ملتا ہے۔ دین کے نام پر ان کے کاموں سے اسلام و مسلمین کو گرچہ سربلندی نصیب نہیں ہوئی مگر جتنا مال و دولت، جائیداد اور عزت واحترام چاہتے تھے، اس کے حصول میں کامیاب ضرور ہوئے ہیں۔ لہٰذا دین کے نام سے جتنے بھی فلاحی، رفاعی یا خدمت خلق کے کام کئے ہیں، دنیا میں کے صلے میں دولت و جائیداد اور عزت وشہرت سب کچھ دے دیا گیا ہے۔

دینی جماعتوں کا شعار اسلامی:

۱۔ دینی جماعتوں کے اسلامی نظام کے نفاذ کے نعرے اس وقت جھوٹے ثابت ہوئے جب انہوں نے لادینی جماعتوں سے اتحاد قائم کیا۔

۲۔ وہ اس وقت جھوٹے ثابت ہوئے جب یہ ایک دوسرے کے اسلامی نظام کے منشور سے متفق نہیں ہوئے۔

۳۔ ان کے اسلامی نظام کا دعویٰ اس وقت جھوٹا ثابت ہوا جب ایران میں قائم نظام اسلامی کی مخالفت پر اتر آئے ورنہ ایک اسلامی نظام کے داعی کو دوسرے خطے میں قائم نظام اسلامی سے مخاصمت منافرت اور دوئیت کا تصور ہی نہیں ہوتا ہے۔

۴۔ یہیں سے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایران میں قائم نظام کے داعی اگر صحیح معنوں میں اسلامی نظام کے داعی ہوتے بقول ان کے شیعہ سنی ایک مفروضہ اجنبی ہے مسلمان سب ایک ہیں تو ان کو ضیاء الحق کے قائم نظام اسلامی سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے تھا جب کہ انہوں نے شدومد سے اس کی مخالفت کی۔

۵۔ایران میں قائم نظام اسلامی کا شعار غلط ہونا اس وقت ثابت ہوا جب اسلامی انقلاب کی سالگرہ پر یہاں گانا گانے والے موسیقاروں کا وفد اس انقلاب اسلامی کی ترجمانی کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا۔

۶۔اس انقلاب اسلامی سے بدظن اس وقت بھی ہوئے جب حضرت زہرا سے منسوب اسلامی دن کو غیر اسلامی خواتین دنیائے کفر وشرک کی نمائندہ خاتون بیگم عنایت اللہ کی صدارت میں کرایا۔

۷۔نیز اس نیلام گھر جیسے بے حجاب خواتین کے مجمع سے آقائے سراج موسوی جس حجاب اور عبا وقبا میں ڈوبی شخصیت نے بغیر کسی کراہت کے خطاب کیا۔

۸۔اس وقت اس اسلامی نظام سے مایوس ہوئے جب انھوں نے ایک طرف نظام اسلامی ضیاء الحق کو کبھی کوڑے، کبھی تازیانہ کبھی امریکائی کہہ کر مسترد کیا تو دوسری طرف اسلام کا مسخرہ کرنے والی، اسلام کو بوسیدہ کہنے والی اور امریکہ سے سمجھوتہ کرنے والی بے نظیر ونصرت کی حمایت کی۔

تو ہم ایک سادہ قرآن وسنت کے مطابق اسلام کی حاکمیت خواہان انسان، ان دلخراش اور تشویش ناک مظاہر کو دیکھتے ہوئے کیسے کلیجہ تھام کر بیٹھ سکتے ہیں۔

ا۔تحریک نفاذ فقہ جعفری:

یہ دور ۱۹۷۹ء کو ضیاء الحق کی طرف سے نظام اسلام کے اعلان کے جواب میں یا اس کے مقابلہ میں وجود میں آئی ہے یا نفاذ اسلام میں تشدد کوڑے اور تازیانوں سے بچانے کے لئے اور پیپلز پارٹی کی طرف سے شیعوں کو بکرا بنانے کیلئے وجود میں آئی ہے کیونکہ یہ گروہ فدائیان حسن صباح کی طرح شعار شہادت رکھتا ہے بلکہ اس پر ان کو فخر و ناز ہے کہ وہ شہید پرور وشہید دہند ہیں جہاں کہیں کسی کو شہید مجاہد کی ضرورت ہو جس طرح بکرا عید کے موقع پر قربانی دینے والے بکروں کو قربان گاہ کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ ورنہ شہادت اپنے وضع لفظی اور سند قرآن و سنت دونوں حوالے سے ان کے ان بے باک شہیدوں کو قبول نہیں کرتی جس طرح تاریخ شریعت تاریخ اسلام میں لوگوں نے شہادت دی ہے، ان کی شہادت اس طرح نہیں ہے۔

بلکہ یہ تحریک، پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے صنعت کار زمیندار طبقہ نے نفاذ اسلام کے شعار سے خوف زدہ ہو کر بنائی ہے ضیاء الحق کے نفاد اسلام کے مقابل میں پاکستان میں شیعہ طلبہ یونین نے اِن کا ساتھ دیا یہ جماعت اپنی ابتداء میں پیروی خط امام کے نام سے متعارف تھی لیکن اندر سے وہ نصرت و بے نظیر کی مظلومیت کے

مرثیہ خوان و مداح خوان تھے انہوں نے ان کو بہت حد تک قابو کیا تھا لیکن بعد میں آغا ساجد نقوی صاحب کے استقلال کے بعد ہر ایک کے علاقے الگ ہوگئے۔

وہ باہر سے اپنا استقلال دیکھاتے تھے اندر سے وہ انہی کی کارکن تھے اس کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ تحریک کا کوئی آئین و دستور مدون نہیں تھا، ان کے پاس صرف اجلاسوں کی کاروائی ہوتی تھی، کوئی منشور نہیں رکھتے تھے۔ ان کا منشور یہ تھا کہ ہم نے اس ملک میں نظام اسلام نافذ ہونے نہیں دینا، نفاذ اسلام کے بجائے فقہ جعفری نفاذ کریں گے اسی نوے فیصد غیر جعفریوں پر فقہ جعفری نافذ کریں گے یہ ان کی بحالی جمہوریت کا شعار تھا۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ استقلال سیاسی رکھتے ہوں چونکہ میدان سیاست میں خاص کر دانشور جو ورمغرب کی درسگاہوں سے پڑھ کر آنے والے اسکالر ہیں کو گھاس نہیں ڈالتے، مولوی ان کے پاس فرسودہ قرون وسطیٰ کے جن دیو ہیں ان لوگوں نے اپنی بے عزتی تذلیل کو جبران کرنے اور اس کو پر کرنے یا تسلی دینے کیلئے ۱۹۸۳ء کو علیحدگی کا ایک رسمی اعلان کرنے کی کوشش کی لیکن عین موقع پر وہ نہیں کر سکے اور رفتہ رفتہ یہ خود ٹوٹ گئے، ایک اپنی وفاداری پر قائم رہے اور دوسرے سیاسی سرگرمی میں سرگرم رہے البتہ دین وملت کو ان کی طرف سے سوائے خسارے ذلت ورسوائی کے کچھ نہیں ملا لیکن خود ان کی زندگی کا بندوبست ہوگیا اور وہ اس بڑے اجتماع میں مادیات سے لطف اندوز ہونے والوں میں شامل ہوگئے۔

[اردو انسائیکلو پیڈیا ص ۴۶۳] یہ تحریک ۱۹۸۴ء میں بھکر میں وجود میں آئی، اس کے پہلے سربراہ مولانا مفتی جعفر حسین تھے علامہ مفتی کی وفات کے بعد علامہ عارف حسین حسینی کو قائد کے لئے منتخب کیا گیا اس وقت تحریک کا نام نفاذ فقہ جعفریہ رکھا گیا۔ ۵ اگست ۱۹۸۸ کو علامہ عارف حسین کو شہید کیا گیا ان کے جگہ پر علامہ ساجد نقوی منتخب ہوئے۔ نومبر ۱۹۸۸ء کو عام انتخابات میں انھیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی ۱۹۹۲ء میں تحریک نے اپنا نام بدل کر تحریک جعفریہ رکھا۔

اس پارٹی کی بنیاد کی تفسیر و توجیہ دیگر سیاسی پارٹیوں سے مختلف ہے یہ پارٹی اپنے آپ کو ایک جعفر سے منتسب کرتی ہے، وہ جعفر کون تھے، کسی کو پتہ نہیں ہے کیونکہ تاریخ میں چندین منحرف اور گمراہ افراد نے جعفر کے نام سے دعویٰ قیادت و رہبری کیا ہے سوائے امام جعفر صادق کے اگر اس جعفر کو امام جعفر صادق تسلیم کریں پھر اس سے بھی بدتر نتیجہ نکلتا ہے کیونکہ امام جعفر صادق کی کوئی فقہ نہیں وہ تابع فقہ اسلام تھے ان کی فقہ اسلام کا مصدر قرآن وسنت

تھا، وہ الگ سے فقہ نہیں رکھتے تھے۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ انہوں نے ایک فقہ قائم کی تھی انہیں یہ موقع ہی نہیں ملا تھا، یہ بے بنیاد بات ہے اس سے بدتر بات جسے سب جانتے ہیں وہ یہ کہ اس ملک میں اس فرقہ سے وابستہ افراد پندرہ بیس فیصد سے زائد نہیں ہیں یہ پندرہ بیس فیصد ملک میں ایک جگہ پر نہیں ہیں، یہ سب منتشر ہیں، انتشار کے علاوہ وہ الحادی تنظیموں کے سر برآوردہ فداکار ہیں لہٰذا جب بھی انہوں نے ایک سیاسی نمائندہ بنانے کا خواب دیکھا، انہیں شرمندگی کا سامنا دیکھنا پڑا۔اس کے باوجود اس تحریک پارٹی کے سیاست مدار یہ فخر کرتے ہیں کہ ہم نے اپنے آدمی وہاں بھیجے ہیں اور آئین بنانے میں ہمارا دخل ہے ہمارا کردار ہے۔ان کا یہ شعار کہ فقہ جعفری نافذ کرو اس شعار سے مشابہ ہے جو خوارج نے اٹھایا تھا جو عقل و شریعت سے متصادم دیگر مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں صرف اسی گروہ کا ارمان و خواہش ہے۔

[پاکستان کا ص ۳۹۲ محمود قاسم لکھتے ہیں] پاکستان میں شیعہ فرقہ کی سیاسی جماعت ۱۹۸۰ء کو جب جنرل ضیاء الحق نے اپنے مخصوص فوجی انداز میں نفاذ شریعت اسلام کے لئے اقدامات شروع کئے تو ان کے اقدامات کے خلاف اور شیعوں فقہ جعفریہ کے نفاذ کے حق میں علامہ مفتی جعفر حسین کی قیادت میں اسلام آباد میں مظاہرہ کیا،اس مظاہرہ کے کچھ عرصہ بعد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ وجود میں آئی جس کا مقصد نام سے واضح ہے جلد ہی یہ شیعہ عالم دین علامہ عارف حسین کی قیادت میں ایک منظّم سیاسی جماعت بن گئی اور رفتہ رفتہ اس میں خاصے مسلح کارکن بھی شامل ہو گئے۔

ان کارکنوں نے آغا عارف کے انتخابات میں حصہ لینے سے کراہت کے باوجود ان پر انتخاب میں حصہ لینے کے عمل کو ٹھونسا۔جو انتخاب میں حصہ لینے کے مخالف تھے اس کے عمل مخالفین کو انہوں نے آغا عارف سے دور رکھنے بدنام کرنے کے لئے بھرپور کوشش کی ان کے پس پشت لادینی جماعتوں کے نمایندہ باقاعدہ رسمی طور پر اجلاسوں میں شرکت کرتے تھے اس کی چنداں ضرورت نہیں آغا عارف نے معراج محمد خان اور دیگر الحادی رہنماؤں کو بلایا، وزارت نقوی خود پیپلز پارٹی کے سرگرم رُکن تھے۔کیونکہ انھوں نے آغا تقی شاہ کو بھکر میں الیکشن لڑنے سے منع کیا کیونکہ وہاں پیپلز پارٹی کا نمائندہ الیکشن لڑ رہا تھا۔وزارت نقوی اپنے اجلاسوں میں کمیونٹوں، سیکولروں اور الحادی فکر رکھنے والوں کو بلاتے تھے۔جیسا کہ یادگار پاکستان میں منعقد اجلاس میں بلایا گیا۔آغا ساجد نے وحدالمسلمین کے الیکشن میں حصہ لینے کے فیصلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہم ووٹ نہیں مانگیں گے۔ ہمارے اہداف و مقاصد

واضح ہیں۔آپ اس لیے ووٹ نہیں مانگتے تھے کیونکہ جیتنے کی کوئی امید نہیں تھی اگر کوئی ہزار دو ہزار ووٹ مل جائیں تو کسی کی ملازمت میں فروخت کرتے ہیں۔

۱۹۸۸ء میں جمعیت علمائے اسلام کے سابق رہنما مولانا حق نواز جھنگوی نے جھنگ کے مقام پر تحریک کے جواب میں انجمن سپاہ صحابہ تشکیل دی ابتداء میں انجمن محدود تھی، بعدازاں پورے ملک میں پھیلتی گئی پنجاب کے بعض اضلاع میں اسے غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی دونوں طرف سے استدلال واعتدال کے بجائے مذہبی جنون اور فرقہ واریت کی شدت پسندی سے کام کیا گیا جس کی وجہ سے دونوں جماعتوں میں مسلح دہشت گرد اور مجرم عناصر ابھر آئے جن میں سے بعض کے خلاف کئی کئی مقدمات درج ہیں۔

وارداتوں نے ایسی سنگین صورت اختیار کی کہ دہشت گردوں نے مسجدوں اور امام بارگاہوں میں داخل ہوکر بے گناہ لوگوں کو بے دردی سے مارا اور رہنماؤں کو گولی کا نشانہ بنایا اور یوں پورے ملک میں فرقہ واریت کی آگ میں ہزاروں جانیں تلف ہوئیں پاکستان جیسے اسلامی ملک کے لئے یہ عفریت اس کے وجود ہی کو منہدم کرنے والا ثابت ہوسکتا تھا اور اسے آہنی ہاتھ سے کچلنے کی ضرورت تھی چنانچہ ۱۹۹۷ء میں میاں نواز شریف کے عہد میں قومی اسمبلی نے انسداد دہشت گردی کا ایک بل منظور کیا جس کی رو سے اس عفریت کو سختی سے کچلنے کیلئے سخت تر قانون پر عمل درآمد کی راہ اختیار کرگئی۔

تحریک نفاذ فقہ جعفری کا انتساب جس دن انقلاب اسلامی ایران سے ہوا اور اس کی سیاسی مالی پشت پناہی کی ذمہ داری لی، تو اس دن سے قائدین کی بود و باش، گاڑیوں اور محافظین میں غیر متوقع انقلاب آیا، اس وجہ سے امیدواران قیادت میں بھی انقلاب آیا کیونکہ بغیر کسی شرط وشروط تمام سہولیات جب مل جاتی ہیں تو بقول خوجہ و خوجگان جب سہولیات آپ کو مل رہی ہیں تو کیونکر اس سے استفادہ نہ کریں ورنہ کوئی بھی اجتماع بغیر کھانے نقل و انتقال کے بندوبست کے آنے کے لئے تیار نہیں۔اچھے خاصے کھانے، بریانی آنے جانے کی گاڑیاں میسر آنے پر آقائے جوادی بہت خوش ہوگئے تھے جبکہ حضرت علیؑ نے لوگوں کو جہاد کے لئے پکارا تو لوگ گرمی سردی وغیرہ کا بہانہ بنا کر آپ کی پکار پر نہ آئے، حضرت علی کی قیادت میں کارکنوں اور عوام نے ساتھ نہیں دیا اور کمزوری دکھائی کیونکہ علیؑ ایسی سہولیات نہیں دیتے تھے۔

اس پارٹی کا شعار شہادت طلبی ہے جس کی عندالتحلیل معنی خودکشی ہے اگر ہمارے مطالبات نہ مانے گئے تو ہم خود کو

مار ڈالیں گے، اس وقت ہمارے مخالفین کو ہماری اس طاقت کا پتہ چلے گا کہ جو قوم خود کو مار ڈالتی ہے وہ دوسروں کو مار ڈالنے سے نہیں ڈرتی ہے۔ ان جیسے کئی زہر آلودہ بیانات قائدین کی زبانوں نے اگلے ہیں۔ شہید و شہادت ایک ایسا موضوع ہے جس پر بولنے اور لکھنے والے کو بہت فخر و ناز و غرور آتا ہے بعض کو یوں ہی غرور آتا ہے کہ وہ ایک شہید پرور قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میرا پسندیدہ نعرہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ''شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے'' دشمنوں کو اپنی عوام کے پاس سرخرو ہونے کیلئے یا اپنے ارباب سے زیادہ انعامات لینے کے لئے یہ لوگ اپنی قوم و ملت کو بھیڑ، بکری مچھر و مگس کی مانند دشمن کو مارنے کیلئے حوالہ کرتے ہیں تا کہ وہ ان کو بے رحمی و بے دردی سے مار دے تو یہ ہمارے لئے بہت بڑا فخر و اعزاز ہے۔

یہ ایک ایسا عنوان ہے جس کے خلاف بولنا لکھنا حرام ہے کیونکہ اس سے جنازہ فروشوں کی بہت کمائی ہوتی ہے ایک معاشرہ ہمج الراعی کے لئے یہ اچھا نعرہ ہے جس طرح عرب بدو حدودی کے ذریعہ اونٹوں کو چلاتے تھے اگر اس نعرہ کی، تحقیق اور تجزیہ و تحلیل کے لئے آپریشن کی میز پر رکھیں اور عقل و شریعت کے سرجنوں کو بلائیں اور ان سے دست بستہ التماس کریں کہ حضور عالی! ہمارے اس مریض کا آپریشن کریں اور اس کے اندر سے غلط جراثیم نکالیں تو یہ سرجن کہیں گے یہ تو کُل کا کُل جراثیم ہے اس میں صحت والی تو چیز نہیں یہ جہاں لگے گا وہاں نابودی اور ہلاکت ہوگی۔ دین و شریعت سے لیں تو دین و شریعت کا مصدر قرآن و سنت نبیؐ ہے۔ قرآن کریم میں یہ کلمہ جہاں استعمال ہوا ہے، وہاں کسی کے ذریعہ قتل ہونے والے کو شہید کا لقب دیا ہو ایسی کوئی آیت نہیں ملتی کیا نبی کریمؐ نے میدان جنگ میں پہلے مرحلہ میں دشمنوں کو مارنا ہی اس جنگ کا بنیادی ہدف نہیں گردانا ہے یا غزوات میں مسلمانوں کے مارے جانے کو اصل ہدف اور باعث فخر نہیں گردانا ہے چنانچہ جنگ بدر اسلامی جنگوں میں واحد جنگ ہے جس میں دشمن کے افراد زیادہ مرے ہیں لہٰذا اصحاب بدر دیگر جنگوں میں شریک افراد سے زیادہ فضیلت برتری رکھتے ہیں۔ آپؐ زیادہ تر اپنے اصحاب کو بچانے کی خواہش میں ہوتے تھے قتل ہونے والے کو پہلے یہ نہیں فرمایا کہ جاؤ تم شہید ہو جاؤ۔

اگر شہید کو لغت اور مصادر قرآن میں تلاش کریں تو اس میں اغلاط کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتے ہیں لغت میں اس کے کیا معنی ہیں۔

شہید بروزن فعیل مادہ شہادت سے صفت مشبہ ہے شہد بمعنی حضور ہے جیسا کہ سورہ فرقان کی اس آیت میں آیا ہے

والذین لایشہدون سورہ نور میں آیا ولیشہد عذاب ﴿ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾ (بقرہ ۱۴۳)

۱۔قرآن میں انبیاء کوشہید کہا ہے سورہ نحل یوم نبعث من کل امت شہیدا، سورہ نساء فکیفا اذا جعن بکل امت بشہید

۲۔ملائکہ کو کہا ہے جو بنی آدم کے اعمال کو ثبت کرتے ہیں جیسا کہ سورۂ ہود میں آیا ویقول اشہاد۔

۳۔امت کو کہا ہے۔

۴۔شہید حقوق میں گواہان کو کہا ہے وستشہد من رجالکم

۵۔ایک مصداق میدان جنگ میں قتل ہونے والے کو کہا ہے اس کو کیوں شہید کہا ہے اس کی توجیہ میں یہ حضرات کہتے ہیں کہ وہ اوامر الہی میں میدان حق میں حاضر ہوا ہے یہاں تک کہ وہ قتل ہوا ہے۔بعض نے کہا ہے اللہ نے مقتول کے لئے جونعمت کرامت فضیلت رکھتی ہے اس کو وہ دیکھتا ہے یا وہ میدان جنگ میں حاضر ہوا ہے اس نے ایمان کی گواہی دی ہے یا اس کے اعمال کا کوئی اور گواہ ہے یا اس کا خون اس کا گواہ ہے یا وہ زندہ ہے مرا نہیں ہے یا وہ شاہد جس پہ گرا ہے اس شاہد سے مراد زمین ہے یا وہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوا ہے یا اس نے ملائکہ کو دیکھا ہے۔شہید کے ایک مصداق میں سے ایک خود اللہ ہے کیونکہ اللہ سے کوئی چیز غائب نہیں رہتی ہے۔کتب اصول فقہ میں ایک بحث مصطلحات چلتی ہے جس میں لغوی وحقیقی اور مجازی معنی کے بعد اس سے ماخوذ شدہ لفظ کے بارے میں بحث کرتے ہیں کہ یہ کلمہ اپنے معنی لغوی سے میں کس نے استعمال کیا ہے صاحب شریعت نے استعمال کیا ہے یعنی نبی کریمؐ نے استعمال کیا ہے تو اصطلاح نا قابل رد ہوگی اور اگر یہ نقل گزشت زمانہ کے بعد امت نے کثرت سے استعمال کی ہے تو اس کی شرعی حیثیت نہیں ہوگی ہمیں یہ کلمہ شہات میدان جنگ میں یا کسی کے ذریعے قتل ہونے والے کیلئے استعمال قرآن اور سنت میں نہیں ملتا ہے محسوس ہوتا ہے یہ بھی قرآن کریم میں جہاں دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہونے والے کیلئے کےکلمہ جہاد استعمال کیا ہے لیکن مقتول کیلئے یہ لفظ شہا دت استعمال نہیں ہوا ہے اس کی کثیر تاویلات سے یہ بو آتی ہے، یہ اختراع باطنیہ ہے۔

''وفی سببب تسمیة الشهید: [ص۱۸۶ الشہادۃ تاصیک لااستصال تالیف مکی قاسم بغدادی]

(قیل) : لقیامة بشهادة الحق فی امر اللهِ حتیٰ قتل. و قیل لا نه یشهد ما اعد الله له من الکرامة بالقتل . او لانه شهد المغازی او لانه شهد له بالایمانو خاتمه الخیر ،بظاهر حاله. او لان علیه شاهدا یشهد بشهادته و هودمه او انه حی لم یمت کا نه شاهد ای حاضر ولسقوطه علی الشاهدهوهی الارض او لانه حاضر عند ربه او لانه یشهد ملکوت الله و ملکه. ‘‘

اساس البلاغہ صفحہ ۴۰۴ شهد شاهدته و شهودمنه مجلس مشهود روس الاشهد وهم شهود و شهداه و لله یشهد به فلا استشهد کاذب و لله علی کل شیء شهید مجادلہ ۶

اس فرقے کے پاس ایک اور شعار عصمت ہے، اس کے تحت ان کا کہنا ہے غیر معصوم کی اطاعت حرام ہے اس وجہ سے وہ ہمیشہ سے عام مسلمانوں کے جو بظاہر عقائد وفروعات ہیں یہ ان کو جائز نہیں سمجھتے ہیں چونکہ ان کے پاس کوئی نمائندہ معصوم نہیں ہے وہ اس کے لئے آیت اولی الامر منکم سے استدلال کرتے ہیں لیکن سیکولر بے دین و ملحدین کا ساتھ دینا ان کو اقتدار پر لانا اور پھر ان کی اطاعت کرنا ان کا مذہبی فریضہ ہے یہاں وہ اپنے ہی عقیدے کی مخالفت کرتے ہوئے غیر معصوم قائد ورہبر کی بھر پور اطاعت کرتے ہیں اور جو بھی ان کا ساتھ نہ دے تو وہ ان کے نزدیک قوم کا غدار ہے۔

۲۔ جماعت اسلامی:

یہ پاکستان میں سب سے پہلی قدیم حزب اسلامی ہے جس کی بنیاد پاکستان بننے سے پہلے ابوالاعلیٰ مودودی نے ۱۹۴۱ء کو رکھی تھی۔

چنانچہ جماعت اسلامی نے اپنا مرکز مشرقی پنجاب سے ہٹا کر لاہور میں منتقل کیا اور ملک کو اسلامی ریاست بنانے کے کام میں مصروف ہوگئے۔

پاکستان تاریخ وسیاست ص ۱۴۳] جماعت اسلامی کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ہیں انہوں نے ۱۹۴۱ء کو اس کی بنیاد رکھی تھی۔ پاکستان میں سب سے زیادہ منظّم جماعت بن چکی ہے آغاز میں پارٹی کے قیام کا اصل نصب العین تبلیغ احیائے اسلام تھا مسلمانوں کے لئے اسلام کا بطور ضابطہ حیات کا نفاذ اور ایک اسلامی حکومت کا قیام اس کے مقاصد میں سے نہیں تھا جماعت کے اغراض ومقاصد اس کے پہلے اجتماع میں جو بیان کئے گئے ان کا مقصد

یہ تھا کہ اس تحریک کے ذریعے مسلمانوں کی زندگی میں اسلامی انقلاب لانا ہے۔ جماعت کے بانیوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ یہ کوئی سیاسی جماعت نہیں بلکہ یہ ایک نظریاتی تحریک ہے جو زندگی کے سارے شعبوں پر حاوی ہوگی اس جماعت کا دائرہ کار صرف ایک ملک یا قوم تک محدود نہیں ہوگا بلکہ یہ پوری دنیا کے اخلاقی سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی نظاموں کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کا ارادہ رکھتی ہے اور دنیا میں ضمنی طور پر پاکستان بھی شامل ہے۔

یہ تنظیم پاکستان کے قیام کے خلاف تھی کیونکہ اس کے رہنماؤں کا خیال تھا کہ پاکستان میں مسلم لیگ ایک صحیح اسلامی حکومت قیام نہیں کرسکے گی اس خیال کی بنیاد اس احساس پر تھی کہ مسلم لیگ پر مغربی تعلیم یافتہ طبقہ اور جاگیردار چھائے ہوئے ہیں جو نفاذ اسلام کی اہلیت نہیں رکھتے ہیں جماعت کے قائدین کی نظروں میں مسلم لیگ کے رہنما نہ تو صحیح مسلمان تھے نہ ہی انہیں اسلام کا فہم وادراک حاصل تھا لیکن جب یہ تہہ پا گیا کہ برِاعظیم تقسیم ہوگا تو جماعت نے اپنے پرانے موقف میں لچک پیدا کی اور پاکستان میں اسلامی حکومت قائم کرنے کیلئے جدوجہد کرنے کا فیصلہ کیا، اس ضمن میں انھیں قائداعظم کی بھی آشیر باد حاصل تھی چنانچہ پاکستان بننے کے بعد کافی عرصہ تک مولانا مودودی ریڈیو پاکستان کے ذریعہ درس دیتے رہے، رفاعہ عامہ کے جذبہ کے تحت چھوٹی لائبریری قائم کی، سفری دواخانے قائم کئے لوگوں کی مذہبی تربیت کے لئے رسائل شائع کئے اس جماعت کی رکنیت محدود تھی لیکن پھر بھی ایک موثر اور فعال تنظیم تھی۔ باقی سیاسی پارٹیوں کی طرح اس جماعت نے کبھی بھی عوامی جماعت بننے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی یہ اس کی منزل تھی چنانچہ اس کی رکن سازی کا عمل طویل اور معیار بڑا بلند ہے، چھان پھٹک کے بعد جو اراکین منتخب کئے جاتے ہیں وہ نظریاتی طور پر مخلص ہوتے ہیں چنانچہ جماعت اسلامی میں سیاسی منافرت کے واقعات کم ملتے ہیں۔

جماعت نے ۱۹۵۷ء تک عملی سیاست میں کبھی کھل کر حصہ نہیں لیا سوائے آئین اور مذہبی مسائل پر لوگوں میں شعور پیدا کیا۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کے دوران جماعت اسلامی نے بھٹو کی آمرانہ حکومت کی پالیسیوں کی مخالفت کی۔

یہاں ایک تضاد ہے سیکولر لوگوں کا کہنا ہے جماعت اسلامی درحقیقت تحریک پاکستان کی مخالف تھی لیکن پاکستان بننے کے بعد پاکستان میں شامل ہوگئی لیکن دوسری طرف یہ فکر ان کی اصل بنیادی فکر سے متصادم ہے ایک جماعت اسلام کے نام پر وجود میں لانے والوں کا یہی عزم ہوتا ہے کہ وہ اسلامی تشخص کو قائم کریں جماعت

اسلامی کے پھلنے پھولنے کیلئے گنجائش وہاں ہی ہے جہاں اسلامی معاشرہ قائم ہوگا تاہم ان کی تحریک اسلامی کا پاکستان سے اختلاف بھی اپنی جگہ قابل توجیہ ہے رفع تضاد ہے ان کے داعیوں کا کہنا ہے کیونکہ تحریک پاکستان اسلام کی خاطر تھی لیکن بنتا ہوا پاکستان مسلم لیگ کے سیکولر لادینیوں کے قبضے میں تھا تو انھوں نے اپنے مقاصد کے حصول سے انھوں نے اس کی مخالفت کی، اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جماعت اسلامی پاکستان کے خلاف تھی۔

ا۔جمیعت علمائے پاکستان: [پاکستان تاریخ وسیاست ص۱۶۲ تالیف ڈاکٹر صفدر محمود]

جمیعت علمائے پاکستان مذہبی پارٹی ہے ان کا تعلق بریلوی مکتب سے ہے اسے مولانا عبدالحمید بدائی ایونی نے ۱۹۴۸ء میں قائم کیا۔ یہ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے خواہان تھے ان کو پیروں اور زمین داروں اور مذہبی لوگوں کی حمایت حاصل تھی جمیعت علمائے پاکستان اس میں شامل کئی علمائے کرام نے تحریک پاکستان کے دوران قائداعظم کا کھل کر ساتھ دیا اور مخالف مذہبی گروہوں کا مقابلہ کیا جمیعت کا اسلام بڑی حد تک ترقی پسند فراغ نظر ہے جمیعت نے کبھی اصولوں پر سمجھوتا نہیں کیا اور نہ کبھی اقتدار کی خاطر سیاسی سودابازی کی جمیعت علمائے پاکستان نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصہ لیا اور کچھ نشستیں حاصل کیں جمیعت کے رہنما سیکرٹری جنرل مولانا شاہ احمد نورانی تمام قوانین کو اسلامی تعلیمات کے سانچہ میں ڈھالنا چاہتے تھے ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں اس پارٹی نے پاکستان قومی اتحاد میں شمولیت اختیار کی اور اتحاد کو نظام مصطفیٰ کا نعرہ دیا جو بھٹو کے خلاف تحریک میں بہت مقبول ہوا انہوں نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصہ لیا ۱۹۷۸ء میں جب پاکستان قومی اتحاد نے جنرل ضیاء کی حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا تو جمیعت علمائے پاکستان نے کابینہ میں شرکت سے انکار کیا اور اس سے علیحدگی اختیار کی اس وقت سے یہ پارٹی جمہوریت کی بحالی کے لئے جدوجہد کرتی رہی۔۱۹۸۸ء کے عام انتخاب میں پاکستان قومی اتحاد نے قومی اسمبلی میں دو نشستیں حاصل کیں۔قومی اسمبلی میں جمیعت علمائے پاکستان کے منتخب اراکین سے مولانا محمد عبدالستار نیازی، جنرل محمد حسین انصاری اور ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی تھے۔ بعد میں ڈاکٹر شیر افگن پیپلز پارٹی کی مرکزی کابینہ میں شامل ہوگئے۔

جمیعت علمائے اسلام: [پاکستانیکا ص ۴۲۵]

جمیعت علمائے اسلام ہندوستان کے علماء کی ایک مذہبی سیاسی پارٹی تھی جو ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کے دور میں انگریز مخالفت میں بنائی گئی تھی لیکن اس نے مسلم لیگ کی تحریک پاکستان کی حمایت نہیں کی بلکہ نیشنل متحدہ ہندوستانی

قومیت کی حمایت کی جمعیت کی کانگریس نواز پالیسی کی مخالفت میں بعض علماء شبیر احمد عثانی کی قیادت میں اس جمعیت سے الگ ہوئے انہوں نے ۱۹۴۵ء میں ایک جداگانہ تنظیم علمائے اسلام کے نام سے قائم کی اس میں مولا نا ظفر احمد عثانی، مفتی محمد حسن، مفتی شفیع، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف شامل تھے مولانا شبیر احمد عثانی اس کے صدر منتخب ہوئے انہوں نے ۱۹۴۶ کو نظریہ پاکستان کی حمایت کی پاکستان میں جمعیت کی تنظیم نو مولانا احتشام الحق تھانوی کی رہائش گاہ پر ۱۹۴۷ء میں ہوئی۔ شبیر احمد عثانی کے بعد سید سلیمان ندوی سربراہ مقرر ہوئے مولانا مفتی محمد شفیع نے ان کی اعانت کی۔

۳۱ جید علماء نے پاکستان کے آئین کے لئے ۲۲ نکات وضع کئے۔ جمعیت کا ایک بڑا اجتماع ۱۹۵۶ء میں ہوا جس میں سابقہ احرار جماعت جمعیت علمائے ہند سے تعلق رکھنے والے علماء بشمول مفتی محمود مولانا غلام غوث ہزاروی نے جمعیت میں شامل ہونے کا اعلان کیا مولانا احمد علی لاہوری کو امیر اور مولانا ہزاروی کو سیکٹری جنرل منتخب کیا گیا۔ جمعیت اس طرح قوم پرستوں کے ہاتھ میں آگئی جس کے وہ پہلے وہ سرسخت مخالف تھے، اس وجہ سے مولانا تھانوی اس سے علیحدہ ہوگئے۔ ایوب خان کے دور میں احمد علی انتقال کر گئے ان کی جگہ مولانا عبداللہ درخواستی امیر ہوئے ۱۹۶۲ میں سیاسی جماعتیں بحال کی گئیں تو جمعیت کے قائم مقام امیر مفتی محمود نے جمعیت کے احیاء کا اعلان کیا ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں بلوچستان سرحد کے بعض علاقوں کوہاٹ بنوں ڈیرہ اسماعیل خان سے وفاقی اسمبلی کی سات نشستیں حاصل کیں۔ جمعیت نے اپنے شعار سوشلزم کفر ہے کے منشور پر عام انتخابات میں کامیابی حاصل کی لیکن بلوچستان اور سرحد کی صوبائی اسمبلیوں میں سوشلزم کی حامی جماعت عوامی نیشنل پارٹی کے اشتراک سے مخلوط حکومت بنائی۔

مفتی محمود سرحد کے وزیراعلیٰ منتخب ہوئے۔ انہوں نے اپنے دور وزارت میں شراب پر مکمل پابندی لگائی اردو کو سرحد کی سرکاری زبان قرار دیا احترام رمضان کا آرڈیننس جاری کیا، جہیز پر پابندی لگائی سود کے قرضوں کو معاف کیا ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں دھاندلی کے الزام میں بھٹو کے خلاف تحریک میں شامل ہوئے قومی اتحاد کا ساتھ دیا ۱۹۸۰ میں مفتی محمود کی وفات کے بعد مفتی کے صاحب زادے فضل الرحمٰن جمعیت کے صدر منتخب ہوئے اب تک وہی اس کے سربراہ ہیں۔ نفاذ شریعت جمعیت کے منشور کا بنیادی نکتہ ہے اس کی خاطر جمعیت حسب موقعہ ومحل ہر پارٹی اور سیاسی جماعت سے متحد ہوتی رہتی ہے۔

۲۔جمعیت علمائے پاکستان:[پاکستان تاریخ وسیاست ص ۱۵۸]

۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت انتخابات کے انعقاد کے لئے کوشاں رہی ۱۹۸۵ء کے انتخابات جو کہ غیر جماعتی تھے اس لئے جمعیت علمائے پاکستان نے ان انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔جماعت اسلامی اور پیر پگاڑا مسلم لیگ کی طرح جمعیت پاکستان نے بھی تحریک بحالی جمہوریت میں شرکت سے انکار کردیا یہ تحریک ۱۹۸۱ میں قائم ہوئی تھی اوراس پر پیپلز پارٹی کا غلبہ تھا جمعیت علمائے پاکستان کا حلقہ سادہ نشین مدرسوں تک محدود ہے جو بہرحال پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اس حوالہ سے یہ قومی سطح کی سیاسی پارٹی ہے لیکن اس کا حلقہ اثر خاصہ محدود ہے اس لئے انتخابی سیاست میں کوئی ممتاز مقام حاصل نہیں کرسکتی ہے۔

جمعیت ملک میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے کوشاں ہے پاکستان میں قرآن وسنت کی پابندی کے حق میں ہے ملک میں طبقاتی تعصّبات کا خاتمہ چاہتی ہے ۱۹۸۸ کے عام انتخابات میں یہ ایک انتخابی اتحاد میں شامل تھی جس کا نام پاکستان عوامی اتحاد تھا اس میں تحریک استقلال بھی موجود تھی بدقسمتی سے کوئی نشست حاصل نہیں کرسکی پاکستان قومی اتحاد نے قومی اسمبلی میں تین اور پنجاب میں دو نشستیں حاصل کیں قومی اسمبلی میں جمعیت علمائے پاکستان کے منتخب اراکین میں سے مولانا محمد عبدالستار نیازی جنرل محمد حسین انصاری اور ڈاکٹر شیخ افگن خان نیازی ہیں ڈاکٹر شیر افگن بعد میں پیپلز پارٹی کی مرکزی کابینہ میں شامل ہوگئے تھے۔

جمعیت علمائے اسلام :

جمعیت علمائے ہند کی کانگریس نواز روش سے کئی سر برآوردہ علماء شاکی تھے چنانچہ انہوں نے پاکستان کے مطالبہ کے حق میں اپنی علیحدہ تنظیم بنائی اس طرح مسلم لیگ کے حامی علماء کا ایک علیحدہ گروہ معرض وجود میں آگیا اس کی تشکیل کا اعلان کلکتہ میں ۱۹۴۵ء میں ایک بڑے جلسہ میں کیا گیا مولانا شبیر احمد عثمانی اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے جو پاکستان کے جدوجہد کے دوران قائداعظم کے دست راست تھے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے رکن تھے۔انہوں نے قوانین کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کیلئے اہم خدمات سرانجام دیں۔اگرچہ پارٹی جلدی میں تشکیل دی گئی تھی لیکن پھر بھی ۱۹۴۶ کے انتخابات میں مسلم لیگ کی کامیابی میں اہم کردار ادا کیا۔اس نے سرحد کی استصواب رائے میں مسلم لیگ کی بھرپور امداد کی اوران کی حمایت کا مسلم لیگ کے رہنماوں نے کھلے دل سے اعتراف کیا۔

ملوکیت اور شہنشاہیت کے خلاف جدو جہدان کا طرۂ امتیاز رہا۔مولانا شبیر احمد عثمانی کی رہنمائی میں جو خاصے سیاسی اثر رسوخ کے مالک تھے اور تعلیمات اسلامی بورڈ کے چیرمین بھی تھے ان کی جمات نے پاکستان کے لئے ایک اسلامی آئین تشکیل دینے کیلئے محنت اور خلوص سے کام لیا پاکستان میں اس پارٹی کی تنظیم نومولانا احتشام الحق تھانوی کی رہائش گاہ پر ۱۹۴۷ءکو عمل میں آئی اس پارٹی کا تعلق دیو بند مکتب خیال سے ہے ان کی وفات کے بعد اس کی سربراہی سیرت نبیؐ کے مصنف سید سلیمان ندوی کے سپرد ہوئی۔

جمعیت علمائے اسلام نے پاکستان کے لئے اسلامی آئین کے مطالبہ کی پرزور حمایت کی۔اس کے کہنے پر مختلف جماعتوں کے ۳۱ علماء پر مشتمل ایک کانفرنس ۱۹۵۱ میں کراچی میں منعقد ہوئی جس میں جمعیت علمائے پاکستان، جماعت اسلامی جماعت اہل حدیث نے حصہ لیا اس کی صدارت مولانا شبیر احمد عثمانی نے کی۔ان علماء نے اتفاق رائے سے اسلامی حکومت کے چوبیس اصول وضع کئے ابھی تک یہی اصول آئین سازوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتے ہیں اور متفقہ طور پر قبول کئے جاتے ہیں۔دراصل یہ ہماری تاریخ کا روشن مینار ہیں ۱۹۵۲ء میں مغربی پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو اس کے امیر مولانا احمد علی اور مولانا احتشام الحق تھانوی منتخب ہوئے۔۱۹۵۳ء میں جب ختم نبوت کی تحریک شروع ہوئی تو جمعیت نے اس کے مقاصد کی تکمیل کے لئے بڑی قربانیاں تو دیں اس کا ایک بڑا اجتماع ۱۹۵۶ء میں ہوا اس میں احراری جماعت سے تعلق رکھنے والے علماء بشمول مفتی محمود اور مولانا ہزاروی نے اس جماعت میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔مولانا احمد علی کو امیر منتخب کیا اور مولانا ہزاروی ناظم امور منتخب ہوئے۔چونکہ آزادی سے قبل احرار نے کانگریس کا ساتھ دیا تھا اور مسلم لیگ اور پاکستان کی مخالفت کی تھی،اس لئے مسلم لیگ حمایتی گروپ کو جس کے رہنما مولانا تھانوی تھے بڑی تشویش ہوئی اور انہوں نے تحریک پاکستان کے حمایتی گروہ کو جمعیت اسلام سے علیحدہ کیا،وہ اس دوران سیاسی محاذ پر خاصی سرگرمی کا مظاہرہ کرتی رہی۔مولانا احمد علی کے انتقال کے بعد عبداللہ درخواستی امیر جماعت ہوئے ۱۹۵۸ کے مارشل کے بعد ۱۹۶۲ء میں سیاسی جماعتیں بحال کی گئیں تو جمعیت کے قائم مقام امیر مفتی محمود نے جمیعت کے احیاء اعلان کیا ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا چنانچہ جمعیتِ علمائے اسلام نے بلوچستان اور سرحد کے علاقوں میں خاص طور پر بنو ں کوہاٹ اور ڈیرہ اسماعیل خان سے قومی اسمبلی کی سات نشستیں حاصل کیں ۱۹۷۰ کے انتخابات میں انہوں نے بعض علاقوں سے ساری نشستیں جیت لیں اس کا سیاسی حلقہ اثر اور بنیا سرحد اور بلوچستان کے صوبوں تک محدود

ہے مفتی محمود ڈیرہ اسماعیل خان سے ۱۹۷۰ء کو بھٹو کو شکست دے کر ملکی سیاست کے میدان میں شہرت حاصل کی بھٹو کے سوشلزم کی جواب میں کہتے تھے سوشلزم کفر ہے اس کے باوجود ۱۹۷۲ء میں سوشلزم کی اس حامی جماعت نیشنل عوامی پارٹی کے ساتھ اقتدار میں شریک ہوئے اور صوبہ سرحد اور بلوچستان میں مخلوط حکومت تشکیل دی سرحد کی مخلوط حکومت کے وزیر اعلیٰ مفتی محمود خود تھے انہوں نے اپنے عہد حکومت میں سرحد میں اسلامی نظام قائم کرنے کی کوشش کی اور شراب نوشی پر پابندی عائد کردی یہاں یہ بھی قابل ذکر بات ہے کہ جمعیت نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں صوبائی اسمبلی کے لئے سرحد میں چار اور بلوچستان میں دو نشستیں حاصل کیں۔

[پاکستانیکا ص ۴۲۵]

جمعیت علماء پاکستان:

یہ جماعت بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کی سیاسی تنظیم ہے جنہوں نے تحریک پاکستان میں ہراول دستہ کے طور پر حصہ لیا آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۴۶ء کو بنارس میں منعقد ہوئی جس میں دو قومی نظریہ کی حمایت کا اعلا ن کیا قیام پاکستان کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس نے جمعیت علمائے پاکستان کی شکل اختیار کی اس کا پہلا اجلاس ۱۹۴۸ء میں ہوا علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری صدر اور سید محمد سعید کاظمی ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے، علامہ عبدا لغفو ہزاروی اور عبد الحمید بدایونی نائب صدر منتخب ہوئے ۔۱۹۵۳ء میں انہوں نے احمدیوں کے خلاف تحریک چلائی احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا ۱۹۵۸ میں مارشل لاء کے نفاذ سے سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد ہوئی ۱۹۵۸ء میں ہی جمعیت کے بڑے جلسے منعقد ہوئے ۱۹۷۳ء میں علامہ شاہ احمد نورانی کو جمعیت کا صدر مولانا عبد الستار نیازی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں حصہ لیا۔ بھٹو کی حکومت کے خلاف پاکستان قومی اتحاد کی تحریک میں جمعیت نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۱۹۴۸ء میں جمعیت قومی اتحاد سے الگ ہوگئی ۱۹۷۸ء میں ملتان اور رائیول میں سنی کانفرنس منعقد کی گئی جمعیت کے فکری قائد احمد رضا خان بریلوی ہیں۔ پاکستان میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ جمعیت علماء کا بنیادی نصب العین ہے۔ جو علماء اس سے وابستہ رہے مفتی محمد حسین نعیمی، قاضی عبد النبی کوکب، پیر محمد ایوب شاہ صاحب زادہ محمود شاہ گجراتی قاضی فضل رسول وغیرہ ہیں۔

بریلوی علماء کا پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے لئے ایک نمایاں کردار ہے ان کی قابل قدر خدمات میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی تحریک ہے، یہ ایک حقیقت ہے لیکن اس کے مقابل جو خدمات ہیں ان سے یہ مشکوک

پڑ جاتے ہیں مثلاً انہوں نے اللہ کو الوہیت وملوکیت سے تنزل دے کر حضرت محمدؐ کو اللہ کے جانشین کے طور پر پیش کیا ہے یعنی اب لینے دینے کا تمام تر تصرف واختیار حضرت محمدؐ کو ہے پھر انہوں نے حضرت محمدؐ کو بھی رسالت سے ہٹا کر حلال وحرام اور دین وشریعت کی تفسیر وتوضیح سے کے لئے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کے افکار و نظریات کو آخری مصدر گردانا ہے، یقیناً جو بھی شخص قرآن وسنت محمدؐ کو مصدر سے گرا کر معطل کر کے چاہے علمائے دیوبند، بریلوی، سلفی یا جعفر صادق کو مصدر گردانے دوٹوک یہ گروہ منحرفین از اسلام میں شمار ہونگے کیونکہ دین وشریعت کا محمدؐ پر خاتمہ ہے محمدؐ کے بعد کسی کو یہ منصب حاصل نہیں ہے اس کے علاوہ اس جماعت کے آخری سربراہ قبلہ شاہ احمد نورانی ہیں جنہوں نے نظام مصطفیٰ کے قیام کی کاوش کی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے کوشش کی ہے لیکن حزب مخالف کی شکل میں پرویز مشرف کی حکومت کو کاندھا دیا ہے اور دس سال تک انقلاب اسلامی ایران کے مقابل میں صدام حسین کے حامی وداعی رہے ہیں یہ سیاہ داغ وہ اپنے ماتھے پر لے کر گئے ہیں ۔

پاکستان میں شدت پسندی:

اس وقت مغربی دنیا اور ملک کے اندر مغرب نوازوں کے نزدیک پہلی ترجیحات میں حل طلب مسئلہ مذہبی شدت پسندی کا خاتمہ ہے ان کی نظر میں جتنے بھی مسائل مذہب سے وابستہ ہیں وہ انتہائی نرم تغیر پذیر اور قابل نظر انداز ہیں اور یہ تیسرے درجہ کی اہمیت کے حامل ہیں، دین ان کی نظر میں پہنے ہوئے کوٹ قمیض ٹائی کی مانند ہے جسے وہ جب ضرورت پڑتی ہے تو پہن لیتے ہیں ورنہ اتار دیتے ہیں۔ یہاں سے دین دار لوگ انتہاء پسندانہ نظریات اختیار کرتے ہیں سیاسی مقاصد کے لئے پرتشدد اقدامات کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ بہت سے مفکرین یہ یقین رکھتے ہیں کہ فرقہ واریت پاکستان میں شدت پسندی کے رجحان کی ایک مستقل صورت ہے، فرقہ واریت ایک ایسا مظہر ہے جو لوگوں کو شدت پسندی کی طرف راغب کرتا ہے کیونکہ لوگ عقائد اور ان کی تشریحات میں صرف اپنے ہی فرقہ کی تقلید کرنے پر یقین رکھتے ہیں اور دوسرے فرقوں کا نظریہ ان کے لئے کبھی بھی درست نہیں ہوتا ہے۔

شدت پسندی میں افہام وتفہیم استدلال ومنطق کی جگہ قدرت کا استعمال اپنے اوج پر ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں شدت پسندی عادی مسئلہ بن چکا ہے۔ اخباروں کی سرخیاں اور شدت پسندی کے بارے میں درشت عنوانات اور سرخ مناظر جنہیں کوئی بھی نظر انداز نہیں کرسکتا ہے لیکن یہ کب سے شروع ہوا ہے اس کے کیا اسباب

ہیں اس سوال کا جواب ایک ادنیٰ سا شہری جو روڈ پر کھڑا ہو یا راہ گزرنے والوں سے پوچھیں پھر فیصد نکال لیں یا اجتماعِ عقلاء سے سوالات کرنے سے بھی با آسانی اس کا جواب مل سکتا ہے۔

پاکستان میں شدت پسندی ۱۹۸۰ء میں جنرل ضیاء الحق کی افغانستان سے روس کے انخلاء کے لئے کئے گئے اقدامات کو بدنام زمانہ کر کے متعارف کرایا گیا ہے اگر مسلمان ملک کو کفر والحاد کے تسلط سے نجات دلانا ہر مسلمان پر واجب ہے تو خاص کر پڑوسی ملک کی حکومت پر واجب ہے تو اس حوالے سے پاکستان کے مسلمان اور مسلح افواج کا اس میدان جہاد دینی فرض تھا لیکن بدقسمتی سے یہ عمل حکم قرآن حکم رسول اللہ کی اطاعت کے بجائے غدار و بے وفا ملک کہنے انجام پایا اس سلسلہ میں اہل سنت والجماعت کی طرف سے استقبال ہی استقبال تھا لیکن اہل تشیع نے کھل کر اس کی مخالفت کی نمی دانم وہ مخالفت کس بنیاد پر تھی، آیا یہ اس اسلامی ملک کو کفر والحاد سے نجات دلانا نہیں چاہتے تھے یا امریکہ کے کہنے پر نہیں کودنا چاہتے تھے دونوں صورتوں میں شیعہ عقلی و منطقی جواب نہیں دے سکتے ہیں۔

سب کی نظر میں اصل سبب کو اپنی جگہ رکھ کر تشدد کے عوامل واسباب کا تجربہ:

۱۔سیکولر افراد تشدد کا ذمہ دار فرقہ واریت کو گردانتے ہیں۔

۲۔فرقے اپنی جگہ دوسرے فرقوں کو گردانتے ہیں جو فی زمانہ مثال تشدد بنے ہوئے ہیں جیسے سپاہ صحابہ طالبان وغیرہ۔

۳۔طالبان اپنی جگہ اس کا ذمہ داران افراد کو گردانتے ہیں جو سب صحابہ کرتے ہیں۔

انسان کا امتیاز ہے کہ وہ صرف حادثہ پر اکتفاء نہیں کرتا ہے وہ اس کے اسباب وعلل کی تلاش وجستجو کرتے ہیں وہ تشدد کے نشانہ بنانے والے متشدد کا پیچھا کرتا ہے کہ کس نے یہ فعل شنیع انجام دیا اور کیوں کیا کسی کے کہنے پر کیا اگر اس ملک میں کوئی دانشور دانشمند تشدد کا نشانہ بنانے والوں کو تلاش کرے اور فرض وہ سپاہ صحابہ اور اس کے دو فرزند طالبان اور لشکر جھنگوی ہیں تو ان سے سوال کرتے ہیں آپ نے کیوں اس فعل شنیع کو انجام دیا ہے تو وہ دو قسم کے جواب دیتے ہیں:

۱۔ہم خود تشدد کا نشانہ بنے ہیں، ہمارے بھی قائدین یکے بعد دیگر خاک وخون میں غلطان ہو گئے ہیں اور کچھ بھی جیلوں میں ہیں یا جلاوطنی میں زندگی گزار رہے ہیں۔

۲۔ جو ہمارے بزرگان دین اصحابؓ، خلفاءؓ کو جو برملاء سبّ وشتم کرتے ہیں کیا روکنا غلط ہے؟ اور کیا اُن کو لجام نہیں دینا چاہیئے۔ لہٰذا تشدد میں فرقہ واریت کا دخل ہونا ایک نا قابل انکار حقیقت ہے۔
بعض کہتے ہیں تشدد کے مرتکبین ملک میں موجود این جی اوز ہیں جو ملک میں اس آگ کو بھڑکا رہے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے تشدد مغرب اور امریکا والے ہی پھیلاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں اسماعیلی اور قادیانی پھیلاتے ہیں۔

دینی تشدد:

سب نے بتایا ہے فرقہ واریت سے ہی تشدد نے جنم لیا ہے تشدد کے مرتکب فرقہ والے ہی ہیں دین کے تصور میں تشدد نہیں ہے کیونکہ دین اپنے لئے دلیل رکھتا ہے، تشدد ہمیشہ اسلحہ بے دلیل رہا ہے۔ جن کے پاس دلیل نہیں ہوتی ہے وہ تشدد کرتے ہیں، فرقے چونکہ لنگڑے ہیں اور اس لنگڑے پن کو تشدد سے سہارا دیتے ہیں تمام فرقے بغیر کسی استثناء کے لنگڑاے ہیں، وہ اپنے لنگڑے پن کو تشدد سے پورا کرتے ہیں۔ اگر کسی کو تشدد کے خلاف جنگ لڑنی ہے تو وجود فرقے سے جنگ لڑیں فرقوں کا خاتمہ کریں۔

مذہبی فرقہ واریت میں چار فرقوں کا نام لیتے ہیں جبکہ یہاں فرقوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے نیز فرقوں کو ایندھن سپلائی کرنے والے کا ذکر نہیں کرتے ہیں جیسے قادیانی اسماعیلی جو کہ دین پر تنقید کو ہی اپنا موضوع ومنشور بناتے نظر آتے ہیں، اسی طرح فرقہ واریت کا ذکر کرتے وقت سیاسی فرقہ واریت کو نظر انداز کرتے ہیں یہ بھی ایک خیانت' خباثت ہے درحقیقت بڑے بڑے تشدد اور فساد کے سرے این جی اوز سے بھی جڑتے ہیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، یہ ان کا تعارف نہیں کرواتے ہیں کہ جو امداد دیتے ہیں یہ دولت جمعہ وجماعت اور روزوں کے لئے دیتے ہیں لیکن وہ اپنے خاص اہداف کے لئے دیتے ہیں یہ تشدد امریکا کے کہنے پر ہوتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اپنے ملک کی آزادی کے لئے بھیک مانگنے میں اتنے وسیع وسائل کہاں سے پر کرتے ہیں۔ کیا کسی نے غیر متعصّبانہ تحقیق کے ذریعے یہ سوچنے اور جاننے کی کوشش کی ہے کہ تمام فرقے عالیشان، بلند وبالا اور فلک بوس عمارتوں پر کروڑوں روپے کی جو رقوم خرچ کرتے ہیں یہ رقوم کہاں سے حاصل کی جاتی ہیں کیونکہ مخلص ودیندار عوام کا چندہ تو بہت معمولی ہوتا ہے سرمایہ دار اور خواص وغیرہ کا اسلام ومسلمین کی سربلندی سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا، وہ تو ہمیشہ سے اسلام ومسلمین کی نابودی وبربادی کے خواہاں رہے ہیں۔

تحریک طالبان:

اس جماعت یا گروہ کو کہا جاتا ہے جو مدارس دینی میں مصروف ومشغول علم دین تھے جنہیں ضیاء الحق نے امریکا کی خواہش پر روس سے لڑنے کے لئے تیار کیا جنہوں نے افغانستان میں بھیجا وہاں انھوں نے حکومت اسلامی قائم کر لی جب تک وہ مجاہدین تھے اس وقت تک ان پر چندان اعتراض اشکال نہیں تھے جب انہوں نے وہاں حکومت اسلامی بنام حکومت طالبان قائم کی اور کچھ جزئیات کی تطبیق میں شدت پسندی کا مظاہرہ کیا تو وہاں سے عوامی حمایت اور امریکہ جس نے ان کو یہاں مستحکم کیا تھا وہ یہاں آنے کے لئے بہانہ تلاش کرتے ہوئے یہاں آ گئے یہاں سے ان کے حالات خراب ہوتے گئے وہ کس انجام کو پہنچے معلوم نہیں لیکن پاکستان میں انتہا پسندی کی ایک لہر پیدا ہوئی اور اب قتل وکشتار خودکش دھماکے ان کے ذمہ آنے لگے یہاں تک ملک کہ اس وقت دو گروہوں میں بٹ گیا ہے گروہ اسلامی ان کے مقتولین کو مجاہدین اسلام اور ان کے مقتولین کو شہید کہتے ہیں جبکہ گروہ سیکولر امثال پی پی ایم کیو ایم وحدت المسلمین ان کو ضد اسلام آمریکائی کہتے ہیں ان کے مقتولین کو ہلاک کہتے ہیں گروہ اسلام ان سے مذاکرات کی بات کرتا ہے جبکہ سیکولر ان سے جنگ کی بات کرتے ہیں۔

اس طرح ملک دو گروہوں میں بٹ گیا ہے ایک گروہ سیکولر یزم الحادیزم کا ہے جو ان کو ملک دشمن دہشت گرد مخالف پاکستان کہتے ہیں۔

۲۔ گروہ اسلامی سیکولروں کو دشمن اسلام دشمن ملک کہتے ہیں اخباروں میں آیا ہے اس وقت طالبان گروہوں کی تعداد ساٹھ سے تجاوز کر چکی ہے۔

طالبان کے بارے میں غیر طالبانوں کا چندیں تحفظ:

۱۔ وہ لوگ کون ہیں کیا تمام طالبان پاکستانی ہیں یا ان میں غیر پاکستانی بھی ہیں۔

۲۔ طالبان نے ابھی تک اپنا آئین بطور منشور پیش نہیں کیا ہے سوائے چند باتوں کے۔۔

۳۔ طالبان میں شریعت شناس کون ہے وہ کتنا قرآن اور سنت سے واقف وآگاہ ہے معلوم نہیں۔

۳۔ ۱۹۷۳ء کے بعد اسمبلی والوں نے کتنی ترامیم کی ہیں آیا علماء کا پیش کردہ تصدیق شدہ آئین آج چالیس سال گزرنے کے بعد اس وقت کے جید وممتاز علماء کی توثیق وتائید ہونے سے اہل شریعت کے لئے نقش حجر یا قرآن

بن جاتا ہے جبکہ اسمبلی میں موجود سیکولروں کو ہر آئے دن منسوخ کرنے کا حق حاصل ہے جبکہ یہ آئین معاہدہ ہے اسلام میں معاہدہ توڑنے سے منع کیا گیا ہے لیکن وہ کون سا معاہد جو توڑنے سے منع کیا گیا ہے وہ حکومتی یہ معاہدہ ہے شاید اس وقت کے علماء نے حالات کے ہنگامی کے تناظر میں فساد سے بچنے کیلئے قبول کیا ہو وہ شریعت نہیں بنا سکتے ہیں اس کے علاوہ ان علماء کو سامنے لانا چاہیے وہ کیسے تھے وہ کہیں آج کے نظریاتی کونسل کے ممبران یا ہلال کمیٹی والے تو نہیں۔ جن کو ملک میں فتنہ وفساد ڈھنڈا کرنے کیلئے ممبر بناتے ہیں۔

پاکستان میں علماء کا کردار

علماء کا جہنمی موڑ:

پاکستان میں شکل وصورت قد وقامت فصاحت بیانی رکھنے والے علماء سیاست کو کل ایمان گردانتے ہیں وہ ایک ایسے موڑ پر کھڑے ہیں کہ عوام کو منوانے کے لئے اسلام کا واویلا کرتے ہیں اور اپنی خواہشات کو منوانے کیلئے جمہوریت کو دل دادہ پیش کرتے ہیں یہیں سے ان کا جہنم کا راستہ صاف ہو جاتا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تاریخ پر قلم اٹھانے سے یہ نتیجہ اخذ نہ کریں کہ میں خود کو سیاسی دیکھانا چاہتا ہوں یا میں بھی سیاست سے آگاہ ہوں بلکہ اور پاکستان سے محبت وشغف سے اسلام کا اظہار کر رہا ہوں لیکن اس تاریخ میں ایک حصہ سیاستدانوں کا ہے جو اس ملک کو چلا رہے ہیں پاکستانی عوام سیاستدانوں سے خوش نہیں ناپسند القاب دیتے ہیں وہ اس لئے نہیں کہ ان کو سیاست نہیں آتی ہے سیاست آتی ہے لیکن ان کی سیاست دو لحاظ سے اس ملک کی خاطر نہیں ہے ان کی سیاست میکاولی ہے یعنی اقتدار پر آنے اقتدار کو چلانے طول دینے کے لئے ہر وسیلہ ہر ذریعہ کو استعمال کر سکتے ہیں اس میں کسی بھی قسم کی قباحت نہیں لہٰذا ان کی سیاست اسلامی نہیں چنانچہ امیر المومنین سیاست سے متعلق فرماتے ہیں قد میری الحول القلب وجہ الجھلہ ودنھا حاجز عن التقویٰ ان کی سیاست اس ملک کی خاطر نہیں بلکہ دہری شہریت کے تحت وہ دوسروں کے مفاد کی خاطر یہاں کام کرتے ہیں۔

پاکستان بنانے اور بچانے میں ملائیت کا کردار:

کلمہ ملائیت مصدر جعل ملا ہے جسے سیکولر اور الحاد کے شیداء موقع ملنے پر دین وشریعت کے خلاف بطور طنز استعمال کرتے ہیں۔ یہ ملائیت وہی شخصیات ہیں جب سیکولر حزب مخالف میں ہوتا ہے تو انہی ملاؤں ں کے سایے

میں حکومت مخالف تحریک چلاتے ہیں ۔اور کہتے ہیں کہ اب تو علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ آواز حق بلند کریں ۔جب عوام کی طرف سے حکومت مخالف آواز بلند ہو جاتی ہے تو حکومت انہی ملاؤں سے استغاثہ استعانت طلب کرتی ہے عوام کو سمجھائیں عوام آپ حضرات کی زبان کو سمجھتے ہیں۔ ہماری منافقانہ باتوں سے ان کو اعتماد نہیں آتا ہے۔ جب ان کا اقتدار بحال ہو جاتا ہے تو اس وقت ملائیت کا استہزاء استفراغ کرتے ہیں۔حرم شریف مکہ میں ڈھاکہ یونیورسٹی کے ایک بڑے پرانے استاذ سے ملاقات ہوئی تو پاکستان بنگلہ دیش کے ایک ہونے کا ذکر کیا پھر محمد علی جناح کا ذکر آیا تو کہا کہ شبیر احمد عثمانی نے محمد علی جناح سے سوال کیا تھا کہ پاکستان بننے کے بعد اسلامی نظام لائیں گے تو آپ نے جواب دیا کسی سیاست دان نے آج سے پہلے اپنے وعدے پر عمل کیا ہے۔سیاستدان جب اقتدار میں آتا ہے تو کوئی موقع محل نہیں چھوڑتا ہے کہ ملایئت کی مذمت نہ کرے یہاں تک کہتا ہے کہ یہ ملا وہی ملا ہیں جو پاکستان بننے کے خلاف تھے۔ میں یہاں اس مسئلہ کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا یا حصہ ڈالنا چاہوں گا یا اس مسئلہ پر حاشیہ لگانا چاہوں گا لیکن پہلے سوال یہ ہے کہ آخر کیوں علماء ہند نے پاکستان بننے کی مخالفت کی تھی اور بعد میں بعض آ کر شامل ہو گئے تھے۔ وہ یوں جواب یہ دیتے ہیں کہ تحریک پاکستان کے ہراول دستے میں سیکولر تھے وہ لوگ اسلام نہیں چاہتے تھے اور اس لئے انہوں نے مخالفت کی اور ساتھ نہیں دیا۔یعنی انکے قائدین نے مسلمان سیکولر ہونے کی وجہ سے انکے ساتھ نہ دینے کو ترجیح دی۔ انکی فقہ میں ساتھ نہ دینے کی ترجیح کی سند کہاں سے لی تھی۔ دیوبندوالوں سے پوچھیں کیا سیکولر کا فر مطلق سے سیکولر مسلمان مقدم تھا یا نہیں۔

اگران کو اپنی آزادی کی کہانی کی بات سنانی ہو تو وہ بتائیں گے کہ اس آزادی کی آواز کس نے بلند کی، عوام الناس کس کی آواز پر اٹھے تو آپ کو تحریک خلافت کی آواز ملے گی، انہوں نے کہا خلافت عثمانیہ کے دشمن تمام مسلمانوں کے دشمن تھے۔ ہماری ہمدردیاں انگریز کے ساتھ نہیں خلافت عثمانیہ اسلامیہ کے ساتھ تھیں، اگر چہ اس آواز کو بلند کرنے والے سیکولر، قادیان نواز، مغرب نواز تھے لیکن انہوں نے اپنے آپ کو ملائیت کے نام سے متعارف کرایا تھا، لوگ ان کی ملائیت کی وجہ سے ان کی آواز کو آواز دین سمجھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

۲۔لوگوں نے قیام پاکستان کیلئے جدوجہد اسلام کی خاطر کی تھی لیکن سیکولروں نے اس پر ڈاکہ ڈالا ہے۔

خواتین کے حقوق:

آئین پاکستان شق ۲۲۸ص ۱۶۹ پر آیا ہے قومی زندگی میں خواتین کی بھرپور شمولیت کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کیئے جائیں گے یا قومی زندگی میں خواتین کی بھرپور شمولیت کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کیئے جائیں گے یہ بات خواتین پر ہونے والے مظالم حق تلفیوں کو نظرانداز کرنے کی مانند ہے آپ نے ان کے بارے میں نہ ملنے والے حقوق کا ذکر نہیں کیا ہے۔زندگی کے تمام شعبوں میں خواتین کی شمولیت از روئے شریعت نہیں بلکہ آپ عورتوں کے مسلمان ہونے کے تصور کو ختم کر دیں گے کیونکہ زندگی کے بہت سے شعبوں میں خواتین کا مردوں کے ساتھ آمنا سامنا اشاعہ فحشاء کی طرف دعوت ہے زندگی سے بعض شعبات میں خواتین کے لئے تکلیف دہ اور مشقت آور ہیں آپ کی وجہ سے ملک میں خواتین اپنے ضروری ناگزیر حقوق سے محروم ہیں۔

[مذہب فکر یہ ج اص ۹۹] حقوق خواتین کا موضوع آغاز بعثت اسلام واستحکام حکومت اسلام وقیام مدینہ فاضلہ رسول اللہ سے لے کر عصر راشدین حتی بنی امیہ کے دور تک موضوع بحث ونقاش نفی واثبات حمایت و مخالفت نہیں تھا خواتین اپنی ماں، بیٹی، بہن، بیوی کے حوالے سے عزیزہ ومحترمہ ومکرمہ تھیں خلیفہ اموی عبدالملک سے نقل ہے کہ ہماری کمزوریوں میں سے ایک حب نساء واولاد ہے جو حقوق انہیں اللہ نے اپنی کتاب میں نبی کریم نے اپنی سیرت وسنت کے ذریعے بیان فرمائے تھے وہ چل رہے تھے۔

ملک میں اسلامی قوانین کو معطل کرنے یا اس کا مذاق اڑانے یا اس کی کسی شق سے من مانی کرنے کسی عالمی ادارے کے ارادوں واہداف کو جامعہ عمل پہنانے کے لئے ملک میں روشن خیال روشن فکر ترقی پسند لبرل ازم کے داعی صحافی، کالم نگار، خطیر رقم لے کر ان مقاصد کو آگے بڑھا رہے ہیں پاکستان میں صرف مسلمانوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے قومی اسمبلی میں اپنے اوپر سے بوجھ کو ہلکا کرنے کیلئے ایک ادارہ بے اختیار قائم کیا ہوا ہے جس پر کتنے ارب خرچ ہوتے ہیں وہ ہمیں پتہ نہیں ہے جو بھی ہو ان کی ایک کاغذی کاروائی ہے ان کے بقول ہزاروں تجاویز معطل ہیں گوئی شنوائی نہیں ہو رہی ہے اس کے باوجود ان کی ہلکی پھلکی تجاویز جو اختیارات میں ہیں ان کا تزکیہ ان کو کرنا پڑتا ہے۔

حال ہی میں ۳ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۵ مارچ ۲۰۱۴ء کو۔۔۔۔۔صدیقی نے عورتوں کی قسمت کے عنوان سے ایک کالم لکھا ہے اس میں لڑکیوں کے ازدواج میں کم از کم عمر کی حد مقرر نہ ہونے کی تجویز پر

تنقید کرتے ہوئے اس کی مثال ۸ سال کی لڑکی سے دی ہے، شریعت میں ۸ سال کی عمر میں کوئی ازدواج نہیں کرتا ہے جاہلیت کے دور میں ۸ سال کی عمر میں کہیں ازدواج ہوا۔ جتنے بھی ازدواج نوعمری میں ہوتے چلے آئے ہیں وہ ۹ سال کی عمر میں ہوئے ہیں صرف شریعت کو مسترد کرنے کے لئے ۸ سال کو کھینچا ہے کہتے ہیں لڑکی ۸ سال کی عمر بلوغت جسمانی کے ساتھ بلوغت ذہنی نہیں رکھتی ہے بلوغت ذہنی اگر معیار ہے تو آپ کے بقول ۱۸ سال کو بھی یہ حاصل نہیں ہوتی ہے حالانکہ یہ عمر میں برابری کی شرط لگائی گئی ہے وہ بھی بدنیتی پر مبنی ہے تاکہ لڑکیاں اپنی نوجوانی میں اپنی آزادی اور خواہشات کو بے لجام رکھیں اور مفاد پرست برے عزائم والے اپنے مقاصد نکالیں اس کے تحت انہوں نے ڈی۔ این۔ اے ٹیسٹ کو بھی شرعی گواہ کی جگہ پر تسلیم کرنے پر زور دیا ہے۔ ساتھ ہی خاندانی منصوبہ بندی کو بھی روکنے کے لئے ازدواج جو مؤخر کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے اس کے دل میں شریعت کے بارے میں یہ جو غصہ اور عداوت و نفرت اتنا لبریز نظر آتی ہے معلوم نہیں اس نے اپنے لئے نام حسین کو انتخاب کیسے کیا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں حقوق خواتین:

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں خواتین کو وہ حقوق دیئے جاتے ہیں جو اسلام نے انہیں دیئے ہیں جو حقوق اسلام نے دیئے ہیں وہ اسلام سے پہلے کسی دین و آئین اور نہ ہی کسی حکومت نے دیئے اور نہ اس کے بعد یا آئندہ دے سکیں گے یہ قرآن کا تحدی ہے لیکن اس ملک کے قیام سے پہلے اس کی تحریک پر ڈاکہ ڈالنے والے سیکولر حکمرانوں نے سب سے پہلے خواتین کو اسلام کے بجائے بین الاقوامی حقوق خواتین کی تنظیم کے گروہ میں دیا ہے جیسے عطیہ عنایت اللہ، بے نظیر، شیرین رحمٰن، فوزیہ وہاب و شازیہ مری و دیگر بال اچھال کر چلنے والی خواتین۔ انہیں اسلام کے خلاف اس بغاوت کے صلے میں اعلیٰ مناصب دے جاتے ہیں۔

جس ملک میں برسر اقتدار آنے والوں کی پہلے دن سے یہ کوشش رہی ہے کہ خواتین کو اسلام کی طرف سے دیئے گئے حقوق سے محروم کرنے اور انھیں اس کے عوض میں پدر مادر آزادی، گھر سے آزادی، لباس میں آزادی، اخلاق سے آزادی عقیدہ سے آزادی اسلام سے آزادی انھیں دی گئی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں کتاب تاریخ پاکستان آئین تالیوٹ ص ۶۰۰ پر آیا ہے خواتین کے سماجی، اقتصادی اور سیاسی حقوق کے لئے ۱۹۴۸ء میں کراچی میں ایک تنظیم وجود میں لائی گئی اس تنظیم کی پہلی سربراہ ملک کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کی بیوی تھی۔ جب یہ تنظیم

منظّم ہوئی تو انہوں نے قانون شہادت' قانون قصاص و دیت اور غرض ہر وہ پابندی جو اسلام کی طرف سے ان پر عائد کر لی تھی، اس سے ان کو آزادی دلانے کے لئے کوشش کی۔

اس تنظیم کی سربراہی ہمیشہ بین الاقوامی اور اس ملک میں قائم این جی اوز کی فعال و سرگرم رکن کو دی جاتی ہے لیکن پاکستان کی عوام کے اسلام سے شغف اور لگاؤ اور اپنے دین میں آج کل کی اصطلاح کے مطابق انتہاء پسندی نے ان کو اتنی ہمت نہیں دی کہ ان کے تمام ارمان و مقاصد کو فی الفور جامعہ عمل پہنایا جائے چنانچہ اس ملک کی سب سے پہلی خاتون وزیر اعظم مجبور تھیں کہ وہ سر پر کوئی چادر رکھیں سکاف رکھیں وہ مجاز نہیں تھیں کہ بین الاقوامی دوروں پر سربراہان مملکت وزرائے خارجہ سے ہاتھ ملائیں لیکن اس تنظیم نے اپنی فعالی اور سرگرمی کو جاری رکھا اور یہاں تک کہ چور دروازہ سے یا توڑ دروازہ سے این جی اوز کی سند یافتہ اور پسندیدہ خواتین کو قانون ساز اسمبلی میں لایا گیا اور تمام محرمات مذکر و مونث کی تمیز کو محو کرنے نا پید کرنے کے قانون کو پرویز مشرف نے زر وزور دونوں کے ذریعے اسمبلی میں پاس کروایا لیکن ان کے حامی اپنے ضمیر سے ضرور شرمندہ ہوں گے یہ وہ دین کے باغی تھے جو اپنے قائد کے باوفا تھے۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ اب خواتین کو ہی منصب دیا جاتا ہے، انہی کو مقام دیا جاتا ہے جو بال بہت اچھالتی ہوں جن کی ہر لحمہ میں شکل بدلتی ہو، انہی کو وزیر اطلاعات بنایا جاتا ہے حتیٰ وہ خاتون جو خود کو دین دار بتانے کی کوشش کرتی ہے، وہ بھی کھلے عام ہاتھ ملاتی ہے پھر بھی بعض کو افتخار ہے کہ یہ ہمارے فرقہ کی خاتون ہے۔

اسلامی معاشرے کی بنیاد خاندان پر ہے اور خاندان کو اساس عورت فراہم کرتی ہے' یہ حقیقت ہے کہ ایک عورت کے حسن انتظام سے ایک گھر خاندان کا روپ اختیار کر لیتا ہے اور کسی ایک خاتون کی نادانی کے نتیجے میں پورا خاندان تاراج ہو جاتا ہے۔عورت کا اپنے دائرے میں سرگرم رہنا نہایت ضروری ہے' اگر وہ سرے سے سرگرم ہی نہ رہے یا اس کی سرگرمی کا دائرہ گھر کے اندر کی بجائے باہر قرار پائے تو معاشرے کا کوئی پہلو خیر سے وابستہ نہیں رہ سکتا ہے یہ حقیقت مغرب کی سڑکوں ،گلیوں ، چوراہوں اور نائٹ کلبوں میں بہ آسانی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اس لئے عورت کو اس کے دین' معاشرے اور ماحول سے الگ کر کے ایک گلوبل عورت تراشنا ایک ایسی سنگین غلطی ہے جو گلوبل کلچر کی تراش خراش سے بھی زیادہ تباہی لا سکتی ہے عورت کو نشانہ بنا کر نہ صرف خاندان ختم کیا جاسکتا ہے بلکہ پورا کلچر' معاشرہ اور قوم تباہ کی جاسکتی ہے اس لئے عورت کے لئے زیادہ باخبر رویوں کو متعارف کرانا

ضروری ہے، خاندان کو بچانے میں عورت کا کردار ناگزیر ہے۔ ہمارے معاشرے میں اس طرح کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ خاندان میں سے عورت اٹھ جائے، فوت ہو جائے تو خاندان منتشر ہو جاتا ہے جب کہ مرد انتقال کر جائے تو ماں اولاد کو سنبھال لیتی ہے خاندان بچا لیتی ہے۔ قدرت نے یہ صلاحیت عورت کو ہی ودیعت کی ہے کہ وہ سب کو جوڑ کر رکھ سکتی ہے، مرد میں اس قدر قوت برداشت ہی نہیں ہے کہ وہ خانگی دباؤ کو برداشت کر کے خاندان کو بچا سکے، مغرب اور امریکہ کے خاندان بکھرنے کی بنیادی وجہ عورت کے بکھرنے میں مضمر ہے، وہ جس ساتھی، جس تنہائی کے تریاق کو اختیار کرتی ہے وہی مرد اس کے گھر کے بکھر جانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

یہ ہے عورت کو ہدف بنانے کا اصل سبب، حدود آرڈیننس کو عملاً عضو معطل بنانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ عورت کی عزت اور ناموس کو خطرے میں ڈال کر پوری اسلامی معاشرت کو معرض خطر میں ڈال دیا جائے، تاکہ ستر سے اسی فیصد اسلام ویسے ہی مسلمانوں کی زندگیوں سے خارج ہو جائے۔

صرف حدود آرڈیننس نہیں انسان کا بنایا ہوا ہر قانون قابل اصلاح ہے اور انسان کو اس پر نظر ثانی کیلئے ہر لمحے آمادہ رہنا چاہیے مگر ہر چیز کا ایک دائرہ، ہر فن کے ماہرین، ہر کام کے لئے ایک ادارہ اور ہر بحث کے لئے ایک فورم ہوتا ہے، ان میں سے کسی بھی بات کی رعایت نہ رکھنا پیچیدگیوں کو جنم دے سکتا ہے قوانین پر گفتگو کے مجاز صرف دو طبقے ہیں:

۱۔ ماہرین قانون، ان کی تکنیکی پہلوؤں پر غور کرنے کیلئے۔

۲۔ اور اہل علم جو اس کے دینی، علمی اور اسلامی پہلوؤں پر روشنی ڈال سکیں۔

ان قوانین پر غور کرنے کیلئے پرنٹ یا الیکٹرونک میڈیا کو کسی بھی اعتبار سے درست فورم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے کیوں کہ اس پر ہونے والی گفتگو اس قدر کھلی اور عجلت پسند فضا میں ہوتی ہے نہ کسی نتیجہ پر پہنچنا سامعین کیلئے عام طور پر ممکن نہیں ہوتا اور اگر انہیں پروپیگنڈے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہو تو پھر سوائے انتشار کے کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے۔ موجود صورتحال نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے۔

چراغ تلے اندھیرا: [روزنامہ ایکسپریس کراچی اتوار ۱۶ مارچ ۲۰۱۴]

گزشتہ دنوں خواتین کا عالمی دن منایا گیا یہ دن خواتین کی جہد مسلسل کی علامت ہے اور ہر سال یہ دن

خواتین کی سماجی، سیاسی اور معاشی میدان میں تحریک وترقی کی حوصلہ افزائی کے لئے پورے اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے اس دن کی تاریخ ان محنت کش خواتین سے منسلک ہے جو ۱۹۰۸ء میں تنخواہوں میں اضافے، ووٹ کے حق، ڈیوٹی کے طویل اوقات کار اور غیر انسانی وغیر اخلاقی حالات کے خلاف صف آرا ہو کر سراپا احتجاج ہوئیں اور انتھک جدوجہد مسلسل کے بعد بالآخر اپنے حقوق کو منوالیا ان کے حقوق کے لئے قانون سازی کی گئی اور اقوام متحدہ نے خواتین سے امتیازی رویوں، حق تلفی اور ہتک آمیز سلوک کے خاتمے نیز تمام عالم اور خود خواتین کے مستقبل کے پیش نظر ۸ مارچ کو خواتین کا عالمی دن قرار دیا اور خواتین کو ہر سطح پر برابری کا درجہ اور مساوی حقوق نیز ان کی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھتے ہوئے سیڈا cedaw تشکیل دیا تھا۔ نیز تمام ممالک کے لئے ضروری قرار دیا کہ وہ خواتین کے حقوق کی پاسداری اور بالادستی کے لئے کنونشن سیڈا کے مطابق قانون سازی کریں۔

پاکستان نے بھی نہ صرف سیڈا کنونشن منظور کر رکھا ہے بلکہ ملینیم ڈیولپمنٹ گول کے حصول کا عزم کر رکھا ہے تاہم افسوس صد افسوس پاکستانی عورت آج جس امتیازی سلوک، ناہمواریوں حق تلفی اور ہتک آمیز صنفی تعصّبات کا شکار ہے اس کے پیش نظر بانگ دہل یہ کہا جا سکتا ہے اگر ہماری حکومتوں نے خواتین کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے جلد از جلد درست سمت میں راست اقدام نہ اٹھائے اور ترجیح بنیادوں پر خصوصی توجہ نہ دیتے ہوئے بہتر عملی اقدام نہ کیے تو یقیناً ہمیں گول حاصل کرنے میں کئی سال لگ سکتے ہیں لہٰذا یہ صورت حال حکومت وقت کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ خواتین کے حقوق کے ضمن میں ہمارے معاشرے کا ایک چشم کشا حقائق پر مبنی المیہ یہ بھی ہے کہ ۹۰ فیصد قتل کی جانے والی خواتین رپوٹ نہیں ہوتیں، ۲۰۱۳ء میں ملک بھر میں غیرت، زیادتی اور دیگر وجوہات کی بنا پر ۱۶۰۱ خواتین کا قتل ہوا، جنوری ۲۰۱۳ سے دسمبر ۲۰۱۳ء تک ملک بھر سے اکٹھے کئے گئے اعدا وشمار کے مطابق ۳۰۷ خواتین کے ساتھ زیادتی جب کہ ۱۸۵ کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی گئی۔ ۲۱۳۳ عورتوں پر تشدد ہوا۔ ۸۸۷ خواتین پولیس کے تشدد کا نشانہ بنیں۔ ۱۶۰۸ اغوا جب کہ ۴۰۶ کی جبری شادیاں کی گئیں جن میں ۱۶۷ وہ بچیاں بھی شامل ہیں جو ونی کی گئیں، ۲۱۷ عورتیں زیادتی کے بعد قتل ہوئیں ۲۲۰ عورتوں کو کاروکاری کے الزام میں قتل کیا گیا، ۱۱۶۴ عورتیں مختلف وجوہات کے سبب قتل کی گئیں، ۴۵۲ خواتین نے خودکشی کی جب کہ ۱۹۳ عورتیں زندہ جلادی گئیں ۲۰ عورتیں اسمگل ہوئیں ۲۲۰ خواتین مختلف مسائل اور وجوہات کی بنا پر گھر سے بھا گ گئیں۔

مددگار نیشنل ہیلپ لائن کی خصوصی رپوٹ کے مطابق ۲۰۱۳ء میں ملک بھر میں خواتین کے خلاف ہونے والے ان واقعات کی کل تعداد ۱۵۱۶ ہے جن میں سب سے زیادہ ۲۶۰۲ واقعات پنجاب ۱۸۸۳ سندھ میں ۱۱۸۱ خیبر پختونخواہ اور ۸۴۶ واقعات بلوچستان میں ریکارڈ کیے گئے۔ پاکستان میں ۹۵ فیصد خواتین گھریلو تشدد کا شکار ہیں، ملک میں ۱۵ سے ۴۹ سال عمر کی خواتین بیماریوں اور حادثات کے باعث موت اور معذوری کا اتنا شکار نہیں ہوتیں جتنا کہ جسمانی تشدد کی وجہ سے ہوتی ہیں پوری دنیا میں ۳ میلین آبادی غربت کا شکار ہے اس میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے اور غربت کی بنا پر لاکھوں کام کاج کر کے اپنا پیٹ پالنے والی خواتین کو کوئی قانونی تحفظ بھی نہیں صرف دو ماہ کے اندر پانچ سے زائد گھریلو ملازمہ خواتین تشدد کے باعث موت کے منہ میں چلی گئیں، اگرچہ ان کی موت کا مداوا کسی صورت ممکن نہیں تاہم حکومتی سطح پر بھی عملی ٹھوس اقدام کی بجائے ہمیشہ ہی زبانی کلامی بیانات ہی سامنے آتے رہے۔

پاکستان جیسے غریب ممالک میں بھی غربت اور خواتین ماؤں میں ڈپریشن کی شرح زیادہ ہے ایک ادارے کے مطابق ری پروڈاکٹو ایج کی ۴۰ فیصد خواتین ڈپریشن اور دیگر ذہنی ونفسیاتی مسائل کا شکار ہیں۔ جناح ہسپتال کے شعبہ نفسیات کی ایک رپوٹ کے مطابق مریضوں میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کی تعداد دگنی تھی اور عمر میں ۲۰ سے ۴۰ سال کے درمیان تھیں کراچی یونیورسٹی کے شعبہ نفسیات کی ایک رپوٹ کے مطابق ۲۱۲ مریضوں میں سے ۶۵ فیصد خواتین تھیں جن میں سے ۷۲ فیصد

شادی شدہ تھیں ان خواتین کے ذہنی امراض، نفسیاتی مسائل اور ڈپریشن اداسی وذہنی تناو کی زیادہ تر وجہ شریک حیات کا رویہ اور سسرالیوں کے ساتھ جھگڑا تھا متاثرہ خواتین کی اکثریت گریجویٹ تھی اکثر کی شادیاں گھر والوں کی مرضی سے ہوئیں اور وہ دو چار بچوں کی مائیں بھی تھیں۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت اور تسلیم شدہ عالمگیر صداقت ہے کہ دنیا میں صرف وہی معاشرے ترقی کرتے ہیں جن میں خواتین کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے انھیں مساویانہ بنیادوں پر تمام حقوق حاصل ہوں دنیا میں جہاں بھی صنعتی برابری ہے وہاں معاشی ترقی غربت میں خاطرخواہ کمی اور معاشرتی وخاندانی اور انسانی حالات میں بہتر رونما ہوئی ہے باشعور تعلیم یافتہ اور خود مختار عورت ہی مثبت ارتقاء اور اعلیٰ ترقی کی علامت اور عالمگیر صداقت ہے۔ پاکستان میں خواتین آبادی کا ۵۲ فیصد ہیں ضرورت اس امر کی ہے اس ۵۲ فیصد آبادی کو تمام

مسائل ذہنی وجسمانی تشدد ظالمانہ رسم ورواج غربت تعلیم سے محرومی دوہری ذمہ داریوں اور ملکی ناموافق وناساعد حالات میں مذہبی ومعاشرتی انتہا پسندی سے خاطرخواہ بنیادوں پر جلد از جلد ٹھوس مثبت اقدامات کر کے نجات دلائی جائے اوران کے حقوق، خوداعتمادی اورعزت نفس کو حقیقی معنوں میں بحال کیا جائے۔

ہمارا دین اسلام درحقیقت دین فطرت ہے۔اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے عورتوں کو دنیا میں سب سے پہلے اور وسیع ترین حقوق دیے اس سے قبل عورت کو انسانی معاشرے میں وہ اہمیت وحیثیت اور وقعت حاصل نہ تھی جو بعد از اسلام خواتین کو حاصل ہوئی۔خالق کائنات نے عورت کو صنف نازک بنایا وہ جتنی نازک ہے اتنی ہی قیمتی بھی ہے ایک مرتبہ رحمۃ اللعالمین نے دیکھا کہ ساربان (اونٹ چلانے والا) اونٹوں کو تیز دوڑا رہا تھا جبکہ اونٹوں پر خواتین سوار تھیں تو آپ فکرمند ہوئے اور اسے اونٹ تیز دوڑانے سے منع کیا فرمایا ''یہ قواریر ہیں'' (یعنی خواتین کو آبگینے crystals یعنی موتی قرار دیا کہ یہ موتی کہیں ٹوٹ نہ جائیں) اس خوبصورت مثال سے نبی رحمتؐ نے خواتین کی حفاظت، اہمیت وحیثیت اور قدرومنزلت کو بخوبی واضح فرمایا ہے اور ماں کے قدموں تلے جنت کی بشارت دی اور دنیا میں سب سے زیادہ حسنِ سلوک کا حقدار ماں کو قرار دیا اور دنیا کی نعمتوں میں سے بہترین نعمت نیک بیوی کو قرار دیا اور نکاح کے پاک رشتے کے بعد مہر کی ادائیگی بیوی کا اولین حق قرار دیا اور جو جان بوجھ کر مہر نہ ادا کرے اسے ''زناکار'' قرار دیا۔

اور جو شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ خوش اخلاق اور بہترین سلوک کرنے والا ہوا سے بہترین انسان قرار دیا یہ بھی فرمایا کہ بیوی بچوں پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے، بیٹی کو زندہ درگور کرنے سے روکا، تعلیم کا حق دیا دو یا ایک بیٹی کی اچھی پرورش کرنے والے کو جنت کی بشارت دی وراثت میں حصہ دیا اور اپنی جائداد کو اپنی ملکیت میں رکھنے کا حق دیا مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی نیک اعمال کا پورا پورا اجر ملنے اور حق تلفی نہ ہونے کی بشارت سنائی حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول کریم نے عورت کو مکمل تحفظ دیتے ہوئے فرمایا کہ ''عورتوں کے بارے میں (اللہ سے) ڈرو حقوق نسواں کا دراصل محافظ اسلام ہی ہے یہ اور بات ہے کہ آج کا مسلمان خود ان روشن احکام سے دور ہے اتنی جگہ ہدایت اور واضح تعلیمات کے بعد بھی یہ کہنا عجیب المیہ ہے کہ ہمارے ہی معاشرے میں عورت کی قدر مسلسل روبہ زوال اور عبرت کدہ ہے ہمارے دیگر معاشرتی مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی چراغ تلے اندھیرے کی طرح ہے ایک غور طلب اور سبق آموز وعبرت انگیز مسئلہ ہے جس کی وجہ سے ہمارا سر دنیا کی دیگر نام

نہاد مہذب اقوام کے سامنے شرم سے جھک جاتا ہے جن کے پاس اسلام جیسا مکمل کوئی ضابطہ حیات نہیں لیکن پھر بھی وہ تہذیب وشائستگی اخلاقیات اور انسانیت میں ہم سے بہت آگے ہیں اور قابل تعریف بھی۔''

ملک کی بربادی عورتوں کی آزادی:

آج اس ملک کو ہر شش جہت سے ڈرون کے نرغ کا سامنا ہے اس کا رشتہ ملک میں قائم نظام سیکولر سے جڑتا ہے نظام سیکولر کا وجود اباحہ محرمات واشاعۃ فحشاء پر قائم ہے اس کے بانی ومبانی کرائے کے جیش ابرھہ قادیانی وآغاخانی ہیں جن کے پاس دین وشریعت منسوخ ہے اور تکالیف شرعیہ کا دور ختم ہے ان کے مذہب کا فروغ عورتوں کی آزادی بے مہار سے ہوتا ہے لہٰذا اخبار وجرائد ٹیلی ویژن ریڈیو میں گانے انہی کے ٹھیکے میں جلتے ہیں یہ نہ سمجھیں کہ حقوق خواتین کے ایوان میں موجود نمائندے ان کی معاون مسلمان عورتیں ہوں گرچہ ان کے شناختی کارڈ پر مسلمان ہی کیوں نہ لکھا ہو لیکن وہ قادیانی آغاخانی، باطنی ہیں جنونی ہیں ان کو آگے لانے کا مشن پورا کرنے والے ہمارے سیاسی نمائندے ہیں۔

نظریات کی جنگ: [روزنامہ کراچی ایکسپریس۔جمعرات ۲۰ مارچ ۲۰۱۴]

جمشید دستی کا ارکان پارلیمنٹ سے متعلق حالیہ انکشاف نے سیاسی حلقوں میں کھلبلی مچادی ہے' انتظامیہ حرکت میں آگئی اور کچھ اقدامات بھی دیکھنے میں آئے ہیں۔ایک طبقہ سرگردان ہے کہ دستی کے عائد کردہ الزامات کو غلط ثابت کیا جائے' ان الزامات سے پارلیمنٹ لاجز میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہائش پذیر شرفا اور باکردار اراکین کو بھی اپنی عزت وقار کی فکر دامن گیر ہوگئی ہے۔الزامات کی تحقیقات بھی شروع ہوچکی ہیں اس قسم کی اخلاق باختہ حرکتوں کے مرتکب اراکین کو جرم ثابت ہونے پر ان کی نشستوں سے فارغ کردینا چاہیے اور اگر یہ الزامات جھوٹے ثابت ہوجائیں تو پھر جمشید دستی کے خلاف کاروائی عمل میں آنا چاہیے دستی نے معاملے کی تحقیقات کے لئے سپریم کورٹ تک جانے کا اعلان کیا ہے۔

ہمارے سیاسی کلچر اور اخلاقیات میں یہ کوئی انوکھی یا اچنبھے کی بات نہیں ہے شراب نوشی کی حرمت کی اس بحث پر ملک کے کسی کونے سے کسی مذہبی' سیاسی' سماجی جماعت' شخصیت یا ادارے بشمول دستی صاحب کے کوئی اعتراض یا مذمت تک دیکھنے میں نہیں آئی تھی حالانکہ ایسے اراکین اسمبلی پر قانونی اور شرعی طور پر حد نافذ ہونی چاہئے تھی اور قانون کو حرکت میں آنا چاہیے تھا۔جمشید دستی کے پیدا کردہ سیاسی تلاطم کی لہریں ابھی تھمنے نہ پائیں تھیں

کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئر مین مولانا محمد خان شیرانی کے بیان نے ایک نیا بھونچال برپا کر دیا جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ شوہر پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کر سکتا ہے اور یہ کہ کم عمر بچیوں کی شادی بھی کی جاسکتی ہے۔ مولانا کے اس بیان پر ایک نئی بے وقت و بے مقصد بحث کا آغاز ہو چکا ہے' مولانا شیرانی نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ دنیا میں اصل جنگ خدا پرستی اور مادہ پرستی کے درمیان ہے اگر تمام مذاہب کے لوگ اپنی اپنی شریعت پر عمل کریں تو دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

مولانا کے ان گراں قدر خیالات سے ہر شخص بلا لحاظ ملک و مذہب اتفاق کرے گا لیکن مولانا نے جو یہ وضاحت پیش کی ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے وہ جنگوں میں بھی مارے جاتے ہیں یہ فیصلہ صورت حال کو دیکھ کر کیا گیا تھا اس میں یہ پہلو تشنہ طلب ہے کہ یہ فیصلہ کس نے اور کب کیا؟ اور انہوں نے اس کا اظہار کس موقع و مناسبت کے لحاظ سے کیا؟ مودودی صاحب سے کسی غیر مسلم نے اسی قسم کا سوال کیا تھا کہ اسلام مساوات کی بات کرتا ہے لیکن اس نے عورت کے مقابلے میں مرد کو چار شادیوں کا اختیار دیا ہے کہ کیا یہ صنفی امتیاز نہیں ہے جس پر مودودی صاحب نے جواب دیا تھا کہ اسلام نے دوسری شادی کا نہ حکم دیا ہے نہ ہی اسے ثواب قرار دیا ہے اس کے لئے صرف مخصوص صورتوں میں اجازت ہے جب کہ اس کا خواہش مند مرد صحت و اسباب کی بنیاد پر اس کا متحمل ہو سکے اور زوجین کے درمیان انصاف پر قائم رہ سکے۔

مولانا نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ آپ کے مذہب میں مرد کو شادی کی اجازت تو نہیں ہے لیکن داشتائیں رکھنا جائز اور ان کی ناجائز اولاد کو قانون تحفظ اور وراثت میں حق دینے کا قانون موجود ہے گویا پابندی صرف حلال کام پر ہے کہ شرعی و حلال طریقے سے دوسرا نکاح نہ کرنے دیا جائے جب کہ اسلام مخصوص صورتوں میں اسی عمل کو حلال طریقے سے کرنے کا حق عطا کرتا ہے کافی عرصہ پہلے فاطمہ ثریا بجیا نے بھی کراچی شہر میں مردوں کی ہلاکتوں لڑکیوں کے تناسب میں اضافہ اور رشتوں کی کمیابی کی بنا پر دوسری شادی کرنے کی تجویز دی تھی تو ان پر کافی لے دے ہوئی تھی۔ اسلامی رسوم و رواج اور اسلامی سزاوں کی سب سے بڑی ناقد عاصمہ جہانگیر کا معنی خیز بیان سامنے آیا ہے کہ ملک کو قائد اعظم کا پاکستان بنائیں یا شیرانی کا یہ کونسل والے اپنی عیاشیوں کی بات کرتے ہیں' ان کے ذہنوں پر عورت طاری ہے' میری رائے ہے کہ مرد کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دے دی جائے مگر جب طلاق ہو تو دولت آدھی آدھی تقسیم کر دی جائے۔

عاصمہ جہانگیر کی تجویز بھی اس مغربی تہذیب کا حصہ یا اس ایجنڈے کے لئے تن آسانی پیدا کرنے اور سوچ بیدار کرنے کی کوشش ہے جس کی وجہ سے وہاں لوگ شادیاں کرنے کے بجائے بغیر نکاح کے خاندانوں کی بنیاد رکھتے ہیں اور وہاں کا خاندانی نظام اور اخلاقیات تباہ و برباد ہو کر رہ گئی ہیں اگر یہ بحث چل نکلی تو بہت دور تک جا سکتی ہے جس کے معاشرے پر بڑے دور رس منفی نتائج مرتب ہوں گے خاص طور پر آج کی دنیا میں جہاں خدا پرستی اور مفاد پرستی کی عالمی جنگ اپنے منطقی انجام تک پہنچ رہی ہے اس میں عوام اور خاص طور پر علما جن کی خاصی تعداد دانستہ یا نادانستہ طور پر مفاد پرستی کی سپہ گیری اختیار کر چکی ہے ہوش میں آنے اور اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

خواتین کے حقوق: [روزنامہ ایکسپریس کراچی ہفتہ ۲۰ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ ۲۲ مارچ ۲۰۱۴]

جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے ستی کی رسم کو غیر قانونی قرار دیا تو ہندو پنڈتوں نے اس پابندی کے خلاف مزاحمت کی حکومت کے سخت اقدامات کے نتیجے میں بیوہ عورتوں کی جانیں بچ گئیں پھر انگریز حکومت نے گزشتہ صدی کے دوسرے عشرے میں کمسن بچیوں کی شادی پر پابندی عائد کر دی یہ وہ وقت تھا جب گاندھی جی کانگریس کے قائد بن گئے تھے ہندو پنڈتوں کے خوف کی بناء پر گاندھی جی نے اس قانون کی حمایت نہیں کی۔ مسلم لیگ کی قیادت مولانا محمد علی جوہر کے پاس تھی وہ اس قانون کی حمایت پر آمادہ نہیں ہوئے۔ جناح اس زمانے میں کانگریس سے مایوس ہو چکے تھے اور مسلم لیگ میں نمایاں حیثیت نہیں رکھتے تھے مگر محمد علی جناح واحد ہندوستانی رہنما تھے جنہوں نے کمسن بچیوں کی شادی پر پابندی کے قانون کی حمایت کی۔

جناح کا کہنا تھا کہ کمسن بچیوں کی شادی نہ صرف ان کی صحت کو تباہ کرتی ہے بلکہ انھیں تعلیم حاصل کرنے سے روکتی ہے یوں ناخواندہ لڑکی کے بچپن میں شادی سے بننے والے خاندان کی بنیادیں کمزور ہوتی ہیں یہ بچیاں بچے پیدا کرنے کی مشین میں تبدیل ہو جاتی ہیں یوں ان کی صحت برباد ہو جاتی ہے اور کمزور بچے پیدا ہوتے ہیں اس طرح نوزائیدہ بچوں اور زچہ کے مرنے کی شرح ہندوستان میں بہت زیادہ تھی جناح کی اس حمایت کی بنیاد پر کمسن بچیوں کی شادی پر پابندی کا قانون ہندوستان میں رائج ہوا اور پھر پاکستان بننے کے بعد رائج رہا جب جناح نے رتی کو پسند کیا تو رتی کے والد کا کہنا تھا کہ رتی بالغ نہیں ہے اس لئے اس کی شادی نہیں ہو سکتی ہے یوں معاملہ بمبئی کی عدالت میں پیش کیا گیا۔

عدالت نے رتی کے والد کے مئوقف کو تسلیم کرتے ہوئے فیصلہ دیا کہ رتی ایک سال بعد بالغ ہو گی تب وہ ازدواج کر سکتی ہے عدالت نے جناح پر پابندی عائد کی کہ وہ ایک سال تک رتی سے رابطہ نہیں کریں گے ۔قائداعظم محمد علی جناح نے اس فیصلے کی مکمل پاسداری کی اور ایک سال انتظار کے بعد رتی سے نکاح کیا انھوں نے کمسن بچیوں کی رخصتی پر پابندی کے اصولی موقف کو اپنے اوپر لاگو کیا ماہرین سماجیات کا کہنا ہے کہ جہالت اور قبائلی روایات کی تابعداری کرتے ہوئے والدین اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کو بچپن میں شادی کر دیتے تھے یوں وہ شادی کے اسلامی اصول کو نظر انداز کرتے ہوئے لڑکی کی رضامندی ضروری نہیں سمجھتے تھے اس طرح بچپن میں لڑکی کی مرضی معلوم کیے بغیر اجنبی خاندان کے حوالے کر دیا جاتا تھا ماہرین صحت کا کہنا ہے کہ بچپن میں شادی کے مرحلے سے گزرنے والی لڑکیاں بہت جلد بدصورتی کا شکار ہو جاتی ہیں یوں مردوں کو دوسری شادی کا جواز ملتا ہے ۔

اس طرح کثرت ازدواج سے جہاں خواتین کے حقوق پامال ہوتے تھے وہاں شرح پیدائش بڑھنے سے خاندان اور ملک کی معیشت بھی متاثر ہوتی تھی ۔جنرل ایوب خان کی حکومت نے خواتین کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے قوانین (family) laws1961 نافذ کیے'یوں پہلی دفعہ شادی اور طلاق جیسے اہم ترین معاملہ کی دستاویز تیار ہونے لگی ان قوانین میں لڑکی کی شادی کی عمر ۱۶ سال مقرر کی گئی اور نکاح نامے پر اس کی مرضی ظاہر کرنے کیلئے دستخط لازمی قرار دیئے اس کے ساتھ ہی دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی مرضی کو شادی کی لازمی شرط قرار دیا گیا حکومت کا یہ اقدام خواتین انجمنوں کے اس موقف پر تھا کہ اب مرد بیویوں سے برابر کے سلوک کے اسلامی اصول پر عمل نہیں کرتے وہ بیک وقت کئی نئی شادیاں کرتے ہیں مہر کی رقم معمولی ہوتی ہے وہ یہ رقم ادا نہیں کرتے یا لڑکی کی مرضی کے بغیر مہر کی رقم مقرر کی جاتی تھی مرد معمولی رقم دے کر طلاق دیتے تھے یوں طلاق یافتہ عورت کی معاشرے میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی ۔

اس لئے دوسری زوجہ کے لئے پہلی بیوی کی مرضی کو لازمی قرار دیا تا کہ شوہر بیوی کے حقوق کے تحفظ کے لئے اس سے کوئی معاہدے کرے ۔اس قانون کا ایک مقصد مردوں کو بغیر کسی وجہ سے شادیاں کرنے سے روکنا تھا مردوں کی زیادہ شادیاں کرنے سے عورتوں کے علاوہ بچوں کے حقوق بھی پامال ہوتے ہیں پھر زیادہ بچے پیدا ہونے سے معیشت غیر مستحکم ہوتی ہے اس بناء پر دوسری شادی کو بیوی کی مرضی سے منسلک کرنا ضروری ہے ۔اس

وقت روشن خیال علماء نے حکومت کے اس موقف کی حمایت کی تھی۔ایک مشہور عالم دین ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا کہنا تھا کہ دوسری شادی کی اجازت مخصوص حالت میں دی گئی ہے مسلمانوں کے عظیم رہنما سر سید احمد خان بھی کثرت ازدواج کے خلاف تھے یوں عائلی قوانین میں شادی کی عمر طے ہونے سے عورت کو ایک قانونی تحفظ حاصل ہوا تھا۔اگر غیر جانبداری سے عورتوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو کمسن بچیوں کی شادی پر پابندی اور دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی اجازت کا قانون عصر جدید کے تقاضوں کے مطابق نظر آتا ہے آج بھی دیہی علاقوں میں دشمن سے دوستی کے لئے بچیوں کو ونی بنانے کی روایت موجود ہے بعض دفعہ پیدا ہونے سے پہلے بچی کو ونی کر دیا جاتا ہے جب کمسن بچی ونی ہو کر دشمن کے گھر بھیج دی جاتی ہے تو دشمنی تو ختم ہو جاتی ہے لیکن اس لڑکی کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔

اس طرح لڑکیاں ساری زندگی باندی کی حیثیت سے گزارتی ہیں اپنے دشمن سے بدلہ لینے کے لئے ونی قرار دی گئی بچیوں کو ونی بنا کر شادی کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں بعض ماہرین تھر کے علاقہ میں بچوں کی اموات کو بھی بچپن میں شادی سے منسلک کرتے ہیں ان ماہرین کا کہنا ہے کہ دیہی علاقوں میں لڑکیوں کو کم غذا ملتی ہے جب غذائی قلت ہوتی ہے تو وہ سب سے پہلے اس قلت کا شکار ہوتے ہیں تھر میں ہمیشہ غذائی قلت رہی ہے اس لئے وہاں پیدا ہونے والی لڑکیاں کمزور اور مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوتی ہیں بچپن میں ان کی شادی کر دی جاتی ہے تو کم غذائیت کی بنا پر پیدا ہونے والے بچے انتہائی لاغر ہوتے ہیں یہ ہی وجہ ہے کہ یہ بچے پیدائش کے بعد تشنج، کھانسی ملیریا، ڈائریا اور نمونیا جیسے امراض کا شکار ہوتے ہیں، اس بناء پر نوزائیدہ بچوں اور زچہ کے مرنے کی شرح پاکستان میں سب سے زیادہ ہے اسلامی نظریاتی کونسل نے ان اہم نکات کو مدنظر رکھنے کے بجائے بے راہ روی کو پھیلنے سے روکنے کے لئے کمسن بچیوں، کی شادی پر پابندی اور دوسری شادی کی مشروط اجازت کی مخالفت کی ہے۔

کونسل کے معزز اراکین اس حقیقت کو بھول گئے بے راہ روی ان مردوں میں زیادہ ہوتی ہے جن لوگوں کی شادیوں کی بناء پر عورتیں جوانی میں بدصورت ہو جاتی ہیں سندھ اسمبلی میں بچپن کی شادی کو غیر قانونی قرار دینے کا قانون منظوری کا منتظر ہے ایسے قوانین وفاق اور صوبوں میں بھی بننے چاہیے عجیب بات ہے کہ کمپنی کے دور میں ہندو مذہبی عالم ستی کی رسم کے خاتمے کے خلاف مزاحمت کر رہے تھے خواتین نمائندوں نے قومی اسمبلی

میں اس مسئلے پر آواز اٹھائی ہے مگر خواتین کے خلاف مسلسل بدترین سلوک جاری ہے غربت کا خاتمہ خواتین کی ترقی کے بغیر ممکن نہیں تمام معقول لوگوں کو خواتین کے حالات کو بہتر بنانے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

مولانا شیرانی اور حقوق خواتین کے وکلاء کی برہمی:

اسلامی نظریاتی کونسل ادارہ کے بے اختیار جاری کردہ بیان پر وکلاء حقوق خواتین نے انتہائی برہمی اور ناراضگی کا اظہار کیا اور وہ اپنی اپنی عفت وعصمت دریدہ شدہ لڑکیوں کو بھول گئے ان کو مولانا شیرانی کا وہ بیان گران گزرا جس میں انہوں نے حکومتی تعین کردہ عمر کو غیر شرعی قرار دیا نیز دوسری بیوی کرنے کے لئے پہلی بیوی سے اجازت کو غیر شرعی قرار دیا تاریخ اقوام وملل ایسے واقعات سے ہے جہاں مردوں نے غیرت وناموس کی خاطر اپنی جانیں نثار کردیئے۔

معتصم عباسی نے ایک عورت کی صداء سنی اس کی رہائی کے لئے لشکر کشی کی حضرت علی کو صوبہ احبار میں ایک مسلمان عورت پر دست درازی کی خبر برداشت نہیں ہوئی میدان کربلا میں امام حسین کو لشکر عمر سعد کا خیموں کی طرف بڑھاوا برداشت نہیں ہوا فرمایا اگر تمہیں غیرت دینی نہیں تو اپنی عربی غیرت عزت وناموس کا پاس رکھو اس پاکستان میں جو بھی فرقہ اسلامی ہو وہ علی کو مسلمان اور پیشوا سمجھتے ہیں آپ کی تاسی کرتے ہیں لیکن اس ملک میں عافیہ صدیقی کے لئے کتنے جلسہ وجلوس نکالے گئے جو کہ واقعاً غیرت وناموس کا مسئلہ ہے لیکن وکلاء حقوق خواتین کے اس واویلاء سے یہ پتہ چلتا ہے ان کے پاس غیرت وناموس نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

بلکہ مسلمان خواتین کے ساتھ سوتیلے بے رحمانہ ومجرمانہ سلوک وسوچ کا حامل ہیں ورنہ اتنے سالوں میں لڑکیوں کو گولی مارنا خودسوزی کرنے جیسے مکرر واقعات پر خون کے آنسو بہاتے ہوئے پوری امت مسلمہ کو احتجاج کے میدان میں لاتے اور اس فعل شنیع کی روک تھام کے لئے بازار حسن وقحبہ خانوں کے خاتمہ کے لئے مطالبہ کرتے خواتین اور مردوں کے اختلاطی احتجاجات واجتماعات پر پابندی لگاتے خواتین سے غیر مربوط اعمال کھیل کود کو بند کرے بلکہ یہ گھروں سے بازار میں آنے کی دعوت دیتے ہیں جبکہ جن مسائل کو مولانا شیرانی نے اٹھایا ہے ان پر دعوت مناظرہ ومحاربہ دیتے دیگر علماء سے اس کے بارے میں آراء ونظریات پوچھتے ان کو اس لئے دعوت نہیں دیتے کہ عزت وناموس کا مسئلہ ہے بلکہ اپنے برے عزائم ومنویات خبیثہ کے فاش ہونے کا خطرہ ہے۔

لیکن ہم آپ کو دعوت مناظرہ ومجادلہ دیتے ہیں جو حقوق خواتین آپ نے اٹھائے ہیں وہ دین وشریعت سے

متصادم ہونا تو بعد کی بات ہے اس سے پہلے یہ عقل وجدان وفطرت حتیٰ کہ خود خواتین کے مفاد کے خلاف ہیں آئیں دیکھتے ہیں:

۱۔طلاق زنان ناشائستہ وناسازگار۔

۲۔۱۶سال کی عمر کی شرط عورتوں کے خلاف جنایت ہے۔

۳۔تعدد ازدواج

موجودہ بل کے قرآن وسنت کے خلاف دفعات:

لاعلمی اور بعض اوقات دینی مسائل کے بارے میں عدم دلچسپی پر مبنی ہمارے رویوں نے اس بل کے حوالے سے عجیب صورت حال پیش کی ہے اچھا خاصا پڑھا لکھا اور دین دار طبقہ بھی پروپیگنڈے کی وجہ سے اس حدود آرڈیننس متاثر نظر آتا ہے حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ موجودہ بل کی بہت سی دفعات قرآن وسنت کے صریح خلاف ہیں جنہیں ایک معمولی پڑھا لکھا شخص بھی جانچ سکتا ہے اسی بنا پر ان حضرات کیلئے جو اس بحث کو مختصراً جاننا چاہتے ہیں چند نکات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔اس بل کی ترمیم نمبر ے میں زناء کی سزا زیادہ سے زیادہ پانچ سال قید اور دس ہزار روپہ تک کا جرمانہ قرار دی گئی ہے جب کہ قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے: ﴿**الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلاتَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ إِنْ كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ**﴾ (نور۔۲)

اس آیت کی رو سے غیر شادی شدہ مرد وعورت زانی کی سزا پانچ سال قید نہیں بلکہ سو کوڑے ہے جسے اس بل کے ذریعے ختم کر دیا گیا ہے۔

۲۔اسی شق کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عدالت کو سزا میں کمی بیشی کا بھی اختیار ہے جب کہ حدود اللہ میں کمی بیشی کا اختیار اللہ کے نبی کو بھی حاصل نہیں ہے قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے: ﴿**وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلامُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلالًا مُبِينًا**﴾ (احزاب۔۳۶)۔

مشکلہ خواتین:

اسلامی نظریاتی کونسل نے حال ہی میں مسئلہ ازدواج میں سیکولر حکومتوں کی طرف سے لاگو شرائط عمر میں برابری کولازمی ہونے اور کاروکاری کے جرم پر مقامی خاندانی غیرت کی بنیاد پر دی جانے والی سزاوں کے خلاف اسلام کے نقطہ نظر کو پیش کیا جس پر ملک کے نام نہاد دانشوران نے ان کی وکالت کرتے ہوئے نظریاتی کونسل اور اس کے چیرمین کو چھوڑ کر۔

دین وشریعت اسلام کوانہوں نے ان کے بقول کتاب فطرت میں پڑھاان جرائم کے مرتکب کو جرم کرنے کے بعد فرار ہونے سے سزا ختم ہوجاتی ہے ان میں نالان ہونے والوں میں سے ایک دانشور نذیر ناجی ہے ان کا تجزیہ ۱۳ جمادی الاول ۱۴۳۵ بمطابق ۱۵ مارچ دنیا اخبار کے ص ۳ پر عورتیں ایک کہانی کے عنوان سے لکھا ہے ان ناموں میں مختار مائی کائنات سومرآمنہ بی بی کو کہتے ہیں حواء کی بیٹی ہے پھر وہ پاکستانی ہے اسلام اور ملائیت پر برس پڑے ان دونوں انتساب سے ثابت ہونے کے بعد تمام جرائم پیشہ کی معافی ہے ان کی زبان درازی اس لئے ہورہی ہے اس وقت دین وشریعت کی بولی بولنے والے کو لجام طالبان لگایا جاتا ہے۔

مشکل خواتین:

خواتین کو اپنی ساخت جسمانی نفسیاتی طبیعی کی وجہ سے زندگی میں چندین مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔

ان کی تمام مشکلات کی برگشت یہ ہے کہ وہ ایک ایسا شوہر چاہتی ہیں جو انکی پسند کا ہو اور ملنے کے بعد دائمی پر صرف اس کے لئے ہو اور اس میں کوئی شریک نہ ہو اس آرزو اور تمنا کی راہ میں چندین مشکلات کا حائل ہیں:

۱۔ایک ایسا شوہر جو اس کی پسند اور خواہش کے مطابق شکل وصورت قد وقامت معاشرے میں صاحب عزت اور باوفا ہو اس کی شناخت کیسے کریں گی، یہ ان کی پہلی مشکل ہے۔وہ ایسے شوہر کی تلاش نہیں کرسکتی جو اس کے لئے باعتماد رحم دل، امین وصادق ہو۔نیاز مند ہے کہ وہ ایسے فرد کی تلاش میں اس کی مدد کریں بفرض محال اگر وہ شخص غلط نکلے تو اس کی تلافی کون کرے گا اس کی کیا ضمانت ہوگی، قرآن کریم میں اس کا کیا حل بیان کیا گیا ہے ؟اس پر غور کریں

۲۔ازدواج کی راہ میں حائل رکاوٹیں معاشرتی رسومات ہیں، جن کو پورا کرنے اور ہٹانے کے لئے وقت لگے گا تب تک یہ شخص انتظار نہیں کرسکتے اور ہاتھ سے نکل جائیں گے۔اس راہ میں حائل رکاوٹوں میں چند سالوں کے لئے لباس، زیور، جہیز رسم ازدواج میں غیر ضروری مصارف ان کی دوسری حائل رکاوٹ ہے۔

۳۔انسانوں میں اختلاف ناچاکی عادی اور طبیعی عمل ہے۔یہ اختلاف باپ بیٹے، سگے بھائی، دوستوں، کمپنیوں میں چلتا رہتا ہے۔لیکن میاں بیوی کے درمیان اس کا زیادہ احتمال رہتا ہے کیونکہ ان کے درمیان پہلے سے آشنائی نہیں لہٰذا یہاں اگر اصلاح نہ ہوسکے تو جدائی پر بات ختم ہوتی ہے تو یہ عورت کے لئے قیامت ہی تصور ہوگی۔جدائی جس صورت میں بھی ہو سابقہ زمانے میں ایسا نہیں تھا کہ طلاق شدہ عورت مطلقہ ہی رہے بلکہ فوراً ہی کسی دوسرے سے ازدواج ہوجاتا تھا لیکن فی زمانہ بہت مشکل اور ناممکن ہے اس کو مشکلہ طلاق کہتے ہیں۔

۴۔خواتین کا چوتھا مشکلہ آرائش وزیبائش خودنمائی خودبینی یعنی آزادی بےمہاری ہے۔

۵۔پانچواں مشکلہ اولاد کا نہ ہونا ہے اولاد کا نہ ہونا عورت اور مرد دونوں کا مسئلہ ہے دونوں بےقرار اور مضطرب رہتے ہیں لیکن اولاد کے بارے میں عورت ایادہ مجبور ہوتی ہے کیونکہ مرد بغیر اولاد کے اس کو برداشت نہیں کرتے اور عورت کے لئے ماں باپ بھائی اولاد سے زیادہ شوہر عزیز ہے شوہر کی جدائی کے بعد عورت دنیا کو اپنے لئے قبرستان سمجھتی ہے لہٰذا وہ برداشت کرتی ہے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں جبکہ مرد کو اپنی جائداد مرنے کے بعد دوسروں کے ہاتھ لگنے کا خوف لاحق رہتا ہے یہاں سے تعدد ازدواج کی ضرورت جنم لیتی ہے تو عورت جو اپنے اور شوہر کے درمیان ایک خلال کا فاصلہ برداشت نہیں کرتی تو اس کیلئے ایک مشکل ہے جو یہاں تعدد زواج کی صورت میں ذکر ہوا ہے۔

تعدد زواج اپنی جگہ چندین فلسفہ رکھتا ہے:

۱۔تعدد زواج مردوں کی طرف سے عورتوں پر زیادتی ناانصافی پر مبنی نہیں ہے جبکہ اس کی مخالفت سے عورتوں کی طرف سے خود عورتوں پر زیادتی ہے کیونکہ بعض ملکوں میں عورتوں کی شرح آبادی مردوں سے زیادہ ہے اور بعض حوادث ناگہانی جنگی داخلی اور خارجی ہیں۔

مشکلہ طلاق:

طلاق جنگ بین زوجین کا صلح سلمی ہے۔طلاق خلاصی ونجات عورت از شوہر ناپسندیدہ یا ظالم ہے۔ طلاق آئین اسلام کا اعجاز ہے۔اختلاف زوجین سب سے پہلا مشکلہ اجتماعی ہے جس کا حل قرآن نے پیش کیا ہے۔طلاق کی عیب تراشی کرنے والوں مذمت کرنے والوں کو آخر میں اس آئین آسمانی کی طرف برگشت کرنا پڑتا ہے جہاں اللہ نے فرمایا "إِنَّ إِلَى رَبِّكَ الرُّجعى" ا۔

طلاق ایک عمل مذموم ضرور ہے، طلاق خوشگوار سکون والی زندگی میں زوجین کے لئے صرصر عاتیہ وباد خزاں ضرور ہے لیکن جلتی ہوئی آگ میں ایک بارش رحمت بھی ہے۔ طلاق کی مذمومیت بیان کرنے سے پہلے اسباب وموجبات طلاق بیان کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان اسباب کو روک کر طلاق کو روکا جائے۔

۱۔ طلاق کی فضاء وماحول پیدا کرنے والی عالمی حقوق خواتین کے ادارے ہیں جو میاں بیوی کے درمیان خوشگوار الفت ومحبت بھری زندگی کو ناگوار بناتے ہیں۔

۲۔ طلاق کا ماحول وفضاء ملک کے سیاستدان ہیں جو پارٹیوں میں عورتوں کو کھینچتے ہیں۔ جہاں عورتوں کو بغیر اپنے شوہر کی بجائے دوسروں کے ساتھ چلنا پھرنا رہتا ہے۔ جہاں ان کی بیوی دن بارہ بجے اٹھے بلکہ ہفتوں مہینوں اجنبی مردوں کے ساتھ رہے یا طویل مسافرت پر جائیں، اور واپسی پر اس سفر کی روائیداد شوہروں کو سنائے کہ فلاں ایسا تھا، فلاں ایسا خوش اخلاق تھا، ایسا مذاق کرنے والا تھا۔ تو شکوک وشبہات یقینی ہیں۔

۳۔ اختلاط: مردوں اور عورتوں کا میل جل کر، خلط وملط بود وباش مغرب کی متمدن وترقی وپسندیدہ زندگی ہے جبکہ قرآن اور سنت نبیؐ اسلام کے تحت میں ممنوع ومذموم شدہ زندگی ہے۔

۴۔ مجد دفقہاء واساتید جامعات کی پالیسی الحادی ہیں لیکن وہ عورتوں کو شوہروں کی اطاعت سے آزادی دیتے ہیں۔ معمولی کاموں زیادہ اجرت دیتا ہے۔

نذیر ناجی اور ان کے ہمنوا:

اِتباع صلیب وقادیانی کی دین وشریعت اسلام میں مداخلت، بدنیتی، خیانت کاری، زور زبردستی کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے اگر ان کو دین وشریعت اسلام کا سرسری مطالعہ ہوتا تو یہ نہیں کہتا کیا نبی اسلام حضرت محمد سے زیادہ عورتوں پر مہربان کوئی اور ہوسکتا ہے وہ بتائیں جس وقت ام المومنین حضرت عائشہ نبی کریم کے عقد میں دیا تھیں ان کی عمر کیا تھی۔

۲۔ جس وقت نبی کریم نے فاطمہ زہراء اپنے لخت جگر کو حضرت علی کے عقد میں دیا تھا اس وقت حضرت زہراء کی عمر کیا تھی جس وقت حضرت علی نے ام کلثوم کو حضرت عمر کے عقد میں دیا تھا ان کی عمر کیا تھی۔ جس وقت آپؐ نے حضرت خدیجہ کو اپنے عقد میں لیا تھا اس وقت دونوں کی عمر کیا تھی جس وقت حفصہ نبی کریم کی عقد میں آئی تھی ان کی عمر کیا تھی۔

۳۔روزنامہ دنیا بروز جمعرات ۱۸ جمادی الاول ۱۴۳۵ مطابق ۲۰ مارچ ارشاد محمود نے لکھا ہے سینٹ کی قائمہ کمپنی میں سرتاج عزیز سے فخر امام نے ڈیرا رب یا اس کے بارے میں بھی پرویز مشرف نے امریکا سے بیس ارب لیا اس کے بدلے میں پاکستان کو اسی ارب روپے خرچ کرنا ڑا۔

جمادی الاول ۱۴۳۵ بمطابق ۲۰۱۴ میں اخبارات جرائد و ذرائع ابلاغ کی مجالس شیاطین میں تین چار موضوعات زیر بحث رہے جن میں سے یہ کہ ایک ملک عزیز سے دہشت گردی کا خاتمہ کیسے کریں مذاکرات یا جنگ یہ تضاد و اضطراب بیانی بذات خود اپنی جگہ دلیل بنتی ہے کہ قوم میں قوت فیصلہ کھو چکی ہے کیا کرنا ہے ایسا اضطراب ۶۵ء اور ۷۱ء کی جنگ میں نہیں تھا بلکہ جو کچھ ہوا چاہے پاکستان کے مفاد میں ہوا یا ضرر میں جلد ہی ہو گیا تھا اس اضطراب جیسا نہیں ہوا تھا دوسرا موضوع پاکستان کے خزانے میں اچانک ڈیڑھ ارب ڈالر آ گیا معلوم نہیں بقول یہاں کے تجزیہ نگاروں کے ملائکہ نے ڈالا ہے۔

۳۔بعض مخالفین کے شور و شرابہ کے بعد وزیر خزانہ اور وزیر امور خارجہ سرتاج عزیز نے کہا یہ دوست ملک سعودی عرب نے دی ہے لیکن تشویش اپنی جگہ موجود رہی کیونکہ ڈیڑھ ارب ڈالر صدر مملکت کو ملنے والے اُونٹ یا وزیر اعظم کو ملنے والی ۴۶ لاکھ کی گھڑی جیسا نہیں ہے یہ رقم خطیر کیوں دی ہے اور اس لئے حل نہیں کہ ایک عرصے سے ملک میں رشوت ستائی یا کرپشن کی لعنت کی بات سر عام چل رہی یا یہ بھی ایک بین الاقوامی رشوت ہو سکتی ہے اور کس مد میں ملی ہے کیونکہ یہ بہت خطرناک پیش خیمہ ہو سکتی ہے یہ اس ملک کی ترقی میں نہیں زوال یا صفحہ ہستی سے مٹنے کا معاوضہ ہو سکتا ہے۔

۳۔ایک عرصے سے این جی اوز کے کارندے ہماری حکومت کی سرپرستی اور سیاست دانوں کی معاونت سے قرآن و سنت، تاریخ اسلام کے نصاب سے عاری مدارس دینی سے فارغ علماء کے متذبذب فتاویٰ کے سہارے بنات اسلام کو اپنے والدین عزیز و اقرباء کی سرپرستی سے آزاد و خود مختار یعنی جہاں جائیں جس کسی سے ملا قات کریں اور اس کی زوجیت میں جائیں اگر دل نہ لگے تو عدالت سے اپنی طلاق خود لے لیں اور اسلام کا نام لینے سے گریز کرتے ہوئے اپنے تما جرائم کا فیلہ اسلام رلگائے ہوئے ملا ازم اور اس کی غلط رسومات کا نعرہ لگا کر غیرت و حمیت اسلام کو للکارنا شروع کیا گیا یہاں کے لوگ گرچہ اسلام کے اصول و فروع کی صوم و صلاۃ کے نام سے ناواقف ہی کیوں نہ ہوں وہ غیرت ناموس ضرور رکھتے ہیں اس کو وہ کسی بھی قیمت پر رخصت نہیں کر سکتے ہیں

لہٰذا اس وقت اسلام و مسلمین یعنی این جی اوز کے کارندے سیاست دانوں کالم نگاروں اور اسلام کے بارے میں غیرت وناموس نہ رکھنے والوں کے درمیان جنگ جاری ہے این جی اوز نے بہت سی بنات اسلام کو اغواء کر کے مغرب روانہ کیا اور انہیں وہاں جائزہ وایوارڈ دیئے گئے بعض کو دارالامان پہنچایا ہے اور بعض قلیل تعداد کو غیرت مندوں نے گمنام قبرستانوں میں پہنچایا ہے۔

بعض کو ان کے عاشقوں نے قتل کیا ہے بعض از خود اسرار فاش ہونے پر خودسوزی کروا کر نعمت حیات سے محروم کیا اس مہینے ایسا ہی ایک حادثہ سندھ خیر پور کے علاقہ مظفر گڑھ میں رونما ہوا تھا کالم نگاروں پر مثل بم گرا تھا وہ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیرمین کا فتویٰ ہے جس میں ازدواج کے لئے عمر کی حد مقرر کرنے کے متعلق تھا بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی پر تنقید تھی۔ یہ بیان ان پر گراں گزرنے کی وجہ سورہ منافقین کی آیت ہوسکتی ہے یہ چور اور منافق ہیں ورنہ یہ فتویٰ اسمبلی والوں پر اثر انداز نہ ہوتا مگر یہ لوگ خود پاکستان کی خواتین کے اصلی باپ بھائی چچا ماموں تصور کرتے ہیں جبکہ ان کے اصل باپ چچا بھائی ماموں سب سوتیلے تصور کرتے ہیں۔

یوم خواتین:

دنیائے کفر والحاد پر قائم معاشروں اور ان کے زیرنگرانی ملکوں میں ایک دن خواتین سے منسوب کر کے منایا جاتا ہے تا کہ ان کے نام نہاد حقوق کا پرچار کریں یا دہانی ٹیلی ویژن پر نعرہ بازی جلسوں میں رقص وناچ گانے، مشاعر وں اور مضحکہ خیز تقاریر اور پیغامات سے کرتے ہیں تا کہ ان کے خودساختہ حقوق کی یہ پر عمل کیا جائے حقوق میں زیادہ تر توجہ مادر ہدر آزدی پر دی جاتی ہے۔

پاکستان کی سیاسی شخصیات:

فیروز خان نون: [پاکستانیکا ص ۷۲۰]

آپ ۱۸۹۳ء کو سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ ایچی سن کالج لاہور میں تعلیم پائی اعلیٰ تعلیم کے لئے ہندوستان گئے آکسفورڈ یونیورسٹی سے ۱۹۱۶ء میں ایم اے کی ڈگری لی، بیرسٹری کا امتحان بھی پاس کیا۔ وطن واپسی پر ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۶ء تک لاہور ہائیکورٹ میں وکالت کی۔ ۱۹۲۶ء میں پنجاب کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے ۱۹۳۶ء تا ۱۹۴۱ء لندن میں ہندوستان کے ہائی کمشنر رہے۔ ۱۹۴۱ء میں ۱۹۴۵ء تک وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں رہے۔ ۱۹۴۲ء میں

ہندوستان کے وزیر دفاع مقرر ہوئے۔اور وہ پہلے وزیر دفاع تھے۔۱۹۴۵ء تک اس عہدے پر رہے۔۱۹۴۵ء میں انہوں نے وائسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل سے استعفیٰ دیا مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی، پھر انہوں نے اپنی جماعت یونینسٹ پارٹی بھی مسلم لیگ میں شامل کی۔قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۰ء میں مشرقی پاکستان کے گورنر مقرر ہوئے ۱۹۵۳ء کو میاں ممتاز دولتانہ کی جگہ پنجاب کا وزیر اعلیٰ بنایا گیا جنرل سکندر مرزا نے ریپبلکن پارٹی بنائی تو اس میں شمولیت اختیار کی اور وزیر اعظم حسین شہید سہروردی کی کابینہ میں وزیر خارجہ مقرر ہوئے، ایک سال کے بعد سہروردی سے الگ ہوئے، تو ان کی جگہ آئی آئی چندریگر وزیر اعظم مقرر ہوئے، وہ اس عہدے پر بمشکل ۵۴ دن رہے، ان کی جگہ پُر کرنے کیلئے سکندر مرزا نے ۳۱ دسمبر ۱۹۵۷ء کو ملک فیروز خان نون کو پاکستان کا ساتواں وزیر اعظم بنایا۔اور اپنی کابینہ بنانے کیلئے کہا۔ملک فیروز خان نون اس عہدے پر صرف نو ماہ رہ سکے۔۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو سکندر مرزا نے مارشل لاء نافذ کیا اس طرح ملک صاحب ہمیشہ کے لئے سیاست سے پنشن ہوگئے ۹ دسمبر ۱۹۷۰ء کو سرگودھا میں وفات پائی۔

حسین سہروردی: [پاکستانیکا ص ۴۵۸]

آپ ۱۸۹۳ء میں مدن پور میں پیدا ہوئے۔والد سر رحیم زاہد سہروردی عربی اور فارسی کے اسکالر اور کلکتہ ہائی کورٹ کے جج تھے حسین شہید نے ابتدائی تعلیم کلکتہ کے گیسٹ ریورڈ کالج سے حاصل کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے انگلستان چلے گئے، آکسفورڈ یونیورسٹی سے ایم اے اور بی سی ایل کی ڈگریاں حاصل کیں۔وطن واپس آکر کلکتہ میں وکالت شروع کی ساتھ ہی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔تحریک خلافت سے وابستہ رہے۔کلکتہ میونسپل کارپوریشن کے ڈپٹی میئر منتخب ہوئے۔بنگال میں مسلم لیگ کے سیکرٹری کی حیثیت سے تنظیم نو کے سلسلہ میں دن رات کام کیا۔صوبائی اسمبلی کے کارکن منتخب ہونے کے بعد مسلم لیگ کابینہ میں وزیر مقرر ہوئے ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۵ء تک وزیر خوراک رہے۔۱۹۴۶ء میں انتخابات میں کامیاب ہوکر بنگال کے وزیر اعلیٰ بنے ان کی کابینہ میں محمد علی بھوگرا بھی شامل تھے جن کو بعد میں ملک غلام محمد گورنر جنرل نے وزیر اعظم نامزد کیا تھا۔نورالامین اس وقت بنگال اسمبلی کے اسپیکر تھے ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو جب مسلم لیگ نے یوم راست اقدام منایا تو ہندوؤں نے کلکتہ میں مسلمانوں کے خون سے ہولی منائی، اس وقت جناب سہروردی وزیر اعلیٰ تھے، انہوں نے اپنے تدبر سے فسادات کی آگ کو زیادہ نہیں بھڑکنے دیا۔۱۹۴۶ء میں پورے ہندوستان کے مسلم لیگ کے منتخب

امیدواروں کا ایک کنونیشن دہلی میں منعقد ہوا جس میں آپ نے قرارداد لاہور میں ایک ترمیم منظور کرائی جس کی رو سے مسلمانان ہند دو مملکت نہیں بلکہ ایک مملکت کا مطالبہ کرتے ہیں یہ قرارداد دہلی کے نام سے مشہور ہوئی۔ قیام پاکستان کے وقت ہندو مسلم لیگ کے فسادات کے پیش نظر انہوں نے کمال جرات سے کام لے کر گاندھی جی کی معیت میں صوبہ کا دورہ کیا اور اس طرح فسادیوں کی سازش کو ناکام بنایا گیا ۱۹۵۰ء میں پاکستان آ گئے ۔یہاں آ کر حزب اختلاف کی جمہوری روایات کی بنیاد ڈالی۔ پاکستان کے سیاسی افق پر ان کا صف اوّل کے رہنماؤں میں شمار رہا۔۱۹۵۴ء میں وزیر قانون اور ۱۹۵۵ء میں وزیر اعظم بنے۔۱۹۵۶ء کے آئین کی تیاری میں اور مشرقی اور مغربی پاکستان میں مساوات کا اصول منوانے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا آئی آئی چندر ریگر نے نئی حکومت بنائی تو حزب اختلاف کے سربراہ رہے۔ایوب خان نے مارشل لاء کی طاقت کے ذریعہ سیاست دانون پر پابندیاں عائد کیں تو انہوں نے ان پابندیوں کو علی الاعلان چیلنج کیا انہوں نے مارشل لاء حکام کے جابرانہ احکام کی خلاف ورزی کی ٹربیونل کے سامنے پیش ہو کر اپنے کیس کو ایسے مدلل اور اثر انگیز انداز میں پیش کیا جس کا مارشل لاء حکام کے پاس کوئی جواب نہ تھا وہ ملک میں جمہوری سیاست کے سب سے بڑے علمبردار، حق گو اور بے لوث سیاست دان تھے ۵ دسمبر ۱۹۶۳ء کو مارشل لاء کے ذہنی صدمہ سے وفات پا گئے۔

اسکندر مرزا: [پاکستانیکا ص ۲۰۲]

میجر جنرل اور سکندر مرزا پاکستان کے آخری گورنر جنرل اور پہلے صدر مملکت تھے وہ ۱۸۹۹ء کو پیدا ہوئے، ممبئ میں تعلیم حاصل کی ۱۹۱۶ء کو کالج کی تعلیمی زندگی ہی میں رائل ملٹری کالج میں داخلہ وہ پہلے ہندوستانی کیڈٹ تھے ۱۹۲۰ء کو واپس ہندوستان آئے ۱۹۲۱ئکو ہاٹ کے مقام پر دوسری سکواچ رائفل رجمنٹ میں شریک ہوئے خداد خیر کی لڑائی میں حصہ لیا ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۴ء تک پونا پارس رجمنٹ میں رہے ۱۹۲۶ء میں اڈے پولٹیکل سروس منتخب ہوئے ایبٹ آباد، بنوں، نوشہرہ ٹاون میں بطور اسسٹنٹ کمیشنر کام کیا ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۶ء میں ہزارہ مردان میں ڈپٹی کمشنر رہے ۱۹۳۸ء میں خیبر میں پولیٹکل ایجنٹ مامور ہوئے ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۵ء تک پشاور کے ڈپٹی کمیشنر رہے ۱۹۴۰ء میں حکومت ہند کے وزارت دفاع کے جوائنٹ سیکرٹری رہے حصول آزادی کے بعد حکومت پاکستان کی وزارت دفاع کے پہلے سیکرٹری نامزد ہوئے پھر اسی عہدے پرے برس رہے ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۴ء تک مشرقی پاکستان کے گورنر بنائے گئے ۱۹۵۴ء میں وزیر داخلہ بنے ریاستوں اور قبائلی علاقوں کے محکمے

بھی ان کے سپرد کردیئے گئے ۱۹۵۵ء میں گورنر جنرل ملک غلام محمد نے صحت کی خرابی کی بناء پر رخصت چاہی اور اپنی جگہ میجر سکندر مرزا کو قائم مقام گورنر جنرل بنایا ۱۹۵۵ء کو ملک غلام محمد نے استعفیٰ دے دیا اور سکندر مرزا پورے گورنر جنرل ہوگئے ۱۹۵۶ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پہلے صدر منتخب ہوئے ۱۹۵۸ء کو آئین معطل کیا اسمبلی منسوخ کی ملک میں مارشل لاء نافذ کیا اور کمانڈر انچیف جنرل ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر معین کیا۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کی صبح کو اپنی ایک کابینہ بنائی جس کا وزیر اعظم محمد ایوب خان کو مقرر کیا اسی شام کو نئے وزیر اعظم صدر اسکندر مرزا کو برطرف کر کے خود صدر منتخب ہوگئے وہ اپنی بیوی کے ہمراہ ۱۹۵۸ء کو لندن چلے گئے وہاں ایک ہوٹل میں ملازمت کی ۱۹۶۹ء میں لندن میں وفات پائی۔

سیاسی مبصرین کی رائے میں سکندر مرزا جوڑ توڑ کے بادشاہ تھے، وہ ذہنی طور پر پولیٹیکل ایجنٹ کے کردار سے اوپر نہیں جاسکے۔ وہ اپنے دس برسوں میں قبائلی علاقوں میں رہے، وہاں حصول مقصد کیلئے ایک قبیلہ کو دوسرے کے خلاف اکسایا جاتا ہے چنانچہ انہوں نے تین سال صدارت میں چار وزرائے اعظم کی بساط سیاست کو لپیٹا۔ ۱۱ اگست ۱۹۵۵ء سے ۱۵ ستمبر ۱۹۵۶ء تک محمد علی کو رکھا، ۱۵ ستمبر ۱۹۵۶ء سے ۱۱۸ کتوبر ۱۹۵۷ء تک حسین شہید سہروردی کو رکھا، ۱۱۹ کتوبر ۱۹۵۷ء سے ۱۵ دسمبر ۱۹۵۷ء تک آئی آئی چندریگر کو رکھا۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۵۷ء سے ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء تک فیروز خان کو رکھا۔ ان کے عہد حکومت میں ڈاکٹر خان صاحب کو جیل سے نکال کر ان کی رہنمائی میں ریپبلک پارٹی بنائی گئی۔

[۱۰۰۱ شخصیات عالم ص ۹۱]

میجر جنرل اسکندر مرزا ۱۳ نومبر کو پیدا ہوئے یہ مرشد آباد کے نواب سید جعفر علی خان کی اولاد میں سے تھے اور انگریزوں کے پسندیدہ ترین قابل اعتماد بیوروکریٹ تھے۔ مرزا نے ۱۹۱۶ء میں الفنسٹن کالج ممبئی میں تعلیم مکمل کی کالج کی تعلیمی زندگی میں ہی رائل ملٹری کالج سینڈھرسٹ میں داخلہ مل گیا وہ پہلے ہندوستانی کیڈٹ تھے جنہیں سینڈھرسٹ سے کمیشن ملا ۱۹۱۹ء میں واپس انڈیا آئے ۱۹۲۱ء میں کوہاٹ کے مقام پر دوسری سکاچ رائفل رجمنٹ میں شریک ہوئے اور خداد خیل کی لڑائی میں حصہ لیا۔ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۴ء تک پونا ہارس رجمنٹ میں رہے جس کا صدر مقام جھانسی تھا ۱۹۲۴ء میں وزیرستان کی لڑائی میں شریک ہوئے۔

۱۹۲۶ء میں وہ انڈین پولیٹیکل سروس کے لئے منتخب ہوگئے چنانچہ انہیں سب سے پہلے قبائلی علاقے میں پولیٹیکل

ایجنٹ مقرر کیا گیا پہلے انہوں نے ایبٹ آباد بنوں، نوشہرہ اور ٹانک میں بطور کمشنر کام کیا ۱۹۳۱ء یا ۱۹۳۶ء تک ہزارہ مردان میں ڈپٹی کمشنر رہے ۱۹۳۸ء میں خیبر ایجنسی میں پولیٹیکل ایجنٹ مامور ہوئے ۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۵ء تک پشاور کے ڈپٹی کمشنر رہے پھر ان کا تبادلہ اڑیسہ کر دیا گیا۔

۱۹۴۶ء میں حکومت ہند کی وزارت دفاع کے جوائنٹ سیکرٹری مقرر ہوئے حصول آزادی کے بعد حکومت پاکستان کی وزارت دفاع کے پہلے سیکرٹری نامزد ہوئے اور اس عہدے پر ۷ برس یعنی ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۴ء تک فائز رہے قیام پاکستان کے بعد مسلمان تجربہ کار افسروں کی کمی کے باعث وہ جلد ترقی کرتے ہوئے مرکزی سیکرٹری بنے۔

۳۰ مئی سے ۲۰ ستمبر تک اسکندر مرزا نے مشرقی پاکستان کے گورنر کے فرائض انجام دیئے اکتوبر ۱۹۵۴ء میں وفاقی وزیر داخلہ بنے ریاستوں اور قبائلی علاقوں کے محکمے بھی ان کے سپرد کر دیئے گئے جولائی ۱۹۵۵ء میں گورنر جنرل غلام محمد نے صحت کی خرابی کی بنا پر رخصت چاہی اور اپنی جگہ اسکندر مرزا کو قائم مقام گورنر جنرل بنا دیا گیا لیکن ۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو ملک غلام محمد نے استعفیٰ دے دیا تو اسکندر مرزا باضابطہ طور پر جنرل بن گئے۔

۲۰ فروری ۱۹۵۶ء کو آئین ساز اسمبلی نے پاکستان کے پہلے آئین کی منظوری دی ۲۳ مارچ کو یہ آئین نافذ کر دیا گیا جس کی رو سے پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان قرار پایا اور اسکندر مرزا نے ۲۶ مارچ کو پاکستان کے پہلے صدر جمہوریہ کا عہدہ سنبھالا ۳ مئی ۱۹۵۶ء کو صدر سکندر مرزا نے پاکستان کا سب سے بڑا عسکری ایوارڈ ''نشان حیدر'' جاری کیا۔

ملک کی بگڑتی سیاسی صورتحال کے پیش نظر ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ کو صدارتی فرمان کے ذریعے آئین معطل کر کے ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا اسکندر مرزا نے جنرل ایوب کی مدد سے اسمبلیاں منسوخ کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور فوجی کمانڈر ان چیف جنرل ایوب خان کو چیف مارشل لاء اور مسلح افواج کا سپریم لیڈر مقرر کیا ۲۷ اکتوبر کو مرزا نے ایک کابینہ بنائی جس کا وزیر اعظم جنرل ایوب کو مقرر کیا لیکن اسی روز شام کو جنرل ایوب نے سکندر مرزا کو برطرف کر کے اقتدار پر مکمل قبضہ کر لیا چنانچہ ۲ نومبر ۱۹۵۸ء کو اسکندر مرزا اپنی بیگم ناہید کے ہمراہ لندن چلے گئے۔

۱۳ نومبر کو اسکندر مرزا ۷۰ سال کی عمر میں اپنی سالگرہ والے دن لندن میں انتقال کر گئے اور تہران میں دفن ہیں۔

اسماعیل ابراہیم: [پاکستانیکا ص ۱۴۵]

۱۸۵۷ءکواحمد آباد میں پیدا ہوئے ممبئ یونیورسٹی سے بی اے ایل ایل بی کی تعلیم حاصل کی ممبئ یونیورسٹی کے سینٹ کے ممبر رہے ۱۹۲۴کواحمد آباد میونسپل کارپوریشن کے منتخب ممبر رہے سماجی کاموں میں نمایاں حصہ لیا ۱۹۳۷ میں احمد آباد کے دیہی حلقہ انتخابات سے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر ممبئ قانون ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اسی حلقہ سے ۱۹۴۶ میں دوبار منتخب ہوئے۔اسی دوران جناح صاحب کا اعتماد حاصل ہوا۔۱۹۳۸ءتا۱۹۴۶ءممبئ اسمبلی میں مسلم لیگ کے ڈپٹی لیڈر اور ۱۹۴۵ء میں بحیثیت لیڈر خدمات انجام دیں۔۱۹۴۰ءتا۱۹۴۶ءممبئ میں مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔گورنمنٹ آف انڈیا کی عبوری حکومت میں مسلم لیگ کے نامزد کردہ وزیر تجارت رہے اقوام متحدہ کی کانفرنس برائے ٹریڈ اور ایمپلائمنٹ منعقدہ جینوا کی پری میٹوریی کی کمیٹی کے دوسرے اجلاس میں انڈین ڈیلیگیشن کے لیڈر کی حیثیت سے نمائندگی کی۔

بحیثیت مسلم لیگ لیڈر تحریک پاکستان میں فعال کردار ادا کیا آل انڈیا مسلم لیگ کے ۲۷ ویں اجلاس مارچ ۱۹۴۰ میں منعقدہ لاہور میں قرارداد پاکستان کی حمایت کی مسلم لیگ کے ۲۸ ویں اجلاس اپریل ۱۹۴۱ء میں منعقدہ مدارس میں آل انڈیا کانگریس کی سول نافرمانی کی تحریک کی مخالفت میں ایک قرارداد پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ حکومت برطانیہ مسلمانوں کے مفاد کی حفاظت کے عہد و پیاں کو پورا کرے گی۔

اسی اجلاس میں اس کمیٹی کے ممبر رہے جو مسلمانوں کی تعلیمی' معاشی اور سیاسی ترقی کیلئے پانچ سالہ منصوبہ مرتب کرنے کے لئے بنائی گئی ۱۹۴۵ءاور ۱۹۴۶ء کے انتخابات کے بعد جب آل انڈیا مسلم لیگ نے عبوری حکومت میں شمولیت کی تو آئی آئی چندر ریگر بھی نامزد مسلم لیگی وزراء میں سے ایک تھے۔۱۴ اکتوبر ۱۹۴۶ کو آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے لیاقت علی خان آئی آئی چندر ریگر راجا غضنفر علی خان سردار عبدالرب نشتر اور جوگندر ناتھ منڈل کے نام بھجوائے جسے وائسرائے نے قبول کرتے ہوئے ان کے محکمے مقرر کر دیئے چنانچہ لیاقت علی خان کو وزارت خزانہ سردار عبدالرب نشتر کو مواصلات آئی آئی چندر یگر کو تجارت راجہ غضنفر کو صحت کی وزارتیں دی گئیں۔

قیام پاکستان کے بعد اگست ۱۹۴۷ءتا۱۹۴۸ءحکومت پاکستان کے وزیر تجارت وصنعت اور تعمیرات ۱۹۴۸ءتا ۱۹۴۹ءسفیر برائے افغانستان ۱۹۵۰ءتا۱۹۵۱ءصوبہ سرحد اور نومبر ۱۹۵۱ء تا۱۹۵۳ءصوبہ پنجاب کے گورنر رہے ۔۱۹۵۳ء میں فیڈرل کورٹ کے چیف ایڈوکیٹ مقرر ہوئے ۱۹۵۵ءتا۱۹۵۶ء میں چوہدری محمد علی کی مرکزی کابینہ میں وزیر قانون رہے ۱۹۵۶ء کے آئین کا مسودہ تیار کیا اور اسمبلی میں متعلقہ کاروائی میں رہبری کی۔۱۸

اکتوبر۱۹۵۷ءتا۱۶دسمبر۱۹۵۷ءکولیش حکومت میں پاکستان کے چھٹے وزیراعظم کی حیثیت سے خدمات انجام دیں انتخابات کے مسئلہ پر استعفیٰ دے دیا بہت کمزور وزیراعظم ثابت ہوئے جولائی ۱۹۵۵ءتک قومی اسمبلی کے رکن رہے کراچی کی ایک مشہور اور متول سڑک ان کے نام سے منسوب ہے۔

ضیاءالحق: [تاریخ اسلامی محمود شاکر ج۱۹ص ۱۹۹]

ضیاءالحق ۲۲محرم۱۳۴۳ھ کو جالندھری پنجاب میں پیدا ہوئے ہندوستان کے شہر دہلی میں تعلیم حاصل کی پھر انگریز فوج میں شامل ہوئے۱۳۶۳کو جب ہندوستان پاکستان الگ ہوئے تو اپنے اہل وعیال کے ساتھ کراچی منتقل ہوئے اور پاکستانی فوج میں شامل ہوئے وہ اپنے پیشہ سے شغف رکھتے تھے زیر نظر فوجیوں کے پاس محبوب تھے ۱۳۸۵ھ میں ہندوستان پاکستان کی جنگ میں شرکت کی پھر اردن اور شام گئے۔

[پاکستانیکا ص۸۴۳]۱۹۶۴کو لیفٹننٹ کے عہدے پر ترقی پائی سٹاف کالج کوئٹہ میں انسپکٹر معین ہوئے ۱۹۶۸کو اردن کی شاہی افواج میں خدمات انجام دیں جن کے اعتراف میں شاہ اردن نے کوکب استقبال کے اعزاز سے نوازا۔۱۹۷۳ءکو میجر جنرل بنے ۱۳۸۹ھ کو وہاں سفارت خانہ میں مشیر عسکری رہے ۱۳۹۱ھ کو پھر پاکستان ہندوستان کی جنگ میں شرکت کی اور جس میں بنگلہ دیش پاکستان سے الگ ہوا اس وقت ۱۳۹۶ھ کو ترقی کر کے جنرل بن گئے اور قائد کمانڈر چیف بنے ۱۳۹۷ھ کو بھٹو اور قومی اتحاد کے تصادم میں جب ملک افراءتفری بدنظمی کا متحمل ہوا تو اس نے بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

اور بھٹو کو گرفتار کیا پھر ان کو اپنے کسی مخالف کو قتل کرنے کا حکم صادر کرنے کے جرم میں سزائے موت سنائی اور اپنی ایک کابینہ بنائی جب افغانستان میں حکومت اسلامی قائم ہوئی تو ان کی پشت پر کھڑے ہوئے اور اس جنگ و جہاد کی حوصلہ افزائی کی اور اپنے تعلقات امریکہ سے جو خراب ہوئے تھے ان کو بحال کیا۔عراق ایران کی جنگ کی صلح کے لئے قائم کانفرنس میں حصہ لیا آخر میں ۵محرم۱۴۰۹ھ کو ایک حادثہ فضائی میں بہاولپور اڈے پر اترتے ہوئے حادثہ کا شکار ہوئے۔

اور لیفٹننٹ جنرل کے عہدے پر ترقی پاکر کور کمانڈر بنے ۱۹۲۶کو پاکستان آرمی چیف کے عہدے پر مقرر ہوئے ۱۹۹۷کو قومی اتحاد کے انتخابات میں تھاندلی کے خلاف ملک گیر تحریک چلائی جس نے انتہائی شدت اختیار کر لی خانہ جنگی کا خطرہ پیدا ہوا اس پر جنرل ضیاءالحق نے پورے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا لیکن انہوں نے آئین

کو منسوخ نہیں کیا بلکہ معطل کیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کو کسی مقدمہ قتل کی سازش میں ہائی کورٹ نے سزائے موت سنائی سپریم کوٹ نے توثیق کی چار اپریل کو انھیں پھانسی دی گئی مارشل لاء غیر محدود مدت کیلئے ملتوی رہے۔

بھٹو اور اتحاد اسلامی کی مزاحمت میں ۳۵۰ شہریوں کی جانیں ضائع ہوئیں بہت سے افراد زخمی ہوئے سیاسی اضطراب آیا کوئی حل نظر نہیں آیا جب ہم اس بارے میں کسی نتیجہ تک پہنچنے کیلئے تمام زاویوں کو سامنے لائیں گے تب معلوم ہوگا ان کے یہ اعمال اعلیٰ وارفع اہداف یا اپنی ہوس اقتدار کی پیاس کو بجھانے کی خاطر تھے:

ا۔ پہلا زاویہ ضیاء الحق اقتدار ملکی پر آنے سے پہلے کی سرگرمیاں اور اسلام سے لگاؤ اس میں کوئی ایسی نمایاں چیز نہیں ملتی کہ ان کے اندر نفاذ اسلام سے شغف نامی کوئی چیز ہو۔ نفاذ شریعت کے احکام وجہ سے پاکستان کے مومنین کا ایک بڑا حلقہ امر د مومن کہتا ہے اسلام پسند اور اسلام سے شغف رکھنے والے لوگ انہیں مجاہد اسلام کے نام سے یاد کرتے ہیں ان کے مقابل میں سیکولر الحادی اذہان کے لوگ ان کو بہت برے انداز میں حریت و جمہوریت کا قاتل پیش کرتے ہیں ان کے نفاذ اسلام کو ایک مزاحیہ ناپسندیدہ انداز میں پیش کرتے ہیں لیکن ہم ان کے نفاذ اسلام کے کردار کو جس زاویہ سے بھی ہو ہدف وتنقید کا نشانہ نہیں بنائیں گے نہ ہم انہیں بہت بھاری بھرکم القاب سے یاد کریں گے جو رسولؐ اللہ کے لئے بھی استعمال نہیں ہوئے اور نہ ہی ہم ضیاء الحق کو ایسے القاب دیں گے جو یہاں کے سیکولر بلکہ ملحدین ان کے لئے استعمال کرتے ہیں کیونکہ اسلام میں نیک اعمال کی ارزش اور قدر و قیمت اور ان کو انجام دینے والوں کو دوافع اور منویات سے نوازا گیا ہے۔

دوسرا ان کے اقتدار میں آنے کے بعد کچھ پالیسی سامنے آئی وہ یہ ہے کہ کہیں بھٹو فوج کے ساتھ کوئی ایسا اقدام نہ کرے جو ان کے لئے نقصان دہ ہو، اسلئے اس نے مارشل کا نفاذ کیا اور قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو تحلیل کیا اور ایک مجلس عسکری تشکیل دی جس میں بری و بحری اور ہوائی افواج کے سربراہان تھے۔ بھٹو کو عدالت میں پیش کیا اور ان پر تہمت ثابت ہوگئی ۷ جمادی الاوّل ۱۳۸۹ھ کو انہیں سزائے موت دی گئی۔ پھر ۱۳۸۹ھ میں انہوں نے انتخابات کو غیر معینہ مدت کیلئے ملتوی کیا سر دست تطبیق ونفاذ اسلام کا مطالبہ کیا۔

اور اس کے لئے شہریوں سے منتخب وزارت بھی بنائی‘ اور قانون اسلام سے مستنبط بعض قوانین بھی نافذ کئے اور حدود، عقوبات اسلامی اور شراب نوشی کی سزائیں معین کیں بینکوں سے سود کا خاتمہ کیا، حکومت کے مخالفین کو زندان بھیجا اور پھر ان کو رہائی دی۔

ضیاء الحق نے قومی اتحاد سے کہا کہ اب میں نے تمہارے پہلے ہدف بھٹو کو ہٹانا تھا، ہٹا دیا اور اس راستہ میں موجود تمام رکاوٹوں کو دور کیا، اب میں انتخابات بھی کروا رہا ہوں لیکن تمہارا فرض ہے کہ تم تطبیق شریعت میں میرا ساتھ دو، اس طرح تمہارے تمام مطالبے پورے ہو جائیں گے کہ تم جن کے لئے جہاد کر رہے تھے اور وعدہ دیا کہ جلد ہی مارشل لاء ختم ہو جائے گا چنانچہ انہوں نے چودھری فضل الٰہی کو اپنی صدارت پر باقی رکھا اور قومی اتحاد نے ضیاء الحق کی تائید کی اور ان کے بہت سے لوگوں کو وزارتیں دیں، جماعت اسلامی نے بھی وزارت کو قبول کیا، ۱۳۵۸ھ میں چودھری فضل الٰہی کو چھوڑا اور اس کو بھی ضیاء الحق نے اپنی تحویل میں لیا۔

ضیاء الحق اپنی سیاست میں دو رخی ومتضاد اور ایک دوسرے سے متنافر رویہ اپنائے ہوئے تھے جس کا یکجا جمع ہونا ممکن نہیں اور یہاں سے ان کے دین وشریعت سے اخلاص پر شک ہونے لگا:

۱۔ان کا رجحان امریکہ کی طرف تھا، وہ ہر آئے دن امریکہ سے قرب اور امریکی اسلحہ کے حصول کی جستجو رکھتے تھے۔

۲۔امریکہ سے زیادہ اسلحہ مانگتے تھے اور امریکہ کو ہندوستان سے الگ کرنا چاہتے تھے۔

۳۔اپنی حکومت کو طول دینا چاہتے تھے۔امریکہ سے ان کی یہ تینوں خواہشات مرحلہ وار پوری ہوگئیں۔

۴۔روس کو افغانستان سے ہٹانا چاہتے تھے۔

دوسرا رخ اسلامی تھا، وہ تطبیق شریعت چاہتے تھے اور تمام اسلامی ممالک سے بہتر تعلقات کے خواہاں تھے وہ امت اسلامی کی وحدت کے خواہاں تھے وہ تمام حرکات اسلامی جو پاکستان میں ہیں، ان سے تفاہم وتبادلہ خیال چاہتے تھے جو بڑی طاقتوں کے لئے قابل قبول نہیں تھا خاص کر کے جماعت اسلامی کے ساتھ قابل قبول نہیں تھا۔ضیاء الحق کی اسلام پسندی بڑی طاقتوں کو اور خصوصی طور پر اسرائیل نواز اسلام دشمن عناصر وممالک اور ملک میں موجود صلیبی ویہودی والحادی طاقتیں اور سیکولر افراد کسی کو پسند نہیں تھی لہٰذا یہ سب متفق تھے ضیاء الحق کو جلد از جلد اقتدار سے ہٹائیں۔

[پاکستان تاریخ وسیاست تالیف ڈاکٹر صفدر محمود ص ۱۳۶] ایوب خان کی صدارت کے دوران ذوالفقار علی بھٹو ان کے وزیر تھے بھٹو ایوبی کابینہ سے مستعفی ہوئے تو انہوں نے ۱۹۶۷ء میں پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی، پارٹی کا مقصد سوشلسٹ نظام کا قیام تھا اور وہ عوام کو حکومت میں شریک وشامل کرنے کے دعوے دار تھے بھٹو کی کرشماتی سیاسی

شخصیت کے باوجود بھی پیپلز پارٹی روایتی انداز کے سیاست دانوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی وہ نوجوان اور ولولہ انگیز شخصیت کے مالک تھے اس وجہ سے نوجوانوں میں ان کیلئے خاص کشش موجود تھی نوجوانوں اور نوجواں کاریگروں اور مزدوروں کی مدد سے شہروں اور قصبوں میں اس کے دفاتر کھولے گئے اور پارٹی کے پروگراموں کی عوام میں خوب تشہیر کی گئی۔

ذوالفقار علی بھٹو: [پاکستانیکا ص ۳۱۷]

پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو فرزند سر شاہنواز بھٹو ۱۹۲۸ء میں لاڑکانہ میں پیدا ہوئے، سر شاہنواز کی بیوی خورشید ہندو تھی نام لکھی پائی تھا ابتدائی تعلیم ممبئ سے اور اعلیٰ تعلیم بریکلے یونیورسٹی اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ ۱۹۵۵ء میں پاکستان آئے اور ایس ایم کالج میں بین الاقوامی قانون پڑھانے لگے اور وکالت بھی کرنے لگے۔ ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء کے نفاذ پر بھٹو کو سکندر مرزا اور ایوب خان نے اپنی کابینہ میں شامل کیا۔ ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے دوران اقوام متحدہ میں پاکستان کا نمائندہ بن کر خطاب کیا۔ جب ایوب خان نے اعلان تاشقند پر دستخط کئے تو بھٹو یہیں سے وزارت سے مستعفی ہوگئے اور ۱۹۶۷ء میں اپنے ہم خیال احباب کے ساتھ مل کر لاہور میں پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی اور ساتھ ہی ایوب خان کے خلاف احتجاجی تحریک کا آغاز کر دیا۔

۱۹۶۹ء کو جب ایوب نے اقتدار یحییٰ خان کو دیا اور عام انتخابات کا اعلان کیا مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے اکثریت حاصل کی اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے۔ ۱۹۷۹ء میں انھیں سزائے موت دی گئی۔

قائد عوام:

ذوالفقار علی بھٹو کو قائد عوام کہتے ہیں ۴ اپریل ۲۰۱۴ء میں نشر ہونے والے اخبار دنیا ایکسپریس میں بھٹو کے بارے میں مفکرین نے بہت کچھ لکھا لکھتے ہیں قائداعظم کے بعد پاکستان اور بیرون پاکستان میں محبوب القلوب قائدین میں شمار ہوتے ہیں لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے اتنا لگاؤ کیوں آیا تھا اس بارے میں کالم نگار لکھتے ہیں جس طرح محمد علی جناح نے ہندوستان سے الگ مسلمانوں کے لئے مملکت کا قیام کر کے دیا تھا اس طرح ذوالفقار بھٹو نے بھی مشرقی پاکستان الگ ہونے کے بعد مغربی پاکستان کے اقتدار کو سنبھالا اور یہاں کے

لوگوں کے دلوں کو جیت لیا تھا جبکہ انہیں اس سلسلہ میں بہت سے مسائل درپیش تھے کالم نگاروں کے ان کالموں سے ہماری آنکھیں کھل گئیں کہ ذرائع ابلاغ جھوٹ کو سچ سیاہ کو سفید سفید کو سیاہ معیوب کو بے عیب اقتدار پرست کو مخلص خودغرض کو عوام دوست پیش کرنے میں کتنی مہارت رکھتے ہیں ان کالم نگاروں نے یہاں کے عوام کے اذہان کو اپنا یرغمال کیسے بنایا ہے آتے ہیں پہلے مرحلے میں مسلم لیگ کو لیتے ہیں جو کہ ۱۹۰۶ء کو ہندوستان کے مسلمانوں کے مفادات کی ترجمان یا نمائندہ جماعت تھی اس نمائندہ جماعت نے آخر میں ایک الگ ریاست کا مطالبہ کیا تھا یہ ان کی اپنی تشخیص تھی یا حکومت برطانیہ کی پالیسی تھی بہرحال پندرہ بیس سال اس کی تاسیس کے بعد محمد علی جناح اور علامہ اقبال اینگلینڈ سے واپس آئے دونوں مسلم لیگ کے رکن اور بعد میں محمد علی جناح صدر منتخب ہو گئے۔

علامہ نے ۱۹۳۸ء کو وفات پائی قرارداد پاکستان ۱۹۴۰ء کو منظور ہوئی پھر کہتے ہیں اگر مصور پاکستان علامہ اقبال ہے تو کیوں چوہدری رحمت علی صاحب نہیں جس نے یہ نام بتایا تھا۔ علامہ اقبال محمد علی جناح دونوں ہندوستان کے مشنری پارک سکولوں کالجوں سے پڑھ کر انگلینڈ گئے وہ ان کی درسگاہوں ان کے اساتذہ کی نگرانی میں پڑھے ہے پھر یہاں آکر قائدین بنے لیکن مفکرین اسلام کہیں اور یہ کہیں کہ ہم محمد علی جناح اور علامہ اقبال کے اسلام کو مانتے ہیں یہ عقل کے خلاف ہے کیا آپ انجینیر نگ یونیورسٹی سے فارغ طالب علم کو اسپیشلسٹ ڈاکٹر مانتے ہیں؟

محمد علی جناح اور لیاقت علی خان اور دیگر اکابرین نے ہندوستان میں اپنے سے کہیں زیادہ مسلمانوں کو وہاں چھوڑ کر اپنا حصہ نکال کر یہاں آئے اور ایک ایسے علاقہ کو اپنے حصے میں لیا جس کی وہ سرپرستی نگرانی نہیں کر سکتے تھے یہ کس کے کھاتے میں آئے گا ان کی اس بصیرت کو مصلحت اسلام کہیں گے یا کوئی اور کلمات استعمال کریں گے بھٹو نے بھی ایسا کیا تھا ملک کا بڑا حصہ کاٹ کر چھوٹے حصہ پر حکومت جمائی کیا ان اعمال کو ان کی قربانیوں میں شمار کریں گے۔

بھٹو بین الاقوامی سطح کی مقبول شخصیات میں سے تھے بین الاقوامی سطح پر کس صنف کے پاس وہ مقبول شخصیت تھے اگر ملحدین و کافرین کے پاس تھے تو یہ قرین حجت ہے اگر مسلمانوں کے پاس تھے تو یہ سفید جھوٹ ہے مسلمانوں کے پاس اِس وقت اور اُس وقت مودودی اور ضیاء الحق محبوب تھے۔

وہ عوام دوست تھے کیا کسی دنیا کے گوشے میں کس تاریخی موڑ میں دیکھا یا سنا ہے کہ کوئی وڈیرا زمیندار یا کوئی بڑا سرمایہ دار عوام دوست نکلا ہو بھٹو کی عوام دوستی کو ہم کہاں سے ثابت کریں گے ان کے اپنے افعال اور کردار سے ثابت کریں تو ان کے کردار والے وڈیرے آج بھی وڈیرے ہیں آج بھی سندھ نے وڈیروں سے نجات حاصل نہیں کی ہے اگر ان کے وارثین کی سنت وسیرت کی بات کرتے ہیں تو بے نظیر کی ملک کو لوٹنے کی داستانیں یہاں کے شہری سے پوشیدہ نہیں۔

سامراجیت سے دشمنی بھٹو کا ایوب خان کی وزارت میں رہنا بعد میں بے نظیر کی ضیاء الحق اور پرویز شرف سے ڈیل واضح ثبوت ہے کہ وہ سامراج دشمن نہیں ان کا ایک ہی دشمن ہے وہ شریعت اسلام ہے۔ اقتدار ، یا آتے ہی مرد کے لئے دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی سے اجازت کابل کروایا کیا یہ شریعت تصور کی جائے گئی کیا یہ عقلی طور پر صحیح ہے یا اس کا نعم بدل کوئی نہیں ہوسکتا ہے۔

بے نظیر بھٹو: [پاکستانیکا ص ۳۱۷]

بے نظیر بھٹو دختر ذوالفقار علی بھٹو ۱۹۵۳ء میں پیدا ہوئیں۔ پاکستانی سکول سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد امریکہ ہارورڈ یونیورسٹی سے بی اے کیا، سیاسیات معاشیات کے امتحانات دیئے، امور خارجہ میں ڈپلولیا۔ پاکستان کے دفتر خارجہ سے وابستہ ہو کر عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اپنے والد کے ہمراہ دنیا کے بہت سے ممالک کا سفر کیا۔ ۱۹۷۹ کو باپ کی سزائے موت کے بعد عملی میدان میں آئیں ۱۹۸۶ء میں پھر وہ باہر چلی گئی ۱۹۸۶ء میں واپس آئیں۔ ۱۹۸۸ء میں انتخابات میں سب سے زیادہ نشستیں لیں، ایم کیو ایم کی مدد سے حکومت بنائی لیکن شوہر کی بدعنوانی اور بے اعتدالیوں کے الزام میں آپ کو حکومت سے برطرف کیا گیا ۱۹۹۳ء میں عام انتخابات میں کامیابی کے نتیجہ میں دوبارہ وزیر اعظم بنیں ۱۹۹۷ کے انتخابات میں مسلم لیگ جیت گئی اور خود قائد حزب اختلاف بنی۔

شوکت عزیز: [۱۰۰۱ شخصیات عالم کا انسائیکلوپیڈیا ص ۶۰۰]

شوکت عزیز ۶ مارچ ۱۹۴۹ء کو کراچی میں پیدا ہوئے، ان کے والد آگرہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اور ریڈیو پاکستان میں بطور انجنیر ملازم تھے۔ والد شیخ برادری سے جبکہ والدہ کشمیر سے تعلق رکھتی تھیں۔ شوکت عزیز نے ابتدائی تعلیم سینٹ پیٹرک سکول کراچی اور پبلک سکول ایبٹ آباد سے حاصل کی۔ ۱۹۶۷ء میں گورڈن کالج راولپنڈی سے بی ایس سی کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۶۹ میں انسٹی ٹیوٹ آف بزنس ایڈمینسٹریشن کراچی سے ایم

بی اے کی ڈگری لی۔

۱۹۶۹ میں شوکت عزیز نے سٹی بنک میں ملازمت اختیار کی اور ۲۳ سال کی عمر میں ان کی رخسانہ نامی خاتون سے شادی ہوگئی جن سے تین بچے پیدا ہوئے۔ وہ شادی کے فوری بعد اپنے بنک کی جانب سے ٹریننگ پر منیلا چلے گئے اور واپسی پر انھیں بنک منیجر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۷۵ء میں وہ بیرون ملک روانہ ہوگئے جس کے بعد انہوں نے فلپائن، اردن، یونان، امریکہ، برطانیہ، ملائیشیا، سنگاپور اور سعودی عرب میں فرائض انجام دیئے۔ وہ ایشیا بحرالکاہل خطے کے کارپوریٹ اور انوسٹمنٹ بنک کے سربراہ، وسطی اور مشرقی یورپ، مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے سربراہ بھی رہے۔ وہ کارپوریٹ پلاننگ آفیسر، سٹی کارپوریشن، مینجنگ ڈائریکٹر سعودی امریکن بنک، کنٹری مینجر ملائیشیا اردن اور سٹی گروپ کی پرائیوٹ بنکینگ کے گلوبل ہیڈ بھی رہ چکے ہیں۔ ۱۹۹۲ء میں انہیں ایگزیکٹو وائس پریذیڈنٹ سٹی بنک لگا دیا گیا۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو جب جنرل پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالا تو شوکت عزیز کو وزیر خزانہ مقرر کیا گیا۔ اکتوبر ۲۰۰۲ء کے انتخابات کے بعد وہ سینٹر منتخب ہوئے اور جمالی کی کابینہ میں دوبارہ وزیر خزانہ مقرر کئے گئے۔ ۱۵ اگست ۲۰۰۴ء کو اٹک اور تھر پارکر سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۲۷ اگست کو وہ پارلیمنٹ میں ۱۹۱ ووٹ لے کر قائد ایوان اور وزیر اعظم منتخب ہوگئے۔ ۲۸ اگست ۲۰۰۴ء کو انہوں نے ملک کے ۲۱ ویں وزیر اعظم کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

ان کے اقدامات تعطیل شریعت بل، اسٹیل ملز و دیگر حکومتی املاک کی فروخت کرنے، لال مسجد مسمار کرنے جامعہ حفصہ کی طالبات پر گولیاں چلانے، ملک کی دولت کو یرغمال بنا کر لوٹنے اور امریکہ منتقل کرنے وغیرہ ان کے اقدامات میں گنے جاتے ہیں۔

شجاعت حسین: [پاکستانیکا ص ۵۹۶]

آپ ۱۹۴۵ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد چودھری ظہور الٰہی ۱۹۵۰ء سے عملاً قومی سیاست میں رہے، چودھری شجاعت نے لندن سے انڈسٹری مینجمنٹ کا کورس پاس کیا تھا، واپس پاکستان آکر اپنے والد کے کاروبار کی نگرانی کرتے رہے۔ ۱۹۶۷ء میں ایف سی کالج لاہور سے گریجویشن کی، ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۷ء تک حزب اختلاف کے نائب قائد رہے۔ ۱۹۷۸ سے ۱۹۷۹ء تک کابینہ کے رکن رہے ۱۹۸۲ء میں مجلس شوریٰ کے رکن نامزد ہوئے۔ ۱۹۸۵ء کے انتخابات میں کامیابی کے بعد محمد خان جونیجو کی کابینہ میں وزیر صنعت بنائے گئے

۱۹۸۸ء کے انتخابات میں بھی کامیاب ہوئے۔۱۹۷۹ء میں بےنظیر کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کرنے میں فعال کردار ادا کیا۔۱۹۹۰ء کے عام انتخابات میں کامیاب ہوکر میاں نواز شریف کی کابینہ میں بطور وزیر داخلہ شامل کئے گئے۔مشرف کے ساتھ پوپ کی ملاقات پر گئے۔جنرل مشرف اور صدر زرداری کے تمام مظالم اور اسلام دشمنی کے اقدامات کیلئے اپنا کاندھا پیش کیا اپنی منافقانہ سیاست سے اسلام کو جتنا نقصان پہنچا سکتے تھے، پہنچایا۔دوبارہ میاں نواز شریف کی کابینہ میں وزیر دفاع مقرر ہوئے۔

۱۹۹۰ء کے عام انتخابات میں کامیاب ہوکر نواز شریف کی کابینہ میں بطور وزیر داخلہ شامل ہوئے۱۹۹۳ کے انتخابات میں گجرات کی دونوں نشستوں سے شکست کھائی البتہ نومبر۱۹۹۳ء میں چار سال کے لئے سینٹ کے رکن منتخب ہوئے فروری ۱۹۹۷ کے انتخابات میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور دوبارہ نواز شریف کی کابینہ میں وزیر داخلہ مقرر ہوئے، ۱۹۹۷ء سے ۱۹۹۹ء تک صدر پاکستان مسلم لیگ پنجاب اور۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۷ء تک چیرمین سینٹ کمیٹی برائے دفاع وپیداوار اور شہری ہوابازی کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔اکتوبر۲۰۰۲ میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔دسمبر۲۰۰۲ء میں انہیں قومی اسمبلی میں ق لیگ کا پارلیمانی لیڈر منتخب کیا گیا اور جنوری۲۰۰۳ء میں میاں محمد اظہر کے استعفیٰ کے بعد انہیں ق لیگ کا صدر چن لیا گیا۔۲۶ جون۲۰۰۴ء کو وزیر اعظم جمالی نے وزارت عظمیٰ سے استعفیٰ دے کر شجاعت کو وزیر اعظم نامزد کیا۔۲۹ جون کو پارلیمنٹ سے۱۹۰ ووٹ لے کر شجاعت حسین وزیر اعظم منتخب ہوگئے۔

شجاعت دو ماہ تک وزیر اعظم رہے۔۲۸ اگست کو انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور ان کی جگہ شوکت عزیز نے وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالا۔چودھری شجاعت کا تعلق ایک بااثر سیاسی خاندان سے ہے۔یہ خاندان کئی ٹیکسٹائل،شوگر اور فلور ملوں اور زرعی فارموں کا مالک ہے شجاعت حسین ۱۹۸۲ء سے پاکستان میں جنوبی کوریا کے اعزازی قونصل جنرل کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔جنوبی کوریا کی طرف سے انھیں ڈپلومیٹک ایوارڈ بھی دیا گیا۔

معین قریشی: [پاکستانیکاص]

۱۸ جولائی ۱۹۹۳ء کو صدر غلام اسحاق خان نے معین الدین قریشی کو سنگا پور سے اسلام آباد بلا کر نصف شب کو وزیر اعظم بنا دیا اور یوں انہوں نے نگران وزیر اعظم کی حیثیت سے حلف اٹھایا،اس تقریب کے بعد صدر اسحاق خان نے عہدہ صدارت سے الگ ہونے کی دستاویز پر دستخط کئے۔اس کے ساتھ ہی چیئرمین سینٹ وسیم سجاد نے

قائم مقام صدر کا عہدہ سنبھال لیا۔اس سے قبل پاکستان میں اتنی بڑی سیاسی تبدیلی صرف مارشل لاء کے ذریعہ سے ہی آتی رہی ہے یہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ تھا کہ صدر بھی قائم مقام اور وزیر اعظم بھی نگران تھا۔
معین الدین قریشی مولانا غلام علی قصور کے فرزند ہیں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے معاشیات کرنے کے بعد عالمی بنک سے وابستہ ہوئے، اپنی قابلیت سے وہاں اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر خدمات انجام دیں، پنشن ہونے کے بعد اپنی ایک تجارتی کمپنی چلا رہے ہیں قریشی صاحب نے چارج سنبھالتے ہی عالمی بنک سے حاصل کردہ مہارت اور تجربہ پاکستانی معیشت کو سنبھالنے میں صرف کیا، انہوں نے ایک ہی نکتہ پر زور دیا کہ معاشی احتساب میں ہر پاکستانی شہری، محکمہ اور کمپنی کا ہاتھ شفاف ہونا چاہیے چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے ییلو کیپ سکیم اور موٹروے کو پاکستانی بجٹ پر بوجھ قرار دے کر یکسر ختم کر دیا قرض نادھندان کی ایک فہرست تیار کی اور حکم جاری کیا کہ جن لوگوں نے قرض کی رقم واپس ادا نہیں کی وہ الیکشن میں حصہ نہیں لے سکتے۔ایسے نادہندگان کا نام اور ان پر باقی رقوم کی مکمل فہرست مرتب وشائع کرنے کے بعد وہ واپس امریکہ چلے گئے، اس کے سوا کچھ نہ ہوسکا ۱۹۹۳ء میں انتخابات کے نتائج آئے تو بے نظیر بھٹو منتخب ہو کر دوبارہ وزیر اعظم بن گئیں اور معین قریشی صاحب واپس امریکہ چلے گئے۔

محمد نواز شریف:[پاکستانیکا ص ۸۵۴]

دسمبر ۱۹۴۸ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔آپ کی پیدائش سے ایک سال پہلے آپ کے والد میاں محمد شریف امرتسر سے ہجرت کر کے لاہور آئے تھے والد صاحب نیہاں آنے کے بعد لوہا پگھلانے کی ایک چھوٹی سے بھٹی قائم کی تھی۔وہ غیر معمولی کاروباری لیاقت کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ غیر معمولی طور پر محنتی بھی تھے لیاقت اور محنت پر قسمت نے یاوری کی تو ان کا کاروبار خوب چل نکلا اور وہ پانچویں اور چھٹے عشرے میں ملک کے ایک معروف صاحب صنعت بن گئے یہاں تک کہ لاہور کے نواح میں ایک صنعتی علاقہ کوٹ لکھپت میں بنایا جہاں ایک کارخانہ اتفاق فاؤنڈیشن کی بنیاد ڈالی۔رفتہ رفتہ ان کا شمار ملک کے بڑے بڑے صنعت گروں میں ہونے لگا۔محمد نواز شریف نے ماڈل ہال سکول لاہور سے بی اے کیا گورمنٹ کالج لاہور سے ایل ایل بی اور پنجاب یونیورسٹی سے لاء کیا۔

وہ حصول تعلیم کے دوران اپنے والد کے ساتھ صنعتی کاروبار میں بھی ہاتھ بٹاتے تھے۔۱۹۷۲ء میں ذوالفقار علی بھٹو

نے سوشل ایزم کے پروگرام پر عمل کرتے ہوئے ان کے لوہے کے کارخانہ کو قومی ملکیت میں لے لیا تو اس وقت محمد نواز شریف کی عمر ۲۴ سال تھی۔ انہوں نے صنعت کو قومی ملکیت میں لینے کے اقدام کو ملکی قومی مفاد کے خلاف سمجھتے ہوئے سیاست میں حصہ لینے کی ضرورت محسوس کی۔ ۱۹۸۱ء میں پہلی بار پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور وزیر خزانہ مقرر ہوئے ۴ سال تک اس منصب پر فائز رہے، انھوں نے صوبائی بجٹ کو ترقی پذیر بنانے میں اہم کردار ادا کیا، ۱۹۸۵ء کے عام انتخابات میں لاہور کے شہری حلقہ سے قومی اور صوبائی اسمبلی کے بیک وقت رکن منتخب ہوئے قومی اسمبلی کی نشست سے مستعفی ہو کر پنجاب کے وزیر اعلیٰ بنے۔ ۱۹۸۷ء میں مقامی بلدیات کے انتخابات ہوئے جن میں پنجاب کی تمام میونسپل کمیٹی میں مسلم لیگ امیدوار منتخب ہوئے، اس سے میاں صاحب کی سیاسی حکمت عملی اور پروگرام کو بھی تقویت ملی۔

۱۹۸۸ء کو جب صدر مملکت نے محمد خان جونیجو کی کابینہ کو برطرف کیا تو تین صوبوں کے وزارئے اعلیٰ کی کابینہ کو بھی منسوخ کیا لیکن میاں نواز شریف کو بطور نگران وزیر اعلیٰ رہنے دیا۔ ۱۹۸۸ء کے عام انتخابات میں وہ پیپلز پارٹی کے سب سے مضبوط سیاسی حریف کے طور پر ابھرے مرکز میں بے نظیر بھٹو اور صوبہ پنجاب میں میاں نواز شریف نے وزارت بنائی۔ یوں مرکز اور سب سے بڑے صوبہ کے درمیان محاذ آرائی کا آغاز ہوا، وفاقی حکومت نے صوبائی حکومت کو راہ راست پر لانے کیلئے پیپلز پارٹی کے سیکٹری جنرل ٹکہ خان کو انتخابات میں شکست کھانے کے باوجود صوبائی حکومت کے مشورہ کے بغیر پنجاب کا گورنر نامزد کر دیا گیا۔

پھر صوبائی حکومت کے مشورے اور رضامندی حاصل کئے بغیر چیف سیکرٹری پلاننگ بورڈ کے چیئرمین اور ایڈیشنل ڈی آئی جی کے تبادلہ کے احکامات جاری کئے۔ نیز اپنے سالانہ بجٹ میں وفاق کی جانب سے پنجاب کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں کمی کی۔ میاں صاحب نے ان تمام اقدامات کی مخالفت کرتے ہوئے کچھ جارحانہ اقدامات اپنی طرف سے بھی کئے دراین اثناء ۱۹۹۰ء میں صدر غلام اسحاق خان نے بے نظیر کی حکومت کو برطرف کیا اور قومی اسمبلی کے عام انتخابات کے بعد اکثریتی جماعت اور اسلامی جمہوری اتحاد کے صدر میاں نواز شریف نے وزارتِ عظمیٰ کا حلف اٹھایا، بے روزگاری دور کرنے کے لئے پیلی ٹیکسیوں کا اجراء وکاشت کاروں کے لئے ٹریکٹر دینے کا پروگرام وموٹر وے کی تعمیر کے منصوبہ شروع ہی ہوئے تھے کہ ۱۹۹۵ء کو صدر غلام اسحاق خان نے ان کی بھی حکومت آٹھویں ترمیم کے تحت برطرف کی اور قومی اسمبلی توڑ دی۔ ۲۵ اپریل کو میاں صاحب نے اسمبلی توڑنے

کے صدارتی حکم کو سپریم کوٹ میں چیلنج کیا ۲۶ مئی کو سپریم کوٹ نے میاں صاحب کے حق میں فیصلہ دیا، ۲۷ مئی کو آپ نے قومی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا لیکن صدر مملکت نے نواز حکومت کے خلاف صوبائی حکومتوں کی پشت پناہی شروع کر دی جس سے ایک نیا بحران پیدا ہوا، ملک کی اقتصادی ڈپلومیسی کے تحت صدر مملکت اور وزیر اعظم نواز شریف دونوں نے نئے انتخابات کے انعقاد پر مفاہمت کرتے ہوئے اپنا اپنا استعفٰی پیش کر دیا، معین الدین قریشی راتوں رات نگران وزیر اعظم بن گئے اور سینٹ کے چیئر مین وسیم سجاد نے قائم مقام صدر کا عہدہ سنبھالا۔

۱۹۹۳ء کے انتخابات کے نتیجہ میں بے نظیر بھٹو نے دوسری بار وزیر اعظم پاکستان کی حیثیت سے حلف اٹھایا، میاں نواز شریف حزب اختلاف کے قائد منتخب ہوئے۔ نومبر ۱۹۹۳ء میں سردار فارق احمد لغاری صدر مملکت بن گئے، ۵ نومبر ۱۹۹۶ کو لغاری نے آئین کی دفعہ ۵۸ بی کے تحت بے نظیر کی حکومت کو برطرف کیا اور قومی اسمبلی توڑ دی، ملک معراج خالد کو نگران وزیر اعظم مقرر کیا، بے نظیر بھٹو نے ۵ نومبر ۱۹۹۶ء کے صدارتی اقدام کو سپریم کوٹ میں چیلنج کیا ۲۹ دجنوری ۱۹۹۷ء کو سپریم کوٹ نے صدر لغاری کے اقدام کو جائز قرار دیا ۳ فروری ۱۹۹۷ء کو عام انتخابات میں مسلم لیگ نواز کی عظیم المثال کامیابی کے بعد میاں محمد نواز شریف نے ۱۷ فروری ۱۹۹۷ء کو دوسری بلکہ تیسری بار وزارت عظمٰی کا حلف اٹھایا، ان کے اس عہد کا سب سے قابل ذکر کارنامہ ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کو چاغی کے مقام پر ایٹمی دھماکہ کرنا ہے ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو جرنل پرویز مشرف کے اقتدار سنبھالنے کے بعد میاں صاحب کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور بالآخر حکومت سے ایک معاہدے کے تحت سعودی عرب میں اقامت گزین ہوئے۔

نواز شریف:

پاکستان اس وقت ملک کی چار سیکولر جماعتوں پی پی، ن لیگ، ایم کیو ایم، تحریک انصاف کے نرغے میں ہے۔ لیکن ن لیگ کو دائیں بازو والے کہتے ہیں یعنی مذہب والوں کیلئے نرم گوشہ رکھنے والے۔ لیکن وہ بھی یورپ یا امریکا کو بتانے یا سمجھانے کیلئے اس ملک کو لادین بتانے میں دوسروں سے پیچھے نہیں ہے، کہتے ہیں ہمارے پاس بھی مکشفات، عریانیات مسغرات کی کمی نہیں گرچہ یہ ایک حقیقت ہے لیکن وہ اپنے بارے میں دائیں بازو ہونے کی تہمت والزام کو رفع کرنے کیلئے سعودی عرب کے ولی عہد سلمان بن عبد العزیز کے دورے کے افتتاحی معاہدے پر دستخط کرنے کیلئے ایک بے حجاب عورت کو لائے تھے۔

پرویز مشرف: [۱۰۰۱ شخصیات عالم ص ۲۳۰]

پرویز مشرف ۱۹۴۳ء میں دہلی کی نہر والی حویلی میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد ان کا خاندان کراچی آباد ہو گیا۔ ان کے والد نے محکمہ خارجہ میں ملازمت اختیار کر لی، ان کا بچپن عنقرہ میں گزرا، پاکستان واپس آنے پر مشرف نے سینٹ پیٹرک ہائی سکول کراچی، کرسچن کالج لاہور سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۶۱ء میں پاکستان میں ملٹری اکیڈمی اختیار کی۔ ۱۹۹۸ء کو نواز شریف نے اسے فل جنرل کے عہدے پر ترقی دے کر چیف آف آرمی اسٹاف مقرر کیا، یہ ترقی خلاف اصول ہونے پر چند جنرلوں نے بطور احتجاج استعفیٰ دیا، ۱۹۹۹ء میں وہ سری لنکا سے ایک سرکاری میٹنگ میں شرکت کے بعد پاکستان آرہے تھے کہ وزیر اعظم نواز شریف نے انھیں عہدے سے برطرف کیا اور نئے کمانڈر ان چیف کیلئے ضیاء الدین بٹ کو منتخب کیا۔

فوج کے دیگر جنرلوں نے نواز شریف کے اس اقدام کو ناکام بنا دیا اور پرویز سلامتی سے کراچی ائیر پورٹ پر اترے اور اترتے ہی انہوں نے نواز شریف کا تختہ الٹ دیا، ملک میں ہنگامی حالات نافذ کئے۔ قومی وصوبائی اسمبلیاں معطل کر دیں اور نواز شریف کو گرفتار کر لیا۔ بحریہ اور فضائیہ کے سربراہوں سمیت خزانے اور خارجہ پالیسیوں کے ماہرین پر مشتمل ایک کونسل تشکیل دی۔ ۲۰۰۱ء کے واقعات کے بعد پرویز نے بغیر کسی کے مشورے کے مکمل طور پر امریکہ کی حمایت کی اور اپنی پانچ سالہ صدارت کے لئے ریفرنڈم کروایا۔ ۲۰۰۲ء میں عام انتخابات کرائے اور قاف لیگ سے میر ظفر اللہ جمالی کو وزیر اعظم بنایا اور ۲۰۰۲ء میں ہی خود صدر مملکت کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

آصف علی زرداری: [پاکستانیکا ص ۱۰۰]

آصف علی زرداری ۱۹۸۷ تک ایک گمنام شخص تھے، ان کے والد عوامی لیگ کی پارٹی میں تھے لیکن لندن میں بے نظیر بھٹو سے ان کی منگنی کا باضابطہ اعلان ہوا تو ان کو ایک دم ملک گیر شہرت حاصل ہو گئی وہ نواب شاہ کے ایک بڑے جاگیردار، تاجر اور سیاست دان حاکم علی زرداری کے فرزند ہیں جن کا عوامی نیشنل پارٹی سے دیرینہ اور گہرا تعلق رہا ہے ۱۹۸۷ء میں جب ان کی مراسم ازداوج ہو گئی تو انہوں نے سیاست سے لاتعلقی کا اعلان کیا۔ نومبر ۱۹۸۸ء میں عام انتخابات میں حصہ نہیں لیا اور پاکستان پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے اور نواب شاہ سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو کر اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین بن گئے لیکن خود زرداری نے کوئی عہدہ قبول نہیں کیا لیکن ان کے کئی

قریبی احباب وزیراعظم کے سیکرٹریٹ اور دوسرے محکموں میں اعلیٰ عہدوں پر مقرر کئے گئے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملکی وغیر ملکی میڈیا میں ان پر کرپشن اور شدید مالی بدعنوانی سے متعلق افوائیں گشت کرنے لگیں اور اس حد تک وہ کرپشن میں ملوث ہوئے کہ لوگوں نے مسٹر ٹین پرسنٹ 10% کے نام سے یاد کرنا شروع کیا۔

بے نظیر حکومت کی معزولی کے بعد آصف علی زرداری کو گرفتار کیا گیا، ان کے خلاف بدعنوانی کے مقدمات دائر کئے گئے، وہ کم وبیش ڈھائی سال زندان میں رہے اور اپنے خلاف تمام مقدمات کا مقابلہ کرتے رہے۔ ۱۹۹۳ء میں نواز شریف کی حکومت کی معزولی کے بعد جس صدر مملکت نے ۱۹۹۰ میں بدعنوانیوں کی ایک طویل فہرست ریڈیو اور ٹی وی پر پڑھ کر سنائی تھی اسی صدر مملکت نے ان سے میر بلخ شیر مزاری کی نگرانی کابینہ میں پانی وبجلی کے وزیر کا حلف اٹھایا ۱۹۹۰ء کے عام انتخابات میں وہ لیاری کراچی سے اور ۱۹۹۳ء کے عام انتخابات میں نواب شاہ سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ بے نظیر کی دوسری حکومت میں انہوں نے بھرپور شرکت کی۔

۱۹۹۶ء میں فاروق لغاری نے بے نظیر کی حکومت کو معزول کیا تو بالکل ویسے ہی الزامات عائد کئے جیسے صدر غلام اسحاق خان نے عائد کئے تھے اور نگران وزیراعظم ملک میراج خالد نے بھی اپنے بیانات میں قوم کو بتایا کے ایسے لوٹ کھسوٹ کی گئی۔ ۱۹۹۷ء میں عام انتخابات میں انہوں نے شکست کھائی، بدعنوانی کے بے شمار مقدموں میں ملوث ہونے کے باعث جن میں انگلستان میں سرے محل کا قصہ سرفہرست ہے، اس وقت بھی قید میں رہے علاوہ ازیں منشیات کے کیس میں بھی ملوث ہوئے اور آخر میں غلام مرتضیٰ کے قتل کے مقدمہ میں بھی ملوث ہوئے۔

فضل الرحمٰن: [پاکستانیکا ص ۱۳۷]

فضل الرحمٰن جمعیت علمائے اسلام کے حاضر سربراہ ہیں۔ آپ کے والد مولانا مفتی محمود ہیں، مفتی محمود کی ۱۹۸۰ء میں وفات کے بعد جمعیت کے سربراہ بنے۔ ۱۹۸۶ میں تحریک بحالی جمہوریت کا بیڑا اٹھایا، اس تحریک کے ترجمان بنے۔ مولانا کی سیاست جمعیت علمائے اسلام اور ان کے والد سے کچھ حد تک مختلف ہے آپ کی سرگرمی اور کردار و وفاداری اس جمعیت میں ہمیشہ سیکولر جماعتوں کے ساتھ رہی چنانچہ تحریک بحالی جمہوریت میں زیادہ تر سیکولر لادینی جماعتیں ہی تھیں سیکولر لادینوں کو ایک مولانا کو اپنا قائد بنانا ان کی اس وقت مجبوری تھی لیکن خود مولانا کو شرمندگی تھی لہٰذا وہ بار بار جہاں جہاں جاتے تھے، ان کو یہ وضاحت کرنا پڑتی تھی کہ یہ اتحاد ایک خاص مقصد کے حصول تک محدود ہے۔ ۱۹۹۰ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔

دوسرے انتخاب میں آپ بے نظیر کے اتحادی بنے۔ ہمارے ہاں بہت سے مولانا ایسے نکلے ہیں جن کو یہ شق کہاں سے ملی ہے، معلوم نہیں۔ بہرحال سیاست میں آنے کے بعد ان کا پہلا قدم بحالی جمہوریت ہی ہوتا ہے۔

۴۔غلام محمد گورنر جنرل پاکستان: [پاکستانیکا ص ۱۰۷]

۱۸۹۵ء میں لاہور میں محلّہ ککہ زیان میں پیدا ہوئے، ایف اے کا امتحان دینے کے بعد علی گڑھ گئے وہاں سے ایل ایل بی کی سند حاصل کی نواب حمیداللہ والی گوپال کے چانسلر رہے، ۱۹۵۱ء میں لیاقت علی خان کے قتل کے بعد خواجہ نظام الدین ان کی جگہ وزیراعظم بن گئے اور خواجہ کی جگہ ملک غلام محمد گورنر جنرل بن گئے' غلام محمد صاحب نے وزیرخزانہ کی حیثیت سے حاصل شدہ نام وشہرت کو گورنر جنرل بننے کے بعد اسے مٹادیا کیونکہ اب انہوں نے آمرانہ انداز اختیار کرلیا تھا ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو خواجہ نظام الدین کو برطرف کیا اور دستور ساز اسمبلی بھی توڑ دی، اسمبلی کے اسپیکر مولانا تمیزالدین خان نے قانونی چارہ جوئی کی لیکن کامیاب نہیں ہوسکے غلام محمد آمر مطلق کی طرح اپنے اختیار استعمال کرتے تھے، انہوں نے اپنے دور گورنری میں خواجہ نظام الدین کو برطرف کرنے کے علاوہ مشرقی پاکستان سے جو اہانت آمیز سلوک کیا اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا، اس سے ملک کو شدید نقصان پہنچا، آخر میں فالج میں مبتلاء ہوئے اور ان کے لئے بولنا مشکل ہوگیا تو مجبوراً ۱۹۵۵ کو وہ مستعفی ہوئے اور ۱۹۵۶ء میں وفات پائی۔

عبدالغفار خان: [پاکستانیکا ص ۶۵۸]

۱۸۹۰ کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم پشاور میں حاصل کی اس کے بعد ایک سال علی گڑھ میں گزارا اور تعلیم چھوڑ دی برطانوی فوج میں شمولیت اختیار کی ان کا عرف باچہ خان تھا ان کو افسروں کی وردی پہننے کا شوق تھا اس زمانہ میں اعلیٰ مسلمان گھروں کے نوجوان کو گھڑ سوار دستوں میں آفسر لیا جاتا تھا ابھی شمولیت اختیار نہیں کی تھی انہوں نے ایک روز اپنے دوست کو اعلی انگریزی آفسر سے جھاڑ پڑتے دیکھی اس سے انگریز کی نوکری سے نفرت ہوئی ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر بنے وہ انگلستان میں تھے۔ وہ ایک دفعہ انگریزوں کی جیل میں گئے اور وہاں سے آزاد ہوئے' ۱۹۴۴ میں ہندوستان چھوڑ دو کی تحریک میں لاٹھی چارج سے ان کی پسلی ٹوٹی زخمی حالت میں گرفتار ہوئے جنگ عظیم کے اختتام پر ان کی رہائی ہوئی۔

۱۹۵۷ میں اس نے عوامی پارٹی بنائی ۱۹۵۸ میں مارشل لاء نافذ ہوا تو مصائب کے نئے دور کا آغاز ہوا ۱۹۶۴ تک

سرگرم سیاست رہے انہوں نے نیشنل کانگریس کی ہمنوائی میں دوقومی نظریہ کے تحت مسلمانوں کی جداگانہ تشخیص اور قیام پاکستان کوتسلیم نہیں کیا قیام پاکستان کے ساتھ ہی وہ پختونستان کے داعی ہوگئے۔۱۹۶۵ میں کابل گئے اور وہاں سے ریڈیو کابل سے اپنی تقریروں سے پاکستان کی مخالفت کی جب روسی افواج نے افغانستان پر غاصبانہ حملہ کیا تو انہوں نے افغان مجاہدین کی حمایت نہیں کی کابل میں بھارتی سفارت خانہ کے ساتھ گہرے تعلقات قائم کئے تھے ۱۹۸۷ میں بھارت کے دورے پر گئے وہاں ان کی بیحد پذیرائی ہوئی ان کی تحریک کے لئے کروڑوں روپے کی تھلیاں پیش کیں وہیں فالج کا اثر ہوا علیل ہوکر پاکستان آئے اپنے بستر مرگ سے اپنے بندوں کو یہ پیغام دیا کہ میں پاکستان کی غلامی کی سرزمین میں دفن ہونے کے بجائے جلال آباد کی آزاد سرزمین میں دفن ہونا پسند کروں گا چنانچہ جنوری ۱۹۸۸ کو پشاور میں مرگئے ان کی میت جلال آباد میں دفنائی گئی۔

عارف حسینی:[پاکستانیکا ص۶۴۲]

عارف حسینی ۱۹۴۶ء سرحد پارہ چنار کے علاقے پیواڑ میں پیدا ہوئے آپ کے والد سید فضل حسین تھے' قرآن پڑھنے کے بعد ۱۹۶۴ کو پارہ چنار کے ہائی سکول سے میٹرک پاس کیا ۱۹۶۷ میں نجف چلے گئے ۶ سال کے بعد ۷۳ میں پاکستان آئے پھر دوبارہ ایران تشریف لے گئے ۸۴ میں مفتی جعفر کی وفات کے بعد آپ کو بطور قائد منتخب کیا گیا' مرحوم آقا عارف کی قیادت کے بارے میں اگر میں چند سطور تحریر میں لاوں تو بے جا یا انجان کے تاثرات نہیں ہونگے مجھے بھی تھوڑا ان سے نزدیک رہنے کا شرف حاصل تھا مرحوم کا علمی پایہ مجھے معلوم نہیں دین ودیانت والے انسان تھے امام خمینی کے انقلاب سے متاثر ہوکر یہاں انقلاب اسلامی کے داعی تھے لیکن جن گروہوں نے انھیں اس منصب پر لایا تھا یا لانے کے بعد انھیں یرغمال بنایا تھا بیچارہ ان کے ہاتھوں محبوس تھے ان لوگوں نے ان پر قرآن وسنت کانفرنس کو ٹھونسا یا ان لوگوں نے گزشتہ بعض دیگر جگھوں ان کے بقول شہیدوں کے ہار پہناتے ہوئے ان لوگوں نے ضیاء الحق کے ریفرنڈم میں ان سے بائیکاٹ کروایا ان لوگوں نے جلال آباد کی خبر پر ایک دن پہلے عید کروائی آخر میں۔۔۔۔پھن کر خود کو ان سے نجات حاصل کروا کر رخصت ہوئے۔۱۹۸۸ کو پشاور سردار گڑھی میں فجر کے وقت آپ کو قتل کردیا گیا۔

الطاف حسین:[پاکستانیکا ص۲۳۷]

۱۹۵۳ء کو کراچی میں پیدا ہوئے' عملی سیاست کا آغاز جامعہ کراچی میں تعلیم سے کیا مہاجر طلبہ کو منظم کرکے ۱۹۷۸

کو آل پاکستان مہاجر سٹوڈنٹ قائم کی اور اس کے سرپرست رہے ۱۹۷۹ کو جیل گئے پھر وہیں عوامی سطح کی ایک تنظیم کے سربراہ ہوئے پھر متحدہ قومی مومنٹ بنائی تمام قومیتوں کو اس میں شامل کیا گیا ابھی لندن سے پارٹی کی قیادت کر رہے ہیں۔

اصغر خان: [۱۰۰۱ شخصیات عالم ص ۹۵]

ائیر مارشل محمد اصغر خان ۱۷ جنوری ۱۹۲۱ کو جموں توی میں پیدا ہوئے ان کے والد برٹش فوج میں بریگیڈیئر تھے اصغر خان نے پہلے پرنس آف ویلز رائل انڈین ملٹری کالج میں اور ۱۹۳۶ میں رائل انڈین ملٹری اکیڈمی ڈیرہ دون میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۰ میں گریجویشن کی اور اسی سال کے آخر میں ۹ ویں رائل دکن ہارس رجمنٹ میں کمیشن آفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۱ میں انہوں نے انڈین ایئر فورس جوائن کر لی اور انبالہ اور سکندر آباد سے ہوا بازی کی تربیت حاصل کی ۱۹۴۲ میں سکواڈرن نمبر ۳ انڈین ایئر فورس پشاور میں تعینات ہوئے اور سکواڈرن نمبر ۹ کی کمان کی ۱۹۴۴ میں بطور فلائٹ کمانڈر خدمات انجام دیں اور جنگ برما میں حصہ لیا اس کے ساتھ ساتھ آپ کو جاپانی فوجی ٹھکانوں پر ہوائی حملہ کے لئے مامور کیا گیا ۱۹۴۵ میں سکواڈرن لیڈر بن گئے ۱۹۴۶ میں انبالہ میں چیف فلائنگ آفیسر کے عہدے پر تعینات ہوئے۔

۱۹۴۶ میں ہی برطانیہ گئے اور وہاں جیٹ طیارے اڑانے کی تربیت حاصل کی ۱۹۴۷ میں فلائنگ سکول انبالہ میں چیف فلائنگ انسٹرکٹر مقرر ہوئے قیام پاکستان کے بعد وائر وائس مارشل اصغر خان کو پاکستان ائرفورس کا سکول کھولنے کا کام تفویض ہوا یہ سکول رسالپور میں قائم ہوا جب قائداعظم رسالپور تشریف لائے تو آپ نے ان کا خیر مقدم کیا ۱۹۹۴ میں سٹاف کالج کوئٹہ سے منسلک ہوئے اور گروپ کیپٹن کے عہدے پر ترقی پائی اس حیثیت سے آپ نے آپریشنل گروپ ایئر فورس کی کمان سنبھالی ۱۹۴۹ میں انہیں رائل فورس سٹاف کالج برطانیہ سے اعلیٰ کارکردگی کا ایوارڈ ملا۔

۲۳ جولائی ۱۹۵۷ کو صرف ۳۶ سال کی عمر میں ائیر وائس مارشل بن گئے اور ائیر وائس مارشل اے ڈبلیو میکڈونلڈ کی جگہ پاک فضائیہ کے پہلے مسلمان کمانڈر انچیف مقرر ہوئے ۱۹۵۸ میں ائیر مارشل ہو گئے اور ۲۲ جولائی ۱۹۶۵ کو فضائیہ کے سربراہ کے عہدے سے ریٹائر ہوئے ریٹائرمنٹ کے بعد محکمہ ہوا بازی کے ناظم اعلیٰ اور پی آئی اے کے چیرمین مقرر کیے گئے ۱۹۶۵ نیں سیٹو میں فوجی مشیر بنے انہیں ''ہلال قائداعظم'' اور ''ہلال پاکستان'' کے

اعزازات سے نوازا گیا یہ اعزازات انہوں نے واپس کردیئے۔
۱۹۶۹ میں اصغر خان نے سیاسی میدان میں قدم رکھا اور اپنی سیاسی جماعت ''جسٹس پارٹی'' بنائی جس کا نام ۱۹۷۰ میں ''تحریک استقلال'' رکھا گیا مارچ ۱۹۶۹ میں صدر ایوب خان کے خلاف اٹھنے والی تحریک میں بھٹو صاحب کا ساتھ دیا دسمبر ۱۹۷۰ میں راولپنڈی کے حلقہ سے قومی اسمبلی کے الیکشن میں پیپلز پارٹی کے خورشید حسن میر سے شکست کھا گئے بھٹو صاحب کے عہد میں اپوزیشن میں رہے۔۱۹۷۷ کے انتخابات میں دھاندلی کے خلاف انہوں نے جناب بھٹو کے خلاف تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا آپ ''پاکستان قومی اتحاد'' کے صف اول کے رہنما تھے جنرل ضیاء کے دور اوائل برسوں میں اصغر خان نظر بند رہے ۱۹۸۱ میں آپ نے پاکستان قومی اتحاد سے علیحدگی اختیار کر کے تحریک بحالی جمہوریت میں شرکت کی ۱۹۸۶ میں اسے بھی چھوڑ دیا ۱۹۸۷ میں کابل گئے اور افغان کمیونسٹ حکومت سے مذاکرات کیے ۱۹۸۸ کے عام انتخابات میں تحریک استقلال کو قومی یا صوبائی اسمبلی سے ایک بھی نشست حاصل نہ ہوسکی سیاست میں مسلسل ناکامی کے باوجود آپ کی عزت ہر حلقہ میں کی جاتی تھی۔
اکتوبر ۱۹۹۹ میں پرویز مشرف کی کابینہ میں ان کے بیٹے عمر اصغر خان کو بلدیات کا وفاقی وزیر بنایا گیا مئی ۲۰۰۲ میں انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور چند دنوں بعد ۲۵ جون کو پراسرار طور پر جان بحق ہو گئے۔

حق ووٹ:

یعنی ووٹ دینے کا استحقاق کن کن کو اور کب حاصل ہوگا کی معاونت مغربی مما لک سے ہے۔

۱۔نابالغ رشد فکری و عقلی نہیں رکھتا، کسی بھاری معاملہ لین دین کرنے کا مجاز نہیں وہ اپنے لیے کوئی شریک حیات انتخاب نہیں کرسکتا ہے وہ حق ووٹ نہیں رکھتا ہے کیونکہ انتخاب نظام سربراہ مملکت یا سرپرمملکت کسی فرد یا جماعت انتہائی خطرناک مسئلہ ہے بغیر یقین واطمینان یہ حق نہیں دے سکتا ہے۔

۲۔دیوانہ جو ہر قسم کی رشد وفکری سے محروم ہے وہ بھی استحقاق نہیں رکھتے ہیں۔

۳۔وہ افراد جو خانہ سے دور ہیں وہ اس گھر کے مصالح ومفاسد منافع ومضرات میں شریک نہیں ہے صرف انتساب رکھتا ہے دوستانہ محبت رکھتا ہے ان کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے لہذا جو اس ملک سے چندیں سال سے باہر رہتے ہیں یہاں کے مسائل میں عمل دخل نہیں رکھتا ہے چاہے وہ یہاں واپس ہونے کی سنت رکھتا ہوں یا

وہاں کی شہریت اختیار کر چکا ہو وہ حق ووٹ نہیں رکھ سکتا ہے بطور مثال یہ حسین حقانی، شرین رحمٰن ہر آئے دن امریکا مفاد میں ہمارے ملک کے خلاف بیان دیتے ہیں وہ حق ووٹ نہیں رکھتے ہیں۔

۴۔ یہاں حکومت ان کو ملے گی جن کی مغربی ممالک حمایت کریں گے لہٰذا ان جماعتوں نے اپنی ایک شاخ پاکستان میں کھولی ہوتی ہے اور دوسری مغرب میں، وہ وہاں کے حکمرانوں سے رابطہ میں رہتے ہیں۔ انہیں وعدہ و وعید دیتا ہے کہ اس دفعہ ہماری پارٹی کو حکومت دیں جب یہاں ان کی حکومت ہوتی ہے تو وہاں سے آ کر وزراتیں و اعلیٰ اختیارات حاصل کرتے ہیں اور مخبر بنتے ہیں اور تجارتی فوائد حاصل کرتے ہیں، لہٰذا ہماری چاروں سیاسی جماعتیں مل کر بیرون ملک رہنے والوں کو حق ووٹ دینے پر مصر ہیں۔ ہمیں اس سلسلے میں کہ حق ووٹ کس کو حاصل ہے اس کو جڑ سے اٹھانے کی ضرورت ہے تا کہ ووٹوں کے کھیل کا سلسلہ سرے سے ختم ہو جائے۔

ملک میں اس وقت چار سیکولر مغرب پرست جماعتیں حکومت میں مناصب رکھتی ہیں چاروں کے چار پیپلز پارٹی، مسلم لیگ، تحریک انصاف۔ مہاجر قومی مومنٹ۔

انتخابات کے نتائج کی تفسیری:

حوادث اور واقعات خاص کر جنگ و تصادم صلح و تسلیم کے بعد اگلا مرحلا ظالمین وازمین کی فتح وحزم کے اسباب و عوامل کی تلاش و جستجو کرتے ہیں پھر اس پر تجزیہ تحلیل کرتے ہیں جس طرح جنگ میں مثبت منفی ناقص دیکھاتے ہیں اس فتح و شکست کی تفسیر میں بھی ہوتی ہے چنانچہ ۱۱ مئی ۲۰۱۳ء والے انتخابات میں پی پی پارٹی ق لیگ پختون خواہ والوں کی شکست کے عوامل و اسباب کو تجزیہ نگاروں نے اپنے ارشادت سے نوازا ہے شاید ممکن ہو کہ پی پی کی مخالف ہوں یا عمران و نواز کے حامی ہوں یا ان دونوں میں سے کسی کے بھی حامی نہ ہوں صرف جمہوریت کے پرستار ہوں وہ جمہوریت کو جاننے والے ہوں جبکہ جمہوریت کو دور لے جا رہوں ایسا نہیں جمہوریت کو شکست ہو جمہوریت اپنی جگہ باقی ہے بلکہ جمہوریت اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا جمہوریت کی کامیابی عوام کی بیداری میں نمایاں نظر آئے گی چنانچہ اس انتخاب میں آپ دیکھ سکیں چنانچہ ۲۵ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۵ مئی والے ایکسپریس میں ملک منظور احمد نے پیش کیا اس طرح نئے انتخابات کے نتائج سیاسی جماعتوں کی پہچان میں جماعتوں کی کارکردگی کو معیار فتح و شکست بنایا ہے جس میں انہیں پریشان حالات ایم کیو ایم نظر آیا جہاں انہیں نہ کوئی زیادہ پیشرفت نظر آیا نہ ناکامی۔

پاکستان میں انتخابات:

کہتے ہیں پاکستان میں حق رائے استعمال کرنے کی شرح دنیا میں بہت نیچے ہے ان کے بعد صرف تین ملک آتے ہیں۔ پاکستان میں سرکاری سطح پر ۴۵۔۳۵ فیصد بتاتے ہیں جبکہ غیر سرکاری رپوٹ جو کہ معتبر ہے لگتا ہے ۴۳ فیصد بتاتے ہیں۔ اس شرح کے ساتھ ۵۵ فیصد ووٹ کو استعمال نہیں کرتا ہے، تو اکثریت کا دعویٰ جھوٹ کا پلندا ہے۔ ضائع ہونے والی ووٹوں اور چھوٹی جماعتوں کی ووٹ کو نکالنے کے بعد پندرہ بیس فیصد اکثریت کا مدعیٰ بن کر حکومت کرتا ہے۔ شرح ووٹر کی گرتی ہوئی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ہمارے عوام کو اس پر کی قدر مقام حیثیت معلوم نہیں ان کی صحیح رہنمائی نہیں ہوتی ہے ذرائع ابلاغ کا فرض بنتا ہے لیکن وہ کوتاہی کرتا ہے حالانکہ یہ بات جھوٹ اور غلط گوئی پر مبنی ہے بلکہ ان کے سر پر بیٹھ کر ان سے عوام بیداری کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے وہ یہ کام اللہ و رسول ملک وملت کی مفاد میں نہیں کرتے ہیں بلکہ سرکار سے لئے گئے بیس تیس لاکھ رقم کی مزدوری میں کرتے۔ لیکن عوام نے دیکھا ہے تجزیہ کیا ہے ذرائع والے انتخاب سے اقتدار پر آنے والے جھوٹے ہیں لہٰذا وہ ووٹ ڈالنے سے صحت نہیں کرتے۔ اب اس تجویز پر غور ہو رہا ہے کہ ووٹ کو جمہوری انداز میں استبدادی طریقہ سے حاصل کریں گویا چور مالک سے کہتا ہے مجھے حلال کرو ورنہ ماردو۔

ووٹ جمہوریت کی عمارت ورائے دھندگان کے رائے پر استوار ہوتی ہے:

رائے دھندہ گان کے رجحانات میلانات متنوع الانواع ہوتا ہے بعض ناقد التشخیص ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں میں ایک ڈوری ہوتی ہے، وہ مکان، اراضی کے مالقان کارخانہ جات کے ارباب، ادراوں کے افسران کی ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہاں سے کہاں سے ملے ہوئے ہیں بعض اہل تحقیق وتوثیق والوں کا کہنا ہے فیصلہ کن ووٹ فرشتوں کا ہوتا ہے عمر کا حساب کریں تو کتنے بنتے ہیں اس کی توثیق وتفریق بھی معلوم نہیں ہے لیکن خود ووٹ دینے کے لئے اندراج کیا گیا ہے وہ ۸ کروڑ ۴۳ لاکھ ۶۵ ہزار بتایا گیا ہے۔

<u>پاکستانی ووٹروں کے ذریعہ خالص سیکولر بنانے کی مہم جوئی:</u>

مغربی دنیا سے استبداد کردہ نام نہاد بے سروپا عقل ومنطق سے اجنبی جمہوریت خود اس کی تعریف وتوقیر سے بھی مکر کر ہیر پھیر پر اتر آتے ہیں وہ ووٹ کے ذریعے ۹۸ فیصد مسلمانوں کے ۱۰۰ فیصد پاکستانیوں کو اپنے حق

میں بدلنے پر تلے ہوئے ہیں اس کے لئے یہ تدابیر اختیار کئے ہوئے ہیں:

۱۔ووٹ کی پرچی سادہ کاغذ نہیں بلکہ شہریوں کے ہاتھ میں مقدس امانت ہے یہ بات چونکہ عقل سلیم شریعت اسلام کے مصادر اصلی قرآن وسنت سے خالی ہونے کے فتاویٰ بے سروپا مولویوں سے پر کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

۲۔عورت اگرچہ مغرب میں گڑیا یا مقام اسواق ہے لیکن اسلامی معاشرہ میں ماں،،بہن، بیٹی یا زوجہ محترمہ ہے لیکن انہوں نے عورتوں کوایک ضعیف و جداگانہ کے طور پر ورغلاء کر محاذ ووٹ میں کھڑا کیا ہے۔ جہاں ان کا واویلا ہے ان کا کہنا ہے پاکستان میں عورتوں کی آبادی مردوں کی بنسبت ۵۲ فیصد ہے جبکہ ووٹر فہرست میں مردوں کی تعداد۴ کرڑوڑ۷۷ لاکھ ۳۷ ہزار ۶۹۲ ہے جبکہ خواتین کی تعداد ۳ کرڑوڑ ۶۵ لاکھ۹۱ ہزار ۳۵۹ ہے اس طرح سے ان کی حق اندارج میں بھی حق تلفی ہوئی ہے ۳ ۔عورتیں ووٹ دینے میں یا انتخاب لڑنے یں مردوں کے برابر دوش بدوش ہیں اس کے باوجود انہیں دوبارہ بغیر ووٹ ڈالے اسمبلیوں میں پہنچانے کا بندوبست کیا ہوا ہے۔

۴۔بیرون ملک میں رہنے والوں کوحق رائے دینے کی مہم جاری ہے۔اس میں ایک طرف اس ملک میں شہریت کی مذمت ہورہی ہے دوسری طرف سے دہری شہریت والوں کوحق رائے دہی دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ کیونکہ زیادہ تعداد مغرب میں دہری شہریت ہونے کے علاوہ اپنے ملک کومغرب کے حوالے کرنے پر تلے ہوئے ہیں چنانچہ وقتاً فوقتاً ان کے بیانان واضح ہیں۔

۵۔اقلیتوں کی ووٹ کو بڑھا کر تمام الحادیوں کو یکجا متحد کر کے ان کے ووٹوں کو بڑھا چڑھا کر پھر ان کو سیکولرروں سے متحد کر کے اسلام کے خلاف اٹھائیں۔

۶۔مذاہب کے نام سے ووٹ لینے کی مذمتیں قرار دادیں ذرائع ابلاغ تنہا نہیں بلکہ اعلیٰ اختیاراتی ادارہ الیکشن کمیشن کے سربراہ کے ذریعے اعلان کیا ہے کہ مذہب کی بنیاد پر ووٹ نہیں لے سکتے ہیں لیکن یہ تعجب کی بات نہیں جس کو ذرائع ابلاغ دیندار سچ بولنے امانت دار سے تعارف کرایا ہے وہ امانت دار بھی ہوسچا بھی ہو اسماعیلی بذات خود اسلام کے خلاف قائم فرقوں میں سے تندوتیز فرقہ ہے اسماعیلیوں کی تاریخ ہمیشہ سے یا خود اقتدار پر یا کفر شرک کے شریک اقتدار رہے ہیں لیکن ہم ان کی حمایت میں بلکہ بطور مستقل اپنی رائے کا اظہار کرتا ہوں۔ مذہب سے مراد اگر فرقہ ہے ہم بھی کہتے ہیں نہیں ہونا چاہیے بلکہ خالص اسلام کے نام سے ووٹ دینا ہے

۔

۷۔سیکولر جماعتوں کو بے سروپا حیثیت واہمیت دے کر ملک کی یا قتدار اعلیٰ پانے کی کوشش اس ضمن میں کرکٹ کھیلنے والے کو عرصہ دراز سے تربیت دے رہے ہیں اتار چڑاؤ اوپر نیچے کر کے اٹھا رہے ہیں ضد اسلام ضد پاکستان الحادیوں علیحدگی پسندوں کو اقتدار دینے کی پیشکش یا اقتدار میں شریک قرار دیا جا رہا ہے۔

۸۔علماء اعلام کی توہین اہانت کی جاری ہے بعض کو اعلیٰ مناسب اقتدار کی لالچ دے کر اپنے منشور مراحم کے حق میں رائے یا کام کرا رہے ہیں جس کی واضح مثال متحدہ مذہبی محاذ ہے ایک طرف سے علماء کو آگے لاتے ہیں تو دوسری طرف سے اداکاروں کو ان کے مقابلہ میں کھڑا کرتے ہیں۔

حکمرانوں کے لئے القاب استعمال کرتے وقت بھی دین وشریعت کے اصول وضوابط کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ شریعت بالغ انسانوں کے گفتار وکردار کو کنٹرول کرنے لجام دینے کی ہدایات کا نام ہے کسی بھی حاکم اور قائد کے لئے کوئی اعلیٰ وارفع القاب دینا خود اس کے حاکم کے علاوہ اجتماعی سیاسی قومی ناقابل جبران نقصانات کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں اس کی مثال ایک ماضی ایک حاضر سے لیتا ہوں۔

۱۔ماضی میں کلمہ خلیفہ صرف ابوبکر کے لئے استعمال ہوتا تھا وہ بھی چندان شان وشوکت کا مظاہرہ نہیں ہوتے تھے لیکن عمر کے دور میں کلمہ امیر المومنین استعمال کیا گیا یعنی مومنین کا امیر ان کو مومنین کی سرپرستی ونگرانی کلمہ ملنے پر فخر تھا مومنین کو خوف اللہ خوف قیامت خود جیسا قناعت دار سرپرست ملنے پر خوش تھے یہ صورت حال چاروں خلیفہ کو رہا ہے لیکن معاویہ کی نیم اقتدار اقتدار کے دوران لطف اندوزی عیش ونوش عمر کو برداشت نہیں تھا چہ جائیکہ وہ عمر کی جگہ پر بیٹھنے کے بعد کرنے والے عیش ونوش کو برداشت کر سکیں اس بارے میں تاریخ میں بہت کچھ آیا ہے لیکن ہم اس ماسبق کے استصحاب پر رائے قائم کرتے ہیں معاویہ چار خلفاء سے کئی گنا گرا ہوا تھا لیکن یزید سے کئی گنا بہتر تھا بحر حال روزگار یہاں تک پہنچا یزید بن عبدالملک بن مروان اور ولید بن یزید کے عام فسق و فجور لونڈیوں سے عیش کرنے والے کو بھی امیر المومنین کہنا پڑا بنی عباس کے عیاشیوں ذخیرہ اندوزوں کو بھی امیر المومنین خلافت کے نام سے یاد کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مسلمانوں پر مسلط ہونے والوں کے لئے وہ خلفاء مثال بن کر رہ گئے جو بعد میں۔

بچوں کو تنخواہ بھیجنے کی مد میں تقدیر پاکستان میں مداخلت:

انسان طلب روزگار میں گھر سے نکلتا ہے تو کوئی کارخانے میں جاتا ہے کوئی دکان کوئی کھیت میں اور کوئی بیرون ملک جاتے ہیں۔ جو تنخواہ ملتی ہے اس سے گھر والوں کی عیش ہوتی ہے، وہ اپنے علم وفکر اور توانائیاں سرف کرتے ہیں تو ان کو جو پیسے ملتے ہیں اس کو گھر بھیجتے ہیں۔ لیکن بھیجنے کی مد میں اس کو ملک کی تقدیر بدلنے میں ضروری گردانا منطق عقلی اور شریعت سے مسترد ہے۔ ایک عرصے سے ملک کے مغرب نواز، غیر پرست، ملک دشمن، اسلام دشمن عناصر کا اثر اور تکرار ہے کہ ملک سے باہر شہریت رکھنے والوں کو ووٹ کا حق استعمال کرنا چاہیے، وہ ویسے ہی وہاں بیٹھ کر ہمارے ملک کے امن وسکون کو بے چینی میں بدل رہے ہیں۔ ملک کے نظام کو خراب کریں، جس طرح حسین حقانی نے وہاں بیٹھ کر یہاں کیا تھا۔ پاکستان میں ان لوگوں کو اقتدار ملا ہے جو مغرب کے تابع فرماء ہوں۔ مغرب کو اس وقت ایسے حکمران کی ضرورت ہے جس کے اندر اسلام کی بو نہ آتی ہو کفر کا بول بالا کرے، اور وہ اپنے مطلب کے فیصلے کسی بھی وقت اسمبلی کے ذریعے کرواسکتے ہوں، اس کے لئے بل بھی پاس ہونے کے لیے پیش کیا ہے۔ اگر ان سے کہا جائے کہ ایسا بل پاس کریں جس میں تصور اللہ کو ختم کردیں، تو یہ کردیں گے۔

<u>مقدس ووٹ کی اور مثال:</u>

<u>جمعہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۸ فروری روزنامہ دنیا کی ص ۸ پر آیا ہے کہ سندھ کے وزیر جیل منظور وسان کے حلقہ ۳۲ سے ۶۱ ہزار ۳۰۷ سے صرف ۲۸ ہزار ۲۹۵ ووٹ کی تصدیق ہوگئی جبکہ ۲۲ ہزار ۵۲۵ کی شناخت نہیں ہو سکی جبکہ دس ہزار ۲۳۴ ووٹ جعلی نکلے ہیں ۲۴۸ ووٹ فائل میں درج نہیں ہوا ہے۔</u>

۱۴۳۴ھ کے انتخابات:

بروز ہفتہ ۳ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۱ مئی ۲۰۱۳ء اس کو بارہویں انتخابات کہتے ہیں انتخابات میں طالبان ودیگر دہشتگردوں کی طرف سے انتخابات میں خلل آنے کی بڑھتی ہوئی افوائیں ذرائع ابلاغ کی طرف سے اس میں تزویراتی طریقہ کار کی وجہ سے عوام میں طالبان یا دہشتگردوں کی حکومت قائم ہونے کے خوف وہراس کے پس منظر میں سابقہ انتخابات کی بنسبت عوام میں زیادہ جوش وخروش دیکھنے میں آیا۔

۱۔ ملک میں ۶۵ جگہوں پر انتخابات فوج کی نگرانی میں ہوئے گزشتہ انتخابات میں وٹوں کی شرح ۶۶۔۴۱

رہی ہے ۱۹۷۰ء میں ۶۲ فیصد ۱۹۷۷ء میں ۴۷ فیصد ۱۹۸۵ء ۴۲ فیصد ۱۹۸۸ء میں ۴۳ فیصد ۱۹۹۰ء میں ۴۳ فیصد ۱۹۹۳ء میں ۳۰۔۴۰ فیصد ۱۹۹۷ء میں ۳۱ فیصد ۲۰۰۲ء میں ۳۹ اور ۲۰۰۸ء میں ۳۹ فیصد کہتے ہیں۔[۳۰ جمادی الثانی ایکسپریس سے لیا ہے]

۲۔انتخابات میں مسلم لیگ ۱۲۴ پی پی ۳۲ تحریک انصاف نے ۳۵ نشستیں لی ہیں جمیعت علماء اسلام، جماعت اسلامی، ایم کیو ایم خ بھی اپنے حلقوں سے کچھ نہ کچھ نشستیں لیں الیکشن غیر جانب دار پر وپیگنڈا غلط ثابت ہوگیا پھر سے متنازعہ بن گیا اس کے خلاف بیانات دھرنوں اور عدالتوں میں استغاثوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

۳۔انتخاباتی انتظامیہ کے سربراہ فخرالدین جی ابراہیم کا تقرر ہوا۔

۴۔چودھری نثار ۱۹۸۵ء سے مسلسل قومی اسمبلی رکن منتخب ہوئے ان کی یہ آٹھویں بار ہے۔

فخرالدین جی ابراہیم بورہ کو ایک دیندار غیر جانب دار نگران متعارف کرایا گیا ہے ان کے اعمال کرداری نے دیانت دار غیر جانب داری پر پانی پھیرا جہاں انہوں نے مذہب کے نام پر ووٹ لینا جرم قرار دیا جس سے لوگوں میں بہت تشویش آئی یہ کیسے ممکن ہے مسلمان ملک میں دین کے نام سے ووٹ حاصل نہیں کرسکتا ہے آخر میں وقت کے مقتدر اعلیٰ عسکری جنرل کیانی نے ایک ناقص وضاحت کر کے جذبات کو ٹھنڈا کیا، ساتھ ہی جعلی اور دیگر اعترافات برمن افراد کو فہرست سے خارج کرنے کے بعد دوبارہ انتخابات لڑنے کی اجازت بھی دی گئی ہے کامیاب بھی ہوا لیکن اصلی اعتراض کے رفع ہونے کا اعلان نہیں کیا۔

پاکستان کی اس وقت کل آبادی ۱۸ کروڑ بتائی جاتی ہے اس میں آٹھ کروڑ ووٹرز کا اندراج بتایا جاتا ہے جس میں ۶۰ فیصد نے ووٹ کاٹا ہے ۷ ارجب المرجب ۱۴۳۴ء ایکسپریس کے مطابق ن لیگ نے قومی اسمبلی میں ۱ کروڑ ۴۸ لاکھ ۴۷ ہزار ۱۰۴ ووٹ لیا ہے اس طرح قومی اسمبلی میں ۶۔۱۹ فیصد ہے پی پی کو قومی اسمبلی میں ۶۹ لاکھ ۱۹ ہزار ۲۱۸ ووٹ ملے قومی اسمبلی میں ۱۵ فیصد رہی ہے تحریک انصاف نے قومی اور پنجاب میں ۱ کروڑ ۴۳ لاکھ ۲ ہزار ۳۰۲ لیا ہے ایم کیو ایم کو قومی اسمبلی میں ۲۴ لاکھ ۵۶ ہزار ۱۵۳ ووٹ ملے حالیہ الیکشن میں ۱۹ جماعتوں نے ایک سو سے بھی کم ووٹ لئے دو جماعتوں سے بھی جن کو ایک بھی ووٹ نہیں ملا ہے۔حالیہ انتخابات میں ۵۵ فیصد نے حصہ لیا ہے کل ووٹر ۴۶۳ میلیون افراد نے ووٹ کاسٹ کیا ہے۔ایکسپریس ۱۷ رجب ۲۸ مئی سے نقل کیا ہے

-

جہاں ۱۱مئی ۲۰۱۳ کی انتخابات میں جعلی ووٹوں کی تعداد:

پی ایس ۳۳ خیر پور میں ڈالے گئے ۶۵ ہزار ۱۱۵ ووٹ سے صرف ۲۹ ہزار کی تصدیق ہوسکی یہاں پی پی کے فضل علی شاہ نے ۴۲ ہزار ووٹ لے کر کامیاب ہوئے تھے فنکشنل کی امیدوار ۳۲۴۰ ووٹ سے ہار گئے ان میں سے بارہ ہزار ۸۱۸ ووٹ جعلی نکلے ہے یہ انکشاف نادرا نے ٹریبونل کراچی کو دی گئی نقل جمعرات ۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ ۶ مارچ کی ۔

گواہان سلطان قیادت عسکری:

میں جنگ اور داخل مسلح افواج کی نظام میں اطاعت بلاچون وچرا بھی قائل ہوں کیونکہ جنگ میں ماتحتوں کی انقیاد ضروری اور ناگزیر ہے چنانچہ امیرالمومنین نے فرمایا یہ سب کو بتانے کی بات ہے لیکن ان کا شہری نظم ونسق سنبھالنے اور اس فوجی نظم ونسق پر چلانے کے حق میں نہیں ہوں تاہم بعض اوقات نام نہاد جمہوری علمبرداران کی اپنی اختراع کردہ مقولہ کے حق میں بھی نہیں ہوں بلکہ اسے مغلوط دھوکہ سمجھتا ہوں جہاں بے نظیر اور ان کے شوہر کہتے ہیں بدترین جمہوری بہترین استبداد سے بھی بہتر ہے نہیں مانتا ہے خاص کر کے پی پی والوں کی جمہوریت سے نفرت رکھتا ہوں خاص کر جتنا ان کے دور میں دین اسلام سے بہت جسارت واہانت آمیز رویہ دیکھا ہے۔ بعض لوگ ممکن ہے ان کو استبداد کہنے پر راضی نہ ہوں لیکن قیادت عسکری کی استبداد کے بارے میں جو کلمات عبارات استعمال ہوا ان کے استبداد کے لئے وزراء نے فرعون کے کلمات استعمال کئے ہیں وہ بھی غیر عسکریوں کی طرف سے ہوا ہے وہ جناب چودھری شجاعت حسین جناب رشید احمد اور خود پرویز مشرف ہے کہ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ واقعا قیادت عسکری تنہا اس ملک کا مستبد نہیں بلکہ ان کے مستعفیٰ افراد ان سے وابستہ تمام مشنری چاہے سیولین ہی کیوں نہ ہوں مستبد ہے انہوں نے سب کو تحدی کیا ہے جو کچھ پرویز مشرف نے کیا ہے اس میں ہم سب برابر کے شریک ہیں اگر کوئی مائی کا لال ہے تو پنڈورا بکس کھولیں۔

چاروں قیادت کے نیچے سے اوپر تک روشن خیالوں کے قبضے میں ہیں ان چاروں کی حسن خوبی اور خوبیوں کو ہمارے روشن خیال، ترقی پسند جو کہ سلسلہ نسب مغرب سے رکھتے ہیں جنکا ہمیشہ حسن وقبح ناپنے کا معیار مغرب

ہے، اگران جیسا ہے تو اچھا ہے اگران کے معیار سے گرا ہے تو خراب ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں عسکر اور عدلیہ پورے اصول پسند انسجام انضباط نظر آتے ہیں۔ گر چہ وہ اصول ہم جیسے رجعت پسند قدامت پرستوں کے نزدیک بے اصول ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن باقی دو مقننہ اور مجریہ خود ان کا کہنہ ہماری اصول پدر مادر آزاد ہے، اس کے کوئی اصول نہیں ہوتے ہیں ہمارے ہاں اصول وہی ہے جو ہم طے کرتے ہیں گر چہ ہم بے اصول دروازوں سے کیوں نہ آتے ہوں عسکر و قیادت کی تاریخ دو صفحوں پر مشتمل رہی ہے۔

۱۔ سربراہ مملکت نبی

کیا ہماری مسلح افواج اس ملک کے باشندوں کے فرزند نہیں ہیں جنھوں نے تقسیم کے موقعہ پر یہاں سے چھوڑ کر دوبارہ ہندوستان جانے پر یہاں کے قیام کو ترجیح دیا تھا، کیا مسلح افواج یہاں کے زمینداروں کے فرزند نہیں جن کے آباء زمین سے محبت وشفقت رکھتے تھے، کیا ہماری مسلح افواج یہاں کے مساجد کے موذّن وپیش امام کے فرزند نہیں جو پانچ اوقات اللہ اکبر محمد رسول اللہ بلند کرتے ہیں کیا ہماری مسلح افواج ان باپ کے فرزند نہیں ہے جو چھوٹی عمر میں اپنے والدین کے ساتھ مساجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں کیا ہماری مسلح افواج وہ نہیں جو اپنی بیرکوں میں پانچ وقت کی نماز وقت پر ادا کرتے ہیں کیا یہ لوگ اس لباس مردانگی وغیرت ومحبت وناموس لینے کے بعد اپنے ملک کے دفاع کے لئے جان بلب نہیں لیتے ہیں اگر ایسا ہے تو کیوں اس ملک کے تمام سرحدوں کی پاسداری نہیں کرتے ہیں بعض سرحدات کی ذمہ داری آپ کی نہیں لیکن آپ کے اندر جواب سرحدوں کے خلاف ورزی ہو رہی ہے ان کی حفاظت کے لئے کون آئے گا۔

۲۔ زیر قیادت و رہبری حضرت محمدؐ امت میں جہاں قیادت موجود تھے لیکن بطور قیادت عسکریت مشخص نہیں تھا۔ یہاں پوری امت عسکری بھی نبی کریم کے چاروں خلفاء بھی اچھی طرح سے تھے خلفاء عباسیہ کے صف اولیٰ بھی اس طرح رہا ہے اس دور میں عسکر کے فرائض صرف حدود سرحدات کے محافظ رہے یہ بہترین دور عسکریت تھی عسکر کا ہم وغم ومقصد ایک ہی رہا ہے۔ دوسرا دور بنی عباس کے اول دور کے بعد یعنی واثق باللہ سے شروع ہوا ہے یہاں سے انہوں نے عسکر کے لئے ایک خاص تشخیص دیا جو درحقیقت موازی خلیفہ نہیں تھا بلکہ خلیفہ خود تنخواہ دار تھے یا پورا نظام خلافت کو انہوں نے اجارے پر دیا ہے۔ وھم یفعلون مایشاء۔ حقیقت میں خیانت کا جنازہ اسی دن نکلا جس دن خلقت قیادت عسکری کو بنام ملک واثق باللہ نے پہنایا اس دن سے سربراہان قیادت عسکری کے عقیقہ بنے

ہیں قیادت عسکری اپنی چہرہ مرعوب اسم مرعوب حرکت مرعوب کے باوجود ان کے لئے اندر ایک خلاء حامی احساس کمتری پایا جاتا ہے کہ وہ یہ رعایا میں امر ڈیکٹیٹر کہتے ہیں یہ لقب ان کی اپنی ذمہ داریوں سے تجاوز تعدی کرنے سے ملی ہے نہ کہ ان کے رعب دبدبہ لیکن یہ بھی وضاحت کرنے کی ضرورت ہے جو ان کی توسط سے قتل ہوئے ہیں وہ مظلوم مرتے ہیں ایسا بھی نہیں ہے۔

یہی ہمارے سوفسطائی روشن خیالوں کا نظریہ ہے جب امر مقندر دندناتے پھرتے ہیں لوگ ان سے پریشان نالان ہے مظلوم ان کے نفرین کے لئے دست بدعا ملک وملت دین وشریعت سے نالاں ہے لیکن جس دن وہ اپنے کئے ہوئے اعمال کی سزا کے لئے اپنے پاوں چل کے آتے ہیں مظالم سے ہی ہوتا ہے چاہے دندناتے پھرتے جاتے ہیں وہ عذاب کے پنجے کی گرفت میں آجاتے ہیں۔

ایکسپریس سوموار ۲۳ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ کو ص ۵ ع ۸ پر آیا ہے پنجاب سے خواتین کی ۳۵ نشتیں ہے۔

مسلمانوں کوزوال اپنی احساس کمتری اورحقارت سے ہوئی ہے:

احساس کمتری پستی جب تک اپنے اندر رہتی ہے انسان کو متحرک کرتی ہے اور جد وجہد علم و آ گاہی عمل پیہم کی طرف دعوت دیتی، اور جتنا ہوسکے اس عارض بخار کا اظہار نہ کریں، اگر زیادہ تکلیف دہ ہونا قابل برداشت ہو تو اپنے کسی شفیق مہربان عزیز صلہ رحم کو مطلع کریں کسی کو اطلاع نہ دیں خاص کر دشمنوں کو یا دشناموں کو مطلع نہ کریں، اگر کیا تو یہ احساس حقارت کا مظاہرہ خود موجب زوال و نابودی بن سکتا ہے ہمارے مسلمان دانشور اپنی جگہ احساس کمتری میں مبتلاء ہیں اور انھوں نے اس احساس کو اپنے عزیزوں سے کرنے کے بجائے اپنے دشمنوں سے کرایا ہے۔ حضور عالی اگر آپ کی شفقت مہربانی ذرہ نوازی نہ ہوتی تو ہمارا دیوالیہ، ہستی ختم و عدم جا چکے ہوتے، ہماری کیا حیثیت ہے ہم تو آپ کے کرم فرمائیوں سے ہی زندہ ہیں ورنہ قرون اولیٰ کے چاہ یا تحت ثڑی تک پہنچ چکے ہوتے۔ دانشوران مسلمان اپنی اسناد عالیہ گریجویٹ، ماسٹریٹ، ڈاکٹریٹ، دانشوریت کی وجہ سے یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اب اعلم الغیب ہیں اور انکے لیے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، سب کچھ ہم جانتے ہیں۔ جو کچھ یہاں دین کے نام سے چل رہا ہے وہ تو فرائیڈ، مارکس، لینین، انجلیز، برٹرینڈ رسل نے کھوکھلا کیا، پردہ اٹھایا ہے آپ کوئی علم غیب والی چیز نہیں تو علم غیب کہاں سے آئی۔

یہاں سے انہوں نے دین اور دین سیکھانے والوں کی مسخرہ اڑانا شروع کیا گرچہ یہ سلسلہ ۱۷۸۹ء انقلاب صنعت اور زوال ترجمان دین نصاریٰ سے شروع ہوتے ہوتے ہمارے ہاں پہنچا ہے تاہم اسے شدت روس کے انقلاب کمیونسٹ برپا ہونے کے بعد آئی ہے گرچہ کمیونزم اپنے آپ ختم ہو گیا لیکن ان کے گرویدہ دانشور ابھی ان کے لہجے میں ثابت کرنا جھوٹ نہیں کیونکہ جس مقصد کیلئے کمیونسٹ نظام برپا ہو گیا تھا وہ تو ابھی شد و مد سے نافذ ہے ہمارے ہاں کے دانشور ایک قسم کی نفاق میں مبتلاء ہے ایک طرف سے وہ علم پرستی میں مبتلاء ہے دوسری طرف سے کوثر رسول یعنی اسلام کے سامنے بادل ناخواستہ ماضع ہے لہٰذا وی الٹا سیدھا متضاد و متناقص فرسودہ بوسیدہ منطق استعمال کرتے رہے ان میں سے ایک دانشور جناب ظفر اقبال صاحب ہے۔

یہاں کے علماء کے ترتیب دادہ تصویت کردہ شریعت کو شریعت اسلامی نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہاں جو فقہ حاکم ہے وہ فقہ حنفی ہے فقہی فقہ اسلامی کا ایک چوتھائی ہے۔

جمہوریت میں خلاء:

جمہوریت میں آئین سے لے کر انتخاب سربراہ وزراء تعمیرات منصوبہ جات میں صوبوں ضلعوں حزب مخالف کی نمائندہ کو واحد معیار گردانا جاتا ہے اس تناظر میں ممکن جہاں منصوبہ جات یا انتخاب سربراہ میں کچھ حد تک درست قرار پایا جائے لیکن آئین سازی میں صوبوں ن کی حزب مخالفین کی نمائندہ ضامن حجت آئین نہیں بنتی ہے آئین درست قرار پانے کیلئے خود آئین کی موشگافی کی ضرورت ہے۔

جمہوریت: [قاموس سیاسیہ تالیف احمد عطیہ اللہ ص ۲۹۹]

الجمهورية نظام من انظمة الحكم الديمقراطى ‘وهو الحكم الذى يقوم على مبدا حكم الشعب للشعب ويتميز نظام الجمهورى بان رئيس الدولة ينتخب فى فترات دورية

قومی وقار اور بقاء کیلئے قربانیاں:

ایم کیو ایم اور پی پی کے قائدین ہمیشہ پاکستان کے عوام پر تکرار سے یہ منت سماجت بتاتے رہیں کہ ہم نے جمہوریت کیلئے جیل گئے صعوبتیں جھیلی ہیں، جانوں کے نذرانے پیش کیے ہیں۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ ایم کیو ایم والے آپریشنوں کے دوران بہت سے گرفتار ہوئے، بعض کو قتل کیا گیا ہے یا جیلوں میں بھی گئے ہیں۔ لیکن انہوں نے وہ اعداد شمار نہیں بتائے کہ ان کے کتنے جیالوں جو جان سے مارا ہے۔ یہ الگ بات کہ انہوں نے کس کیلئے قربانیاں دی ہیں یا ان کی جانیں کس کے کھاتے ہیں جائیں گیں۔ دوسری بات جب آپ پاکستان میں تصور دین کی بجائے لبرزم کیلئے کام کر رہے ہیں تو یقیناً آخرت پر ایمان تو نہیں ہوگا کیونکہ لبروں کیلئے تو جہنم ہی ہوتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ ان اعمال کے صلے کو اسی دنیاء کیلئے بقاء ہے، جن کو یہ جتاتے ہیں انہی سے نقدی لے رہا ہوگا ورنہ آپ نے یہ ادھار کے طور پر نہیں کیا ہے کیونکہ اگر ادھار ہوتے تو دین کیلئے کرتے۔

[روزنامہ کراچی منگل ۲۵ فروری ۲۰۱۴ ص ۱۳]

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت: [آفتاب ضیاء کراچی]

میری پاکستانی بھائیوں سے اپیل ہے کہ عقل کے ناخن لیں! کوئی سیاسی لیڈر آپ کو قبر اور حشر کے عذاب سے نہیں بچا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی مذہبی رہنما آپ کی مدد کر سکتا ہے۔ لات و منات کی پیروی کر کے شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔ مہاجر اور غیر مہاجر کا تصور کام نہیں آئے گا۔ طالبنائزیشن سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ صوبائی منافرت بیکار ثابت ہوگی۔ ذات پات کا ڈھنڈورا پیٹنے سے خدا اور رسول خدا کو خوش نہیں کیا جا سکے گا۔ انہیں خوش کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت یہی وہ عقیدہ ہے جس کے فروغ کے لئے پاکستان معرض وجود میں آیا تھا' وہ پاکستان جس کو مضبوط کرنا ہمارا فرض ہے۔

عالمی طاقتوں کی اسلام دشمنی: [مقبول احمد قریشی' گوجرانوالہ]

مختلف ممالک میں مسلمانوں پر غلط الزامات لگا کر ان پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔ یہ صورتحال ہرگز اچانک رونما پذیر نہیں ہوگئی' بلکہ اس کے پس پردہ ودیرینہ مسلم دشمنی ہے تنازع کشمیر گزشتہ ۶۶ سال سے حل طلب چلا آ رہا ہے۔ اہل فلسطین کو بھی سابق امریکی صدر بش نے سال ۲۰۰۵ء تک آزادی سے ہمکنار کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر تا سال' اہل فلسطین اسرائیلی حکومت کے مظالم کا شکار ہیں۔ موجودہ امریکی صدر' اوباما بھی مسلم دشمنی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ چند ہفتے قبل' میانمار میں مزید سینکڑوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ نیز حال ہی میں وسطی جمہوریہ فریقہ میں متعدد مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا۔ ان حالات میں اقوام متحدہ' انسانی حقوق کے تحفظ کے ادارے اور بڑی طاقتیں محض خاموش تماشائی کیوں بنی ہوئی ہیں' اسلامی ممالک کو بھی ان کے مظالم کے خلاف اپنی آواز بلند کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں او آئی سی کو کردار ادا کرنا چاہیے۔

بے نیازی سے بے نیازی ہے! [ایم سعید چودھری' لاہور]

جب کھانے کو روٹی' پہننے کو جوتے نہ ہوں' امن سلامتی کا فقدان اور پورے ملک میں بحرانی کیفیت ہو کیا یہ ریکارڈ کافی نہیں جو ہم چلے ہیں نئے ریکارڈ بنانے؟ گزشتہ دنوں میں پنجاب حکومت نے قومی ترانہ پڑھنے کا عالمی ریکارڈ بنانے کے لئے ایک تقریب کا انتظام کیا جس کو عین وقت پر یہ کہہ کر ختم کر دیا گیا کہ لوگ زیادہ تھے اور لوگوں کے بیٹھنے کے انتظامات کم جبکہ میڈیا کے مطابق سیکورٹی کلیرنس کی وجہ سے یہ تقریب ملتوی کر دی گئی ملک کی موجودہ صورتحال سے کون واقف نہیں' سیکورٹی رسک ہر جگہ پر موجود ہے۔

اگر عوام کو سچی بات بتا دی جاتی تو کیا حرج تھا؟ لیکن ۶۷ سال سے عوام سے جھوٹ ہی بولا جا رہا ہے

جس کی بوجہ سے مسائل ختم ہونے کا نام نہیں لیتے۔علاوہ ازیں اس تقریب پر ضائع ہونے والے پیسے اور وقت کا کون ذمہ دار ہے؟انہی پیسوں کو کسی اور جگہ استعمال کر کے عوامی مفاد کے منصوبے بنائے جا سکتے تھے مگر مال مفت دل بے رحم والا سلسلہ جاری ہے لوگ حکومت کے بے جا اسراف اور اللوں تللوں سے تنگ آ کر ہی حکومت پر اعتماد نہیں کرتے اور ٹیکس نیٹ میں نہیں آتے تھے حکومت کو ہوش کے ناخن لینے چاہیے اور اسے اس بات کا ادراک کرنا چاہیے مسلح افواج ملک وقوم کی سلامتی کے لئے مصروف عمل ہے اور ہم فضول تقریبات کے ذریعے دولت کو آگ لگانے میں مصروف ہیں۔

پاکستان کا تابناک مستقبل:[پیر ۲۴ فروری ۲۰۱۴ صغیر علی صدیقی، کراچی]

مسلمانان ہند کو سلطنت مغلیہ کی تباہی اور گوراراج قائم ہونے کے بعد آزاد وطن اور آزادی کی اہمیت کا اندازہ ہوا پھر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے انھیں جھنجوڑ کر رکھ دیا اس میں کوئی شک نہیں کے گورا سو سال تک کی پلاننگ کرتا ہے لیکن مسلمان جاگتا ہے پھر اسی وقت سوتا ہے جب اس کے مقاصد کی تکمیل ہو جائے مسلمانان ہند یکجا ہوئے قائداعظم کی سربراہی میں آزادی کی تحریک شروع کی اور ہزاروں جانوں کی قربانی دے کر ۱۴ اگست کو آزاد وطن حاصل کیا اب حکمرانوں کو چاہیے کے پاکستان کی تابناک مستقبل کے لئے عملی جدوجہد کرے اور متحد ہو کر پاکستان سے بے روزگاری لوڈشیڈنگ توانائی کے بحران اور بڑھتی ہوئی مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے سخت جدوجہد کی راہ اپنالے۔

تعصب امن کا دشمن ہے:[مدثر حسین کھاریاں]

فتنہ وفساد برپا کرنے میں تعصب کا بڑا کردار ہے تعصب کی مختلف صورتیں ہیں مگر فرقہ وارانہ اور علاقائی تعصب زیادہ نمایاں ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ممیں فرقہ واریت سے واضح طور پر منع کیا ہے اس کے باوجود مسلمان مختلف فرقوں میں بٹے ہوئی تمام فرقوں کا اسلام کی بنیادی تعلیمات پر کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے فروعی اختلافات کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے کے خلاف جذبات ابھارے جاتے ہیں شرپسند عناصر فرقوں کے ساتھ مذہب کے درمیان بھی تعصب کو ہوا دیتے ہیں حالانکہ ہر مذہب احتراما انسانیت پر زور دیتا ہے کچھ شرپسند علاقائیت پرستی کو ہوا دینے میں مصروف ہیں۔وہ اپنے علاقہ کے لوگوں کو صرف اپنے علاقے کا وفادار بنانے کی نصیحت کرتے ہیں اور دوسرے علاقے کے لوگوں کو تیسری دنیا کے لوگ سمجھتے ہیں شاید یہ لوگ پاکستان کو ٹکرے

ٹکرے کرنا چاہتے ہیں اس کے علاوہ کہیں لسانی تعصب، کہیں نسلی اور کہیں سیاسی تعصب عروج پر ہے۔مسلمان ہونے کے ناطے ہم سب بھائی بھائی ہیں اس بات کو جانتے ہوئے بھی ہم تعصب کی آگ میں جل رہے ہیں ۔اسلام تعصب پرستی کے سخت خلاف ہے اسلام کی تعلیمات انسانیت کو ایک لڑی میں پرونے کا درس دیتی ہے اس مسئلہ پر قابو پانے کے لئے ہماری حکومت اور عوام کو مل جل کر کوشش کرنی چاہیے تاکہ معاشرہ امن کا گھوارہ بن سکے۔

اردو زبان: [اردو ادب کی تحریک تالیف ڈاکٹر انور سدید ص ۱۶۰]
صوفیاء کی تحریک نے ابتدائی زمانے میں نئے اسالیب بیان کو فروغ دیا اور مختلف مقامی بولیوں کے ادغام سے اس کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کیا۔صوفیا چونکہ برصغیر کے ہر علاقے میں پھیلے ہوئے تھے اس پر اردو زبان کے مایہ خمیر میں ہندوستان کے ہر خطے کے الفاظ غیر محسوس انداز میں شامل ہوتے چلے گئے اور یہی وجہ ہے کہ اب اس زبان کا کوئی ایک ماخذ تلاش کرنا ممکن نہیں رہا،صوفیای کی تحریک نے ہندوستانی مزاج کو عربی اور فارسی کے تہذیبی لہجے سے اولا الفاظ کے استعمال سے اور ثانیا تراجم کے ذریعے آشنا کیا ہے۔
اس تحریک کی اور عطایہ بھی ہے کہ اس نے مقامی بولیوں کو عربی رسم خط میں ڈالا اور عوام کو اس رسم خط سے مانوس کرایا ایک مشترکہ رسم خط وجود میں آیا تو اردو زبان نہ صرف ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں سمجھی بولی اور لکھی جائے گی بلکہ اس کے اثرات بیرون ہندوستان میں بھی جا پہنچی مجموعی اعتبار سے صوفیاء کی تحریک اردو کی نشو ونما کے زمانے کی ایک اہم تحریک تھی اور اس کے اساس پر اردو زبان نے آنے والی صدیوں میں ارتقاء کی لاتعداد منازل طے کئے ہیں۔

[اردو ادب کی تحریک تالیف ڈاکٹر انور سدید ص ۱۴۳] مغلوں کی آمد سے پہلے مسلمان سلاطین نے تقریبا دو سو سال تک اکناف ہند پر حکومت کی اور دہلی کو جہاں پہلے ترک شہسواروں نے ڈیرے ڈالے تھے اتنی اہمیت حاصل ہوگئی کہ مسلمانوں نے اسے اپنا دارہ سلطنت بنایا اور ترکیوں کی یہ چھاونی علم اور ادب کا مرکز بن گئی اس عرصہ میں مسلمانوں اور مقامی باشندوں میں اختلاط کا سلسلہ غیر محسوس طور پر جاری ہوا اور اس ادغام کا ایک غیر معمولی نتیجے اردو زبان تھی بقول حافظ محمد شیرانی ''اردو کی داغ بیل اس دن پڑنی شروع ہوگئی تھی جس دن سے مسلمانوں نے

ہندوستان میں آکر وطن اختیار کیا'' اور یہ ناموسوم زبان ہر علاقہ میں مقامی بولی کے نام سے پہچانی گئی چنانچہ شاہ میراجی شمس الاشاق نے اپنے ہندی کا نام دیا امیر خسرو نے غرۃ الکمال میں مسعود سعد سلمان کے ہندوی دیوان کا تذکرہ کیا ملاوجیہ نے سب رسم اردو کو''زبان ہندوستان کہا ہے شاہ ملک بے پوری نے اسے دکنی'' اور محمد امین نے مثنوی یوسف زلیخا میں اسے''استے گوجری'' سے موسوم کیا ہے۔شیخ خوب محمد اسے گجراتی بولی کہتے ہیں شیخ باجن نے اسے زبان دہلوی قرار دیا مرور ایام کے ساتھ اس زبان کے لئے ریختا کا لفظ استعمال ہوا اور میر و غالب کے زبان میں مروج رہا اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اس زبان میں اردو اگر چہ بے نام اور بے عنوان تھی لیکن سماجی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے وسیع علاقہ میں بولی جاتی تھی چنانچہ اردو کے ارتقائی خاک میں جو اولیان نقوش نظر آتے ہیں ان میں پنجاب سندھ گجرات دکن راجستان اور گونڈیان وغیرہ کے مقامی زبانوں کے بہت سے الفاظ موجود ہے ڈاکٹر سہیل بخاری نے رگ وید کو اردو کی تاریخ کا پہلا سرا قرار دیا ہے اور یہ اس بات کی وضاحت ہے کہ اس زبان کا خام مواد مقامی بولیوں کی صورت میں رگ وید کے زمانے میں بھی موجود تھا عربی کے الفاظ عرب تاجروں اور مسلمان فاتحین کی بدولت ہندوستان میں درآمد ہوئے اور جب مسلمان فاتحین دہلی کی طرف بڑھے تو ان الفاظ کو بھی ساتھ لے گئے دہلی چونکہ مسلمانوں کا پایہ تخت تھا اس لئے یہی مقام اردو زبان کا بھی دارالخلافہ قرار پایا وعلاوہ الدین خلیجی کی فتح دکن اور محمد تغلق کے دارالخلافہ کی تبدیلی سے جو اثرات جنوب میں پہنچے اور ایک مخلوط زبان وجود میں آئی جس کے اولین شعراء مسعود سعد سلیمان لاہوری فرید شکر گنج بوعلی قلندر امیر خسرو اور قدوند وغیرہ شامل ہے۔

چنانچہ سید سلیمان ندوی کے اس نظریہ سے انکار ممکن نہیں کہ''یہ مخلوط زبان سندھ' گجرات' دکن' پنجاب اور بنگال اور ہر جگہ کی صوبائی زبانوں سے مل کر ہر صوبہ میں الگ الگ پیدا ہوئی یہ کسی قوم یا زبان کا نہیں بلکہ مختلف قوموں اور زبانوں کے میل جول کا ایک ناگزیر اور لازمی نتیجہ ہے اور غوریوں خلیجوں اور تغلقوں کے زمانے میں پیدا ہو چکی تھی۔''

سیکولروں کی مذہبی منافرت کا پروپیگنڈا:

سیکولر لوگ کوئی موقعہ محل ہاتھ سے جانے نہیں دیتا ہے کہ جہاں مذہب کی تنقیص یا حامی انہیں نظر نہیں آتا

ہےنہیں اچھالتا ہوا ان کا اصرار و تکرار کہ مذہب انتہاء پسندی پھیلاتے ہیں جس کے نتیجے میں شدت پسندی وجود میں آتی ہے ان کا یہ قول حضرت کے اس فرمان کے مطابق نظر آتے ہیں جہاں عمرو بن عاص معاویہ نے آپ کو اقتدار کے حریص لالچی سے متعارف کرانے کی مہم چلائی تو حضرت نے ان کے اس الزام کے جواب میں فرمایا تم ہم سے کہیں گونہ حریص ولالچ رکھتے ہو کیونکہ تم بغیر کسی استحقاق کے اقتدار چاہتے ہو مجھے اپنے جائز حق سے محروم رکھنا چاہتے ہوایسا ہی سیکولر والے ہیں یہ ملک ۹۸ فیصد مسلمان ہے ان کے دین اسلام کو کنارے پر لگا کر جس کفر سے اس نے قربانی دے کر نجات کیا ہے اس کی طرف دھکیلا اور اپنی بات منوانے پر تلے ہوئے ہیں۔

-

-

۲۔دوسرا عالم دین ہے:

امور دینی سے متعلق علوم کو پڑھا ہے، یہاں سے ما یسمی دینی درسگاہوں سے پڑھا یا اعلیٰ سطح کے دروس مجاز مصر، ایران، عراق کے فارغ تحصیل ہے۔ یہاں لوگوں کے بدبختی وبدقسمتی دونوں گروہ علماء کے پاس یہاں کے نیازمندوں کے سوالات کا جواب صرف ایک ہے ''تقلید کریں سب ٹھیک ہوجائیں گے''۔

امور دین متعلق پوچھنے والوں کے جواب میں آپ فرماتے ہیں دیکھیں انسان مکلّف تین جسموں سے باہر نہیں ہے انسان مکلّف یا مجتہد ہوتا ہے یا مقلد یا محتاط احتیاط تو آپ کر نہیں سکتے ہیں چونکہ وہ بہت مشکل ہے مجتہد تو آپ ہے ہی نہیں یا نہیں ہو سکتے ہیں اس کے بہت دشوار شرائط ہیں صرف رہ جاتا ہے کہ انسان اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہو کر تقلید ہی بہتر ہے راہ نجات اسی میں ہے مقلدین بذات خود ان پڑھ جاہل ہے لیکن زمینہ اجتہاد کے قریب پہنچنے والے ہو یا علوم جدید میں خود اسکالر کیوں نہ ہو تقلید کریں۔ جب عالم دین مجتہد زادوں سے طلب نصیحت کرتے ہیں تو یہی نصیحت فرماتے ہیں کہ آپ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آقا کا مقلد بنائیں اس سے بہتر خدمات نہیں ہوسکتیں ہیں جب ان سے سوال کرتے ہیں تقلید کسے کہتے ہیں اس کی کیا تعریف فرماتے ہیں تقلید کے لغوی معنی واضح ہیں کسی کی گردن میں پھندا ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اما عرف شریعت میں تمام اعمال کو مجتہد یا اس کے کتاب کے مندرجات کے مطابق بجالانے کو کہتے ہیں آپ یہ نیت کریں میں فلاں کی تقلید کرتا ہوں صرف اتنا کہنے کے بعد آپ کے تمام اعمال کی ذمہ داری مسولیت آپ کے گردن سے اٹھ جاتی ہے مجتہد کے

گردن میں آویزاں ہوجاتی ہے۔

کفروالحادظلم وزیادتی کے دورمیں علماء کا کردار:

اس دورمیں علماءاعلام تین کردارپیش کرتے ہیں:

۱۔علماءسوءباقاعدہ ظالم حکمرانوں کے ترجمان بنتے ہیں ان کی مظالم کی توجیہ پیش کرتے ہیں جوازپیش کرتے ہیں جنہیں بعض روایات میں علماءسوءیادرباری علماء کہاجاتایاگیاہے۔

۲۔علماءصالح علماءمجاہدجوحکمرانوں کےظلم وجنایتوں مقابلہ کرتے ہیں روکتے ہیں تو کہتے ہیں ضرورت پڑےتوقیام وجہادکرتے ہیں ایسی حالات میں جہادکوافضل اعمال پیش کرتے ہیں۔

۳۔متوقف علماءبعض علماءایسے مواقع پرامرونہی کرتے ہیں وہ اس کے لئے مختلف توجیہات پیش کرتے ہیں سب سے بڑی توجیہ ان کی باتوں کی عدم تاثیریااپنے جان کے لئے خطرہ یامومنین کے لئے خطرہ یابعض کے مطابق یہ جوہےوہ بھی نہیں رہےگا کی توجیہ کرتے ہیں۔لیکن حق وحقیقت یہ ہے کہ دوباتوں کی وضاحت ضروری ہے کہ ماضی کے علماءکاکردارکی توجیہ کہ فلان نے اس وقت اقدام نہیں قیام نہیں حالات سازگارنہیں تھے یہ باتیں یہ توجیہات درست نہیں وہ لوگ گزرگئے ہیں وہ ہم جیسے انسان تھے ممکن ہے کہ ان کے توجیہات درست نہ انہوں نے کوتاہی کیاہوممکن ہے وہ مغرورہوجائیں اس کاالہ کیونکہ ان کے بارے میں فیصلہ اب بےکارہوگا۔

<u>۲۔جس دورمیں ہم روہےاس دورمیں کیاکرناچاہیےاس کاتصفیہ کرناچاہیےہم ہےاللہ کی کتاب نبی کریم کی سنت اورحکومت وقت کی حالت کم وبیش ہمارے لئےعیان ہےاگریہاں ہےوہ بھی قابل تحقیق ہےلیکن ہمیں پہلے مرحلے میں علماءسوکی تشریح وتوضیح کرناضروری ہے کیاعلماءسوءکی توضیح وتشریح ہی ہےجوکرتے ہیں درباری علماء سرکاری علماءبننےوالاعلماء۔</u>

دینی مدارس سے کون پریشان:

دینی مدارس سے نالاں و پریشان ملک کے نام نہاد منافق سیکولر جماعت ہے جنہوں نے آزادی دینی آزادی اعتقاد کے نعرے بلند کر کے اقتدار اعلیٰ سے دین حاکمیت کو خارج کیا تھا ابھی ان کو ان کے چار دیواری کے اندر بھی برداشت نہیں بلکہ ابھی اتنی دولت خرچ کرنے کے باوجود اس ملک میں مسلمان خواتین حجاب میں کیوں ہے بلکہ مساجد سے اذان کیوں بلند ہوتا ہے جماعت کیوں برپاء ہوتی ہے محمد رسول اللہ کی اہانت جسارت کیوں برداشت نہیں کرر ہا ہے اس طرح بہت سے کیوں ان کو کٹھا کر رکھا ہے۔

۲۔ دنیا میں وحدت ادیان بنانے تنہا دینی کو قائم کرنے کی سرتوڑ کوشش کرنے والے پریشان ہے تعلیم کے فروغ سے کفر فروغ کرنے والوں کے جھوٹ کے نقاب ہٹ گئے عالمی ادارے نے پاکستان کے تعلیمی معیار گرنے کی حیرت انکشاف ان کے عزائم مکفرت ہو گئے نہ تعلیم آئی ہ دین ختم ہو گئے وہ پریشان ہے۔

مقدس اسمبلی، مقدس جمہوریت، مقدس آئین، مقدس انتخابات:

۱۔ ۱۹۷۷ کے انتخابات

۲۔

۳۔

۴۔

وصیت نامہ:

میں یہ کتاب اس حالت زار اور نا مساعد حالات میں ضبط تحریر میں لایا جس وقت میری کتابوں کی بنیاد پر مجھے ۱۵۰۰ء اصدی کے دور میں یورپ میں اظہار نظر جدید والوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا تھا میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ میری کتابوں کو خریدنے پر تنہا پڑھنے پر پابندی تھی بلکہ میرے عزیز اور دوست بھی کتاب سامنے دیکھتے وقت چھونے سے گریز کرتے تھے بعض پرانے دوست میری تسکین و تسلی دلداری کے لئے کہتے تھے آپ لکھیں آئندہ زمانے میں کام آئے گا لوگ پڑھیں گے آپ کی قدر کریں گے اس سے میں نے صرف تسلی و تشفی ہی سمجھا کیونکہ جن لوگوں نے ہزار اگر مگر لا کر قرآن کریم سمجھانے کے دروازے بند کیا ہو سنت رسول پر پابندی لگا کر سلف کی اقوال یا پیر

وملنگوں اور مرشدوں کے اقوال کو انصاب میں شامل کرنے کے لئے دباؤ ڈالا کرتے ہیں میری یہ کتابیں کون پڑے گا۔ مجھے بھی احساس ہوتا تھا کہ میں تو اس وقت اس عالم میں ہونگا جہاں کے رہنے والوں کو یہاں کا پتہ نہیں ہوتا ہے کہ کیا گزر رہا ہے۔ یہاں والوں کو پتہ نہیں وہاں ان پر کیا گزر رہی ہے مجھے کیسے پتہ چلے گا میری کتابیں پڑھ رہے ہیں استفادہ کر رہے ہیں یا نہیں اگر یہ بطور رضا الٰہی اسلام کی سر بلندی کے لئے نہیں بنے تو سمجھ لیں سفید صفحات کو ہم نے سیاہ کیا ہے میں نے اس دور کو ہو بہو ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت کا دور سمجھا ہے جہاں دین و دیانت اسلام شناسی کا موضوع ہی نہیں ہے میں نے اس کیلئے بھی نہیں لکھا چونکہ اپنی بے بسی کے عالم میں اور کوئی مشغلہ نہیں بنتا تھا وقت گزرنے کے لئے لکھتے رہے

گرچہ یہ حقیقت اور حالت کے تحت قرین قیاس ہے لیکن یہ بھی نہیں کیونکہ میرا دل اسلام عزیز کو بالکل خرافاتوں اور رسوماتوں مغربی تہذیبوں کے لفافوں میں ملفوف ومفطی ومغشاء دیکھ کر پریشان ہوتا تھا اس امید سے لکھا ہے شاید کسی دردمند کے ہاتھوں لگ جائے شاید اس کی پریشانیوں کی راہ کشادبن جائے۔

یہ اسمبلی، جمہوریت کی ستون عمودی اکثریت تجربہ خارجی تحقیقی آراء اکثریت مردود ہے کیونکہ بعض ملکوں خاص کر ہمارے ملک کی اکثر ان پڑھ نادان چنانچہ حالیہ سالوں میں شرح پڑھائی ۳۰ فیصد کے قریب میں اکثریت ان پڑھ ہے۔

۲۔ اکثریت دسویں جماعت پر ختم کرنے والوں پر مشتمل ہے۔

۳۔ بہت سے پڑھے لکھے سادہ ناسمجھ غیر عاقل ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے اکثر لا یعقلون ہوتا ہے۔

۴۔ فاسق جو خیانت کار ہوتا ہے۔

۵۔ غیر مومنین ہوتا ہے چنانچہ اس وقت ملک میں برسر اقتدار والے سیکولروں کی راج ہے۔ ۶۔ بادل نخواستہ کس کے دباو میں رائے دیتا ہے۔

۶۔ خود اکثریت قابل جمع نہیں ہے۔

شعراء ۸، شعراء ۱۰۳۔ ۱۳۹۔ ۱۵۸۔ ۱۹۰۔ ۲۲۳۔ مائدہ ۵۹ زخرف ۷۸ انعام ۳۷ انعام ۱۱۱ اعراف

۱۰۲؛۱۳۱۱۱انفال۳۴ یونس ۵۵ فرقان۴۴ قصص ۱۳۔۵۷ زمر ۴۹ دخان ۴۹ طور ۵۲ بقرہ ۱۰۰ امائدہ ۱۰۳ توبہ ۸ یوسف ۱۰۶ نحل ۵۷۔۱۰۱ انبیاء ۲۲ مومنون ۷۰

۱۔دینی مدارس سے کون پریشان:

دینی مدارس سے نالان و پریشان ملک کے نام نہاد سیکولر جماعت ہے جنہون نے آزادی دینی آزادی اعتقاد کے نعرے ہے بلند کر کے اعلی سے دینی حاکمیت کو خارج کیا تھا ابھی ان کو ان کی چار دیواری کے اندر بھی برداشت نہیں بلکہ ابھی اتنی دولت خرچ کرنے کے باوجود اس ملک میں مسلمان خواتین حجاب میں کیوں ہے مساجد سے اذادوٗن کیوں بلند ہوتا ہے یہ جمعہ جماعت کیوں برپا محمد رسول اللہ کی اہانت جسارت کیوں برداشت نہیں کرر ہا ہے اس طرح بہت سے کیں ان کو کٹھک رہا ہے

۲۔دنیا میں وحدت ادیان:

ادیان بنانا تنہا دینی کو قائم کرنے کی سر توڑ کوشش کرنے والے پریشان ہے تعلیم کے فروغ سے کفر فروغ کرنے والوں کی جھوٹ کے نقاب ہٹ گئے عالمی ادارے نے پاکستان کے تعلیمی معیار گرنے کی حیرت انگیز انکشاف ان کے عزام مکشوف ہوگئے نہ تعلیم آئی نہ دین ختم ہوگئے وہ پریشان ہے۔

۳۔ان روشن خیالوں اب یہ پریشان ہیں کہ یہ دینی مدارس والے کیوں ہماری طرح داڑی منڈوا کر کوٹ پتلوم کیوں نہیں لیتے اگر یہ بھی کرتے تو اس حوالے سے قوم میں یکجہتی نظر آئے تا کہ ہم دنیا کو یہ بتا سکتے انہی خاموش کرا سکتے کم سے کم ہماری اس کامیابی پر بھی داو دینا چاہتے کہ علم نے کباس اور داڑھی میں سب کو یکجا کیا ہے۔

۵۔ان کو یہ بھی پریشانی ہے کہ جس طرح سیاست کے میدان میں پی پی متحد ہوئے ہیں ان کا اپنا منطق ہے سیاست میں کوئی ضمیر صداقت کا کوئی جگہ نہیں آخر میں مسلک میں شدو مد سے اختلاف رکھنے والے کیوں متحد ہو تے ہیں ان کو تو نہیں ہونا چاہیے ان پریشانیوں کا اظہار کرنے والوں میں سے ایک خورشید ندم ہے آپ نے ۱۳ جمادی الاول ۱۴۳۵ ۱۵ مارچ ۲۰۱۴ کے دنیا میں قومی سلامتی اور دینی مدارس کے عنوان پر لکھا تھا لیکن ان کا پہلا حقیقت گوئی نکتہ یہ ہے کہ پاکستان میں مدارس ملکی بنیاد پر ہے ادینی بنیاد پر نہیں گویا اگر اس شق کو ایک دردمند دین وملک کے حوالے سے اٹھایا ہے تو آپ قابل دار ہے یہاں اس ملک وملت کے حوالے سے اٹھایا ہے تو آپ قابل داد ہے یہاں اس ملک وملت کے حتی دین کے لئے ناسور مسلک ہے یہاں مدارس مسلک کی بنیاد پر ہے مسلک

ہی کا درس دیا جاتا ہے باقی نصاب کسی کام کا نہیں کیونکہ صرف ونحو کی تعلیم فارسی معانی وغیرہ کسی درد کی دوا نہیں ہے۔

ثقافت الاسلامیہ کی جگہ بیگانہ ثقافت قومی ثقافتوں کی جاگزین

۱۔پسندیدہ ثقافت	۲۔پند ثقافت	۳۔رقم ثقافت
۴۔ترانہ ثقافت	۵۔سالگرہ ثقافت	۶۔برسی ثقافت
۷۔علم ثقافت	۸۔گھوڑا ثقافت	۹۔اجرک ثقافت
۱۰۔ٹوپی ثقافت	۱۱۔شلوار ثقافت	۱۲۔کوٹ پتلون ثقافت
۱۳۔ٹائی ثقافت	۱۴۔عباء وقباء ثقافت	۱۵۔رونا ثقافت
۱۶۔سرود ثقافت	۱۷۔عید کی ثقافت	۱۸۔ماتم کی ثقافت
۱۹۔ازدواجی ثقافت	۲۰۔نعروں کی ثقافت	

بہترین وبدترین سربراہان:

کہتے ہیں الناس علی دین ملوکھم یہ درست نہیں۔ بلکہ اس عکس درست ہے جیسا کہ مغل کافر مسلمان ان کے ہاتھوں مشرک نہیں ہوتے بلکہ خود مسلمان اکبر بادشاہ اسماعیلی تھے علام صوفی تھے عوام کو اسماعیلی نہیں بنا سکے خود وہ صوفی وملحد ہو گئے فاطمی شیعہ تھے مصر کو اسماعیلی نہیں بنا سکے انگریز مسیح تھے ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو مسیحی نہیں بنا سکے بادشاہوں کو سخی ہونا چاہیے یہ درست نہیں یہ بات غلط ہے بادشاہ خود فقیر نادار ہو تے ہیں وہ مثل عورت دست خالی یہاں آ کے قبضہ کیا ہے یہ دوست یہاں کے عوام کے میں اس کے پاس امانت تھا جو اس میں سخاوت کرتے ہیں وہ خیانت کرتے ہیں عبدالملک بن مروان بن ہشام بن عبدالملک منصور بن دوانقی بخیل تھا اچھے طریقے سے حکومت چلائی بادشاہ رحم دل ہونا چاہیے غلط ہے بادشاہ سب کا ہے قاتل کیلئے مقتول کے ساتھ ناانصافی کی ظلم کا باعث بنتا ہے۔

بادشاہ مذاہب سے آزاد ہونا چاہیے کیونکہ وہ سب کا بادشاہ ہے یہ بات غلط ہے کیونکہ تمام مذاہب سے آزاد ہونے

کا مطلب یہ ہے یہ ملحد مفکر وجود اللہ کمیونسٹ ہندو ہونا پڑے گا پھر تو مذہبی ہو گیا اکثریت کے تابع ہونا چاہیے غلط ہے اگر اکثریت غلط پر ہے تو بادشاہ بھی غلطی پر ہے۔ یا رعب و بدتر ہونا چاہیے۔ مذاہب اور حکمران حکمرانی کے ذریعے پھیلتے ہیں مذہب مشکوک و مکروہ چہرہ ہوتا ہے وہ عوام الناس کے سامنے اپنا کھلا حقیقی چہرہ نہیں دیکھا سکتا ہے چنانچہ مغلی ہندوستان میں مغلیوں کو اپنا اصلی چہرہ دیکھنا ممکن نہیں ہو سکا تھا بلکہ خود تابع رعیت بن رہنا پڑا یہاں تک اورنگ کی مقبولیت اس میں تھا کہ وہ خود کو حنفی دیکھا تا لہٰذا صوفی پھیل کے اسماعیلی نہیں پھیل سکے جو اسماعیلی پھیلے وہ عام دعوت سے پھیلے وہ بھی شائد ہندو سے مسلمان قبول کرنے والے تھے۔

-

قرآن کریم میں مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

مشور اسم مصدر ہے بمعنی آپس میں تبادل افکار و نظریات کو کہا جاتا ہے گویا شخص مشاور مشورت کے ذریعہ دیگرام کے اذہان میں مدفون مخزون خیالات نظریات صلاح و بہبودی جامعہ اظہار و ابراز اری کی درخواست کرنے کو کہتے ہیں عمل شوریٰ ایک عمل فطری ہے جو کہ قدیم ادوار تاریخی سے بھی ملتا ہے کہ جہاں کہیں انسان کسی بھی مسئلہ شخصی خاندانی اجتماعی میں حیران و سرگردان رہے صالح ترین لائق افراط سے نظر خواہی رائے خواہش کرتے آئے ہیں کہتے ہیں شوریٰ سنا سے ملتے ہیں کہ میلاد مسیح سے ۱۵۰ سال پہلے یونان میں ایک مجلس سنا تھا معنی سال خوردہ گان ان کو مجلس شیوخ کہتے ہیں اسلام آنے سے پہلے قریش دار الندوہ میں رہتے تھے اس اس دستور اسلام قرآن کریم میں تین بار یہ کلمہ انسانی زندگی کے خاندانی اجتماعی جنگی امور میں صلاح و مشورہ کا حکم آیا ہے سورہ بقرہ ۲۳۳ آل عمران ۱۵۴ سورہ شوریٰ ۳۶' سورہ زمر آیت ۱۸' میں بہتر مشورہ اپنانے کا حکم دیا ہے۔

ختم نبوت کی جگہ انتظار مہدی یا محمد و قرن:

اسلام خاتم ادیان محمد خاتم الرسل کا اعتقاد و تمام کلمہ گو مسلمان کا مسلمہ لا نقاش و لا جدال ہے اس معنی میں نہیں دلائل نہ ہونے کی وجہ سے ملک سے تمسک کیا ہو بلکہ و اسلام و نبوت محمد کی دلیل آج قرآن کریم کی آیات محکمات کی صورت میں موجود ہے یہی آیات یہ فال گمراہ کی راستے میں اسلام کے لئے سعد سکندر بنے ہوئے مگر کچھ چور سیاسی بدل کر خیر خواہ میں غلط پاسپورٹ سے اس میں داخل ہوتے آئے ہیں اب تک کتنے مہدیان آئے

ہیں ایران میں کتنے مہدیوں کو سزائے موت سنائی ہے کتنے مدعیان مہدی جیل چلے گئے ہیں محمد علی باب سزاموت پائی غلام احمد قادیانی نئے مذہب کی بنیاد ڈالی کر کے ایک اور مہدی نے ہلچل بجا کر گئے دنیا عقل شعور رکھنے والے انسانوں کے لئے گزشتہ مہدیوں کے چہرہ سے آئندہ آنے کے لئے کہنے والے مہدیوں اوران کے آمد کے بشارت دینے والوں کا پول کھل جائے گا اسماعیلیوں مہدی کا چکرلگر کرصوفیوں عدد کا چکر چلایا ہے محسوس ایسا ہوتا ہے دونوں آپس میں سمجھوتا کر کے بیٹھنے میں ایک مہدی کے نام سے کریں دوسری مجدد کے نام سے کریں وقت حالت کے تحت بدل بھی سکتے ہیں صوفیوں نے مہدی پیدا کئے اسماعیلیوں نے مجدد پیدا کئے۔

خصوصیات دین اسلام: [رجال الفکر والدعوۃ ج ص۹۰]

دین اسلام دین آخیر و دین عالمی ہے امت اسلام امت آخر نبی اسلام نبی اخیر ہے اللہ نے حضرت محمد کو ایک ایسی رسالت سے نوازا ہے جو کامل ودائم ہے جو ہر زمان ومکان کے لئے سازگار رہے جو ہر جدید کا مقابلہ کرسکتا ہے ہر مشکل کا حل دے سکتا ہے دین اسلام کی دور کی تمدن کا ثمر نہیں ہے نہ کسی تاریخ کا فن وخیر ہے تا کہ اس کا محا کا بن جائے تا کہ یہ کیا جائے اس کی صلاحیت کا دور ختم ہو چکا ہے دور گزر چکا ہے یونان اور قدیم حضارات تمدنیات کے بارے میں کہتے ہیں یہ دین اللہ حی قیوم قیوم یہ دین خالد مدعیٰ خلود طبیعت صدی خلود انسان ہے یہ دین قانون وناموس حیات ہے یہ ساخت اللہ ہے یہ اپنی شکل نہانی طور کا ملک ودایم کا ذکر ۹ ذی الحجہ ۱۰ ہجری کو ہوا ہے اس کا ذکر مائدہ کی آیت ۳ میں آیا ہے یہ ایسا دین ہے اس کی بعد کسی اور دین کا انتظار بے جا ہے اس کے بعد کسی اور رسالت کا انتظار منہ عنہ ہے اسی وجہ سے تمام صعوبات خرافات انحرافات سے وجد ومقابلہ مزاحمت کرتے آئے ہیں یہ دین ایک نئی مانع وذوبان حل ہونے والی دین ہے دوسرا دین میں حل ہو جائیں یا ان کے لئے جگہ بنائیں نہ ایک دین جامد ہے۔

مسجد کے لئے مردوں کو اطاعت کے لئے زندوں کو:

ددونوں فرقوں نے مخلوق اللہ کی عبادت بال شریک کے بدلے اپنے بعض قبور کو انتخاب کیا ہے جہاں سے کوئی دست خالی واپس نہیں آت اہے جو بھی مانگتا ہے مانگیں مسجود کے لباس کوئی کمی نہیں وہی خالق ورازق وہی حیات دینے والا نارافوز کو سزا دینے والا ہے جھوٹ معبودی کے لئے جھوٹ بولنا گناہ بھی نہیں اگر کسی مسلمان نے اعتراض کیا اشکال کیا تو جھوٹ کے تھیلے بھرے ساتھ رکھتے ہیں ہم تو ان کو وسیلہ بنا رہا ہے وسیلہ بنانے کا حکم خود

اللہ نے دیا ہے جھوٹ بولتے ہیں خلود میں انہی کو قبلہ بناتے ہیں انہی کے ذریعے دوست بناتے ہیں عیش کرتے ہیں باہر کہتے ہیں درویش ہیں فقیر ہے زندوں کو وواجب الاطاعة بناتے ہیں ہم نے دین کو یہیں سے لیا ہے ایک عام آدمی کہاں جائیں کدھر جائیں۔مثلا میں کہا جاوں اگر آپ سجھانا چاہیے تو کہتے ہیں میں نے نہیں سمجھا آپ صحیح کہتے ہونگے آپ کا علم بہت ہے میری کم عقلی کم تھی اتنی گنجائش نہیں سوچوں گا ہر کس و ناکس کو مطیع و فرمانبردار بنایا ہوا ہے۔

تقلید مصدر واحد فرق ہے بلا استثناء:

کوئی بھی فرقہ تقلید سے باہر نہیں فرق مقلدوں میں ہے جس کی تقلید ہوئی ہے دین انہی ختم ہو جاتی ہے تقلید صرف فروع دین احکام فقہیہ میں نہیں بلکہ اصول دین میں بھی تقلید ہے یہ اور المیہ اہل حدیث جو کہ تقلید کے خلاف ہے وہ بھی اپنے دین کے کشتی لنگر ابن تیمیہ کے قدموں یا ان کے اجتہاد پر کرتے ہیں تقلید دین اسلام کلی طور پر نہیں ہے کہ آپ دوسرے کی طرف رجوع نہیں کر سکتے ہیں تقلید یعنی بار بار سوال نہیں کر سکتے ہیں یہ عقل و نقل دوسرے متصادم ہے۔

زبان:

۱۔زبان از نعمتھائے مفت شدہ از پروردگار زبان اللہ کی طرف سے مفت اور نصیحتوں ولسان شفتین۔

۲۔کارخانہ ملفح و تشخیص و ترسیل ماکولات و مشروبات

۳۔دستگاہ امدار واظہار آراء نظریات

۴۔زبان بمعنا لہجہ امتیاز شخصیات

۵۔لباس منویات و معنویات

۶۔وسیلہ افہام و تفہیم و وسیلہ آشنائی واظہار ناراضگی ہے

یہاں پر ہمارا موضوع گفتگو یہاں رہنے والے مسلمانوں کے لئے کونسی زبان انتخاب کرنا چاہیے کیونکہ زبان بھی مثل زمین محل استعمار گری استحصال واقع ہوا ہے موجب عداوت و نفرت زبان کی دو تعریف ہے زبان لہجہ جو کہ ہر ایک شہر دوسرے سے مختلف ہونا ہے حتیٰ حروف میں بھی کم و بیش اختلاف پایا جاتا ہے تمام لہجوں سے

بہتر زبان سب کی متفقہ زبان کی زبانوں کی خوبیوں اور برائیوں کی کیا شناخت ہے۔

۱۔سہل تکلم ہر انسان کے لئے اس کا تعلیم آسان ہوا۔

۲۔اس کی کلمات کے حروف کم سے کم ہو۔

۳۔اعلیٰ وارفع معانی کے لئے کلمات پائے جاتے ہیں

۴۔اپنے دین کے تعلیم سمجھنے میں معاون ومددگار ہو۔

۵۔زیادہ تر مسلمانوں کا زبان ہو۔

۶۔اس مذہب میں کتب دین اول سے آسان سے میسر ہو زبان ضرورت زمانی ہے یہ کوئی موروث آبائی نا قابل تغیر وتبدیل وراثت مقدس نہیں ہے۔

المستنصر باللہ:

معد بن الظاہر کنیت ابونعیم اعزاز دین اللہ آٹھویں خلیفہ فاطمین معد بن ظاہر لقب مستنصر باللہ آٹھویں خلیفہ فاطمی شیعیان ص ۲۲۷ کو اپنے باپ ظاہر کی وفات کے بعد خلیفہ بنے جس وقت وہ خلیفہ بنے ان کی عمر چھ سال تھے انہوں نے ساٹھ سال ۴ مہینے خلافت پر رہے ساتھ سال کی عمر تحت خلافت بیٹھے اس کی خلافت کے دور میں ایسی قحط آئی جو ساتھ سال تک رہی کہتے ہیں ایک روٹی پچاس دینار میں فروغ ہوتی تھی ایسا قحط حضرت یوسف کے دور سے اب تک نہیں دیکھا گیا تھا یہاں تک قحط پہنچا تو مستنصر کے علاوہ کسی بھی ارکان حکومت کے پاس کوئی سواری نہیں تھی قحط اس حد تک پہنچا بدر محال مکہ سے مصر آیا امور مملکت سمجھا ۶۷ سال پانچ مہینے خومت کیا اتنی حکومت کی خلیفہ اموی عباسی کو نہیں ملا تھا۔

مستنصر ہر قسم کی امر ونہی نصب وعزل سے معزول محبوس رہتے امور مملکت تمام بدر جمانی کے وفات کے بعد افضل مجالس چلاتے تھے یہاں مستنصر وفات پائے مستنصر کی دور میں قحط سالی شروع جو سات سال تک چلی صاحب نجوم مظاہرہ اپنی تاریخ کے جلد ۵ ص ۱۵ اپر لکھتے ہیں بہت سے مسر چھوڑ کر گئے بہت لوگ مر گئے بعض نے بعض کو کھایا یا بعض نے ہوٹل والوں نے عورتوں کو بیچتے ہوئے دیکھا۔حیوانات ختم ہو گئے مستنصر کے لئے دس ہزار سواری سے صرف تین سواری رہ گئی۔کتے تین پانچ دینار میں خریدے فروخت تین دینار میں فروغ ہوئے تھے وزیر مملکت کی سواری قصر کے دروازی سے غلام کے ہاتھ سے چھینے گئے بعد میں غلام کو بھی ذبح کیا ۴۸۷ کو

وفات پایا پوری مدت میں حکومت بدرحالی اوران کے بیٹے افضل شاسب کی رہے۔

ولایۃ الاحاکم بامراللہ نجوم ظاہرج ۲ص ۱۷۶ ابوعلی منصورالحاکم بامراللہ بن العیز باللہ نذار بن العزیز باللہ معد بن منصور باللہ اسماعیل بن قائم بامراللہ محمد بن مہدی عبداللہ ۲۶ ربیع الاول ۳۷۵ کومصر میں پیدا ہوئے ۳۸۳ کوولی عہد بنایا پھر ۲۸ رمضان ۳۸۶ کوجس دن عزیز وفات پائے حاکم کی بیعت ہوئی ان کی عمر ۱۱ سال چھ مہینے یااس سال چھ مہینے ۶ دن عمرتھی ان کی تمام عمرحکومت تضادات تھے جمع کا دورتھاایک طرف شجاعت اقدام ایک طرف بزدلی ڈرپوک علم سے محبت علماء سے انتقام کیاصلحاء سے کی طرف جھکاوحکماء کی ہو۔بعض اوقات جودو سخاء کامظاہرہ کیاکبھی بدترین مخالفت کامظاہرہ کیاسات سال تک سوف پہنتے رہےسمع کے بغیرتاریکی میں رہتے تھے۔

عدم تحل نقد:

سب آخری ونہائی عدم اعتراف بہ غیر ہے جتنااس فکر میں گہروسیع ہونگے اتناعدم تحمل وسیع ہونگے۔:

۱۔فرعون ۲۔حجاج

۳۔عبدالملک مروان ۴۔یزید۔۔

۵۔مروان۔۔۔عثمان ۶۔ہارون الرید

۷۔ابوبکر ۸۔عمربن خطاب ۹۔علی بن ابی طالب۔

نفس غیبت امام واعلان ظہورامام یہ بھی ایک نفس کہہ سکتے ہیں بطورمثال جناب آقائے زیدی ایک زمانے میں سخن گومرحوم بہلول تھے کہ صرف تین سال کے اندرامام زمان ظہورکریں گےزیدی صاحب کی نشاندہی میں خوشخبری دینابہلول کی وفات کے بعدزیدی خودمستقل ہوگئے دوعرصہ گزرگئے امام ظہورنہیں ہواتوانہوں نے ذمہ داری لشکرامام بہانہ کے لئے شہرک بھی بناناشروع کیاہےتاکہ منتظرین کوکرایہ کے مکان تلاش کرنے میں دشواریاں نہ ہوحالانکہ انہوں نے تمام نقشہ کی تقسیم کیاہےاورامام توتشریف نہیں لائے۔دوسراشخصیت آقائے افتخاراس سلسلہ میں تین مراحل طی کرسکتاہے۔

برصغیرپریورپیوں کاقبضہ:

یورپیوں کابرصغیرپرقبضہ یہاں معدنیات مصنوعات درآمدت تجارت تھی لیکن ساتھ ہی مسلمانوں کوصفحہ

ہستی سے نیست ونابود کرنا ان کی یہودی رگ مسیحی کینہ وحقد جو عوامل جنگ صلبی مسلمین میں ان کے اندر راسخ ہوگئی تھی جنوب یورپ میں واقع مملکت اسلامیہ ملقان ترکی کی حکومت سلطنت سے آزاد ہونے کے بعد اسپین سے مسلمانوں کو خارج جلاوطن کرنے کے پرتگال والے مسلمان نشین علاقوں کے تلاش میں نکلتے ہوئے ۱۴۹۳ کو وہ امریکہ پہنچے اس کو دریافت کیا چنانچہ یورپ والے اس سال کو اپنے لئے خوش قسمت قرار دینے لگے تھے ایک طرف سے مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور دوسری طرف سے ان کی آبادی میں ایک ملک دریافت ہوگیا انہوں نے یہ سلسلہ جاری رکھتے ہوئے افریقہ پہنچے وہاں سے ۲۰ مئی ۱۴۹۸ کو ہندوستان کے شہر کافی کٹ کو پہنچ کر جہاز لنگرانداز ہوگئے جب پرتگال والے ساحل برصغیر کو پہنچے بلند آواز سے اعلان کیا ہم یہاں لوگوں عیسائی بنانے گرم مصالحہ کی تلاش میں آتے ہیں چنانچہ قتل ہونے والوں کو مسجد میں پھینک دیتے تھے پرتگالیوں کی یہاں پر قبضہ تجارت کاروبار کو دیکھ کر یورپ کے دیگر علاقے برطانیہ فرانس ہالینڈ وغیرہ بھی حرکت میں آئے ۱۶۰۲ کو ایسٹ انڈیا کمپنی وجود میں آیا۔

سیاسی جماعتوں کا قیام:

ملک میں نظام جمہوریت کی قیام اپنی جگہ لابدیل ہے اس معنی میں ہے کہ یہاں حکومت چلانے والی فرد یا ٹولہ عوام کی انتخاب سے منتخب ہوتی ہے یہ انتخاب اپنی جگہ متفق علیہ ہے لہذا اس میں مناقشہ نہیں ہوسکتا ہے یا مناقشہ ممکن نہیں ہے لیکن مفہوم جموہریت کو بامعنی معنی زیادہ سے زیادہ عوامی اتراک عوام کا وصل عوام کی مصلحت کی حمایت والی جمہوریت ہونی چاہیے یہ جمہوریت دنیا اس وقت وصل رہی ہے صدارتی نظام جہاں عوام براہ راست صدر کو منتخب کریں سربراہ منتخب کریں یا بالواسطہ کریں لیکن یہ جو تیسرا شکل جو بنایا ہے کہ عوام شخص کی جگہ پارٹی کو ووٹ دیں اس کی منطق توجیہ نہیں بنتی ہے اس کو کہتے ہیں سیاسی جماعتوں کی بنیاد انتخاب ہو جائیں چنانچہ ہمارے ملک میں اتنی سیاسی جماعتیں وجود میں آئی ہیں جنگی تعداد اتنی بتائی جاتی ہے۔ لیکن جو پارٹی جماعت میں جو انتخابات میں شرکت کرسکتے ہیں ان کی تعداد چالیس تک بتایا جاتا ہے لیکن جماعتیں فلسفہ قیام پاکستان نظریہ پاکستان آئین پاکستان خود اصال پاکستان کے خلاف ہے بلکہ یہ اس ملک کے وجود کے لئے کینسر سم قاتل ہے۔

اسلام

شباب وشرب پارلیمان:

ردی ان جمشید دستی انه سمیع بعینه رایه بعیه و سمیع باذنه بعض اعضاء مجلس ثواب ھکذا قبل اس کے جمشید دستی کے مشاہدات پیش کریں خود ان کی شخصیات کا تعارف کریں کہتے ہیں جمشید دستی علاقہ مظفر گڑھ سے منتخب ہونے والے نمائندے ہیں وہ دو حلقوں سے باری اکثریت سے جیتے تھے ان کے شخصیات کی توثیق تو کسی سے نہیں ممکن ہے لیکن بعض کالم نگاروں دریاب صحافت کا کہنا ہے وہ خود تو سالم وموثق شخصیت نہیں لیکن ان کی مشاہدات کی تائید تقریبا طریق تو۔۔

اسلام معجزہ یعنی ہجوم وحملات سے:

یعنی لشکر ابابیل کفر والحاد ونفاق سے مٹتا نہیں ہے جس طرح دیگر ادیان ہجوم وحملات مخالفین میں زیادہ دیر تک استقامت نہیں دیکھا سکا یہود حضرت موسیٰ کے بعد مسلسل انبیاء کے بعثت رہنے کے باوجود زیر وبالا ہو گئے تھے یہاں تک اس کی نئی سحر سے احیاء کے لئے حضرت عیسیٰ مبعوث ہوئے انہوں نے خود عیسیٰ کو نشانی بنایا حضرت رفع آسمانی ہوئے کے تین سو سال نہیں گزرے انجیل ناپید ہو گئے علماء نصاریٰ مومنین میدان سے غائب غاروں میں چلے گئے عوام الناس کے پانہ دیں رہا نہ دین بچانے والے یہاں انجیل کی تین سو سے زائد نسخے بن گئے تھے اس سے چار نسخ انتخاب کیا وہ شرک آمیختہ اس شرط پر حکومت ہی مشرک بادشاہ ہی ہونگے شرک دامن میں پرورش پایا آخری خود دین شرک کی شکل بن گئی۔

بنی امیہ بزور طاقت وقدرت زمام مسلمین اپنے ہاتھ میں اس کے بعد بنی عباس حکومت منحرفین تھے ان کے تمام ترجیحات اپنے اقتدار تھے اسلام کی طرف توجہ کم کرتے تھے پھر فاطمین وجود میں آیا جن کا مقصد اسلام کو نیست ونابود کرتا تھا آخران الضعفاء کے ذریعے دین باطنی ایجاد کی دین سے جنگ لڑی انصاء تعطیل دین کا اعلان کیا صلبیوں سے اتفاق دہی ہوگی پھر مغلیوں کا ہجوم ہوا صلبیوں نے شہر دیار کیا پھر انگریز میدان امریکا اترے پھر فرقوں کے برمار ہوئے سب کچھ کیا لیکن وعدہ اللہ انا اعطینک الکوثر ختم نہ ہونے والی دین ہم نے دیا ہے صادق آیا اچھے فرقے دست گریبان ہے اذن میں نماز اتار چڑ اکھینچتا ہور ہا ہے لیکن اشہدان لا الہ محمد رسول سب کو کہنا پڑھتا محمد ابھی عبدہ ورسولہ۔

اسلام سے پہلے دور کو قرآن نے جاہلیت اولیٰ کو کہا ہے جاہلیت اس معنی میں نہیں کہ وہ لوگ ان پڑھ نا خواندہ تھے یہ بات غلط ہے اس وقت دنیا میں سرخ خوب بدل تھے اس تناسب میں عرب میں بھی تھے بلکہ جاہلیت سے مراد افتخار جنگو افتخار انساب افتخار و تکبر کبریائی انتقام جوی جاہلیت خرافات پسندی مراد ہے اسلام سے پہلے دور کی ترتیح میں جعفر نے نجاشی سے خطاب میں کہا کنا قوما اھل الجاھلیہ ہم بت وثن واصنام پرست قوم تھے ہم مردار کھاتے تھے افعال خواہش انجام دیتے تھے وہ قطع رحم و دیما سیہ والوں سے قطع رہتے تھے قوی ضعیف کو کھاتے تھے
۔

اس دور میں اللہ نے ہماری اپنی قوم سے کسی ایسے ہستی کو مبعوث کیا جس کے سلسلہ نصب وحسب صدق وصفا امانت داری عفت داری صدق حدیث امانت داری صلہ رحمی حسن جوار کو ہم جانتے تھے دین اسلام کی امتیاز گزشتہ ادیان سماوی سے یہ کہ اسلام بذات خود ابھی اپنی جگہ معجزہ ہے اپنی معارضین ومخالفین تحدی کرتے ہیں جس طرح خود نبی کریم کے دور میں کرتے تھے جو نبی کریم کی نبوت کے گمراہ صدق تھے ابھی بھی ہر مسلمان کے گھروں موجود ہے وہ بانک دھل یہ آیت کریمہ سناتے جن وانس جمع ہو جائیں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔

اسلام۔

اسلام آنے سے پہلے دور کو قرآن نے جاہلیت کہا ہے جاہلیت ان پڑھ نادان ناخوندہ مراد نہیں بے عقلی بے جابے بنیاد خرافات بے اساس جامدوں کے سامنے خضوع وغضب بے جا ایسے اعمال شنیع کا ارتکاب جو فاعل کو انسانیت سے نکال کر بہیمیت میں شامل کریں جاہلیت کی شعار میں سے ایک انساب پر فخر و مباہات ہے جنگ جو یان صفات انتقام جوئی تھا اس معنی میں اسلام کی دشمنی اصلی دائمی اعمال قبائح وشنائع کا مربی ہے جہاں کہیں جس دور میں بھی ہوا اسلام کا سلوک تواضعی ہے احترام آدمیت ہے اسلام کا تعارف جعفر بن ابی طالب کے وہ خطبہ ہے جو نجاشی کے دربار میں کہا تھا۔ص ۳۹ کلمات رسول ص ۱۴۵ اسلام معجزہ ادیان ہے ص ۹۷ ص ۶۶

جعفر بن ابی طالب نے کہا:

کنا قوما ھل الجاھلیہ نعبد الاصنام وناکل المیہ و ناتی الفوائض الارحام و س الجوار و باکل القویٰ منا ضعیف ممکن علی ربک حتیٰ بعثت اللہ رسولنا نعرف بینہ و صدقہ امانتہ و ...امرنا بصدیق الحدیث والامانۃ و صلۃ الارحام و حسن الجوار والکن عن المجال و

اسدماء و نهانا عن الفوائض و قول الزور و اکل مالک الیتیم و قذف و امرنا ان نعبد الله ولا نشرک به ۔۔۔۔

اسلام معجزہ نبی اسلام جہاں اللہ کے آخری ابدی دین ہے جہاں مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے نبی خاتم نبوت اپنے دین کے آخری دین ہوگا گوصدق ہے جہاں دین مغرب نصرانیت جہاں مغرب کے انقلاب علمی کے مدعیوں کوگھروں سے نکال کرکارخانوں کمتر میں اجرت میں استعمال کرنے کے لئے جعلی خودساختہ حقوق خواتین کی شعار بلند کیا کبھی طلاق کی مذمت کبھی تعدد زوجات کبھی علم کی بنیاد بن کرازدواجی زندگی میں رخنہ ڈال کردنیا کو مصیبت میں تعدد خواتین کو بھرپور طریقے سے آگے لائیں گے یہ شق قرآن وسنت سے تنہا رشتہ منقطع نہیں بلکہ ضد قرآن ضد سنت تنہا بلکہ اپنے نام نہاد حقوق خواتین کے دعواء کا پول کھلا ہے اس میں حقوق خواتین کا اشارہ تک بھی نہیں اس میں اگرکوئی اشارہ ملتا ہے تو مغرب کے ابالیس سرمایہ داران کی بدنیتی تاریخ کا رشتہ ملتا ہے جہاں انہوں نے اپنے کارخانوں میں مردوں کی بنسبت اجرت میں کم کی خاطر خواتین کو گھروں سے اٹھا کرلایا بعد میں ان کو پتہ چلا کہ ان کے ساتھ زیادتی ہورہی ہے تو انہوں نے سادات کی تحریک چلائی اجرتول میں برابر کے مطالبہ کیا ہے حقوق سے مراد وہ حقوق ہے۔

حسن صباح: [مشاہیر مشرق مصنف نظام بدایوانی ص ۱۹۱]

چوتھی صدی ہجری کے شروع میں طوس میں پیدا ہوا تھا خواجہ حسن نظام الملک مشہور وزیر دربار سلجوقی کا ہم کتب اور دوست تھا اسی کی وساطت سے سلطان الپ ارسلان سلجوقی کے دربار میں یساول (میر نقیب) مقرر ہو گیا تھا لیکن وہ بعدہ خدا اپنے محسن نظام الملک کی تخریب کے درپے ہوگیا اور دربار سے نکالا گیا شام میں پہنچ کرفرقہ اسماعیلیہ کے پیشوا کے بموجب تعلیم وتلقین کا سلسلہ جاری کردیا۔اس نے کوہستان کے شاداب قطعات میں عالیشان اور خوشنما مکانات تعمیر کرائے جس کو وہ بہشت بتاتا تھا اس بہشت میں خوبصورت لڑکوں اورلڑکیوں کو بطور حور وغلمان کے اس نے آباد کیا تھا اس کے عقیدت مند جو دور دراز فاصلے سے اس کے پاس آتے ان کو بھنگ کے نشے میں سرشار کرکے اس بہشت کی سیر کراتا اس کی جماعت یوما فیوما بڑھتی گئی اور جب اس مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تو اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

ایک مضبوط اور نا قابل گزر قلعے پر جو سلاطین ویلم کا بنایا ہوا تھا اس نے ۴۸۲ مطابق ۱۰۸۹ میں قبضہ کرلیا ملک شاہ

سلجوقی نے جواس وقت فارس کا بادشاہ تھانظام الملک کواس کے مقابلے پرفوج لرکربھیجاراستہ میں صباح کے ایک مرید نے خنجر مارکرنظام الملک کوقتل کردیا۔

اس کے دوماہ بعدملک شاہ کا بھی انتقال ہوگیااورشاہی فوج کا محاصرہ اٹھاکرواپس ہوگئی حسن بن صباح ۲۶ جمادی الثانی ۵۱۸مطابق ۱۱۲۴کو۳۵ سالہ نبوت ہلاکت کے بعدفوت ہوگیا تاریخ میں شیخ الجبل کوہستانی سکونت کی وجہ سے مشہور ہےاورنبی الہلاکت بھی کہلاتا ہے کیونکہ اس نے بنی امیہ اوربنوعباس کے خلاف بظاہر بنی فاطمیہ کی ہمدردی میں اپنایہ مشن قراردیا تھا کہ جولوگ اس کے مرید ہوتے تھے وہ فدائی کہلاتے تھےاوروہ بھیس بدل کراپنے مخالفین کوکسی نہ کسہ طرح مارڈالتے تھے وہ اپنا کام ایک کونسل کے سپردکرگیا جس کا حاکم اعلیٰ ’’کیا‘‘ قرارپایااس نے بھی اس مشن کوجاری رکھا۔